رجسٹرڈ نمبر اے ۱۸۱

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول



مطبع معارف میں چھپکر
دفتر دار المصنفین اعظم گڈہ سے شائع ہوا

کتبخانہ دار المصنفین اعظمگڈھ

علامہ شبلی نعمانی

سیرۃ النبی صلعم حصہ اول طبع دوم قیمت باختلاف کاغذ سے للعہ ر

ایضاً حصہ دوم طبع اول قیمت باختلاف کاغذ عہ ۵ ہعہ ر

الفاروق، حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت سے ر

الغزالی، امام غزالی کی سوانح عمری، اور ان کا فلسفہ عہ ر

سیرۃ النعمان، امام ابو حنیفہ کی سوانح عمری اور انکے اجتہادات و مسائل عہ ر

شعر العجم حصہ اول شاعری کی حقیقت، فارسی شاعری کا آغاز و قدما کا دور سے

ایضاً حصہ دوم شعرائے متوسطین کا دور سے ر

ایضاً حصہ سوم شعرائے متاخرین کا دور عہ ر

(حصہ چہارم زیر طبع ہے)

ایضاً حصہ پنجم فلسفہ تصوفیانہ و اخلاقی شاعری پر تبصرہ عہ ر

الانتقاد علی التمدن الاسلامی جرجی زیدان کے تمدن

اسلامی پر عربی میں ریویو ہ ر

سفرنامہ مصر و شام مطبوعہ معارف پریس عہ ر

موازنہ انیس و دبیر، میر انیس کی شاعری پر ریویو سے ر

المامون، خلیفہ مامون الرشید کے عہد سلطنت کے حالات عہ ر

سفرنامہ روم و مصر و شام مطبوعہ معارف پریس قیمت عہ ر

مضامین عالمگیر شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر اعتراضات

اور ان کے جوابات، عہ، عمر ۱۲ ر

علم الکلام، مسلمانوں کے علم کلام کی تاریخ، اسکی عہد بعہد

کی ترقیاں، اور علمائے متکلمین کے نظریات

اور مسائل طبع چہارم مطبوعہ معارف پریس قیمت عہ ر

رسائل شبلی، مولنا کے مختلف علمی مضامین کا مجموعہ

قیمت عہ ر

قصیدہ امرتسر، امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلماء میں مولنا

نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا طبع رنگین

و اعلیٰ مطبع نامی کانپور ۲ ر

مجموعہ کلام شبلی، اردو ۱۲ ر

مثنوی صبح امید، ۴ ر

کلیات، مولنا کے تمام فارسی قصائد، غزلیات، مثنویات

قطعات کا مجموعہ جو اب تک متفرق طور

سے دیوان شبلی، دستہ گل، بوئے گل، برگ

گل کے ناموں سے چھپے تھے اس میں

سب یکجا کر دیے گئے ہیں، ۸۰ پونڈ کے

ولایتی کاغذ پر نہایت عمدہ چھپا ہے قیمت

مولنا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورۂ تحریم، جدید طرز پر عربی میں قرآن مجید کی تفسیر ۲ ر

تفسیر سورۂ قیامہ، " " ۲ ر

تفسیر سورۂ والشمس، " " ۲ ر

تفسیر سورۂ والکفرون، " " ۲ ر

تفسیر سورۂ والعصر " " ۲ ر

الرای الصحیح فی من ہو الذبیح، عربی میں حضرت اسمٰعیل کے

ذبیح ہونے پر ایک مدلل اور پر زور رسالہ ۱۰ ر

اسباق النحو، سہل طرز پر عربی گرامر، اردو ۵ ر

فہرست مضمون نگاران معارف

جلد یازدہم جنوری سنہ ۱۹۲۳ء، جون سنہ ۱۹۲۳ء

بہ ترتیب حروف تہجی

نمبر شمار	اسمار گرامی	صفحہ
۱	جناب آزاد	۳۴۵
۲	مولوی ابوالجلال صاحب ندوی	۳۱۳
۳	مولوی ابوالحسنات صاحب ندوی	۵۵، ۲۴۵
۴	مولوی ابونصر سید احمد صاحب	۱۹۸
۵	مولانا راغب صاحب جیلانی	۱۰۰
۶	مولوی سعید صاحب انصاری	۴۵
۷	مولوی سید حسن صاحب برنی، بی اے	۱۲۱
۸	مولانا سید سلیمان صاحب ندوی،	۲-۹، ۶۲-۷۴، ۸۲
		۱۴۰، ۱۶۹-۱۶۱، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۴۱، ۲۸۱، ۳۳۲، ۳۸۰، ۳۸۱، ۴۰۲،
۹	ڈاکٹر محمد شفیع صاحب، پی، ایچ، ڈی،	۳۹۵-
۱۰	صاحبزادہ ظفر حسن خانصاحب،	۳۳۷-
۱۱	مولانا عبدالحی صاحب مرحوم	۱۰-
۱۲	مولانا عبدالسلام صاحب ندوی	۸۶، ۶۹، ۹۹، ۳۴۰
۱۳	قاضی عبدالودود صاحب بی اے،	۱۵۳

نمبر شمار	اسمار گرامی	صفحہ
۱۴	مولوی محفوظ الحق صاحب ایم اے	۳۶۴؛
۱۵	مولوی معین الدین صاحب انصاری	۳۹۶؛
۱۶	مولوی سید مقبول احمد صاحب	۴۶۵؛
۱۷	سید نجیب اشرف صاحب ندوی۔	۲۷، ۵۹، ۶۱، ۶۴-۷۱
		۱۳۵، ۱۳۸، ۱۴۸-۱۴۲، ۱۸۰، ۲۱۸، ۲۲۰، ۲۳۱-۲۴۲، ۲۹۹، ۳۰۰،
		۳۰۲-۹، ۳۷۶، ۳۸۳-۹۰، ۴۱۵، ۴۴۵، ۴۴۹، ۶۱-۴۶۴، ۴۷۵-
۱۸	پروفیسر نصیر احمد صاحب بی، ایس، سی،	۲۷۵
۱۹	پروفیسر نکلسن	۴۰۴
۲۰	مولوی وہاج الدین احمد صاحب بی اے	۳۵۵، ۳۴۷، ۱۳۴، ۲۱۳، ۲۸۹
	شعراء	
۱	مولوی اقبال احمد صاحب سہیل ایم اے ایل ایل بی،	۱۵۱-
۲	جناب سجاد انصاری صاحب بی اے	۳۹؛
۳	جناب شبیر حسن صاحب جوش،	۷۳
۴	خان بہادر سید علی محمد خانصاحب شاد	

مضامین	صفحہ
۳۔ متر جمات	
سفیر خلیفۂ بغداد دربار غزنین میں،	۱۲۱،
مشہد اقدس	۵۰،
۴۔ تلخیص و تبصرہ	
اسلامی تعلیم و تمدن	۴۴۵
اصحاب الفکر فی الاسلام	۳۸۱،
بالشوزم اور اسلام	۳۰۰
جبل طارق اور طنجہ	۱۴۰
جرمن شعرا اور ادبیات ہند	۱۳۵
جرمنی اور لسانیات ہند	۴۴۹
جمعیہ نسائیہ مصر	۴۵۰
دیوار چین	۳۸۰
سحر اور قانون	۱۳۸
لندن کے کتبخانے	۳۲۰
محمدؐ اور عیسیٰ علیہما السلام	۵۹
مدرسۃ السنۃ المشرقیہ لندن	۲۱۸

مضامین	صفحہ
مسیحیت اور اسلام	۶۷، ۴۳
مصری اخبارات	۶۱
ہندوستان کی تعلیمی ترقی	۲۹۹
۵۔ ادبیات	
پیام شوق	۳۹۱
حسیات جوش	۷۳
حضرت عائشہ صدیقہؓ	۳۱۳
حقائق حیات	۲۳۲
زندان احمد آباد میں ایک زبان حقیقت بیان	۲۳۴
شام غم اور صبح مسرت	۱۵۱
صدائے حسرت	۴۶۳
غزل عزیز	۲۳۴۰
قطعۂ تاریخ ولادت	۳۹۴
قبرستان سے ایک آواز	۳۹۴
کلام شاد	۳۹۴، ۶۲
ہمائے ہمایون	۴۶۲

مضامین	صفحہ
۶- اوراق پارینہ	
جامع الاخلاق	۱۵۳، ۴۶۵
۷- آثار علمیہ	
کلام خواجہ امین	۱۴۹
۸- اخبار علمیہ	
علمی خبرین	۱-۷۱-۶۴، ۱۴۸-۱۴۲، ۱۱، ۲۳۱-۲۲۴، ۳۰۹-۳۰۲ ۳۹۰-۳۸۷-۶۱-۴۵۴-
۹- التقریظ والانتقاد	
اخبار الاندلس	۶۴،
تجارب الامم	۳۹۵،
خلافت موحدین	۲۳۵
سرگذشت الفاظ	۳۱۲
وحدۃ الوجود	۳۹۶

مضامین	صفحہ
۱۰- مطبوعات جدیدہ	
آزادی ہند،	۲۴۰
اُردوے معلیٰ	۷۹
اسرار ہستی- (مثنوی)	۸۰
اسلامی مساوات	۷۹
اعظم ترین انسان	۳۲۰
الفرق	۱۵۹
الکمال	۱۶۰
انتخاب جوہر	۳۱۹
انتخاب دواوین حسرت	۱۵۹
انتخاب مخزن حصۂ دوم	۳۱۹
آیات خلافت	۲۳۹
باپ کا گناہ	۳۹۹
بادل کے بچے	۲۳۹
بجلی کے کرشمے	۱۵۹
پھولون کی کلیان	۷۹
تاریخ الامّہ	۱۵۸

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
تاریخ القرآن	۲۳۹	فرسٹ ایڈ ٹو دی انجرڈ	۳۱۹
تاریخ خلافت	۱۵۸	قاعدہ اساس القرآن	۴۰۰
تبلیغ	۱۶۰	قبضۂ نجی	۳۲۰
تلاش راز	۸۰	کلید مراد	۱۶۰
ٹریڈ یونین	۲۴۰	لغات اردو جلد اول	۴۷۹
جامعہ	۲۴۰	محاسن یوسفی	۷۸
جمہور کا سوراج	۲۴۰	مذہب کی باتیں	۷۸
حدائق الصحۃ	۸۰	مسائل حاضرہ	۴۰۰
خطب حمیدیہ	۷۹	معیار	۴۸۰
خطوط اکبر	۷۸	مکاتیب اکبر	۴۰۰
روداد انجمن اردو الہ آباد	۳۲۰	مکتوبات آزاد	۳۹۹
ریاض الاظہر فی تاریخ خیر البشر	۳۱۹	مکتوبات فرنگ	۴۸۰
سرسید کی دینی برکتیں	۳۲۰	ندیم	۱۶۰
شاہین و دراج	۳۲۰	نیرنگ ارض	۳۹۹
غالب کا روزنامچۂ غدر	۸۰	نیرنگ خیال	۴۷۸

مجلد یازدہم	ماہ جمادی الاوّل سنہ ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۳ء	عدد اوّل

مضامین

شذرات		۳-۹
اردو شاعری پر تبصرہ	مولنا حکیم سید عبد الحی صاحب ناظم ندوۃ العلما	۱۰-۲۶
علامہ فضل اللہ کے خطوط	مولوی سید نجیب اشرف صاحب ندوی	۲۷-۳۳
نفسیات ترغیب	مولوی وہاج الدین احمد صاحب بی۔ اے،	۳۴-۴۴
آثار قنوج	مولوی سعید صاحب انصاری	۴۵-۴۹
مشہد اقدس	مولوی ابو الحسنات صاحب ندوی	۵۰-۵۸
محمد اور عیسیٰ علیہما السلام		۵۹-۶۱
مصری اخبارات		۶۱-۶۳
اخبار علمیہ		۶۴-۷۱
ادبیات	حضرت شاد عظیم آبادی و جناب جوش ملیح آبادی	۷۲-۷۳
اخبار الاندلس		۷۴-۷۷
مطبوعات جدیدہ		۷۸-۸۰

تصحیح

معارف کے گذشتہ پرچہ میں دیوان طالب پر مضمون مولنا شیروانی کا شایع ہوا ہے، اس کے صفحہ ۲۲۴، سطر ۱۳ مین "تراقمہ" کی جگہ غلطی سے "سراقمہ" چھپ گیا ہے، ناظرین تصحیح کرلین، معارف کی غلطیان ہمین سخت تکلیف دیتی ہین مگر یہ مرض لاعلاج ہے، اڈیٹر،

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

امسال ہماری قومی مجلسیں شہر گیا میں منعقد ہوئیں، اور کانگریس کے چبوترے پر سب سے پہلی دفعہ **اتحاد ایشیا** اور **ہندو مسلم عہد نامہ** کی تجویزیں معرض بیان میں آئیں، اگر یہ تجویزیں واقعی مرتب ہوکر عمل میں آجائیں تو اس سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ اسلامی نقطۂ نظر سے اس ملک کی مذہبی حیثیت بدل جائیگی، اور "دارالحرب" کا لفظ، ہندوستان کے اوصاف کی فہرست میں سے تاقیام معاہدہ قطعی طور سے خارج ہوجائیگا اور دیگر احکام فقہیہ پر بھی اس کا ایک خاص اثر پڑیگا،

گیا کے مقام اجلاس سے قریب بودھ کا سب سے بڑا اور مقدس ترین معبد واقع تھا، ہندو مسلم اتحاد کے طلبگاروں میں سے سیکڑوں نے جاکر اس کی سیر کی ہوگی، مگر کسی کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اس معبد کے کاغذی خزانہ میں ہندو مسلم رشتۂ اتحاد کا سب سے بڑا انمول موتی رکھا ہے یعنی "متعصب ہندو کش" **عالمگیر** کی سند جاگیر جو اس نے اس غیر اسلامی معبد کو عطا کی تھی اور جس کی بدولت اس مندر کے مصارف روزینہ کا سامان ہے؛

گذشتہ دسمبر میں سب سے پہلی دفعہ ہماری قرطبہ اور غرناطہ کی درسگاہوں کو دوبارہ زندہ کرنے والی **مسلم یونیورسٹی** کا جلسۂ تقسیم اسناد منعقد ہوا، سرسید اور محسن الملک کے عہد کے بعد سے اسٹریچی ہال نے یہ دلفریب نظارہ نہیں دیکھا تھا جو ۲۰ دسمبر کو اس کی نگاہوں کے سامنے گذرا، "سوٹ پوش مغزرین اسلام" کی اتنی عظیم الشان نمائش تین سال سے دیکھتے ہیں نہیں آئی تھی، سو اس جلسہ میں الحمد للہ کہ دیکھ لی گئی تقسیم اسناد کے تمام مراسم میں صرف ہرہائنس سرکار عالیہ بھوپال کا حصۂ عمل لائق ستائش تھا، ان کی تقریر

کی دعوت عمل و اصلاح کی آواز ممکن ہے کہ یونیورسٹی کے حکام پر گراں گذری ہو، مگر جو لوگ کہ یونیورسٹی کو یونیورسٹی دیکھنا چاہتے ہیں وہ حرف حرف اوس سے اتفاق کرینگے،

مراسم تقسیم اسناد کا ایک دلکش منظر یہ تھا کہ چانسلر (سرکار عالیہ بھوپال) اور وایس چانسلر (راجہ صاحب محمود آباد) دونوں نے اسناد کی تقسیم کے وقت عربی فقرے استعمال کئے، جو کاغذ پر لکھے اور چھپے ہوئے موجود تھے، تاہم اس حیرت کی کوئی انتہا ہو سکتی ہے کہ تمام حاضرین نے بلا استثنا، ایک "عورت" کی صحت تلفظ اور اعراب کو ایک "مرد" کے مقابلہ میں بہتر اور لائق تعریف پایا،

ہماری یونیورسٹی اپنے عطائے خطاب کے اختیارات کو سب سے پہلی بار اس دفعہ کام میں لائی، یہ آیندہ چلکر ہماری جدید تعلیمی تاریخ کا سب سے اہم واقعہ ہوگا کہ اس یونیورسٹی کے علمی خطاب یافتوں میں سرفہرست کس خوش قسمت کا نام ہے، لوگ بیقرارانہ پوچھینگے کیا وہ کوئی اس عہد کا بڑا عالم، بڑا مصنف، بڑا شاعر، بڑا انشاپرداز یا بڑا تعلیمی ماہر تھا؟ جواب ملیگا نہیں؛ وہ صرف ایک ایسے بیرسٹر کو ملا جو اتفاق سے اس وقت وزیر تعلیم تھا، اور بس! حقیقت یہ ہے کہ اس تاریخی اہمیت کو مدنظر رکھکر علی گڈہ کے حلقۂ علم اور ادارۂ تعلیم میں اگر کوئی موزوں تر اس خطاب کے لئے ہو سکتا تھا، تو وہ علمی حیثیت سے مولوی عبدالحق صاحب (ناظم ترقی اردو) اور تعلیمی کوششوں کے لحاظ سے صاحبزادہ آفتاب احمد خان! ہم نے اپنی یونیورسٹی کے اس طرز عمل کے متعلق دیوان غالب میں فال دیکھی تو یہ جواب ملا،

غالب سوختہ جاں راچہ بگفتار آری　　بدیارے کہ ندانند نظیری ز نظیر

ایجوکیشنل کانفرنس نے امسال اپنی سالگرہ اپنے وطن خاص، علی گڈہ میں منائی، میاں فضل حسین

صاحب وزیر تعلیمات پنجاب صدر تھے، ان کا خطبہ صدارتی بجائے خود، فلسفہ، تاریخ، سیاست اور تعلیم سب کچھ تھا، اور ان میں سے ہر قسم کے جلسہ میں وہ پڑھا جا سکتا تھا، ان کے موجودہ ہمعصرون کو دیکھتے ہوئے اُنکا یہ خیال ان کی بیحد اخلاقی جرأت کو ظاہر کرتا ہی کہ انھون نے ایک سرکاری وزیر تعلیم ہو کر قوم کو متنبہ کیا کہ سرکاری تعلیمگاہیں، ہماری قومی و مذہبی اغراض کے سراسر منافی ہیں،

اس مہینہ دارالعلوم ندوۃ العلمار کی زیارت کو جبلپور سے ایک سب جج "صاحب آئے تھے، جو "شمس العلما" کے خطاب سے مخاطب ہیں، انھوں نے مدرسۂ مذکور کی حالتِ زار پر بعض اخبارات میں اپنا تعزیت نامہ شائع کرایا ہی، ان کے نام سے اس تعزیت نامہ کو دیکھکر ہم کو سخت حیرت ہوئی، آج سے چند سال پہلے، ندوۃ العلمار کے اجلاس ناگپور کے موقع پر ہم کو ان کی "کوٹھی" پر حاضر ہونے اور گفتگو کرنے کا شرف حاصل ہوا تھا، اس مجلس میں موصوف نے نہایت پرزور دلائل سے عربی تعلیم کے عدم ضرورت کو ثابت کر دیا تھا، آج یہ کیا انقلاب ہے کہ ایک عربی تعلیمگاہ کی بربادی پر ان کی آنکھیں اشک فشاں، اور ان کے لب نوحہ خواں ہیں،

تمھارے دشمنوں کو کیا پڑی تھی میرے ماتم کی!

لیکن یہ اچھا ہوا کہ اسی سلسلہ مین قوم نے اپنے بھولے ہوئے ندوہ کو یاد کیا، اخبارات نے نوٹ لکھے، اور بعضوں نے اپنی مہربانی سے ہمیں مخاطب کیا، ہم اس کا اعلان کرنا چاہتے ہیں، کہ ندوہ نے ۵۰۰ ماہوار کے عطیۂ سرکاری کو چھوڑ کر بحمد اللہ کچھ کھویا نہیں، نہ اس کی تعلیم نے پستی اختیار کی، نہ طلبہ کی تعداد میں کمی ہوئی، جو کچھ بات ہی وہ یہ ہی کہ جس عمارت میں وہ ہی دو سال سے اس کو لکھنؤ یونیورسٹی کے احاطہ میں داخل کرنے کی تجویزین ہو رہی ہیں، نہ تو گورنمنٹ اس کو خریدتی ہی اور نہ صاف جواب دیتی ہی، اور معاملہ کو ایسے گو مگو میں ڈال رکھا ہی کہ ہم اسکو نہ چھوڑ سکتے ہیں اور نہ بنا سکتے ہیں،

تعلیمی حیثیت سے بڑودہ کی چھوٹی سی ریاست نے جو ترقی کی ہے وہ ذیل کے اعداد سے ظاہر ہوگی، اس کے ساتھ برطانی ہند کے اعداد بھی پیش نظر ہوں تو یہ واضح ہو جائیگا۔ کہ دنیا کی سب سے بڑی سلطنت جو نیم وحشی ہندوستان میں اس لئے ہے تاکہ یہاں علم و ہنر اور تہذیب و تمدن کی اشاعت کرے اسکی صد سالہ کوششوں کا معیار ترقی کیا ہے؟

	برطانی ہند	بڑودہ
تعلیم یافتہ لوگوں کی تعداد فی صد	۶	۱۰
مدرسہ جانیوالے لڑکے فی صد	۳۲	۲۶
مدرسہ جانیوالی لڑکیاں	۶	۵۷

اسی کے ساتھ یہ موازنہ بھی سامنے رہے کہ دونوں حکومتوں کا ہر شخص کی ذات پر اور آمدنی کے تناسب سے تعلیم پر کیا خرچ ہے؟

	برطانی ہند	بڑودہ
ہر شخص کی ذات پر خرچ	۹،۶ پائی	ایک روپیہ ۲ آنے
تعلیم پر فیصدی آمدنی کا خرچ	۴ر	۱۱ر

دنیا اس فرق تناسب پر حیرت کریگی، لیکن اس حیرت کو یہ کہکر دور کر دیا جائیگا۔ کہ برطانی ہند کی آمدنی کا نصف حصہ تعلیم و تہذیب سے زیادہ ضروری فرض پر ہر سال صرف ہو جاتا ہے یعنی انسان کش آلات کی فراہمی اور سرحدوں کی حفاظت کی خاطر، ایک بیکراں فوج پر اب یہ فیصلہ ہندوستان کا کام ہے کہ اس کو علم و ہنر اور امن و صلح کی فوج کی ضرورت ہے یا جنگ و جدل، حرص و طمع، اور جہل و وحشت کے لشکر کی!

موجودہ طرز تعلیم کی قصیدہ خوانی کرتے ہوئے، ہمارے ماہرین تعلیم فرماتے ہیں، کہ اس میں حفظ صحت کے

اصولون کی سب سے زیادہ پابندی کیجاتی ہی چنانچہ جب کوئی انسپکٹر کسی اسکول کا معاینہ کرتا ہی، تو اس کی تحقیقات کی پہلی دفعات یہ ہوتی ہیں کہ عمارت کیسی ہی، گرد وپیش کی زمین اور منظر کیا ہی، روشندان کافی ہیں یا نہیں، کمروں میں روشنی پوری ہی یا نہیں، لڑکے کمرہ کی وسعت سے زیادہ تو نہیں بیٹھے ہیں، لیکن با این ہمہ تحقیق و تدقیق نتیجہ کیا ہی، طالب علموں کی صحت روز بروز خراب ہوتی جاتی ہی، آنکھوں کی بینائی رخصت ہو رہی ہے ضعف معدہ کی شکایت عالمگیر ہو رہی ہی، دق اور سل کے حملے تیز ہو رہے ہیں، ہندوستان کا ذکر چھوڑ کے اُس متمدن ملک کے طالب علموں کی حالت زار دیکھئے جہاں کے جدید طرز تعلیم کے اصول ہمارے ملک کیلئے اساس و بنیاد ہیں، یعنی انگلستان!

انگلستان میں طلبہ کی صحت کا نقشہ یہ ہی:

مبتلائے امراض دماغی	ضعف دماغ	۲۱۰۰۰
"	نزاکت دماغ	۵۰۰۰
"	بلادت دماغ	۱۰۰۰
مبتلائے امراض جسمانی	سل و دق	۱۳۰۰۰
"	دوسرے جراثیم کی بیماریاں	۲۳۰۰۰
"	دیگر جسمانی امراض	۵۳۰۰۰

ان بچوں کے علاج کے لئے تقریباً ۵۱۰۰۰، پونڈ خرچ ہوئے ہیں، لیکن طریقۂ تعلیم کی تبدیلی اس کا بہترین علاج نہیں ہو سکتی،



بنگال کے مشہور عالم کیمیا سر پی، سی، رائے نے ساٹھ سال کی عمر میں کلکتہ یونیورسٹی سے علٰحدگی کی

خواہش ظاہر کی تھی لیکن سینٹ نے ان سے درخواست کی وہ کم از کم پانچ سال تک اور اپنے معلومات سے طلبار کو مستفید کریں تاکہ جو کام ان کے زیر نگرانی شروع ہو چکے ہیں پایۂ تکمیل کو پہنچ جائیں، سر موصوف نے اس درخواست کو قبول فرماتے ہوئے جس ایثار و قربانی کی مثال پیش کی ہو وہ ہمارے بڑی تنخواہ والے پروفیسروں کے لئے قابل تقلید ہو، آپ نے یونیورسٹی کو اطلاع دی ہو کہ "چونکہ اب میں ۶۰ کا ہو گیا ہوں، اس لئے میں کسی قسم کا کوئی معاوضہ لینا نہیں چاہتا اور درخواست کرتا ہوں کہ ستمبر ۲۲ء سے میری جو تنخواہ ہو وہ اس شعبہ کی ترقی پر صرف کیجائے" کیا ہماری قومی تعلیمگاہوں کے اساتذہ اور معلمین اس واقعہ کا یقین کرینگے؟



مسئلۂ تقدیر کا ثبوت دنیا کے ذرہ ذرہ سے نمایاں ہو، اہرام مصر کی نسبت عام افواہ ہو کہ اس کے اندر فراعنۂ مصر کے خزانے محفوظ ہیں، تیسری صدی ہجری کے اوائل میں خلیفہ مامون الرشید نے اسی افواہ کی بنا پر ان اہرام کے کھودنے کا حکم نافذ کیا، لیکن اس کی کھدائی پر اتنا صرف آیا جو خود ایک خزانہ کے برابر ہو گیا، بااین گرانیِ مصارف جب ایک ہرم کی دیوار میں کچھ روزن پیدا ہوئے تو خزانہ کے بجائے ہڈیوں کا ڈھیر اس میں نظر آیا، اب اس واقعہ کے گیارہ سو برس کے بعد مصر کے قبرستان وادی الملوک میں ایک قبر کو کھودتے ہوئے عظیم الشان دفینہ کا منہ کھل گیا جس کی نسبت اخبارات کا بیان ہو کہ اس میں ناقابل بیان دولت ہو، کیا یہ **قارون** کا زیر زمین خزانہ تو نہیں؟

لوزان کانفرنس میں جو مسائل زیر بحث ہیں وہ سیاسی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن امتیازات (کیپی چولیشن) کی بحث کے ضمن میں اور لارڈ کرزن کے اعتراضات کے جواب میں ترکوں نے اپنے انحطاط کے بعد سب سے پہلی دفعہ اس اعلان کی جرأت کی کہ ہمارا ملکی قانون، اگر **شرع محمدی** پر مبنی ہو تو یورپ کا ملکی قانون بھی زیادہ تر رومن اور جرمن لا سے ماخوذ ہو، اس بنا پر کسی قانون کی اچھائی یا برائی کی صرف یہ وجہ نہیں قرار

دی جاسکتی کہ اس کا ماخذ کیا ہی، بلکہ اس کا معیار اس کے نتایج ہیں، اور اس حیثیت سے اسلامی قانون؛ یورپین قانون سے فروتر نہیں ہی جزاہم اللہ عن الاسلام خیرالجزاء،

سالِ نو کے عجایبات خطاب میں ڈاکٹر اقبال کا سر اقبال بنجانا ہی، اگر حکومت نے ہمارے قومی شاعر کی یہ علمی قدردانی کی ہی تو یہ فال نیک مبارک ہو، اور اسی کے ساتھ یہ اس امر کا تازہ ثبوت ہی کہ ہماری ملکی زبان کے خدمت گذاروں کی قدردانی انگریز اوس وقت تک نہیں کرتے جبتک ان کے خیالات رومن خط میں ان کے پیش نظر ہوں، ڈاکٹر اقبال بیس برس سے مختلف مشرقی زبانوں میں اپنے افکار نادرہ اور جذبات عالیہ کا اظہار کر رہے ہیں، لیکن ہماری حکومت نے ان کا اعتراف اوس وقت کیا، جب پروفیسر نکلسن کے قلم سے ان کے بعض " رموز و اسرار" شاعرانہ انگلستان کی بزم سخن میں جا کر فاش ہوئے،

اردو فارسی کے قدیم خدمت گذاروں میں ایک مولانا شوکت میرٹھی تھے، جو خود کو " مجدد السنۂ مشرقیہ" کے خطاب سے مخاطب کرتے تھے، انھوں نے خاقانی، عرفی، اور غالب کے دیوانوں کی عجیب وغریب شرحیں لکھی ہیں، اور ہمیشہ اپنے مذاق کے مطابق وہ کچھ نہ کچھ کرتے اور کہتے رہتے تھے، افسوس ہے کہ گذشتہ مہینہ انھوں نے ایک طویل علالت اور کبرسنی کے بعد وفات پائی، اب شاید ایسے لوگ بھی ہمارے ہندوستان میں آئندہ پیدا ہونگے،

انقلاب شام کے بعد عربوں میں جو خوشگوار جدید تغیرات پیدا ہوئے ہیں ان میں ایک اپنی گذشتہ تمدنی و علمی عظمت کو دوبارہ زندہ کرنے کا خیال ہی، محمد کرد علی، شام کے ایک مشہور صاحب علم مصنف ہیں، یہ پہلے دمشق سے المقتبس نام عربی میں الندوہ کے طرز کا ایک رسالہ نکالا کرتے تھے،

شام کے جدید سیاسی انقلاب کے بعد یہ وہاں کے وزیر تعلیمات مقرر ہوئے، ان کی سرگرمی میں دمشق میں ایک ایکاڈمی، بنام "المجمع العلمی العربی" قائم ہوئی ہے، اور اس کی طرف سے دو برس سے ایک ماہوار علمی رسالہ شائع ہوتا ہے، اتحاد اسلامی کا ایک مظہر یہ ہے کہ مجمع مذکور دار المصنفین کے ساتھ اپنا علمی رشتہ اخوت قائم کرنا چاہتا ہے،

جدید اسلامی ہندوستان کے دور اول کے قومی رہبروں میں سرسید کے بعد نواب **وقار الملک** وہ خوش قسمت ہیں، جن کی ایک مبسوط اور ضخیم سوانحعمری لکھی گئی ہے، اس کا نام "وقار حیات" رکھا گیا ہے، اور مولوی اکرام اللہ خاں صاحب ندوی (سابق اڈیٹر الندوہ) نے ایجوکیشنل کانفرنس کے زیر اہتمام اس کو لکھا ہے، یہ نواب صاحب مرحوم کی نہایت مفصل سیرت ہے اور جس میں خصوصیت کے ساتھ ان کے اخلاقی واقعات کو وسعت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، امید ہے کہ یہ کتاب ہمارے اخلاقی آئینہ خانہ میں ایک نئے آئینہ کا اضافہ کریگی،

دار المصنفین میں شعر الہند کے نام سے ایک کتاب اردو شاعری کی تاریخ ارتقاء پر زیر تصنیف ہے لیکن ضرورت تھی کہ اردو شعراء کا ایک مفصل ناقدانہ تذکرہ بھی ہماری زبان میں لکھا جاتا، کہ "آب حیات" جس "چشمۂ ظلمات" سے نکلا ہے، وہ لوگوں کو نظر آجاتا، الحمد للہ کہ ایک خضر سخن اردو کو مل گیا جس نے قدما سے لیکر داغ و اکبر تک کے تمام اردو شعراء کا ایک مفصل تنقیدی تذکرہ لکھکر ہمارے لئے تحقیقات کی ایک نئی شاہراہ کھولی ہے، جناب مولنا حکیم سید عبد الحئی صاحب ناظم ندوۃ العلماء نے اس فرض کو انجام دیا ہے اور غایت کرم فرمائی سے اس تصنیف مذکور دار المصنفین کو اشاعت کی غرض سے عنایت فرمائی ہے، آج کے سلسلۂ مقالات میں اسی نسخۂ قلمی کا ایک باب ہدیۂ ناظرین ہے،

مقالات

اُردو شاعری پر تبصرہ

از مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلماء

مولانا ممدوح ذیل نے اپنے تذکرہ شعرائے اُردو کے مقدمہ مین اردو شاعری پر ایک مبسوط مقدمہ لکھا ہے، اصل کتاب تین حصون مین منقسم ہے، پہلا حصہ طبقۂ متقدمین، دوسرا حصہ متوسطین اور تیسرا حصہ شعرائے طبقۂ متاخرین کے تذکرہ مین ہے، اس کتاب مین محمد قلی قطب شاہ اور مولانا نصرتی سے لیکر حالی اور اکبر تک کے حالات اور انکی شاعری پر تبصرے ہین،

مقدمۂ کتاب کا یہ ٹکڑہ جس کا عنوان "اردو شاعری پر تبصرہ" ہے اس مین ہر طبقہ کے ہر دور کی خصوصیات، ترقیان، متروکات اور محاسن کلام پر نہایت خوبی کے ساتھ نظر ڈالی اور اس کی تفصیل وتشریح کیگئی ہے، اردو شاعری پر تبصرے کا یہ پیش نظر حصہ صرف طبقۂ متقدمین و طبقۂ متوسطین کے بیان خصوصیات و محاسن کلام پر مشتمل ہے۔ (معارف)

مین نے امتیاز کے لئے اس کتاب کے تین حصّے کر دئے ہین پہلا حصّہ طبقہ متقدمین کیلئے مخصوص ہے اور اس مین تین دور ہین، دور اول کے شعرا ء مین سے صرف ایک شاعر کا مین ذکر کرسکا ہون دوسرے دور مین شعرائے دکن اور تیسرے مین شعرائے دہلی کا بیان ہے،

دوسرا حصّہ متوسطین سے مخصوص ہے اس مین بھی تین دور ہین پہلا دور میر ومرزا کا دوسرا مصحفی اور میر حسن کا تیسرا ذوق و غالب کا،

تیسرا حصہ متاخرین کے ساتھ مخصوص ہے اور اس میں تین دور ہیں پہلا دور ناسخ و آتش کا دوسرا امیر و داغ کا تیسرا حالی و اکبر کا جنھوں نے جدید شاعری کی بنیاد ڈالی ہے۔

طبقۂ متقدمین

اس طبقہ مین پہلا دور ان شاعرون کا ہے جن کی نشو و نما حیدر آباد اور بیجا پور مین ہوئی ہے اس دور مین جو شعرا صاحب دیوان ہوئے ہین ان مین سے محمد قلی قطب شاہ، سلطان محمد قطب شاہ، عبداللہ قطب شاہ، مولانا نصرتی، اور مولانا ہاشمی کے نام اب تک معلوم ہو سکے ہین،

ان لوگون مین سے اوّل الذکر تین نام خاندانِ قطب شاہیہ کے تین بادشاہون کے ہین جن کے دیوان حیدر آباد مین موجود ہین، اور ان کے کلام کا بیشتر حصہ آصفی ملکاپوری نے تذکرۂ شعرائے دکن مین نقل کیا ہے ان کے زمانے مین اردو زبان عالم طفولیت مین تھی دکنی الفاظ کثرت سے اس مین پائے جاتے ہین اور میرا خیال ہے کہ شمالی ہندوستان کے رہنے والون کو ان کے اشعار کا بیشتر حصہ سمجھ مین نہین آسکتا، طریقۂ بیان مین بھی کوئی ندرت نہین سیدھے سادے انداز سے پیش پا افتادہ مضامین کو نظم کر دیا ہے، تاہم اگر کوشش کر کے ان کا صاف اور سادہ کلام ایک جا کر دیا جائے تو اردو زبان کی تاریخ کا سلسلہ مکمل ہو جائے دوسرے دور کے شعراء کی نشو و نما اورنگ آباد مین ہوئی ہے ان کی زبان منجھتے منجھتے بہت صاف ہو گئی ہے تاہم دکن کا لب و لہجہ اور کہین کہین الفاظ و روابط جو اہل دکن کے ساتھ مخصوص ہین ان لوگون کے کلام مین پائے جاتے ہین مثلاً،

"نکو" بجائے "نہین" کے "سٹین" بجائے "ڈالین" "سٹ دے" بجائے "ڈال دے" "بیگی" بجائے "جلدی" "دستا" "دیکھتا" کے معنون مین "اپس" "اپنے" کے جگہ "سنگات" "ہمراہ" "دہانچہ" "ذہن" "ہاتان" "ہاتین" ان کے سوا اور الفاظ و روابط ہین جو اس دور کے ساتھ مخصوص نہین شعرائے دلی کے کلام مین بھی پائے جاتے ہین مثلاً

"سون" "سین" "سیتی" بجائے "سے" "کون" واو معروف کے ساتھ بجائے "کو" "ہمن" کو بجائے "ہم کو" "ممن" بجائے

طرح "موہن" "سریجن" "پی" "پیتم" بجائے "معشوق" "جگ" "منی" "دنیا" "مین" "بر" "منی" "برمین" "یعنی" "گود" "مین" "مجہ" "دل" "میرادل" "تجہ" "لب" "تیرالب" "جگ" "دنیا" "بچن" "کلام" "نت" "ہمیشہ" "مکہ" "منہ" "بہتیر" "اندر" "ہوان" "ہوین" "پلکان" "پلکین" "یو" "یہ" "بگانہ" "بیگانہ" "دوانہ" "دیوانہ" "مرض" سکون رے کے ساتھ بجائے مرض کے جس کے رے کو فتحہ ہی "تسبی" "تسبیح" ہی صحیح "مین کہا" ہین نے کہا ان کے سوا اور بھی الفاظ ہین جو طبقہ متوسطین کے شعرا بھی کام مین لائے ہین ان کا ذکر وہان آئیگا

ان دونون دور کے شاعرون کا انداز بیان بہت صاف و سادہ ہی جو کچہ آنکھون کے سامنے دیکھتے ہین اور اس سے دل مین خیالات گذرتے ہین وہی زبان سے کہدیتے ہین ایچ پیچ کے خیال دور دور کی تشبیہین نازک استعارے نہین بولتے اسی واسطے اشعار صاف اور بے تکلف ہین،

مگر چونکہ اردو شاعری کی ابتدا فارسی شاعری کی انتہا سے جا ملی ہی لہذا بہت سے خیالات جو خاص ملک فارس سے علاقہ رکھتے ہین اس ہین خود بخود آ گئے مثلاً،

بجائے عورتون کے لڑکون کا عشق ان کے خط کی تعریف شمشاد، نرگس، سنبل، سوسن، بنفشہ وغیرہ کی تشبیہین لیلی، شیرین، شمع، گل، سرو وغیرہ کا حسن، مجنون، فرہاد، بلبل، قمری، پروانہ کا عشق، مانی وبہزاد کی مصوری، رستم و اسفندیار کی بہادری زحل کی نحوست سہیل مین کی رنگ افشانی نوروز کا جشن، جام جم، خم فلاطون، راہ ہفتخوان، کوہ الوند، کوہ بے ستون، جوئے شیر، قصر شیرین، جیحون سیحون اور خدا جانے کیا کیا، الفاظ ترکیبین اور خیالات فارسی سے اردو مین آ گئے،

ان خیالون اور اشارون نے اردو شاعری کو سنگلاخ بنا دیا جس کی مان بہاشا سی شیرین زبان تھی جو ہم کو وہ چیزین بتاتی ہی جن کی کیفیت ان کے دیکھنے سننے سونگھنے چکھنے یا چھونے سے حاصل ہوتی ہے، مثال کی طور پر خیال کرو بارش کا موسم ہندوستان مین بہار کا موسم ہی بادلون کا گھر گھر کر آنا سرد ہوا اون کا چلنا سرسبز اور شاداب درختون کا جھومنا ہلکی ہلکی پھوہار دن کا پڑنا کوئل کا کوکنا پپیہون کا پی کہان پی کہان کی صدا لگانا یہ اور اسی قسم کی بہت سی دلکش باتین ہین کہ جن کو دیکھکر دل کو سرور اور آنکھون کو

نور حاصل ہوتا ہی اور نہین باتون کو اگر شعر کے قالب مین ایک خاص انداز سے ڈھالا جائے تو اس کو سنکر دلون مین جوش اور طبیعتون مین اتنی امنگ پیدا ہو سکتی ہی جو بہار فارس کو خواب مین دیکھنے سے نہین ہو سکتی، مگر بدقسمتی سے اُردو شاعری مین گل و بلبل کا دخل ہوا جو متقدمین کے ہان کم کم متوسطین کے ہان کچھ زیادہ پایا جاتا ہی، اور متاخرین کی شاعری کا دار مدار آکر ٹھہر گیا، تحسین و آفرین کی ہوس مین کبھی صفت در صفت کبھی استعارہ در استعارہ سے اسے اتنا تنگ و تاریک کر دیا کہ شاعری گورکھ دھندا بنکر رہگئی،

بہرحال متقدمین کے خیالات مین ندرت نہین ہی تو نہو مگر ان کا انداز بیان بہت بے تکلف اور سیدھا سادہ ہی اس مین شعرائے دکن اور دلی مین باہم کچھ امتیاز نہین البتہ یہ حیرت کی بات ہی کہ شمس الدین ولی نے اپنے کلام مین ایہام اور ذومعنیین سے اتنا کام نہین لیا جتنا شاہ مبارک آبرو اور ان کے معاصرین کام لیتے ہین خدا جانے ان بزرگون کو اس کا شوق کیونکر پیدا ہوا میرے خیال مین آزاد کی یہ رائے صحیح ہی کہ دوہرون کے انداز نے جو ہندوستان کا سبزۂ خودرو تھا اردو کو بھی اپنے رنگ مین رنگ دیا ہی،

طبقۂ متوسطین

مین نے اس حصہ کو تین دور پر تقسیم کیا ہی دور اول مین مرزا مظہرؔ، مرزا رفیعؔ، میر تقی میرؔ، خواجہ میر دردؔ میر سوزؔ، قائمؔ، یقینؔ، بیانؔ، حزینؔ، ہدایتؔ، قدرتؔ، بیدارؔ، ضیاؔ جو اس دور کے ان ممتاز شاعرون مین ہین جنھون نے زبان کی صحت و صفائی اور طرز بیان کی خوبی اور پاکیزگی مین نمایان حصہ لیا ہی،

دوسرے دور مین میر اثرؔ، بقاؔ، حسرتؔ، راسخؔ، میر حسنؔ، جرأتؔ، انشاؔ، مصحفیؔ، رنگینؔ اور فراقؔ کا ذکر ہے، جنھون نے زبان کو پہلے سے زیادہ صاف کیا ہی اور طرز بیان مین بھی کسی نے نیا انداز پیدا کر دیا ہی،

تیسرے دور مین نصیرؔ، ممنونؔ، ذوقؔ، ظفرؔ، مومنؔ، غالبؔ، تسکینؔ، اور شیفتہؔ، کا ذکر ہے جنھون نے زبان کو زیادہ صاف اور ستھرا کرکے کلام کو گلہائے رنگا رنگ سے آراستہ کر دیا ہی اور لطف یہ ہی کہ صفائی اور سادگی کو بھی ایک حد تک قائم رکھا ہی،

دور اول | سب سے پہلا کارنامہ اس دور کے شعراء کا یہ ہے کہ زبان کی صفائی اور صحت مین پوری کوشش کی اور بہت سے وہ الفاظ در وابط جنھین ولی اور اس کے ہمعصر بے تکلف کام مین لاتے تھے، نکال ڈالے تاہم کچھ الفاظ ایسے رہ گئے جو ان کے زمانے مین فصیح سمجھے جاتے ہون، مگر آج ہم کو اجنبی اور نامانوس معلوم ہوتے ہین مثلاً "کیا کیا" بجائے "کس کس"، "ان نے جس نے" بجائے "اس نے جس نے"، "ہر نظر" بجائے "نظر بھر کے" "دل اپنے" کے بجائے "اپنے دل کے"، "کچھ آنسو" بجائے "میرے آنسو کے"، "جس تس نے" بجائے "جس کسی نے" "ایدھر اودھر" بجائے "ادھر اودھر"، "کہنے لاگا" بجائے "کہنے لگا"، "دوانہ بگانہ" بجائے "دیوانہ و بیگانہ"، "رقیبان" بجائے "رقیبون" "کے"، "انکھڑیان" "انکھون" کی جگہ، "سجن" "معشوق" کے معنون مین، "بیچ" "اندر" کے معنون مین، "دم کھا رہو" "سانس نہ لو یعنی چپکے رہو" "کنے" "پاس"، "ہے" "آپ ہین"، "نامین" "نہ آپ ہین نہ مین"، "مین کہا" "مین نے کہا"، اسی طرح کے اور چند الفاظ ہین جو زیادہ تتبع کرنے سے مل سکتے ہین تاہم زبان کے صاف اور ستھرا کرنے مین اس دور کے شعرا نے جو کوششین کی ہین وہ نہایت قابل قدر ہین،

(۲) دلپذیر اور دلکش اور پسندیدہ محاورات جو فارسی مین دیکھے انھین کہین ترجمہ کر کے اور کہین بجنسہٖ لے لیا، مثلاً تر دامن، پنبہ دہن، آتش زیر پا، کمر کوہ، دامن کوہ، گردن مینا، دست سبو، سرو آزاد، سوسن وہ زبان، نرگس شہلا، داغ جنون، طفل اشک، یاد ایام، بر آمدن، در آمدن، بسر آمدن، گوش کردن، بو کردن، چراغ کشتن، دل دادن، دل از دست رفتن، از جان گذشتن، از سر چیزے گذشتن، عرق عرق شدن، پیمانہ پر شدن، از جامہ بیرون شدن، دامن افشاندہ برخاستن، خوشا بحال کسانیکہ، حیف آنان، یا حیف کسانیکہ اور اسی طرح کے سینکڑون الفاظ اور محاورے ہین جنھین اردو مین ایسی بے تکلفی سے کھپایا ہے کہ کہین سے جوڑ نہین کھلتا آزاد نے آب حیات مین اسی بحث کو بہت پھیلا کر بیان کیا ہے، اور ہر ایک کی مثالین شعرا کے کلام سے نکالکر پیش کی ہین، جو پڑھنے کے قابل ہین،

(۳) انھون نے بھی بڑا کام کیا ہے کہ جو عاشقانہ مضامین غزلون مین بہت پہلے سے بندھتے چلے

آتے ہین ان کو بہ تبدیل الفاظ او رتغیر اسالیب معمولی بول چال اور روزمرہ مین اس خوبصورتی سے ادا کیا ہو کہ بار بار پڑھئے اور مزے لیجئے ان کی بندشین اگلی بندشون سے زیادہ چست اور لطیف اوران کے محاورے اگلے محاورون سے زیادہ دلآویز و دلکش ہین علاوہ اس کے قدیم جذبات وخیالات مین اپنے مبلغ فکر کے موافق جو نزاکتین اور لطافتین انھون نے پیدا کی ہین وہ باوجود پرانے روزمرہ اور محاورون کے بدلجانے کے اب تک ایسے ہین کہ لوگ ان کو پڑھتے اور سر دھنتے ہین ہین نے اس کتاب مین ہرایک کے اشعار اسی قسم کے انتخاب کئے ہین جو اپنے اپنے موقع اور محل پر آئینگے تاہم جی نہین مانا یہان بھی چند اشعار مثال کے طور پر نقل کرتا ہون

مرزا مظہرؒ
ہم گرفتارون کو اب کیا کام ہو گلشن مین لیک — جی نکلجاتا ہو جب سنتے ہین آئی ہے بہار
مرا جی جلتا ہو اس بلبل بیکس کی غربت پر — کہ جس نے آسرے پر گل کے چھوڑا آشیان اپنا
کیا جوان مارا گیا خوبان کے ہاتھ — لاکھ حسرت کمیت آئین جس کے ساتھ

مرزا رفیع
اے لالہ گو فلک نے دئے تجھکو چار داغ — چھاتی مری سراہ کہ اک دل ہزار داغ
تو نے سودا کے تئین قتل کیا کہتے ہین — یہ اگر سچ ہو تو ظالم اسے کیا کہتے ہین
کیفیت چشم اس کی مجھے یاد ہے سودا — ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا مین
سودا خدا کے واسطے کر قصہ مختصر — اپنی تو نیند اڑ گئی تیرے فسانے مین
اس کشمکش سے دام کے کیا کام تھا ہمین — اے الفت چمن ترا خانہ خراب ہو
سودا تری فریاد سے آنکھون مین کٹی رات — آئی ہے سحر ہونے کو ظالم کہین مر بھی

میر تقی میرؔ
ہم خستہ دل ہین تجھ سے بھی نازک مزاج تر — تیوری چڑھائی تو نے کہ یان دم نکل گیا
باہم سلوک تھا تو اٹھاتے تھے نرم گرم — کاہے کو میر کوئی دبے جب بگڑ گئی
کعبہ مین جان بلب تھے ہم دوری بتان سے — آئے ہین اپنی یار وبہر کر خدا کے ہان سے
واعظ ناکس کی باتون پر کوئی جاتا ہو میر — آؤ میخانے چلو تم کسکی باتون پر گئے

آشیانے مین رات بلبل کے آتش گل سے رات پھول پڑا

خواجہ میر درد
اس طرح سے یک لخت جو آنسو نہین تھمتے معلوم ہوا درد کہین آنکھ لڑی ہے،

تیری گلی مین مین نہ چلون اور صبا چلے یون ہی خدا جو چاہے تو بندہ کی کیا چلے

نزع مین تو ہون وے تیرا گلہ کرتا نہین دل مین ہر وہ بھی وفا پر جی وفا کرتا نہین

قائم
قائم ضرور کیا ہو اب اس جنگجو سے صلح مدت ہوئی کہ جان سے مین ہاتھ دھو چکا

طوفان گریہ کی ہو مری حد عمر نوح دریا نہین کہ آج چڑھا کل اتر گیا

یقین
شب ہجران کی وحشت کو تو اے ہمدرد کیا جانے جو دن پڑتے ہین راتون کو مجھ تیری بلا جانے

گریبان چاک کرنے کو کسیکے کیا تجھے ناصح ہمارے ہاتھ جانین اور ہمارا پیرہن جانے

(۴) ان بزرگون نے تشبیہ و استعارہ سے کام لیا ہی مگر اعتدال کے ساتھ متاخرین کے طرح صفت در صفت اور استعارہ در استعارہ کر کے کلام مین پیچیدگی نہین پیدا کی،

تشبیہ و استعارہ کو محاورون کی رنگینی سے اس طرح کھپایا ہو کہ شعر سنکر اس کی گرمی اور جوش و خروش مین انسان ایسا محو ہو جاتا ہو کہ تشبیہ اور استعارہ کے طرف فوراً ذہن منتقل نہین ہوتا اور یہی بات ان کی شاعری کی جان ہے،

تشبیہ و استعارہ ایک فطری چیز ہو ایک عامی بھی جوش و خروش مین غیظ و غضب کی حالت ہو یا رنج و غم کی جب کوئی بات کہتا ہو تو بے ساختہ اس کے منہ سے تشبیہ یا استعارہ کے قالب مین ڈھلکر بات نکلتی ہو اور وہ سننے والے کے دل پر وہی اثر پیدا کرتی ہو جو کہنے والے کے دل پر اس وقت طاری ہو،

اگر شاعر اسی نکتہ کو پیش نظر رکھیگا تو اس سے سلیقہ مندی ظاہر ہوگی اور اگر وہ بے اعتدالی سے کام لے گا تو اس شعر کو سنکر بجائے اس کے کہ اس کے جوش و خروش کا دل پر اثر ہو تشبیہ و استعارہ کی پیچیدگی اپنی طرف متوجہ کریگی اور اس طرح سے اس کا مقصود فوت ہو جائیگا،

اگر تم یہ کہنا چاہو کہ فلان شخص بہادر ہی اور اسی لفظ سے اس کو ادا کر دو تو ادائے مطلب کا یہ ایک معمولی طریقہ ہوگا اور اگر اسی بات کو یون کہو کہ وہ شیر کے مانند ہی تو یہ تشبیہہ ہوگی اور اس مین زور پیدا ہو جائیگا اور یون کہو کہ وہ شیر ہی تو زور اور بھی بڑھ جائیگا اور اگر اس شخص کا نام نہ لو اور یون کہو کہ مین نے ایک شیر دیکھا اور اس سے مراد اسی شخص کو لو تو یہ استعارہ ہی اور اسی مقصد کو حاصل کرنے کا ایک طریقہ اور بھی ہی کہ شیر کا نام ہی نہ لیا جائے بلکہ اس کے جو مخصوص اوصاف ہین اس شخص کی نسبت استعمال کئے جائین مثلاً یون کہا جائے کہ وہ جب میدان جنگ مین ڈکارتا ہوا نکلا تو ہلچل پڑگئی تو یہ بھی استعارہ اور پہلے کے بہ نسبت زیادہ لطیف ہے

تشبیہہ مین مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان اور استعارہ مین مستعار لہ اور مستعار منہ مین کسی قسم کی مناسبت کا ہونا ضروری ہی خواہ ایک صفت مین ہو یا چند اوصاف مین حواس ظاہری سے محسوس ہوئی ہو یا عقل سے اسکا ادراک ہوتا ہو یہی ایک چیز ہی جس مین سلیقہ سے کام لینے کی حاجت ہی اور اس مین کچھ شبہہ نہین کہ طبقہ متوسطین کے شعرا نے عموماً اور اس کے دور اول نے خصوصاً بہت سلیقہ سے کام لیا ہی مین چند اشعار پیش کرتا ہون کچھ ضرور نہین کہ اپنی طرف سے حواشی چڑھاؤن تم اپنے مذاق سلیم کی مدد سے ان پر غور کرو اور یہ دیکھو کہ جو کچھ مین نے کہا ہی وہ ان مین ہی یا نہین،

مرزا مظہرؒ
یہ بلبلون کا صبا مشہد مقدس ہی | قدم سنبھال کے رکھیو ترا یہ باغ نہین
آتش کہو، شرارہ کہو، گو کُلا کہو | مت اس ستارہ سوختہ کو دل کہا کرو

مرزا رفیع
چھیڑ مت باد بہاری کہ مین جون نکہت گل | پھاڑ کر کپڑے ابھی گھر سے نکل جاؤنگا
ساقی ہی یک تبسم گل فرصت بہار | ظالم بھرے ہی جام تو جلدی سے بھر کہین

میر تقی میر
صیاد دل ہی داغ جدائی سے رشک باغ | تجھکو بھی ہو نصیب یہ گلزار دیکھنا
فلک کو منھ نہین اس فتنے کے اٹھانے کا | ستم شریک ترا ناز ہے، زمانے کا

خواجہ میر دردؒ
مثل نگین جو ہم سے ہوا کام رہگیا | ہم روسیاہ جاتے رہے نام رہگیا

دل بھی اسے درد قطرۂ خوں تھا　　آنسوؤں میں کہیں گرا ہو گا،

قائم　مجھ سا جہان میں کوئی آشفتہ سر نہیں　　ہے یوں تو زلف یار بھی گر اس قدر نہیں

دل ڈھونڈھا سینہ میں مرے بوالعجبی ہے　　اک ڈھیر ہے یاں راکھ کا اور آگ دبی ہے

یقین　نظر آتا نہیں ثابت گریباں ایک غنچے کا　　چمن میں یہ ستم کرتا ہے اے باد صبا کوئی

یقیں ہوا مجھے قطرہ سے اشک کے معلوم　　نہ اٹھ سکے جو کوئی آنکھ سے گرا ہو دے

بیان　ہم سرگذشت کیا کہیں اپنی کہ مثل خار　　پامال ہو گئے ترے دامن سے چھوٹ کر

فرشتوں کی عبادت کا مصلّیٰ ہے مرا دامن　　اگر آلودگی دنیا کی اس کو پاک رہنے دے

(۵) اس دور سے پہلے شعرائے ریختہ غزل مثنوی رباعی، قطعہ وغیرہ سب کچھ کہتے آئے ہیں اور قصیدے بھی برائے نام لکھے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کو قصیدہ نہیں کہہ سکتے دو چار شعر میں کسی کی مدح کر دینے یا تشبیب گریز مدح اور دعا جو قصیدہ کے لوازم قرار پا گئے ہیں ان سے تعرض نہ کرنے سے کوئی کلام قصیدہ نہیں بن سکتا، سب سے پہلے اسی دور کے شعرا نے قصائد دھوم دھام سے لکھے اور ان کو اعلیٰ درجہ فصاحت و بلاغت پر پہنچایا خصوصاً مرزا رفیع سودا اس میدان میں فارسی شعرا سے بھی بعض باتوں میں آگے بڑھ گئے ہیں ان کے کلام کا زور شور انوری کے کلام سے نہیں دبتا اور نزاکت مضمون میں عرفی کو بھی شرماتا ہے،

مثنویاں ولی اور ان کے متبعین نے بھی لکھی ہیں مگر عاشقانہ مثنویاں جس شان کی میر تقی میر نے لکھی ہیں ان کی نظیر اس دور سے پہلے نہیں ملتی،

مرثیہ کے متعلق میرا یہ خیال ہے اور صحیح خیال ہے کہ اردو شاعری کی ابتدا اسی سے ہوئی ہے حیدرآباد اور بیجاپور کے شعرا اکثر مرثیہ گو تھے اور ان میں سے بعض ایسے خوشگو تھے جن کے مرثیہ آگرہ اور دلی تک قدر دانوں کے ہاتھ پہونچتے تھے مگر اس زمانہ میں چو مصرعے کہنے کا رواج تھا سب سے پہلے اسی دور کے ملک الشعرا مرزا رفیع سودا نے، اسے مسدس کیا جس سے اس میں وسعت پیدا ہو گئی،

واسوخت قدما کے ہاں دیکھنے مین نہین آیا سب سے پہلے اسی دور کے شاعر بے نظیر محمد تقی میر نے اس مین طبع آزمائی کی اور اس کوچہ میں جو کمال دکھایا اس کا طرۂ افتخار ہمیشہ انہیں کے سر رہیگا،

ہجو گوئی شاعری کے گلشن کا ایک خار دامنگیر ہی مگر جس طرح سے گل کے ساتھ کانٹوں کا ہونا ضرور ہی اسی طرح شاعرانہ جوش وخروش کی تکمیل میں اس کو بہت کچھ دخل ہی اسی وجہ سے عربی اور فارسی کی شاعری بھی اس سے نہیں بچ سکی مگر ریختہ گو شعرا کے اول طبقہ مین اس کا سراغ نہیں ملتا اگر کہیں ایک دو شعر ہوں تو وہ شاعرانہ نوک جھونک سے زیادہ نہیں اسی دور کے شعرا میں مرزا رفیع اس کے بھی مرد میدان ہیں گرمی کلام کے ساتھ جو شوخی اور ظرافت ان کے حصہ میں آئی ہی اس کی نظیر دوسری جگہ نہیں مل سکتی،

ان کے ہمعصروں میں سے میر تقی میر، میر ضاحک، فدوی، ندرت، اور بقا نے بھی اس کوچہ کی خاک اڑائی ہی ع مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی،

علاوہ ان چیزوں کے مخمس، مربع، مثلث اور مستزاد غرضکہ جتنے اصناف سخن ہیں سب میں ان لوگوں نے طبع آزمائی کی ہی اور اردو شاعری کو ہر طرح سے مکمل کر دیا ہی،

(۶) ایک بڑا کارنامہ اس دور کے شعرا کا یہ ہی کہ تناسب لفظی اور صنائع وبدائع کی دوسری قسمیں خصوصاً ابہام اور ذو معنیین جو قدما کی شاعری کا مایۂ ناز ہے، اس کے دور کرنے میں انھوں نے بڑی کوشش کی خصوصاً مرزا جانجاناں مظہر رحمۃ اللہ علیہ نے اس خارزار کو ایسا چھانٹا کہ شاعری ساحری بنگئی پھر اپنے زور طبع اور خداداد قابلیت سے اچھوتے مضمونوں اور فارسی ترکیبوں اور اردو کے دلکش محاورں کو اس طرح پر ترتیب دیا اور وہ خوبی پیدا کی کہ ابہام وتجنیس وغیرہ صنایع لفظی جو ہندی دوہروں کی بنیاد تھی اُسے سب بھول گئے یقین، حزین، بیان، حسرت، اور تقیہ در مند نے ان کے سامنے زانوے تلمذ تہ کرکے اور میر و مرزا وغیرہ نے ان کا تتبع کرکے اردو شاعری کو معراج کمال پر پہنچا دیا یہ اردو شاعری کے مورخ کی سخت بےانصافی ہی کہ اس نے مرزا صاحب کے اس احسان کا اعتراف نہیں کیا بلکہ ان کے کمال شاعری کو

دبانے کی ہر جگہ بے سود کوشش کی ہی،

مولوی قدرت اللہ شوق طبقات الشعراء میں لکھتے ہیں،

اوّل کسیکہ طرز ایہام گوئی را ترک نمودہ ریختہ در زبان اردوئے معلّی شاہجہاں آباد کہ الحال پسند خاطر عوام وخواص گردیدہ مروج ساختہ زبدۃ العارفین قدوۃ الواصلین واقف رموز جناب اکبر کاشف کنوز طریقہ پیغمبر مرزا جان جاناں متخلص بمظہر مرویست فرشتہ صفت الخ

شیخ غلام ہمدانی مصحفی اپنے تذکرہ میں فرماتے ہیں،

در ابتدائی شوق شعر کہ ہنوز از میر و مرزا کسے در عرصۂ وجود نیامدہ بود و دور، دور ایہام گویاں بود اوّل کسیکہ شعر ریختہ بہ تتبع فارسی گفتہ اوست،

کچھہ دور آگے چلکر کہتے ہیں

فی الحقیقت نقاش اوّل زبان ریختہ باعتقاد فقیر مرزا ست بعدہ تتبعش بدیگران رسیدہ

بہرحال ایہام گوئی کو ترک کرکے شعر کو بلند مضامین اور لطیف خیالات کے قابل بنانا اس دور کے شعراء کا بہترین کارنامہ ہی جو بھولنے کے قابل نہیں ہی،

(۷) سلسلۂ بیان میں یہ بات بھی قابل ذکر ہی کہ اصناف سخن میں ہر چیز کو جس سلیقہ سے اس دور کے بزرگوں نے بیان کیا ہی وہ انھیں کا حصّہ تھا قصیدوں میں پر شوکت الفاظ بلند مضامین اور چست ترکیبیں استعمال کیں غزلوں میں بے تکلف زبان میں نرم نرم باتیں عاشق و معشوق کے خیالات، وصل کا ارمان، فراق کی المناک کیفیت اور جذبات انسانی کی صحیح ترجمانی جیسی انھوں نے کی اس کی نظیر قدما کے کلام میں نہیں ملسکتی، میر تقی، میر درد، یقین، بیان، حزیں، ہدایت، اور بیدار، کی غزلیں پڑھو اور اپنے دل پر ہاتھ دھر کر دیکھو،

یا جوش و خروش کلام کی گرمی اور دلآویزی دلچسپ اور دلپسند بحروں میں جن میں سے ایک

بہت سی اردو میں نہیں آئی تھیں پھر سنگلاخ زمینوں اور مشکل ردیف اور قافیوں میں شعر کی آب و تاب دیکھنا ہو تو مرزا رفیع سودا اور قائم کا کلام دیکھو اور انصاف کرو اس کا دھندلا سا عکس بھی قدما کے کلام پر نہیں پڑتا،

اگر روزمرہ اور محاورے میں بیان کی بے تکلفی اور سادگی دیکھنا ہو تو میر تقی میر درد اور میر سوز کی غزلیں پڑھو جن پر ہزاروں طرح کی بناوٹیں قربان ہوتی نظر آئینگی،

تصوف کا رنگ جو شعر کی جان ہے اور جس کے بغیر کلام روکھا پھیکا نظر آتا ہے اس کو خواجہ میر درد سے پہلے سراج کے سوا کسی نے چھوا ہی نہیں اس کی آمیزش سے جو تڑپ ان کے کلام میں پیدا ہوگئی ہے اس کا اترا ہوا خاکہ بھی ان کے پیشروؤں کے کلام میں نظر نہیں آتا،

بسا ہے کون ترے دل میں گلبدن اے درد — کہ بو گلاب کی آئی ترے پسینے سے

اس کے خیال زلف نے سب سے چھڑا دیا — گرچہ پھنسے ہیں دام میں دل کو فراغ ہے

گزرا ہے صبا کون تبا آج ادھر سے — گلشن میں ترے پھولوں کی وہ باس نہیں ہے

قاصد ترا یہ کام نہیں اپنی راہ لے — اس کا پیام دل کے سوا کون لا سکے

ایک ہی جست میں لی منزل مقصود اس نے — رہرو رشک کی جا ہے سفر پروانہ

اے درد یہاں کسو سے نہ دل کو لگائیو — لگ چلیو سب سے یوں تو پہ جی مت پھنسائیو

دور دوم | سب سے نمایاں کارنامہ اس دور کے شعرا کا یہ ہے کہ انھوں نے زبان کی صحت اور صفائی میں ایک قدم اور آگے بڑھایا اور بہت سے ناگوار الفاظ و روابط جنکو دور اول کے شعرا نے قدما سے ترکہ میں پایا تھا، انھوں نے نکال ڈالے اور وہ ایک حد تک صاف و شستہ ہوگئی،

تاہم انکھریاں، جھکڑا، لگھڑا اٹک، نت، زور، اتیاں جاتیاں، جاؤں ہوں، کھینچوں ہوں، اپنے سے کہتا تھا، ایدھر اودھر، تسپر، کتے اور اسی قسم کے کچھ الفاظ باقی رہ گئے،

سید انشا کے کلام میں کچھ ناگوار الفاظ اپنے ہمعصروں سے زیادہ ملتے ہیں مثلاً واچھڑی، بھلا رے، مگر انکی

سند نہیں وہ ہر جگہ دھینگا مشتی کرتے ہیں کہیں آزادوں کے لہجہ میں بولنے لگتے ہیں کہیں رنڈیوں کی زبان میں گفتگو کرتے ہیں کبھی یورپ میں ہیں کبھی پچھاں میں اور کسی جگہ ان کا رفیق زندگی یعنی تمسخران سے جدا نہیں ہوتا،

(۲) طرز بیان میں کوئی حسن و خوبی اس دور کے شعرا نے نہیں پیدا کی انھیں پھولوں سے گلدستے تیار کئے جو ان کے پیشرو جمع کر چکے تھے صرف اتنا کیا کہ شوخی اور ظرافت کے ساتھ عاشقانہ شاعری میں حقیقت کے منہ سے نقاب کو ہٹا کر مجاز کو زیادہ نمایاں کر دیا،

اس کی حقیقت یہ ہے کہ عاشقانہ شاعری کی دو قسمیں ہیں، اول وہ جس میں عاشقانہ جذبات کی صحیح کیفیت حق شناس آنکھوں میں خدا نمائی کا جلوہ دکھاتی ہے اس کی حد ایک طرف تصوّف یا معرفت یا عشق حقیقی سے ملتی ہے. دوسری طرف پاک محبت اور عشق مجازی سے ڈانڈا ملجاتا ہے،

پہلی صنف میں خواجہ میر درد اور دوسرے میں میر تقی میر نے نمایاں حصّہ لیا ہے اور اس دور کے شعرا میں سے سودا، قائم، ہدایت، یقین، اور بیان، وغیرہ زیادہ نہیں تو کچھ اسی راستہ پر چلے ہیں،

اس دور کے شعرا میں سے میر اثر اور راسخ خواجہ میر درد کا تتبع کرتے ہیں میر حسن، مرزا رفیع وغیرہ کے راستہ پر چلتے ہیں اور مصحفی کا انداز کہیں کہیں پر میر سے ملتا ہے،

دوسری قسم وہ ہے جس میں پاک اور بے لوث عشق کی جگہ پر ہوس پرستی کے جذبات کی تصویر کھینچی گئی ہو اس کو افسوس ہے کہ اس دور میں جرأت، انشا، اور رنگین نے ترقی دے کر اس ناپاک طریقہ کی بنیاد ڈالدی جس پر متاخرین نے بلند عمارتیں کھڑی کر دیں اور یہ رنگ اتنا مقبول ہوا کہ سنجیدہ اور پاکیزہ خیال دم بخود ہو کر رہ گئے،

تھوڑی دیر کو سنجیدگی کو بالائے طاق رکھکر ان کا بھی انداز دیکھ لو،

پہلے جرأت کی دلبری دیکھو

در تک اب چھوڑ دیا گھر سے نکل کر آنا	یا وہ راتوں کو سدا بھیس بدل کر آنا
کیا کیا وہ خفا مجھ سے ہوا گھر سے نکل کے	جب میں نے پکارا اسے آواز بدل کے

پھینٹے غیروں سے جو کل آپ لڑے پانی کے
پڑ گئے سنگر دل بس ہم پہ گھڑے پانی کے

کل واقف راز اپنی سے کہتا تھا وہ یہ بات
جرأت کے یہاں رات جو مہمان گئے ہم

کیا جانئے کمبخت نے کیا ہم پہ کیا سحر
جو بات نہ تھی ماننے کی مان گئے ہم

سید صاحب کی گل افشانی کچھ ان سے بھی بڑھکر ہے

اتنوا گلے سی طرح کا نہیں گہرا پردا
رہ گیا آپ میں اور ہم میں اکہرا پردا

کچھ اشارہ جو کیا ہم نے ملاقات کے وقت
ٹال کر کہنے لگے دن ہے ابھی رات کے وقت

نہ لگی مجھکو جو اس شوخ طرحدار کی گیند
اس نے محرم کو سنبھال اور ہی تیار کی گیند

جاڑے میں کیا مزا ہو وہ تو سمٹ رہی ہوں
اور کھول کر رضائی ہم بھی لپٹ رہی ہوں

جی چاہتا ہے اے دل اک رات ایسی آوے
مطلع ہو صاف ستھرا بادل بھی پھٹ رہے ہوں

سوتے ہوں چاندنی میں وہ منہ لپیٹے اور ہم
شبنم کا وہ دوپٹہ بیٹھے الٹ رہے ہوں

(۳) ان لوگوں کی طبیعت کی رنگینی نے اسی پر قناعت نہیں کی بلکہ ریختہ سے ریختی کر شاخسانے کھڑے کر دئے آزاد کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ رنگین اور انشا اس کے موجد ہیں کیونکہ قدما کے ہاں بھی اس کا سراغ ملتا ہے مولنا ہاشمی بیجاپوری طبقہ متقدمین کے دور اول کے مشہور شاعر ہیں جنھوں نے یوسف زلیخا ریختہ میں لکھی ہے، ان کے یہ دو شعر شفقی ملکاپوری نے اپنے تذکرہ میں لکھے ہیں،

رضا گر مجھکو دیتی ہے کروں گی گھر میں جا وارد
اگر مجھ ہو وے گی فرصت صبح پھر آؤنگی چھوڑ دو

اگر کوئی آکے دیکھیگا تو دل میں کیا کہیگا وہ
مجھے بدنام کیا کرتے کہیں میں جاؤنگی چھوڑ دو

مولنا ہاشمی کے بعد سید محمد قادری ایک باکمال شاعر گذرے ہیں جو غالباً ولی کے ہمعصر تھے ان کا تخلص خاکی تھا، اور ان کا مکمل دیوان ۱۱۴۲ھ کا لکھا ہوا مولنا حبیب الرحمن شروانی کے کتب خانہ میں موجود ہے اس میں ایک دو ریختیاں بھی ہیں جو ہندی شاعری کا نمونہ ہیں،

مگر اس میں شک نہین کہ ان کے سوا اور کسی کا کلام اس طرح کا نظر سے نہین گذرا اس کے زندہ کرنے اور رواج دینے کا طرۂ افتخار مرزا سعادت یار خاں رنگیں اور ان کے دوست سید انشاء اللہ خاں کے حصہ کا تھا جو انھیں حاصل ہوا،

سید انشا فرماتے ہیں،

میں ترے صدقے نہ رکھ اے مری پیارے روزہ — بندی رکھ لیگی ترے بدلے ہزاری روزہ

چبھتی ہے یہ نگوڑی سسلس کی اوڑھنی — لادے دہی ددا مجھے ململ کی اوڑھنی

رنگین

میں وہ تو اوڑھنے کی نہیں کل کی اوڑھنی — باجی مجھے منگا دے جھلاجھل کی اوڑھنی

آئی لچک کمر میں مرے لوگو دوڑیو — گھٹنے تلک تو سر سے مرے ڈھلکی اوڑھنی

گرمی کے مارے ناک میں آئی ہے میری جان — تہ کرکے رکھ پٹاری میں آنچل کی اوڑھنی

ذرا گھر کو رنگیں کے تحقیق کر لو — یہاں سے ہے کے پیسے ڈولی کہار دو

(۴) اس عہد کا بہترین کارنامہ میر اثر کی مثنوی خواب و خیال اور میر حسن کی مثنوی گلزار ارم اور اس سے بھی بہتر ان کی دوسری مثنوی سحر البیان ہے جس نے اتنی قبولیت حاصل کر لی تھی کہ آج تک کسی مثنوی کو نصیب نہیں ہوئی،

اس مثنوی میں روزمرہ اور محاورہ کی صفائی قافیوں کی نشست ترکیبوں کی چستی اور مصرعون کی برجستگی کے علاوہ ربط کلام کی خوبی اور ہر بیت کو دوسرے بیت سے ایسا گہرا تعلق جیسے زنجیر کی ہر کڑی کو دوسری کڑی سے ہوتا ہے اور مطالب اس صفائی سے ادا کئے ہیں کہ اگر انہیں کو نثر کر دیا جائے تو نثر کا بیان نظم سے کچھ زیادہ صاف اور مربوط نہ ہوگا،

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جو حالت کسی شخص یا کسی چیز یا مکان کی بیان کی ہے وہ لفظاً و معنًی اس قدر عادت کے موافق ہے جیسی کہ فی الواقع ہوا کرتی ہے،

جس وقت عاشق و معشوق اتفاقاً ایک دوسرے سے روشناس ہوتے ہیں پھر جب ان میں جدائی ہو جاتی ہی پھر جب وہ ملتے ہیں غرض کہ جس جس واقعہ کی تصویر کھینچی ہی وہ صفائی اور سادگی کے ساتھ اس قدر مؤثر و دلگداز ہی کہ جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہی،

میں نے اس مثنوی کی دو ایک داستان میرحسن کے ذکر میں انتخاب کی ہیں اس لئے یہاں اُنکا دہرانا ضرور نہیں انتخاب کے وقت میں نے بہت کوشش کی کہ ہر داستان میں سے بہت بہت سے اشعار نکال کر اس کو مختصر کروں مگر ربط کلام کی خوبی نے مجھکو کامیاب نہیں ہونے دیا،

دور سوم | اس دور میں نصیر، ممنون، ذوق، ظفر، مومن، غالب، تسکین، اور شیفتہ، کا ذکر کیا گیا ہی، ان لوگوں کا سب سے بڑا کارنامہ زبان کی اصلاح اور درستی ہی جو نامانوس الفاظ دور دوم تک باقی رہگئے تھے ان کو انھوں نے دور کر کے روزمرہ اور محاوروں کے ساتھ فارسی ترکیبوں کی نہایت لطیف اور خوشنما ترکیبوں سے اردو میں اتنی شیرینی اور گھلاوٹ پیدا کردی جو دیکھنے کے قابل ہی،

نصیر کی شاعری کی ابتدا دور دوم کی شاعری کی انتہا سے جا ملی ہی اس واسطے ان کے ابتدائی کلام میں آیاں جائیاں، ٹک ہنت، اور بعض جگہ اسی طرح کی اکھڑی اکھڑی بندشیں ہیں جو مصحفی اور انشا کے کلام میں پائی جاتی ہیں مگر اخیر اخیر میں ان کا کلام بھی صاف ہوگیا ہی،

اس گروہ میں ذوق اور ظفر روزمرہ اور محاورہ بندی میں سب سے فائق ہیں، ممنون، مومن، اور غالب کے ہاں خیال آفرینی کے ساتھ فارسی ترکیبیں زیادہ داخل ہوگئی ہیں اور بول چال کا لطف ذوق و ظفر کے نسبت ان کے ہاں کم ہی تاہم ان سب لوگوں کے کلام میں کسو، کبھو، تئیں، آن کے، بمیت، مت، آئے ہی، جا ہے، دکھیو، کیجیو، لیجیو، ورے، پرے، پتھانا، بٹھانا، سدا، بمعنی ہمیشہ، زور، بمعنی عجیب یا نہایت، بہت بے تکلفی سے کام میں لائے گئے ہیں،

(۲) ولی سے لیکر مصحفی تک عموماً انداز بیان میں صفائی، سادگی روزمرہ کی پابندی بیان میں گھلاوٹ

اور زبان میں لچک پائی جاتی ہے، اس دور میں نصیر نے مضمون آفرینی کی بنیاد ڈالی اور بعید الفہم استعارون سے کام لیکر اور مشکل و سنگلاخ زمینوں میں شعر کہکر اس کو تنگ و تاریک کر دیا ہے، اگرچہ ان کے ہاں بھی محاورہ جہاں آجاتا ہے شعر میں تڑپ پیدا کر دیتا ہے مگر بیشتر حصہ ان کے کلام کا بے لطف و بے رنگ ہے،

ذوق کے کلام مین عموماً زبان کا چٹخارہ اپنے معاصرین سے زیادہ ہے مگر وہ بھی جہان مضمون آفرینی کرتے ہیں صفائی سے دور جا پڑتے ہین ظفر کا تمام دیوان زبان کی صفائی اور روزمرہ کی خوبی میں یکسان ہے لیکن اس مین تازگی خیالات بہت کم پائی جاتی ہے۔

ممنون، مومن، غالب اور ان کے متبعین تسکین و شیفتہ کے ہاں تازگی خیالات کے ساتھ فارسی ترکیبوں کا اثر غالب ہے خصوصاً مومن اور غالب نے جہاں بے اعتدالی سے کام لیا ہے وہاں ان کا کلام رتبہ سے بہت گر گیا ہے، نمونہ کے طور پر چند اشعار اس دور کے شعرا کے مین پیش کرتا ہون جن میں روزمرہ اور محاورہ بہت خوبصورتی سے کام میں لایا گیا ہے،

ذوق　کہے ہے خنجر قاتل سے یوں گلو میرا ،　کمی جو مجھ سے کرے تو پئے لہو میرا

ظفر　سر تلک دست ستم جوں ہی ترا قاتل بڑھا　خون جسم ناتواں تل تل گھٹا تل تل بڑھا

ممنون　رات تھوڑی حسرتیں دل میں بہت　صلح کیجے بس لڑائی ہو چکی

نصیر　نصیر اس کج ادا کی کج ادائی کوئی جاتی ہے　مثل مشہور ہے رسی جلی لیکن نہ بل نکلا

مومن،　کیسے گلے رقیب کے کیا طعن اقربا　تیرا ہی جی نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں،

غالب　رونے سے اور عشق میں بیباک ہو گئے　دھوئے گئے ہم ایسے کہ بس پاک ہو گئے

گرچہ ہے طرز تغافل پردہ دار راز عشق　پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ وہ پا جائے ہے

شیفتہ　شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ　ہے آگ سی جو سینہ کے اندر لگی ہوئی،

یوں وفا اٹھ گئی زمانے سے　کبھی گویا جہاں میں تھی ہی نہیں

تاتاریون کے وزیر علاّمہ رشید الدین فضل اللہ
کے
چند خطوط و مکتوبات
اور
تمدّن اسلامی کا ایک تابناک منظر،

از
سیّد نجیب اشرف ندوی،

چنگیز و ہلاکو خان اور ان کی جاہل اولاد نے گو مسلمان قومون کو اپنی تلوار سے مفتوح کر لیا تھا، لیکن کچھ دن بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ مسلمانون نے اپنے قلم سے ان فاتحون کو مفتوح کر لیا، ان کی عظیم الشان سلطنت کا جزو کل ان کے ہاتھون سے انجام پاتا تھا، بڑے بڑے مناصب مسلمانونکے ہاتھون مین آگئے، ہلاکو کی چند ہی پشتون کے بعد اباقا خان بادشاہ ہوا، اس عہد کا مشہور عالم و مورخ و طبیب علامہ رشید الدین فضل اللہ اس کے درباریون مین داخل ہوا اور شاہی طبیب مقرر ہوا اس کے جانشین غازان نے جو مسلمان ہو گیا تھا، ان کے کمال سے متاثر ہو کر ان کو اپنا وزیر بنا لیا، وہ ۲۲ سال تک وزیر اعظم رہا اور اسی اثنا مین اس نے کثیر دولت اور عظیم شہرت حاصل کی لیکن اپنی دولت کو ذاتی عیش و آرام مین ضائع کرنے کی بجائے مدرسون، شفاخانون، کتب خانون اور رفاہ عام کے دوسرے کامون مین صرف کیا، اور علمائے عہد کی قدردانی و ہمت افزائی مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کی، اس نے اسی سلسلہ مین رفاہ عام اور ترقی و ترویج علوم کیلئے تبریز کے ایک خوشنما خطہ مین ایک عمارت کا سلسلہ تعمیر کرا کر ربع رشیدی نام رکھا، ربع عربی

ین مقام بہار کو کہتے ہین، اور اس کو ہر قسم کے زیب و زینت اور قیمتی سامانون سے آراستہ و مرصع کیا اور اس کو علوم و فنون کا عجائب خانہ بنا دیا، اس کے جود و کرم کے مقناطیس نے دور دور سے اس عہد کے علماء و فضلاء اور شعراء کو اپنی طرف کھینچ لیا، ہر فن کے کامل اور استاد اس کی محفل ادب مین جمع ہو گئے تھے، اس زمانہ کے اکثر اہل قلم اور مصنفین نے ان کے نام سے بڑی بڑی کتابین لکھین، کواٹرمیر نے اپنی تاریخ مغول (HISTOIRE DES MONGOLS) مین ان کے ساز و سامان ترتیب و تنظیم اور نظم و نسق کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے، لیکن افسوس کہ ہر ضروری احتیاط کے باوجود جولائی ۱۳۱۹ء مین وہ حاسدین دربار کی سازشون کی جال مین چنگیز بادشاہ کے حکم سے قتل ہوا اور اس سے زیادہ افسوس یہ ہے کہ علامۂ موصوف نے جن علمی اور رفاہ عام کے کامون پر اپنی تمامتر دماغی قوت اور مال و دولت خرچ کیا تھا وہ غارتگرون کے ہاتھون سے ہمیشہ کیلئے تباہ و برباد ہو گئے لیکن علمی دنیا کو ڈاکٹر براؤن کا ممنون ہونا چاہیے کہ اس کی تباہ و برباد شدہ یادگارون مین سے ایک قائم و باقی یادگار کا پتہ لگایا ہے، یہ علامۂ موصوف کے تقریباً پچاس خطوط کا مجموعہ ہے، یہ خطوط مختلف اشخاص کے نام ہین اور مختلف مباحث پر ہین، اور ان کے کاتب محمد ابرقوہی نے انکو جمع کیا ہے، ہم کو خوشی ہے کہ اس یادگار کو دنیا مین روشناس کرانے مین ایک ہندوستانی مسلمان کا ہاتھ بھی شامل ہے، ڈاکٹر محمد شفیع نے جو براؤن صاحب کے ممتاز شاگرد اور اب اورنٹیل کالج لاہور مین عربی کے پروفیسر ہین، اپنے استاد کی خاطر اپنے قیام انگلستان کے زمانہ مین انکا ضروری انتخاب کیا اور ڈاکٹر براؤن نے اپنی تازہ تصنیف تاریخ طب اسلامی مین اس سے فائدہ اٹھایا، اس مجموعہ مین دس خطوط ادویہ اور ان کی ساخت کے متعلق ہین اور ڈاکٹر صاحب نے انہی خطوط کے اقتباسات اپنی کتاب مین دئیے ہین، ہم ناظرین معارف کی دلچسپی کیلئے ان خطوط کے کچھ مطالب اور نتائج یہان نقل کرتے ہین، ان سے جہان بہت سی نئی باتین معلوم

ہونگی، یہ بھی معلوم ہوگا کہ اسلامی تمدن اپنے زوال اور فنا کے ایام مین بھی کس قدر تابان اور روشن تھا،

خط نمبر ۱۸، یہ خط خواجہ علاء الدین ہندو کے نام ہی اس مین ربع رشیدی تبریز کے لئے مختلف روغن طلب کئے گئے ہین، کیونکہ حکیم محمد ابن النیلی کے جو اس کے منتظم ہین بیان کے مطابق ان کی سخت ضرورت ہی، مطلوبہ روغن کی مقدار ایک من سے تین سو من تک ہے اور جن مقامات سے یہ روغن حاصل کئے جائین ان کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہی، شیراز مختلف چھ قسم کے روغن مہیا کرے، بصرہ سات، ایشیائے کوچک چھ، بغداد نو، شام تین اور ہلا تین، ان مین سے اکثر معطر روغن ہین، جو مختلف خوشبو دار پھول، مثلاً بنفشہ، چنبیلی، نرگس، مختلف قسم کے گلابون، حنا، گل لیمون، اور اسی قسم کے دوسرے پھولون سے تیار کئے گئے ہین، لیکن اس کے ساتھ ہی ہم بابونہ، بید انجیر، مصطگی، اور حتیٰ کہ گزدم کے روغن بھی پاتے ہین، اس خط کے حاشیہ پر کاتب، مکتوب الیہ کو تاکید کرتا ہی کہ یہ کام فوراً انجام دیا جائے تاکہ وقت ضایع نہ ہو نیز مذکورہ مقامات پر الگ الگ ایک ایک قاصد روانہ کیا جائے:

خط نمبر ۱۹، یہ خط رشید نے اپنے بیٹے امیر علی والی بغداد کو لکھا ہی، اس مین ہدایت کی ہی کس طرح فضلائے وقت کو تمام ایرانی حکومت مین جیحون سے لیکر جمنا تک اور مغرب مین ایشیائے کوچک سے لیکر مصری سرحد تک تحفے اور نذرانے دئے جائین، یہ نذرانہ ہر حالت مین ایک خاص رقم، ایک معمولی خلعت اور سواری پر مشتمل ہوتا تھا، ان ۹۴ آدمیون مین جن کے نام تحفون کے لئے لکھے گئے ہین صرف محمد ابن الیاس نامی طبیب کو ایک ہزار دینار نقد، اور سبز خلعت اور ایک خچر مع زین ملا ہے:

خط نمبر ۲۱، یہ خط رشید نے اپنے بیٹے جلال الدین والی ایشیائے کوچک کو لکھا ہی، کہ وہ تبریز مین شفاخانہ کیلئے، سالانہ پچیس من سے سو من تک ذیل کی چھ دوائین بھیجا کرے، (۱) تخم افسیون،

(۲) غرفون (۳) مصطگی (۴) گل صیمم (۵) اکاس بیل (۶) افسنتین رومی،

خط ۲۹، یہ خط ملتان (سندہ) سے مولنا قطب الدین کو شیراز لکھا گیا تھا، نامہ نگار اس بات کی شکایت کرتا ہو کہ روسی ارغون کی تلون مزاجی سے ایران کی خوشگوار زندگی کو چھوڑکر **ہندوستان** کا دشوار گذار سفر اختیار کرنا پڑا ہو تاکہ یہان کے حکمرانون اور بادشاہون پر اس کی عظمت و وسعت کا اظہار کیا جائے اور بعض وہ دوائین جمع کیجائین جو ایران مین دستیاب نہین ہوتین؛ وہ اپنے کام کی کامیابی پر اظہار طمانیت کرتا ہوا اپنی قریب واپسی کی اُمید ظاہر کرتا ہو؛ اور اسی سلسلہ مین وہ اس واقعہ کو بیان کرتا ہو کہ کس طرح اس نے حکایات واشعار کے ذریعہ سلطان علاء الدین (بادشاہ ہند) کو شراب کی خرابی بتاکر اس سے باز رکھنے کی کوشش کی اور بادشاہ نے اس پر منغص ہونے کی بجائے میرے لئے اور میرے بعد میرے لڑکے کیلئے ایک معقول وظیفہ مقرر کردیا؛

خط ۳۶، یہ ایک طویل خط ہو، یہ خط اس وقت لکھا گیا تھا جب کہ رشید بیمار تھا اور وہ اپنی اس بیماری کو مرض الموت سمجھتا تھا، اس مین اس کی ملکیت وجائداد کی تقسیم اور اس کے اوقاف کے نظم ونسق کے متعلق نہایت مکمل ہدایات ہین؛ اسی سلسلہ مین وہ اس کتبخانہ کا تذکرہ کرتا ہو جو اس نے ربع رشیدی کی نذر کیا ہو، اس مین ایک ہزار قران مجید ہین جن مین سے اکثر ماہرین فن کے اعلیٰ کمال کے نمونے ہین، ان کے علاوہ ساٹھ ہزار دوسری علمی اور عملی کتابون کے نسخے ہین، جن مین بہت سے چین اور ہندوستان سے لائے ہوئے نسخے بھی شامل ہین؛ اس نے ان ایک ہزار چینی کے شربت کے گھڑون کا بھی تذکرہ کیا ہو جن پر ان شربتون کے نام لکھے ہوئے ہین؛ اور معجون کے چینی صندوقون کا بھی حوالہ دیا ہو؛

خط ۴۰، یہ خط رشید نے اپنے ایک ایجنٹ کو انشیائے کوچک مین لکھا ہو؛ اس مین اس نے ہدایت کی ہو کہ ان علمائے مغرب یعنی مراکش اور اسپین کے علما کو جنہون نے اس کیلئے کتابین لکھی

تھین، مالی نذرانے پیش کیے جائین؛ اس مین دس علمار کا نام ہی ان مین سے چھ **قرطبہ، سوائل،** اور **اندلس** کے دوسرے حصون کے رہنے والے ہین، اور باقی چار **ٹونس، طرابلس،** اور **قیروان،** کے ہین؛

اس خط کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب فرماتے ہین کہ اس سے اسلام کے استحکام و مضبوطی کا پتہ چلتا ہی اور یہ ظاہر ہوتا ہی کہ کس طرح ایک علم دوست امیران ملکون کے اہل علم کی بھی تربیب و سرپرستی کرتا ہی جو سیاسی حیثیت سے اس سے کوئی تعلق نہ رکھتے ہون، اسی سلسلہ مین ڈاکٹر صاحب کہتے ہین کہ" ان دنون ہم لوگ وسائل مراسلات کی آسانی اور ارزانی پر نازان ہین لیکن یہ ذرا قابل غور ہے کہ اس قدیم عہد مین کس طرح ایک کتاب، ایک خیال، یا فلسفیانہ اصول اس قدر جلد ٹونس سے تبریز یا سوائل سے سمرقند پہنچ سکتا ہی، یہ تھا اسلام کے اتحاد اور اس کی عام زبان عربی کا اثر

خط ۴۱، فارس کے اتابکون نے شیراز مین ایک شفاخانہ قائم کیا تھا، لیکن ایک صدی کی گردش ایام مین وہ رو بہ انحطاط ہو گیا تھا، اس خط مین اسی کی دوبارہ تعمیر کے متعلق ہدایات ہین؛ اس خط مین رشید محمود بن الیاس نامی ایک طبیب کو اس کام پر مقرر کرتا ہی، اس طبیب نے رشید کیلئے لطائف رشیدیہ لکھی تھی؛

یہ نہین معلوم کہ اب یہ کتاب دنیا مین کہین موجود بھی ہے یا نہین؛ فونن نے اس مصنف کی ایک کتاب تحفۃ الحکمار کا تذکرہ کیا ہی؛ یہ نسخہ قسطنطنیہ کی نور عثمانیہ لائبریری مین ہے؛

اس خط مین اس طبیب کی سالانہ تنخواہ مقرر کیگئی ہے اور شفاخانہ کا انتظام اس کے سپرد کیا گیا ہے؛

خط ۴۲، یہ خط تمامتر رشید کے وطن ھمدان کے شفاخانہ کے متعلق ہے، منتظمین کی خیانت کی بنا پر اس کا حال نہایت ہی ابتر تھا؛ ابن مہدی نامی ایک نیا طبیب اس کام کیلئے مقرر

کیا جاتا ہی اور اس کو بیماروں کے علاج اور دواؤن کے مہیا کرنیکی خاص ہدایتین دیجاتی ہین، ان دواؤن مین بعض ان ادویہ کے نام بھی ہین جو سہل الحصول نہین ہین، مثلاً طین مختوم، روغن بلسان، سافنج ہندی، (تیزبات) تریاق فاروق وغیرہ حسابات کے باقاعدہ رکھنیکا بھی حکم ہی، اور طبیب کو تمام انتظامات درست کرکے اور ایک عطار، ایک جراح ایک باورچی اور دوسرے ضروری آدمیون کو مقرر کرنے کے بعد تبریز واپس بلایا گیا ہی تاکہ مزید مرحمت خسروانہ سے سرفراز ہو،

یہ خط ان بعض خوش قسمت خطوط مین سے ہی جن پر تاریخ پڑی ہوئی ہی چنانچہ یہ خط قیساریہ (ایشیائے کوچک) سے ۶۹۰ھ (۱۲۹۱ء) مین لکھا گیا ہی،

خط ۴۷، یہ خط سلطان علاء الدین نے رشید کو لکھا تھا، اس مین اس کے رفاہ عام کے کامون، بنی نوع انسان کی خدمات اور ولولۂ انسانیت کو بہت کچھ سراہا گیا ہی، اس خط مین ان تحائف کی فہرست ہی جو سلطان موصوف نے رشید کو بندرگاہ بصرہ پر روانہ کئے ہین، یہ تحائف بارہ عنوانون کے تحت مین ہین،- (۱) پوشاک (۲) قیمتی پتھر (۳) عطریات (۴) عجیب جانور (۵) مربے (۶) ادویہ اور مفردات (۷) مسون کے غائب کرنیکا عرق (۸) اسباب چرمی (۹) خوشبودار تیل (۱۰) رکابیان اور چینی کے برتن (۱۱) چٹنیان اور خشک میوے (۱۲) قیمتی لکڑی اور ہاتھی کے دانت، دواؤن کی فہرست سب سے لنبی ہی اور اس مین ۲۲ نام ہین،

خط ۵۱، یہ خط رشید نے اپنے بیٹے سعد الدین والی قنسرین اور العواصم واقع ایشیائے کوچک کو لکھا تھا، اس مین اس نے ان علماء و فضلا کی جماعت کثیر کا حال لکھا ہی جو اس کی سخاوت، قدر دانی اور ہمت افزائی کی وجہ سے وہان جمع ہوگئی ہی، اور جس کی وجہ سے اطراف ربع رشیدی مین چہل پہل پیدا ہوگئی ہی،

اس ربع رشیدی مین ۲۴ کاروان سرائین ۱۵۰۰ کارخانے، اور ۳۰۰۰۰ خوبصورت مکانات

ہین، باغ، حمام، دوکانین، صنعت گاہین، بُننے اور رنگنے کے کارخانے، کاغذ سازی کا کارخانہ اور ٹکسال ان کے علاوہ ہین، مختلف شہرون اور ملکون کے لوگون کو نہایت ہی احتیاط سے انتخاب کرکے یہان بسایا گیا ہی، یہان دوسو تنخواہ پانیوالے قرآن خوان ہین جو مقررہ وظیفہ پر روزانہ مسجد مین تلاوت کرتے اور چالیس قاریون کو تعلیم دیتے ہین، یہان ایک کوچۂ علمار ہی اس مین ۴۰۰ صوفی، مفتی، فقیہ اور محدث رہتے ہین، ان کو معقول تنخواہین اور معاوضے ملتے ہین، اور اس کے اطراف کے مکانات مین ایک ہزار شائق طلبار رہتے ہین، جو مختلف اسلامی ممالک سے وہان آئے ہین اور اپنے مذاق کے مطابق علوم کی تحصیل کرتے ہین؛ ہندوستان، چین، مصر، شام اور دوسرے ممالک سے پچاس تجربہ کار و ہشیار اطبار بلائے گئے ہین ان مین سے ہر ایک کو دس دس طلبار دئے گئے ہین، اور ان کے کام شفا خانون مین مقرر ہین جن کو وہ طلبار کے ساتھ ملکر انجام دیتے ہین؛ ان کے علاوہ شفاخانون مین جراح، کحال اور استخوان بند بھی ہین، ان مین سے ہر ایک کے ساتھ بھی پانچ پانچ طالبعلم ہین، یہ سب کے سب رشید آباد کے باغ کے پاس شفاخانہ کی پشت پر کوچۂ معالجان مین رہتے ہین،

ناظرین: ہم نے ان خطوط کا بے ترتیب لفظی ترجمہ کر دیا ہی؛ اس آئینہ مین تمدن اسلام کا جو عکس نظر آتا ہی، غور کرو کہ وہ کس قدر روشن اور تابان ہی، اسلامی ملکون کا اتحاد، علمی رونق، مدارس کی چہل پہل، شفاخانون کا اہتمام و انتظام، سلطنتون کی تعلیمی کوششین، علما کی قدردانی ارباب کمال کی کثرت، کارخانون اور صنعت گاہون کی گوناگونی، ہر چیز اس خزان رسیدہ باغ کی بہار کی خبر دیتی ہی

نفسیات ترغیب

از مولوی وہاج الدین احمد صاحب بی۔ اے دار المعلمین حیدرآباد دکن

جذبہ اور استدلال کا تعلق انسان اور دیگر حیوانات مین، اگر کوئی شی مابہ الامتیاز ہوسکتی ہی، تو وہ تعقل اور استدلال کا مادہ ہی، جو قدرت نے انسان مین ودیعت رکھا ہی، اور جس سے مؤخر الذکر محروم ہین؛ اسی بنا پر حضرت انسان اپنے آپ کو اشرف المخلوقات کا خطاب دئے بیٹھے ہین، اور حیوانات کو، جو جذبہ اور فطرۃ کی تحریک سے مجبور ہوکر فی الفور کوئی کام کرگذرتے ہین، نظر حقارت سے دیکھتے ہین، اور خود ان کی جنس کا کوئی فرد اگر مغلوب الجذبات ہوکر بغیر منطقی دلائل سے کام لئے ہوئے، کوئی فعل کرتا ہی تو اسے صفات بہیمیہ سے متصف قرار دیتے ہین، زیادہ مقام تعجب یہ ہی کہ عوام سے قطع نظر، خود قدیم ماہرین نفسیات بھی ہماری زندگی کے عقلی واستدلالی رخ سے بحث کرتے رہے ہین اور اسکے جذبی اور فطرتی رجحانات کو حقیر سمجھکر نظرانداز کرتے رہے ہین، بہرحال کسی قدر مقام شکر ہی کہ زمانہ موجودہ مین جو زبردست تغیرات نفسیات مین رونما ہوئے ہین، اور جنہون نے اس کے قدیم قصر کی بنیاد کو متزلزل کردیا ہے، ان مین سے ایک یہ بھی ہی کہ زندگی انسانی مین جذبات، اور دیگر جبلی رجحانات سے بحث کرکے ان کی اہمیت کے لحاظ سے ان کو ایک علحدہ رتبہ دیا گیا ہی، اور زمانہ گذشتہ کی طرح عقل اور استدلال کی قربان گاہ پر ان صفات انسانی کی بھینٹ نہین چڑھائی گئی ہے، کیا کوئی شخص بتاسکتا ہی کہ کتنے فیصدی انسان ایسے ہین جو روزانہ اپنی زندگی مین پہلے ٹھنڈے دل سے فعل کے نتائج پر غور کرتے ہون، اور پھر وہ فعل کرتے ہون، برخلاف اس کے کیا یہ واقعہ نہین ہی کہ انسان کے ہر فعل کی تہ مین خود اس مین کتنی ہی ظاہرا منطق اور استدلال سے کام کیون نہ لیا گیا ہو، ایک نہ ایک جذبی یا جبلی محرک کام کرتا رہتا ہی، کیا ایسا کرنا طبائع انسانی کیلئے باعث ننگ ہی؟ کیا جذبات کی تحریک، یا فطرت کے غلبہ سے متاثر ہوکر کوئی فعل کرنا انسان کو بہیمیت کے الزام کا سزاوار بنادیتا ہی؟ ہمارا خیال ہی، بلکہ ہمارا اعتقاد ہی کہ ایسا ہرگز نہین ہی، کیا بسا اوقات فوری کام کرنا

اور عقلی اور ضمیر بن مین نہ پڑنا انسان کو فرائض انسانیت کی ادائگی مین مدد نہین دیتا؟ کیا جذبات کی فوری تحریک حیات انفرادی و ملّی مین ہماری معاون نہین ہوتی؟ کیا ایک محتاج کو جذبۂ ترحم سے مجبور ہو کر فی الفور خیرات دینا زیادہ مستحسن ہے، یا یہ کہ استدلال اور منطق سے بحث کیجائے، معاشیات کے مسائل پر غور کیا جائے اور بالآخر یہ نتیجہ اخذ کیا جائے کہ اس کو خیرات دینا اس کو مجہول بنانا اور قوم کے ناکارہ افراد کی تعداد مین ایک اور اضافہ کرنا ہے؟ ہم مانتے ہین کہ گو دنیا دی لغزشین خود غرضانہ جذبات کی کورانہ تقلید کی بدولت رونما ہوتی ہین، ہم تسلیم کرتے ہین کہ جرائم بھی زیادہ تر غلبۂ جذبات ہی کا نتیجہ ہین لیکن ہم اس حقیقت کے اظہار سے باز نہین رہ سکتے کہ اگر کوئی چیز فنون لطیفہ یا سائنس کا منبع ہے اور زندگی کی بہترین نعمات کے لئے وسیلہ ثابت ہو سکتی ہے تو وہ "جذبہ" ہے نہ کہ "دلیل منطقی"، اس مین شک نہین کہ ہماری فطرت کے عناصر ترکیبیہ مین جذبات کی حیثیت ایک غیر استدلالی حیثیت ہے یعنی یہ کہ ان مین استدلال اور تعقل سے کام نہین لیا جاتا، لیکن جذبات کا غیر استدلالی ہونا ان کے مخالف عقل ہونے کو مستلزم نہین ہے، یہ کہنا غلط ہے کہ جذبہ عقل یا دلیل کی ضد ہے، اس لئے کہ جذبہ کی تحریک ہماری عقل یا استدلال کی دشمن نہین، جو ہماری آنکھون پر جہالت کا پردہ ڈال کر ہم کو اندھے کوئین مین ڈھکیل دے، اس باب مین یہ ثابت کرنیکی کوشش کیجائیگی کہ عمل ترغیب بالاصل ایک جذبی عمل ہے جو بجائے عقل کے، ہمارے جذبات، وجدانات، اور جبلت کے زیادہ زیرنگین ہے، اگرچہ اس جملہ سے اس امر کی توجیہ ہو جاتی ہے کہ اکثر لوگ ترغیب کے اثر سے متاثر ہو کر یا اس سے کام لیکر خود کس طرح فریب کھاتے ہین، یا دوسرون کو دھوکا دیتے ہین، تاہم ترغیب کی اس خاصیت کی بنا پر (کہ یہ جذبات پر منحصر ہے) اس کو استدلال عقلی کا مخالف اور اس لئے قابل تحقیر ٹھرانا غلط نتیجہ اخذ کرنا ہے، جیسا کہ سطور ذیل مین ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ترغیب کی اساس

ترغیب کا خواہ وہ ذاتی ہو یا صفاتی، ہر حال مین آغاز کسی نہ کسی خواہش یا اعتقاد سے ہوتا ہے، جب کبھی کسی مسئلہ پر ہمارا کوئی ذاتی اعتقاد ہوتا ہے یا کسی خاص طرز عمل کی پیروی کی خواہش ہمارے دل پر مسلط

ہوتی ہی تو ہم فوراً اپنے اعتقاد کو حق بجانب، اور اس کی وجہ سے جو افعال سرزد ہون، ان کو مستحسن ثابت کرنیکی کوشش مین منہمک ہو جاتے ہین، دیکھو، جب ایک خطیب، میز پر سے دریائے فصاحت بہاتا ہی، یا ایک پولٹیکل مقرر کسی سیاسی مقصد کی تبلیغ و اشاعت کی غرض سے اپنے سامعین کے دلون کو ہلا دیتا ہی، یا ایک مدبر سلطنت ایوان مباحثہ مین گرمی استدلال سے اپنے مخالفین کے دانت کھٹے کر دیتا ہی تو ہر صورت مین، آغاز گفتگو سے قبل ان حضرات کے دماغ مین کسی نہ کسی خواہش یا اعتقاد کا وجود ہوتا ہی جو ان کے دلائل و براہین کے لئے سرچشمہ کا کام دیتا ہی، اور جتنی زیادہ وضاحت اور تیقن کے ساتھ یہ خواہش یا اعتقاد ان کے دماغ مین موجود ہوتا ہی، اسی اعتبار سے ان کی ترغیب کم و بیش موثر ہوتی ہی، اسی طرح سے جب ہم خود اپنے دل کو کسی قسم کی ترغیب دیتے ہین تو ہمارے خیال مین کسی نہ کسی خواہش یا اعتقاد کا ہیولی قبل از قبل موجود رہتا ہی جس کو بجا ثابت کرنا، ترغیب ذاتی کا اصل مقصد ہوتا ہی، ترغیب اور منطق مین جو حقیقی اختلاف ہے وہ یہی ایک نہ ایک خواہش یا اعتقاد کا قبل از قبل موجود رہنا ہے،

"منطق" اور "ترغیب" کا فرق

ہر منطق عقلی کی غایت یہ ہوتی ہی کہ یا تو دو واقعات مین علاقہ علت و معلول دریافت کیا جائے، یا کسی واقعہ کی توضیح کرکے اس کو ثابت کیا جائے، فرض کرو کہ تمھارا مقصد یہ دریافت کرنا ہے کہ ایک موم بتی کن حالات کے ماتحت روشن رہ سکتی ہی، اس کا جواب، کئی تجربات دکھانے اور پھر دلیل استقرائی سے کام لینے سے بہت آسانی کے ساتھ فراہم ہو سکتا ہی، اتنی بات تو ہر شخص تسلیم کریگا کہ ہر منطقی و عقلی بحث مین اصل مقصد صحیح نتیجہ تک پہونچنا ہوتا ہی نہ کہ خواہ مخواہ کسی نتیجہ کا قبل از قبل تعین کرکے اس کے ثابت کرنیکی کوشش کرنا، اگر تم اعتراض کرو کہ منطقی بحث کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ مفروضہ نتیجہ قائم کرکے اس کے صحیح یا غلط ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو بھی تم کو یہ ماننا پڑیگا کہ نتیجہ کا صحیح یا غیر صحیح ہونا محض فرضی ہوتا ہی، نہ یہ کہ ایک بات کو لامحالہ صحیح مان لین، اور پھر بحث کو الٹ پھیر کر، غلط یا صحیح دلائل سے کام لیکر، اس کو خواہ مخواہ صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرین، منطقی دلیلون سے مظاہر

قدرت کی توجیہ یا ان کے ثبوت مین بہت کچھ مدد ملتی ہے اس لئے کہ ان مین تجربہ کا امکان ہی مگر انسانی زندگی مین بالخصوص انسانی ترغیبون مین منطقی طریقون سے کام لینا ذرا دشوار ہی، ہم یہ نہین کہتے کہ انسان دلائل سے کام ہی نہین لیتا نہین بے شک لیتا ہی خاص کر دوسرون کے افعال کی اچھی طرح چھان بین کرتا ہی، دو ممکنہ صورتون مین سے کسی ایک کا انتخاب، ان کے باہمی مقابلہ و موازنہ کے بعد کرتا ہی، دوسرون کے بتلائے نتیجون کو بغیر کافی جرح و تحقیق کے قبول نہین کرتا ہی، یہ سب کچھ ہی لیکن عمل ترغیب بہ نسبت اس طریقہ منطقی کے زیادہ عام ہی، بجائے اس کے کہ بحث کے بعد کسی عقیدہ کو صحیح یا غلط ٹھرایا جائے، پہلے کسی خواہش یا اعتقاد کو تسلیم کر لیا جاتا ہے اور پھر بحث کیجاتی ہی جو بالعموم یکطرفہ ہوتی ہی، منطق اور ترغیب کے طریقون مین یہی وجہ باعث اختلاف ہی،

انسان، اور انسانیت کے متعلق جو کچھ بھی ہمارے راسخ اعتقادات ہوتے ہین وہ استدلال کا نتیجہ نہین ہوتے، بہت سے نیم شعوری اثرات، بہت سے غیر استدلالی اسباب اپنا عمل کرتے رہتے ہین، اور ہمارے اعتقادات پر اثر ڈالتے ہین، اپنے کسی اعتقاد کو ٹٹولو، اس کا اچھی طرح جائزہ لو، تو تم کو معلوم ہو جائیگا کہ اس اعتقاد کو تسلیم کرنیکی وجہ بجز اس کے تمھارے پاس اور کچھ نہین ہی کہ تم اس کو اپنی مرضی اور مخفی خواہشات کے موافق پاتے ہو، یا اس کی وساطت سے جذبات کی تشفی کر سکتے ہو، یا ماحول اور تعلیم کے اثر کی وجہ سے یہ اعتقاد تم مین سرایت کر گیا ہی، یا یہی اعتقاد تمھارے آباد اجداد کا تھا، اور تمھارے ہمسایون کا بھی ہی لہذا تم بھی اس کو مانتے ہو، اور تسلیم کرتے ہو، اب نظر انصاف سے دیکھو کہ اس اعتقاد کے تسلیم کرنے مین تم نے کس حد تک منطق اور استدلال سے کام لیا؟ کیا اب بھی تم کو یہ ماننے سے انکار ہوگا کہ اس اعتقاد کے متعلق جو کچھ عمل ترغیب ہوا، اب خواہ وہ ذاتی ہو، یا دوسرون نے تم کو ترغیب دی ہو، وہ کم و بیش تمھارے شعور سے باہر رہا، ترغیب ذاتی کی بنا کسی نہ کسی خواہش یا اعتقاد پر ہوتی ہی جو ہمارے لئے خارج از شعور ہے، لبا اوقات کل طریقہ ترغیب، حالت بیخودی اور نفس کی لاعلمی مین ہوتا ہی، ہم صریحًا اپنے آپ کو کسی خاص فعل کی ترغیب دیتے ہین، لیکن نفس واقف نہین ہوتا، ہمارے شعور کی خوردہ گیر نظرین وہان تک نہین پہونچتین مخفی جذبات اور خواہشات کی تحریک ہم کو جدھر

جاہتی ہی لیجاتی ہی، یہ تو خیر ترغیب ذاتی مین ہوتا ہی، لیکن جب ہم دوسرون کو ترغیب دیتے ہین تو اگرچہ اس ترغیب کا محرک بھی کوئی اساسی عقیدہ یا خواہش ہوتی ہی، لیکن یہ ہمارے شعور مین ہوتی ہی، ہمارا نفس نہ صرف اس سے واقف ہوتا ہی، بلکہ دیدہ و دانستہ، ایک خاص ترتیب و انتظام کو مدنظر رکھتے ہوئے، دوسرون پر اس اعتقاد یا خواہش کا سکہ جمانا چاہتا ہی، خلاصہ یہ کہ ترغیب خواہ ذاتی ہو یا صفاتی ہرصورت مین اس کا مدعا یہ ہوتا ہی ان اعتقادون اور خواہشون کو جنکو ہم بالارادہ یا بغیر ارادہ قبول کر چکے ہین، اپنے نفوس سے اور دوسرون کے نفوس سے بھی "منوا دیا جائے"، اور وہ بھی ہمارے شریک خیال یا شریک عمل ہو جائین،

ہم نے اب تک الفاظ، اعتقاد و خواہش، کا اس طرح استعمال کیا ہی گویا یہ مرادف الفاظ ہین، اگرچہ عرف عام مین یہ الفاظ مختلف معنی رکھتے ہین، لیکن جہان تک ترغیب کا تعلق ہی ان کی حیثیت اور ان کا مفہوم ایک ہی ہی، جس کیفیت نفس سے ترغیب کا آغاز ہوتا ہی اس مین دو عناصر پائے جاتے ہین، ایک عنصر ذہنی ہوتا ہے اور اسے ہم لفظ اعتقاد سے تعبیر کرتے ہین، دوسرا عنصر ذہنی نہین، بلکہ زیادہ تر عملی ہوتا ہی، یعنی اس کا تعلق کم و بیش انسانی طرز عمل اور افعال سے ہوتا ہی، اس عملی عنصر کو خواہش کا نام دیا جاسکتا ہی، کہنے کو تو دونون مین مذکورہ بالا فرق ضرور ہے لیکن ترغیب مین دونون ایک ہو جاتے ہین، فرض کرو کہ ایک سیاسی مقرر ہندوستان مین سوراج کے مسئلہ پر گفتگو کر رہا ہی، اور لوگون کو اس کے حصول کے لئے "آئینی جد و جہد" کی ترغیب دے رہا ہی، اس کی ترغیب کی اساس جو شے ہی اس کو خواہش یا اعتقاد، دونون نام دئے جاسکتے ہین، اس کا اعتقاد ہی کہ ہندوستان کو سوراج ملنا چاہئے، اس کی خواہش ہی کہ ہندوستانیون کو سوراج مل جائے، اب بتاؤ ان دونون مین فرق کیا رہا! غور کرو تو معلوم ہوگا کہ دونون مین کسی آئندہ طرز عمل (مثلاً آئینی جد و جہد) کی طرف اشارہ پایا جاتا ہی، اور مقرر کی ترغیب کا منشا یہ ہی کہ اپنے سامعین کو اس طرز عمل کی پیروی کرنے کی کافی تحریک دے،

ترغیب کا اعمال و افعال انسانی پر اثر

مسئلہ ترغیب کی ایک ممتاز صفت یہ ہی کہ اس مین طرز عمل اور افعال انسانی سے کم و بیش بحث ضرور ہوتی ہی، مثال کے طور پر مہاتما گاندھی کے ترک موالات کو لو، انھون نے نہایت

غور و خوض کے بعد، یا کسی ہمدردانہ جذبہ کی تحریک سے یہ نتیجہ اخذ کیا، کہ ہمارے قومی تمول اور ترقی کیلئے اگر کوئی آلہ کارگر ثابت ہو سکتا ہی، تو وہ ترک موالات ہی، اس اعتقاد یا خواہش سے آغاز کرکے، انھون نے ترغیب، یا مہذب الفاظ مین کار تبلیغ و اشاعت شروع کیا، اور ایک شخص مسمّی زید کو ترغیب دی کہ ترک موالات ضروری ہی، اب، اگر ہمارا فرضی زید مہاتما گاندھی کی موجودگی مین اپنے کو ترک موالات کا حامی ظاہر کرے، اور اسی روز اپنے بچون کیلئے ولایتی کپڑا خریدے تو کیا تم کہہ سکتے ہو کہ مہاتما جی کی ترغیب کامیاب ہوئی، ہرگز نہین، اگر ترغیب کامیاب ہوئی تو زید کے طرز عمل مین اس سے حتماً تبدیلی واقع ہوتی، اچھا اب فرض کرو کہ مہاتما جی کی تقریر نے زید کی قوت متخیلہ پر قبضہ کر لیا، ان کے طرز بیان نے اس کے جذبات پر اثر کیا، مختصر یہ کہ مہاتما جی کی ترغیب کامیاب رہی، اب زید کی کیفیت کیا ہوگی، دیکھو وہ ولایتی کپڑے کی دکان کی طرف جا رہا ہی، ارادہ ہی کہ کچھ کپڑا خریدے، جا تو رہا ہی، لیکن دل مین خیالات کا ہجوم ہی مہاتما جی کے یہ الفاظ "بھائیو! اپنے ملک کا کپڑا خریدو، اس سے تمھارے غریب بھائیون کا بھلا ہوگا، تمھاری قومی دولت تمھارے ہی دیس مین رہیگی۔۔۔۔" اس کے کانون مین گونج رہے ہین، ان خیالات نے زید پر اثر کیا، وہ دفعتہً رک گیا، کچھ دیر سوچتا رہا، اور پھر واپس لوٹ آیا، اب البتہ تم کہہ سکتے ہو کہ مہاتما جی کی ترغیب موثر ہوئی، کیونکہ نہ صرف زید کا اعتقاد، یا اس کی خواہش بلکہ اس کے طرز عمل، اور اس کے افعال پر بھی اثر ہوا،

ترغیب مین، انسانی طرز عمل پر اثر کرنیکی ایک خاص صفت ہی، اور اسی کی بنا پر مسئلۂ ترغیب کی ایک خاص اہمیت پیدا ہوگئی ہی، اور اپنے ابنائے وطن و ملک کو باعمل ترغیبون کے مضر اثرات سے بچانا، یا ان کو اچھے طرز عمل کی پیروی کی ترغیب دینا ہر ہی خواہ وطن کا فرض ہو گیا ہی،

جذبات کا عمل ترغیب مین حصہ ہماری ترغیب کی اساسی خواہشات اور اعتقادات مستقبل کے طرز عمل کا ہیولیٰ کام کرتا، یہ فطرت انسانی کے جذبی عناصر پر منحصر ہے، جملہ محرکات عمل کی تہ مین کسی نہ کسی جبلی خاصہ، جذبہ یا جوش کا پایا جانا لازمی ہی، یہ اندرونی قوتین ہماری ترغیب کو قوۃ پہونچاتی ہین، اور ہمین ایک خاص طرز عمل کی طرف

راغب کرتی ہین، ہم ہرگز کسی ایسے اعتقاد یا خواہش کو قبول نہین کر سکتے، نہ کسی ایسے طرزِ عمل کی پیروی کر سکتے ہین جو ہمارے جذبات کا ہم آہنگ نہو، دیکھو ایک شخص، دوران جنگ مین، اپنی خدمات فوج مین پیش کرتا ہے، ہمارے دوست کی اس خواہش کو خدا معلوم کون کون سے جذبات تحریک دے رہے ہون، ممکن ہی کہ ایک بدمزاج بیوی سے پیچھا چھڑانے اور چند روز "عیش" کی زندگی بسر کرنے کی سبب سے اس نے وطن چھوڑنا گوارا کیا ہو، ممکن ہی کہ نام آوری، اور اپنے ہم چشمون مین ممتاز حیثیت رکھنے کے شوق نے اس کو آمادہ کیا ہو، یا اس کے دل مین سیر و سیاحت کا خیال جاگزین ہوا ہو، ہو سکتا ہے کہ مذکورہ بالا صورتون مین سے کوئی بھی نہو، بلکہ خالص جذبۂ حب الوطنی سے متاثر ہو کر، یا ادائگی فرائض انسانی کے جوش مین اس نے فوجی ملازمت کا ارادہ کیا ہو، بہرحال، کوئی بھی صورت کیون نہو، اس کی خواہش کی تکمیل کیلئے ایک ضروری شرط یہ ہے کہ علاوہ ذہنی اور خارجی اثرات کے، اس کے دل پر کوئی نہ کوئی جذبی تحریک مسلط ہونا چاہئے، خواہ اس کی قوتِ محرکہ کم ہو یا زیادہ، اس کی موجودگی لازمی ہی، ترغیب کی کامیابی کا جذبی تحریکات پر یہ لازمی انحصار، اس مین اور منطق مین ایک اور اختلاف کا بھی پتہ دیتا ہی، اور وہ یہ ہے کہ منطق مین جذبات کی اپیل پر توجہ نہین کی جاتی، حالانکہ ترغیب کے لئے جذبہ کا، موجود رہنا ضروری ہی،

"ترغیب"، اور "منطق" مین بادی النظر مین تھوڑی سی مشابہت بھی پائی جاتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ ہر دو مین، فیصلون کا وجود ہوتا ہی، غور سے دیکھو تو یہ مشابہت بھی محض سطحی ہے، حقیقی نہین، اس لئے کہ دونون کے فیصلون مین زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہی، منطق کے فیصلہ باہم مربوط، اور توالی و تواتر لئے ہوئے ہوتے ہین، برخلاف اس کے ترغیب کے نام نہاد فیصلون مین توالی و تواتر درکنار باہمی ربط کا بھی پتہ نہین ہوتا، اگر ان مین یہ صلاحیت ہو کہ ہمین اپنے پیش اندیش معینہ نتیجہ تک پہونچا دین تو وہ قابل قبول خیال کئے جاتے ہین، خواہ ایک فیصلہ دوسرے سے متضاد ہی کیون نہو، اگر ان مین اس قرار دادہ نتیجہ تک پہونچانے کی اہلیت نہین ہوتی تو انھین رد کر دیا جاتا ہی، غرضکہ ترغیب مین فیصلے یکطرفہ ہوتے ہین، فریق ثانی کی آوانہ پر

کان نہین دھرے جاتے،

راحت مین جو مخل ہو، وہ کانٹا ہو راہ کا،

ہم ذیل مین ترغیب ذاتی کی ایک مثال درج کرتے ہین جس سے اس کے فیصلون کا یہ یکطرفہ عمل اچھی طرح سے ظاہر ہو جاتا ہی،

"انگلستان کے ایک مشہور اخبار نے حال مین کسی عورت کا قصہ لکھا تھا جس پر دھوکہ دہی کے الزام مین مقدمہ چلایا گیا تھا، واقعہ یہ تھا، کہ ان لیڈی صاحبہ کی جو خود بھی حسین تھین چند نوجوان فوجی افسرون سے ملاقات ہو گئی، اب ان کو فکر ہوئی کہ ان لوگون سے راہ و رسم و ربط ضبط بڑھے تو ہم چشمون مین سر اٹھانیکا موقع ملے، مگر آپ جانئے ولایت کی سوسائٹی، تعلقات بڑھانے کے لئے یہ بھی ضرور تھا کہ ان کا لباس اور ظاہری حیثیت بھی اچھی ہو، روپیہ تو پاس تھا نہین، جس سے سامان زیبائش خرید کرتین، بالآخر ترکیب یہ سوچی کہ چند مشہور دکانون مین جا کر اپنے آپ کو سربرآوردہ لوگون کا رشتہ دار بتایا، اور قرض سامان وصول کیا، چندے اس طرح کام چلتا رہا، شامت اعمال سے دوکاندارون نے تحقیقات شروع کی تو معلوم ہوا کہ لیڈی صاحبہ محض یک بینی و دو گوش ہین، اور سربرآوردہ خاندانون سے رشتہ تو درکنار تعارف بھی نہین رکھتین، بالآخر الزام فریب دہی و دغا مین گرفتار کر لی گئین،"

اس مثال مین آپ دیکھتے ہین کہ اس عورت نے جو ترغیب اپنے نفس کو جھوٹ اور دھوکہ دہی کی دی، اس کا آغاز اس اعتقاد سے ہوا "کہ فوجی افسرون سے دوستی قائم رکھنے کے لئے عمدہ لباس ناگزیر ہے" خود اس نے جو بیان عدالت کے روبرو دیا ہی اس مین کہا ہی "گذشتہ دو ہفتون مین میرا تعارف چند فوجی افسران سے ہوا، اور اس تعارف کو بڑھانے کے لئے مین نے اچھا لباس حاصل کرنے کی خواہش کی" سب سے زیادہ توجہ طلب بات اس مثال مین یہ ہے کہ جونہی یہ اعتقاد اس عورت کے دماغ مین جاگزین ہوا، اور عمل ترغیب کا آغاز ہوا، ویسے ہی اس کے شعور نے ہر اس خیال کو جو کسی طرح

اس مقصد کے حصول مین حائل ہوتا ہٹانا شروع کردیا، اور صرف وہی دلائل اور فیصلے قبول کئے گئے جو حصول مقصد کے منافی یا تشفی جذبات کے مخالف نہ تھے،

یہ تو خیر ذاتی ترغیب کی مثال ہوئی، دوسرون کو جو ترغیب دی جاتی ہے اس مین بھی یہی عمل ظہور پذیر ہوتا ہے، ہر مقرر جس کا مقصد لوگون کو ترغیب دینا ہوتا ہے، اسی قسم کے فیصلون سے کام لیتا ہے جن مین صرف اسی حد تک باہمی ربط اور تسلسل پایا جاتا ہے جہان تک کہ وہ مقصد برآری مین مفید ثابت ہون، یہی وجہ ہے کہ ان حضرات کی ترغیبانہ تقریرین جو اپنے آپ کو مبلغ کہتے ہین، خواہ بظاہر کتنی ہی سنجیدہ کیون نہون لیکن پھر بھی ان مین اکثر ایسے دلائل پائے جاتے ہین جو تشفی جذبات تو کر سکتے ہین، لیکن کسی منطقی استدلال کی تاب نہین لا سکتے، اگر تمھاری ترغیب کا منشا یہ ہے کہ تمھارے مخاطب تمھارے حسب خواہش فعل کرین تو اس وقت تک تمھاری ترغیب کارگر نہین ہو سکتی جب تک کہ یہ مجوزہ فعل ان حضرات کے جذبات کی تشفی نہ کرسکے، جن فیصلون سے عمل ترغیب مین کام لیا جاتا ہی، وہ یا تو مظہر رغبت و رضامندی کے ہوتے ہین، یا ناراضی کے، اگر ہمارا فیصلہ اظہار رضامندی کر رہا ہی، تو یقیناً اس کی تہ مین، تعریف، احسان، عزت، غیرت، حب الوطنی، یا اسی قبیل کے دیگر جذبات پائے جائینگے، برخلاف اس کے ایسے فیصلون کی تہ مین جو مظہر ناراضی ہین، ندامت، ملامت، نفرت، غصہ، یا خوف کا لگاؤ پایا جائیگا، اب تک ہماری بحث ان جذبات سے رہی جو محرکِ ترغیب ہو سکتے ہین، اب دیکھنا یہ ہی کہ وجدانات مین یہ صلاحیت کس حد تک پائی جاتی ہے،

وجدان اور عمل ترغیب جذبات اور وجدان مین، نفسیاتی نقطہ نگاہ سے، فرق یہ ہے کہ اول الذکر ہمارے ان الہامات فطری کا نتیجہ ہین، جن کا تعلق استیثار یا ایثار سے ہوتا ہی، ان کا دور دورہ بہت تھوڑی مدت تک رہتا ہی اور ان کے اثرات عارضی ہوتے ہین، جذبات کی تحریک فوری ہوتی ہے، اور بہت کچھ پرزور بھی، لیکن ان کی قوت بہت جلد زائل ہو جاتی ہی، اور اسی وجہ سے ان کی تحریک سے جو افعال

سرزد ہوتے ہین، ان مین قیام، امادہ، اور تنظیم کا وجود نہین ہوتا، ترغیب کا اثر، جذبات کے لئے بانگ جرس کا حکم رکھتا ہی، اورخوف، نفرت، استعجاب، غصہ، محکومیت، حکومت، توصیف، دہشت، عظمت، کراہت، تنفر، غرضکہ تمام جذبات کی فوج خفتہ ترغیب، کی تحریک پاکر کمربستہ ہوجاتی ہی، اور ہمارے عقیدون خواہشون، اور افعال کو اپنے زیرنگین کرنے، اور اس طرح سے ترغیب کو کامیاب بنانے کی کوشش کرتی ہے، وجدان مختلف جذبات کے مجموعہ کا نام ہی، اور اتنی بات ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ مختلف جذبات انفرادی طور پر اتنے زبردست محرک نہین ہوسکتے جتنے کہ اس حالت مین ہوسکتے ہین جب یہی جذبات کسی وجدان کے حلقہ مین جمع ہوجائین، اور ان مین تنظیم و تنسیق موجود ہو، ذیل کی مفروضہ مثال سے جذبہ اور وجدان کی جداگانہ اہمیت ظاہر ہوجائیگی،

فرض کیجئے کہ ایک مقرر کسی مجمع کے روبرو جنگ کے متعلق تقریر کررہا ہی اور لوگون کو اس کی ترغیب دے رہا ہی کہ ملک اور بادشاہ کی حفاظت کے لئے اپنی اپنی خدمات بحیثیت رضاکاران پیش کرین، اس کی اس ترغیب کی بنیاد "حب الوطنی" پر ہے، اور اسی وجدان سے مدد لیکر وہ سامعین کو اپنی خواہش کے مطابق فعل کرنے کی ترغیب دیتا ہی، چونکہ وجدان حب الوطنی، مین بہت سے جذبات مجتمع ہین لہذا ہمارا مقرر مختلف طریقون سے ترغیب دے سکتا ہی، اپنے سامعین کے سامنے یہ بیان کرکے کہ "دشمن کی قوت زبردست ہی، وہ ہمین فتح کرنیکی قدرت رکھتا ہی، ہمارے پاس اس کے مقابلہ کے لئے کافی افواج نہین ہین، اور جب تک آپ لوگ مدد نہ کرین انجام شکست و تباہی ہی"... وہ ان کے خوف، اور تردد کے جذبہ کو بیدار کرسکتا ہی، کبھی یہ کہکر "دشمن نے ہماری عورتون کی عزت لی، ہمارے بچون کو تہ تیغ کیا"..... وہ اپنے سامعین کے جذبات رحم، نفرت، ملامت، اور دہشت کو برانگیختہ کرتا ہے، کبھی اس طرح اپیل کرکے "کیا آپ لوگ دشمن کو بغیر بدلہ کے چھوڑدینگے، کیا ہمارے مقتولون کا خون، ہماری عورتون کی عصمت دری، ہماری برباد شدہ کھیتیان، مسمار عمارات، یہ سب بغیر انتقام

کے رہین گی .... وہ غصہ اور انتقام کے جذبات کو اشتعال دیسکتا ہی کبھی اسلاف کی شاندار روایات یا دیگر اقوام کے کارنامے سنا کر وہ جذبہ خودداری کو جوش مین لاتا ہی، اب دیکھو، کہ مذکورۂ بالا نو جذبات مین سے ہر ایک فرداً فرداً ہمارے مقرر کے حسب خواہش طرز عمل کا محرک ہو سکتا ہی لیکن جب یہی جذبات گوناگون کسی ایسے وجدان (حب الوطنی) کے اجزائے ترکیبی ہوتے ہین جو سالہاسال بلکہ صدیون کی قومی زندگی کا نتیجہ ہے، تو ان کی مشترکہ قوت بہت کچھ ہو جاتی ہی، ان اعتقادات کی جو زمانہ کے اثر سے پختہ ہو کر روایات بن گئے ہین، اہمیت عمل ترغیب مین بہت زیادہ ہی اور خم شدہ جذبات ان انفرادی جذبات سے کہین زیادہ موثر ہوتے ہین جو آندھی بگولے کی طرح اٹھتے ہین لیکن تھوڑی دیر کے بعد اپنی قوت سے خود ہی فنا ہو جاتے ہین،

جذبات اور وجدان کی ترغیب مین جداگانہ اہمیت ہی، لیکن سب سے زیادہ ضروری بات یاد رکھنے کی یہ ہے کہ خواہ جذبہ ہو یا وجدان یا اور کوئی اندرونی محرک، عمل ترغیب مین جذبی عنصر لزوماً پایا جاتا ہی، اگرچہ اس کا محل ظہور اور اس کی ظاہری حیثیت کچھ ہی کیون نہو، یہ جذبی عنصر کبھی الہام فطری کہلاتا ہی کبھی رجحان کے نام سے یاد کیا جاتا ہی کبھی اپنے اصلی لباس مین بحیثیت جذبہ کے نمودار ہوتا ہی، کبھی وجدان مین نظر آتا ہی،

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش   من انداز قدت را می شناسم

غرض یہ کہ اس کا پایا جانا ضروریات مین سے ہے، اور اگر عمل ترغیب کو صورت مانین، تو یہ اسکا ہیولیٰ ہی، چراغ فرض کرین تو یہ اس کا نور ہی، سانس خیال کرین تو یہ اسکی اولیات مین سے ہی،

(باقی)

آثار قنوج

از مولوی سعید انصاری، مؤلف سیر الصحابیات

تلک آثارنا تدل علینا فانظروا بعدنا الی الآثار

پرتھوی راج کے پایۂ تخت (دہلی) کی تاریخ آثار الصنادید کے صفحات مین نظر آسکتی ہی، لیکن جے چند کے دار السلطنت (قنوج) کی تاریخ ناظرین صرف سیاحون کی آنکھون مین پڑہ سکتے ہین جس کو وہ شہر کے مختلف پست وبلند حصون مین پھر کر مرتب کرتی ہین!

کیا عجیب بات ہی! پرتھوی راج کا شہر ایک مردہ شہر ہی جس پر شہر خاموشان کا لقب صادق آتا ہی لیکن اُس کی عمارات، اس کے آثار، اس کے معابد ومقابر سب کے نشانات تاریخ کے صفحات مین موجود ہین، لیکن جے چند کا شہر اگرچہ زندہ آبادی کا جلوہ گاہ ہی تاہم اس کی عمارات کا کوئی نشان صفحات تاریخ مین باقی نہین!

جے چند کا سر پرغرور ہمیشہ اجمیر اور دلی کے راجپوتون کے مقابلہ مین بلند رہتا تھا، اس لئے اس کے پایۂ تخت نے بھی دوسرے پایہ تختون کے مقابلہ مین اس خصوصیت کو قائم رکھا، دلی اور اجمیر کے قدیم حالات تاریخ کی زبان سناتی ہی، لیکن قنوج شکستہ عمارتون، بوسیدہ کھنڈرون، بلند ٹیلون، غرض تمام پستیون اور بلندیون سے اپنی تاریخ خود سنا رہا ہی!

وہ شہر جو ہزارون برس تک تہذیب وتمدن کا مرکز تھا، جس کے تخت جلال پر بڑے بڑے باجبروت راجہ متمکن ہوئے، جو روحانیت کا سرچشمہ تھا، جس کے آثار قدیمہ عبرت وبصیرت کا سرمایہ ہین، اور جس کی بلندیان اور پستیان تاریخ کے نشیب وفراز کو ظاہر کرتی ہین، درحقیقت خود ایک مجسم تاریخ ہی، اس کو کسی رسمی اور کاغذی تاریخ کی ضرورت نہین،

مین اس شہر مین ایک زائر کی حیثیت سے وارد ہوا، تو اس کے آثار کی زبردست کشش میری نظرون

کو اپنی طرف کھینچتی تھی، کیونکہ تاریخ نگاری مین اس سے بڑھکر مستند سرمایہ کیا ہاتھ آسکتا ہی! وہ ایک زندہ، اور ناطق تاریخ ہی، جس کا مقابلہ مردہ اور گنگ تاریخین نہین کر سکتین، غرض یہ تاریخ میری نگاہون مین عبرت وبصیرت بنکر جمع ہوئی، اور اشک خونین بنکر ٹپکی، جس سے یہ کاغذی صفحات خود بخود رنگین ہوگئے، اس بنا پر ناظرین کو جو کچھ ان صفحات مین ملیگا، وہ کوئی مکمل تاریخ نہین ہی، بلکہ اشک حسرت کے چند قطرے ہین جو میری آنکھون سے زیارت کے وقت جاری ہوئے!

قنوج پر اسلام کا مادی اثر اس وقت قائم ہوا جب شہاب الدین محمد غوری نے جے چند کو شکست دی، اور قنوج کے عظمت ناک قلعہ پر ہلال کا پرچم لہرایا، لیکن اسلام کا روحانی اثر تیغ وخنجر اور توپ وتفنگ کی امداد سے بے نیاز تھا اس لئے وہ اس سے بہت پیشتر قائم ہو چکا تھا، چنانچہ سب سے پہلے اس شہر مین بابا حاجی شریف تشریف فرما ہوئے، جن کی روحانی قوت سے قنوج مین اسلام کی اشاعت ہوئی،

باباصاحب کا مزار شہر کے باہر ایک بلند چبوترے پر واقع ہی، جس کے مغربی سمت مین محراب بنی ہوئی ہے، یہ جگہ **حاجی شریف** کے نام سے مشہور ہی، اور بوسہ گاہ خلائق ہی، اہل قنوج کے بیان کے مطابق یہ سب سے قدیم زیارت گاہ ہی، چونکہ اس پر کوئی کتبہ نہین ہی اس لئے باباصاحب کا صحیح زمانہ متعین نہین کیا جاسکتا،

حاجی شریف کے بعد سب سے قدیم چیز **جے چند** کا قلعہ ہی، جس کے صرف کچھ آثار باقی رہ گئے ہین، **چندان شہید** کا مزار بھی ایک قدیم تاریخی یادگار ہی،

بالا پیر کی قبر بھی قدیم قبر ہے، اس پر کتبہ لگا ہوا ہی لیکن پڑھا نہین جاسکا،

اسلامی آثار مین ایک قدیم ترین چیز **جامع مسجد** ہی، جو سلطان ابراہیم شرقی (۸۰۴ھ-۸۴۰ھ) والی جونپور کی تعمیر کردہ ہی، اس کے سپہ سالارون (سلطان شہ اور جلال خان اجودھی) نے اس شہر کو جس شجاعت اور بسالت سے فتح کیا اس کا ذکر تاریخ فرشتہ وغیرہ مین موجود ہی، یہ مسجد نہایت سادہ بنی ہوئی ہی، پتھرون پر جو کام ہی وہ بھی معمولی ہی، محرابون کے بجائے پتھر کے سیدھے ستون ہین جو اونچے ہوتے چلے گئے ہین، اور پھر

ان پر چھت پاٹ دی گئی ہی، مسجد کے دونون کنارون پر زینہ لگا ہوا ہی جس سے اوپر جاتے ہین، یہان ایک دالان بنا دیا گیا ہی جس مین نماز پڑھی جا سکتی، اور وعظ سنا جا سکتا ہی،

محراب پر سورۂ کوثر، چھت پر سورۂ جمعہ، اور محراب کے اندر قل ہو اللہ کندہ ہی، مسجد مین کچھ دور تک سائبان چھایا ہوا ہی، جو حال کا اضافہ ہی، سائبان کے آگے صحن ہی، اس کے بعد ستون شروع ہوتے ہین جو قریب قریب بنے ہوئے ہین، ان ستونون مین لوہے کا جنگلہ لگا دیا گیا ہی، اس طرح پورا صحن جنگلون کے اندر آجاتا ہی، اور مسجد صحرائی جانورون سے محفوظ ہو جاتی ہی، جنگلے سے متصل حوض ہی، جو حال مین بنایا گیا ہی،

مسجد پر منارے نہین ہین، صرف تین معمولی گنبد ہین، وسط کا گنبد نسبتہً بڑا ہی، یہ تینون گنبد گول نہین بلکہ چپٹے ہین،

پھاٹک پر خط نسخ مین یہ قطعۂ تاریخ کندہ ہی،

شکر للہ کہ بتوفیق خداوند کریم — بوالمظفر سر شاہان جہان ابراہیم

ہمدم عیسیٰ و ہمنام خلیل الرحمان — آنکہ بنمود جہان را ید بیضا چو کلیم

مسجدے ساخت مرتب کہ بدین رفعت و اوج — چہ اساس ست معلّیٰ، چہ بنا ایست عظیم

سلخ ذی قعدۃ، سن ہشت صد و نہ ہجری — سر فراز ہمہ زیر قدمش گشت مقیم

حوض کی تاریخ یہ ہی،

حوض مثل حوض کوثر شد بنا، — صحن مسجد صورت گلشن شگفت

مرتضیٰ خان فکر تاریخش چو کرد، — حق تعالیٰ، حافظ و ناصر۔ بگفت،
۱۲۳۶ھ

حوض، حاجی محمد مرتضیٰ خان رئیس بالا پیر قنوج کا بنوایا ہوا ہی،

عبرت: لیکن یہ عظیم الشان عمارت جس کی رفعت و بلندی کا، اقرار خود چشم فلک کو ہوگا آج ویرانی کی بدولت اپنے معزز بانیون کا ماتم کر رہی ہی، اور اس کو زاہدان شب زندہ دار کے بجائے مردار خوار جانورن

نے اپنا نشیمن بنالیا ہے، سچ ہے،

پردہ داری میکند بر قصر قیصر عنکبوت چغد نوبت می زند بر گنبد افراسیاب

شہر کی مرکزی اور سب سے شاندار عمارت سید جلال حیدر ثالث نبیرۂ مخدوم جہانیاں کا روضہ ہی، جو ۸۸۰ھ میں فتح جنگ شاہ ہری خان کے حکم سے حسین شاہ کے عہد حکومت میں تعمیر ہوا تھا، یہ اس زمانہ میں بنایا گیا ہی جب قنوج سلاطین شرقیہ کی حکومت سے آزاد ہو گیا تھا، اور ملک میں طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی،

مزار ایک وسیع احاطہ کے اندر ہے، اس کے قریب دو مزار اور ہیں، جن پر نہایت باریک کام بنا ہوا ہے، مزار کے ایک طرف مسجد ہے جو اگرچہ ناتمام ہی لیکن اسقدر شاندار ہی کہ اس کی تعریف نہیں کی جاسکتی، یہ منقش پتھر کی عمارت ہی جس پر عمدہ کام بنا ہوا ہے، اس کے نیچے گنگا بہتی تھی، (اب کچھ دور آگے ہٹ کر بہتی ہی)

سید جلال حیدرؒ کے مزار پر یہ کتبہ ہے،

این روضۂ اطہر و منور، ثالث لقب و جلال حیدر،

تعمیر شہری چو بنمود، ہشتاد و یکے و ہشت صد بود،

کز زلزلۂ زمین شکستہ ... تعمیر دگر شکستہ بستہ

عباس علی یکے ز اولاد خلف الصدق است و ابن سجاد

سنہ دو صد و نہ و یکہزار است از ہجر رسول نامدار است

لیکن یہ تجدید کی تاریخ ہے، کیونکہ اس میں لکھا ہی کہ ۸۸۱ھ میں اس کو شاہ ہری نے بنوایا تھا، لیکن جب زلزلہ سے اس کو صدمہ پہونچا تو ۱۲۰۹ھ میں عباس علی نے دوبارہ تعمیر کرایا، اس بنا پر اصلی تاریخ وہ ہی جو پھاٹک پر خط نسخ میں کندہ ہی، اور وہ یہ ہے،

این سدۂ بدیع کہ از چرخ برترست | وین طاقِ بے نظیر کہ با زیب و زیور است
گشتہ بنا بعہد ہمایون حسین شاہ | کاندر زمان چنان ہمہ ادراسخرست
تعمیر کردہ شاہ ہری خان فتح جنگ | کافاق از جمالِ کمالش منورست
ہشتاد و یک و ہشت صد از ہجرت نبیؐ | تاریخ صدق گشت کہ ماہ ہمیرست
بانی طاق سید راجو ی بنی جلال | کافاق از جمالِ کمالش منورست
[۱] . . . . | امید وار مغفرت از حضرت اکبرست

لیکن جانتے ہو! کہ آج اس "برتر از فلک" عمارت کے کنگردن سے کیا چیز ٹکراتی ہی؟ زاغ و زغن کی آواز!

شہر کی مشہور عمارتون مین میر بنگالی کی حویلی بھی ہی، یہ جامع مسجد سے آگے ملتی ہی، اندر کچھ ٹوٹی ہوئی عمارت باقی رہگئی ہے، پھاٹک اور چہار دیواری البتہ قائم ہین، اور ان کو دیکھکر حویلی کی عظمت آنکھون مین پھر جاتی ہے،

عالمگیر کی مسجد بھی آثار قدیمہ مین ہی، جو بالا پیر کے قریب واقع ہی، اور بالکل شکستہ ہی،

سید محمد بخاری کا مقبرہ بھی متبرک مقام ہی،

ان عمارتون کے علاوہ شہر مین متعدد عمارتین ہین جو اب تک اصلی یا کسی قدر متغیر شکل مین قائم ہین، لیکن چونکہ وہ اس قدر اہم نہین ہین، اس لئے ان کا ذکر قلم انداز کیا جاتا ہی،

قنوج کا ذرہ ذرہ سلطنتہائے مختلفہ کا مدفن اور اس کا چپہ چپہ اقوامِ قدیمہ کی یادگار ہی!

از نقش و نگارِ در و دیوارِ شکستہ | آثار پدید ست صنادید عجم را

---

[۱] مجھ سے یہ مصرع پڑھا نہین گیا، بعض خاندانون مین ایک صدی قبل کی جو بیاضین موجود ہین ان مین بھی یہان پر نقطے دئے ہوئے ہین جس سے معلوم ہوتا ہی کہ ایک صدی پیشتر بھی یہ مصرع پڑھا نہین جاسکا تھا،

منتخبات

تاریخ مشہد خراسان[1]

مترجمہ: مولوی ابو الحسنات ندوی،

خطہ خراسان کا مقدس شہر مشہد (طوس) جو امام ابو الحسن علی ابن موسیٰ رضا امام ثامن کی خوابگاہ ہونے کی وجہ سے آج تمام اسلامی دنیا کی نگاہ عقیدت کا مرکز بنگیا ہو ابتدا مین چندان اہمیت نہین رکھتا تھا چنانچہ علمائے عرب کی ایک جماعت مثلاً ابن خروازبہ، مقدسی اور ابو الفدانے اپنی کتابون مین اسکا ذکر تک نہین کیا، اصطخری، ابن ہوقل، ذکریا ابن محمد بن محمود القزوینی، یاقوت حموی اور ابن بطوطہ نے اس کا سرسری تذکرہ کیا البتہ صاحب کتاب نزہتہ القلوب، امیر زین الدین محمد صاحب زینتہ المجالس، قاضی نور اللہ تستری حسینی صاحب مجالس المومنین، احمد رازی صاحب ہفت اقلیم، مرزا حسن زنوزی صاحب ریاض الجنۃ اور فرہاد میرزا صاحب کتاب جام جم نے اسکا مفصل تذکرہ کیا اور سب کے آخر ۱۳۰۳ھ مین صنیع الدولہ محمد حسن خان نے دو ضخیم جلدون مین تاریخ مشہد خراسان کے نام سے اسکی مفصل و مبسوط تاریخ لکھی، یہ مضمون اسی آخری کتاب سے ماخوذ ہے،

مشرقی مصنفین کے سلسلہ مین یہ مناسب معلوم ہوتا ہو کہ ہم ان مغربی سیاحون اور جغرافیہ نویسونکا بھی ایک سرسری تذکرہ کر دین جنہون نے مشہد کے متعلق کچھ نہ کچھ لکھا ہو، سب سے پہلے ۱۴۰۳ء مین ہانوسے نے بلّلوروس و ایران کی سیاحت کی یہ خاص مشہد مقدس تک آیا اس نے اپنے سفرنامہ مین

---

[1] ترجمہ از عربی رسالہ العرفان،

اسکی قدیم و جدید تاریخ کا مفصل تذکرہ کیا ہی، متعدد فصلون مین شہر کے مختلف تمدنی، عمرانی اور سیاسی حالات دکھائے ہین، وہان کی زراعت اور پیداوار کا تذکرہ کیا ہی وہان کے اوقاف، مدارس بلکہ طلبا کی تعداد تک کو لکھا ہی، اس کے بعد ۱۸۲۱ء مین انگریز سیاح فورشائر نے سیاحت کی اور اپنے سفرنامہ کی دوسری جلد مین اسکا ذکر کیا، سرجان ملکم جو فتح علی شاہ قاچار کے عہد مین سفیر برطانیہ تھے انھون نے بھی اسکا تذکرہ کیا ہے، اور مسٹر مکڈونل کنیر نے بھی اپنی کتاب جغرافیہ ایران مین اس پر کچھ لکھا، ۱۸۲۲ء مین موسیو کنولی ہندوستان آتے ہوئے طوس سے گذرے اور اسکی تجارت اور آبادی کا اپنے سفرنامہ مین تذکرہ کیا، پھر ۱۸۴۵ء مین موسیو فریہ نے یہان کی سیاحت کی اور اپنے سفرنامہ کی جلد اول مین یہان کے طبیعی حالات، مناظر اور اسکی تاریخ کے متعدد پہلوؤن کی تشریح کی انیسوین صدی کے وسط مین انگریز سیاح مسٹر فیریزر نے اس حصہ ملک کی سیاحت کی، اس نے اپنے مقاصد مین کامیابی حاصل کرنے کیلئے مسلمان ہوجانیکا اعلان کیا اور اس طرح وہ وہان کے اعلیٰ طبقون کی سوسائٹی مین داخل ہوکر وہان کے تمام حالات کا اچھی طرح مطالعہ کرسکا، اسی زمانہ مین نیکولا خانیکوف روسی سیاح نے بھی ان اطراف کی سیاحت کی تھی، اسی روسی سیاح کے سیاحت نامہ کے متعلق موسیو سینٹ مارٹن نے ۱۸۶۱ء مین پیرس کی مجلس جغرافیہ کے روبرو اپنی وہ تحریر پڑھی جس مین موسیو موصوف نے کہا کہ

> ہمین خانیکوف کی سیاحت سے پہلے مشہد کے متعلق کچھ بھی حالات معلوم نہ تھے، اور یہان چند سیاحون نے، اجمالی طور پر جو کچھ اس کے متعلق لکھا وہ چندان اہم نہین اس لئے یہ ہمارا فرض ہونا چاہئے کہ ہم اس روسی سیاح کے کارنامے کی اہمیت کو سمجھین اور اس کی وہی قدر و منزلت کرین جو اس کا حق ہی،

ان ضروری تصریحات کے بعد اب ہم اصلی کتاب سے مجمل اقتباسات پیش کرتے ہین، یہ اقتباسات خاص مشہد مقدس سے متعلق حالات، اس کے آثار قدیمہ اور عمارات و کتبات پر مشتمل ہین،

مشہد کا ظہور اور اسکی آبادی | مشہد کی بنیاد اس قدیم ایرانی شہر کے ویرانہ پر پڑی جس کا نام سناباد تھا، قدیم زمانہ مین خلیفہ ہارون الرشید کی طرف سے حمید بن قحطبہ یہان کا والی تھا، وہان حمید کا عظیم الشان مکان اور باغ تھا جب علاقہ خراسان مین ہارون الرشید نے انتقال کیا تو وہ حمید کے اسی مکان کے احاطہ مین دفن کیا گیا، مامون نے اپنے عہد خلافت مین اس قبر پر ایک قبہ بنانیکا حکم دیا جو عام طور پر قبۂ ہارونیہ کہلایا، اس کے بعد سنہ ۲۰۲ھ مین امام ثامن سیدنا ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا کا جسد مبارک اسی کے پہلو مین سپرد خاک کیا گیا، اور اسی دن سے اس کا نام اسی قبر کے انتساب سے مشہور ہوا، یہ بیان کیا جاتا ہو کہ اس کے بعد دیلمیون نے مشہد کی آبادی کو مزید ترقی دی، اور ان کے بعد امیر سبکتگین نے اس کو خراب و ویران کیا، غرض مشہد ایک مدت تک ویران حالت مین رہا اور خوف سے کسی شیعی کو اسکی تعمیر و آبادی کی ہمت نہوتی تھی یہانتک کہ ابن اثیر کے روایت کے مطابق سلطان محمود بن سلطان ناصرالدین سبکتگین کا زمانہ آیا اور اس نے وہان کی عمارات کی تجدید و توسیع کی، اس کے بعد سلطان سنجر سلجوقی کے عہد حکومت مین شرف الدین قمی نے اسکی مزید تجدید و توسیع کی، پھر اس کے بعد تاتاریون نے اس کو ویران و برباد کر دیا، لیکن جب یہ سیلاب رکا اور فرو ہو گیا تو ہلاکو خان کے پوتے سلطان خدابندہ نے اس کی تجدید و تعمیر کی، چنانچہ ابن بطوطہ جب سنہ ۷۳۴ھ مین طوس سے گذرا ہو تو اس نے یہان کی آبادی اور عمارات کا حال اپنے سفرنامہ مین لکھا ہو، اس کے بعد متعدد سلاطین و وزرا نے مشہد کی تعمیر و توسیع کی اور وہ اس کے زیب و زینت کو ترقی دیتے رہی یہانتک کہ سلطان میرزا شاہرخ گورگانی کے عہد حکومت مین اس کی عظمت و شان کا غلغلہ دور دراز ممالک مین پھیل گیا، اس نے سنہ ۸۲۱ھ مین وہان متعدد عمارتون کے بنا و تعمیر کا حکم دیا، اور اس کے بعد مشہد کی عظمت و تعمیر روز بروز ترقی کرتی چلی گئی،

خاص مشہد مبارک کا بیان | مشہد شہر کے ٹھیک وسط مین واقع ہو، یہ ایک مربع عمارت ہو، خاص ضریح مقدس کا پیمانہ دہ در دہ ذرع اور اس کے قبہ کی بلندی بیس ذرع ہو، اور جو چہار دیواری اس کو گھیرے

ہوئے ہیں اس مین بارہ دروازے ہین ان مین سے بعض دروازے سونے کے پترون سے منڈھے ہوئے ہین اور بعض چاندی کے پترون سے، ان دروازون مین قرآن مجید کی آیتین احادیث نبوی، قطعے اور عربی فارسی اشعار بکثرت لکھے ہوئے ہین، ضریح مبارک مین متعدد طاقچے ہین جنمین کا سب سے پہلا فولاد کا ہی اسکی تاریخ نہین معلوم اس کے علاوہ دوسرے طاقچے پیتل کے ہین مگر ان جواہر کی حفاظت کے خیال سے جو ان مین رکھے ہوئے ہین ان پر طلاکاری کردی گئی ہی یہان بکثرت جواہر موجود ہین، قبہ نہایت صاف اور لمعہ فگن سونے سے منڈھا ہوا ہی اس کے دائرہ مین عربی عبارت جسکا مفہوم یہ ہی نہایت جلی خط مین لکھی ہوئی ہے،

"اس قبہ کی تزئین کا حکم شاہ عباس اعظم نے اس وقت دیا جب وہ اسکی زیارت کے لئے پایہ تخت اصفہان سے یہان آئے تھے، یہ ۱۰۱۰ھ کا زمانہ تھا اور اس تزئین کی تکمیل ۱۰۱۶ھ مین ہوئی"

"۱۰۱۶ھ مین کمال الدین محمود یزدی نے یہ خدمت انجام دی اور علی رضا عباسی نے یہ عبارت لکھی"

قبہ پر اس کے علاوہ اور بھی عربی عبارتین مندرج ہین جن سے ظاہر ہوتا ہی کہ جب ۱۰۸۴ھ کے زلزلہ سے اس عمارت کو صدمہ پہنچا تھا تو اس کی مرمت واصلاح کے بعد شاہ سلیمان صفوی نے دوبارہ اسکی تذہیب کا حکم دیا اور ۱۰۸۶ھ مین اس حکم کی تعمیل ہوئی،

اندرون مشہد کے کتبے مشہد مقدس کے اندرونی حصہ مین بکثرت کتبے ہین ان مین کے بعض تقریباً پانچوین صدی تک کے ہین، یہ سب کتبے عربی زبان واسلوب مین ہین، اور ان مین کے بعض خط کوفی مین ہین جن کے آخر مین کاتب کا نام بھی ظاہر کردیا گیا ہی، غالباً سب سے پہلا کتبہ جو اس پر منقوش ہوا اس مین ابو نواس کے وہ مشہور اشعار ہین جن مین کا پہلا شعر یہ ہے،

مطہرون نقیات جیوبہم   تجری الصلوة علیہم اینما ذکروا

ان اشعار کے نیچے یہ عبارت لکھی ہوئی ہے،

"تقرب بہذہ العمارة الضعیف   بندہ ضعیف غلام آل محمد عبد العزیز بن آدم

الذلیل المحتاج الی رحمۃ ربہ تعالیٰ	بن ابی نصر قمی نے بہ نیت ثواب، یہ عمارت
مولی آل محمد عبد العزیز بن آدم بن	بنائی، 〃
ابی نصر القمی،	〃 〃 〃 〃 〃

بعض محرابون مین جو کتبے خط کوفی مین منقوش ہین ان کی عبارت یہ ہے،

بسم اللہ الرحمن الرحیم "شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملٰئکۃ الی قولہ "ان الدین عند اللہ الاسلام"

بعض جگہ یہ عبارت منقوش ہے،

کن فی صلوتک خاشعا	اپنی نماز مین عاجز و خاشع ہو جاؤ

اسی خط مین یہ آیت بھی لکھی ہوئی ہے،

ان الحسنات یذھبن السیئات	نیکیان برائیون کو مٹا دیتی ہین،

ایک جگہ لکھا ہے،

"لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اللھم اغفر لمن استغفر لو بی زید محمد بن ابی زید النقاش"

ایک کتبہ مین پوری سورۂ توحید نہایت باریک خط مین لکھی ہوئی ہے، اس کی تاریخ کتابت ۶۱۲ھ ہے،

ان عبارتون کے علاوہ اندرونی حصہ عمارت مین اور بہت سی آیات، احادیث، جوامع الکلم اور کلمات نصیحت و موعظت منقوش ہین، یہ سب کی سب عربی مین ہین اور ان کا خط ایسا جلی ہے کہ اچھی طرح پڑھا جاتا ہے، انہی مین ایک یہ طویل کتبہ بھی ہے،

من کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ انکم	رسول اللہ صلعم کا فرمان ہے اگر تم لوگون کے ساتھ اپنی
لن تسعوا الناس باموالکم فسعوھم باخلاقکم	دولت کے ذریعہ سے بھلائی نہ کر سکو تو ان کے ساتھ
قال ابراھیم بن العباس الصولی لو وزنت	خوش اخلاقی سے پیش آؤ، ابراہیم بن عباس صولی نے
ھذہ الکلمۃ باحسن کلام الناس لرجحت	کہا اگر اس عبارت کو انسانون کے مجموعی بہترین کلام سے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لتفکر، لکل قلب شغل من رضی عن نفسہ کثر الساخط علیہ، قلب الاحمق فی فیہ ولسان العاقل فی قلبہ، رسول الموت الولادۃ،

وزن کیا جائے تب بھی اسکا وزن زیادہ ہوگا رسول اللہ صلعم نے فرمایا، علم غور و فکر کے برابر نہین ہی ہر قلب کے لئے کچھ نہ کچھ شغل ہی جو اپنے نفس کا تابع ہو اس پر مکروہات کا ہجوم ہوگا، احمق کا قلب اس کے منہ مین ہوتا ہی اور عقلمند کی زبان اس کے قلب مین، پیدائش موت کا پیامی ہی،

جو محراب ضریح مقدس کے سرہانے ہی اس پر بھی بکثرت آیات و احادیث منقوش ہین اور یہ علی بن محمد بن ابی طاہر غفر اللہ ذنوبہ کی لکھی ہوئی ہین،

آثار و عمارات مشہد

دار الحفاظ عمارت مشہد کے مقابل کم و بیش اسی طرح کی متعدد عمارتین ہین، ان مین سب سے زیادہ اہم اور قابل ذکر دار الحفاظ ہی، یہ ایک بلند مربع عمارت ہی اسکا عرض ساڑھے سات ذرع اور طول اٹھارہ ذرع ہی اس مین کاشانی پتھر کی چوڑی چوڑی اینٹو نکا فرش ہی، اس کو امیر تیمور گورگانی کے بیٹے شاہ رخ (امیر ہرات و خراسان) کی بیوی گوہر شاد نے تعمیر کرایا تھا، اس عمارت مین بعض شاہان فارس اور ان کے وزراء کی پانچ قبرین ہین اور اس مین متعدد فارسی کتبے ہین،

دار السیادۃ یہ عمارت بھی اسی خاتون گوہر شاد کے آثار مین سے ہی یہ ایک مستطیل عمارت ہی اسکا طول تیئس ذرع اور عرض مختلف ہی، اس مین آب شیرین کی ایک نہر اور متعدد قبرین ہین، اس کو اس زلزلہ نے جو شاہ سلیمان صفوی کے عہد مین آیا کمزور کر دیا تھا لیکن اسی بادشاہ کے حکم سے اسی وقت اسکی مرمت اور درستی کر دیگئی تھی، اسکی دیوارون پر جابجا کتبے بھی ہین لیکن یہ سب قریب ہی زمانہ کے ہین، ان مین اکثر فارسی اشعار ہین، مگر ان کے علاوہ اور بھی چند کتبے ہین جو زمانہ قدیم کے ہین اور ان سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ

اس عمارت کی بنیاد چھٹی صدی مین پڑی تھی،

قبۂ اللہ یار خان | یہ وہان کی مشہور اور عظیم الشان عمارتون مین داخل ہی در و دیوار اور بنیاد نہایت مضبوط و مستحکم بلند اور ہشت پہل عمارت ہی اس کے اندرونی حصہ مین آٹھ صفین ہین اس کے رنگا رنگ اور مزین پتھرون پر دوازدہ ائمہ کی تاریخ ولادت و وفات درج ہی ان کے علاوہ احادیث ماثورہ اور فارسی اشعار بکثرت منقوش ہین، اس کے بالائی دائرہ مین سورہ جمعہ وغیرہ لکھی ہوئی ہین،

اور دوسرے آثار قدیمہ | مشہد کے شمالی جانب ایک قدیم العہد صحن ہی جسکا طول ۸۶ ذرع اور عرض ۶۰ ذرع ہی، اور یہ صحن جیسا کہ اس کے کتبون سے ظاہر ہوتا ہی صفویون کے آثار باقیہ مین سے ہی، اس کے علاوہ ایک اور صحن جدید ہی جو شاہ فتح علی شاہ قاچار کے آثار مین سے ہی، اسکا طول ۷۲ ذرع اور عرض ۹۴ ذرع ہی اسکی دیوار نہایت بدیع الصنعت کاشانی پتھرون سے ڈھکی ہوئی ہی، فرش سنگ رخام کا ہی اور اس مین بکثرت عربی کتبے ہین،

مسجد گوہر شاد | مشہد کی عمارتون مین اہم اور قابل ذکر گوہر شاد کی مسجد ہی یہ مسجد حسن و جمال اور خوبی عمارت و استحکام کی ایک نشانی ہی، اس مین گونا گون نقش و نگار کے کاشانی پتھر لگائے گئے ہین اسکا طول ۵۲ ذرع اور عرض ۴۸ ذرع ہی، اس مین ایک بلند قبہ اور اذان کہنے کے لئے ایک اونچا چبوترہ بنا ہوا ہی مسجد کے چار دروازے ہین اس مین عہد سلاطین صفویہ و قاچاریہ مین بھی کچھ نہ کچھ تعمیری اضافے ہوتے رہے، اس مین جو کتبے ہین وہ سنگ رخام یا سنگ کاشان مین کھدے ہوئے ہین، انہی کتبون مین سے ایک کتبہ مین بانیۂ عمارت گوہر شاد کے ذکر و ثنا کے بعد آخر مین یہ عبارت لکھی ہے،

اتفق تحریرھا فی اوائل شھر اللہ	یہ عبارت اوائل شہر رجب المرجب ۸۲۱ھ
المبارک رجب المرجب ۸۲۱ھ عمل	مین لکھی گئی۔ عبد ضعیف قوام الدین بن زین الدین
العبد الضعیف الفقیر المحتاج لعنایتہ	شیرازی نے اس کو بنایا،

الملاث الرحمن، قوام الدین بن زین الدین

الشیرازی الطیبان،

مشہد کے دوسرے آثار قدیمہ میں مشہور تابعی ربیع بن خثیم کا مقبرہ ہے، شاہ طہماسپ صفوی، عباس مرزا بن فتح علی شاہ قاچار اور بہائی کا مقبرہ بھی یہین ہے اور ان کے علاوہ دوسرے سلاطین اور وزرا وصدور کی قبرین بھی ہین،

مشہد کے تاریخی حوادث | کتاب کی سب سے زیادہ طویل فصل یہی ہے، اس مین مصنف نے ان تمام حوادث کو جمع کر دیا ہے جو نو سو برس کی طویل مدت مین یہان گذرے، ان مین ہر قسم کے جنگی، سیاسی، عمرانی اور طبعی حوادث ہین مثلاً دولت غزنویہ اور دولت سلجوقیہ کے عہد کے حوادث، قبائل غز کے حملے، تاتاریون اور مغلون کا تغلب، ترکمان اور اوزبک قبائل کا ہجوم اس کے بعد صفویہ کا آغاز اور ان کا ان اطراف کے امراء پر اقتدار پھر ۱۵۰۹ھ مین دفعۃً اس پر اوزبکون کا حملہ اور شہر مین قتل عام کرنا اس کے بعد شاہ عباس صفوی کا اس فتنہ کو فرو کرنا اور اوزبکون کو وہان سے نکالنا، پھر ۱۱۲۵ھ مین صفویون کے ضعف کے بعد نادر شاہ کا اٹھنا اور اس حصۂ ملک کو فتح کرنا، نادر شاہ کے قتل کے بعد اس کے بھتیجے علی قلیخان کا ۱۱۶۰ھ مین اس پر قابض ہونا پھر امرائے افغان کا اس کا محاصرہ کر لینا اور زندی نوجون کا ان کو وہان سے ہٹانا، اس کے بعد وہان کی طوائف الملوکی پھر آخر آخر تیرھوین صدی ہجری کے آغاز مین قاچاریون کا ان ممالک پر قابض ہونا، یہ تمام واقعات نہایت شرح وبسط سے لکھے گئے ہین،

عہد مولف | ایک فصل مین مؤلف نے اپنے زمانہ کے حالات مشہد کو بھی لکھا ہے،

شہر کے چارون طرف ایک ناتمام شہر پناہ ہے یہ شاہ طہماسپ صفوی کے آثار مین سے ہے، اس شہر پناہ کا محیط تقریباً ایک فرسخ ہوگا، اس مین ۱۴۱ برج ہین، ہر دو برج کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا قدیم زمانہ کی بندوق کی زد کا ہوتا ہے، شہر کے چھ دروازے ہین، شہر کو ایک طویل سڑک جس کا عرض ۲۲ ذرع ہے،

دو حصون مین تقسیم کرتی ہی، شہر مین چھ بڑے اور با اثر قبیلے اور دس چھوٹے قبیلے ہین، یہان تیس سے زیادہ حمام اور گیارہ سرائین ہین، مشہد مین ایران کے دوسرے شہرون سے زیادہ مدرسے ہین، اس مین تقریباً بیس مدرسے تو ایسے ہین جو عمارت اور کثرت طلاب کی حیثیت سے اصفہان کے مدارس کے برابر ہین، یہان متعدد بڑے پرنالے ہین جو زمین کے اندر اندر بہتے ہین، یہان کے مدارس مین قدیم ترین مدرسہ بامین ہی جو شاہ رخ گورگانی کے عہد حکومت ۸۲۴ھ مین قائم ہوا تھا، اس کے بعد وہ مدرسے ہین جو صفوی عہد حکومت مین قائم ہوئے، اکثر مدارس مین کتبے خط کوفی اور عربی خط نسخ مین ہین، اسی فصل مین مصنف نے مشہد کے مضافات اور ان اطراف کے دیہات اور پہاڑون کا بھی مفصل تذکرہ کیا ہی،

خاتمۂ کتاب مین مصنف نے مشہد کے دو سو سے زیادہ مشاہیر رجال کا تذکرہ بھی لکھا ہی، ان مین ہر طرح کے ارباب کمال مثلاً علما، محدثین، شعرا، صوفیا، خطاط، اور مجاورین مشہد داخل ہین

دار المصنفین کی نئی کتاب

سیر الصحابیات

از

مولوی سعید انصاری

جس مین نہایت مستند حوالون سے، ازواج مطہراتؓ، بنات طاہراتؓ اور عام صحابیات کے سوانح اور ان کے اخلاقی، مذہبی اور علمی کارنامے درج ہین، لکھائی چھپائی کاغذ اعلےٰ، ضخامت ۲۲۵، قیمت عہ، ۱۲ر،

منیجر

تلخیص وتبصرہ

محمد اور عیسیٰ علیہما السلام

پروفیسر اے۔جی۔ٹبی، نے نیشن اینڈ اینتھینیم مورخہ ۲۳ نومبر میں ایک مضمون لکھکر یہ دکھانے کی کوشش کی ہے، کہ آنحضرتؐ اور حضرت عیسیٰؑ کی کامیابی وشہادت اور ان کی اقوام کی اپنے مذہب سے دوری صرف حالات اور وقت کی بات تھی اور اگر حضرت عیسیٰؑ آنحضرتؐ کی جگہ ہوتے یا آنحضرتؐ ان کی جگہ ہوتے تو حضرت عیسیٰؑ یقیناً کامیاب اور آنحضرتؐ بلاشک وشبہہ مصلوب ہوتے، چنانچہ مسٹر موصوف تحریر فرماتے ہین،

"حضرت عیسیٰ اور رسول اسلام نے ایک ہی طرح اپنے کام شروع کئے،" دونون نے ایک "آسمانی حکومت،" کی تبلیغ کرکے جو اس عہد کے عقائد اور سیاسی مفاد کے خلاف تھا کافی شہرت حاصل کرلی تھی، حضرت عیسیٰ کو اس کے لازمی نتیجہ سے دوچار ہونا پڑا، چند ہی سالون کے بعد وہ گرفتار ہوئے، مجرم بنے، اور شہید کردے گئے محمدؐ نے عمر طبعی حاصل کی، ایک حکومت کی بنا ڈالی جس نے مشرقی سلاطین کی عظمت کو قائم کرکے ان کو حکومت روم کا شریک ومعاصر بنا دیا، ظاہرا ہم کو حضرت عیسیٰ کی زندگی عجیب نظر آتی ہے، لیکن درحقیقت آنحضرتؐ کی زندگی حیرت انگیز ہے"

"دونون پیغمبر رومن حکومت مین پیدا ہوئے، لیکن حضرت عیسیٰؑ اندرونی صوبہ مین تھے اور آنحضرتؐ سرحدی صوبہ مین، برٹش سلطنت سے اگر تمثیل دون تو کہہ سکتا ہون کہ حضرت عیسیٰؑ کی مثال بنگال کے ایک باغی کی تھی اور حضرت محمدؐ کی قندھار کے ایک حملہ آور کی! اس لئے اول الذکر رومی والی ٹائبیریس کے قبضہ مین تھے اور موخر الذکر ہرقل کے قبضہ کے ہاتھون سے دور، آنحضرتؐ نے جب ہرقل کو خط لکھا تو اس نے نرم ومصلحت آمیز جواب دیا، لیکن دوسری طرف حضرت عیسیٰؑ تھے جو ہمیشہ حکومت کی اطاعت کرتے رہے،

سخت ترین سزا کے مستحق سمجھے گئے؛ حضرت عیسیٰؑ اگرچہ آنحضرتؐ سے کم نقصان دہ تھے لیکن چونکہ ان کو آسانی سے پا لیا گیا اس لئے وہ مظالم کا شکار ہوئے؛ انھون نے قیصر کے سامنے وہی چیز پیش کی جو اس مین تھی اور مصلوب ہوئے، لیکن آنحضرتؐ کے جانشینون نے قیصر کے صوبے لے لئے؛ پس یہ اختلاف ان کی ذاتون سے وابستہ نہ تھا، بلکہ حکومت سے مختلف تعلقات پر منحصر تھا،،

،،کوئی شخص بھی اس بات سے انکار نہین کرسکتا کہ اگر آنحضرت صلعم حضرت عیسیٰؑ کی جگہ ہوتے تو یقیناً وہ بھی مصلوب ہوتے، کیونکہ جب انھون نے تبلیغ کا کام شروع کیا تو اپنی جان ہتھیلی پر لئے تھے؛ اور آپ کو حضرت عیسیٰؑ سے کہین زیادہ خطرات کا سامنا تھا، کیونکہ آپنے اپنا فرض ان وحشی قبائل مین شروع کیا جو حکومت روم کے متمدن لوگون سے زیادہ خوفناک، انتقام پسند، خونخوار اور بدخو تھے۔ آپنے ابتدا مین بہت کم کامیابی بھی حاصل کی، چنانچہ ابتدائی تین سالون کا نتیجہ صرف تیس اشخاص تک محدود تھا، (اور یہ حضرت عیسیٰ کی تمام مدت تبلیغ ہی) ساتوین سال حالت نازک ہوگئی؛ مکہ والون نے اس جماعت سے اپنے تمام تعلقات منقطع کرلئے اور اگر وہان کے حالات بھی فلسطین جیسے ہوتے تو آپ کا خاتمہ زیادہ حسرت ناک ہوتا؛ جس چیز نے اسلام اور اس کے بانی کو بچا لیا، وہ عرب کے قبائل کی سیاسی خانہ جنگیان، اور حکومت روم سے دوری تھی، اور انھی چیزون نے اہل یثرب کو اس بات پر تیار کردیا کہ جس شخص کو اہل مکہ نفرت کی نظر سے دیکھتے ہون اور جس کے خون کے پیاسے ہون، اس کو عزت سے لاکر، اپنی تمام دولت محبت اوس پر نثار کردین؛ محمدؐ نے دنیاوی کامیابی بھی حاصل کی، لیکن یہ صرف واقعات وحالات کی بنا پر تھا، ورنہ اگر وہ ایسے حالات و واقعات مین نہ ہوتے تو دنیا کا کوئی گوشہ بھی ان کے لئے مامن نہ ثابت ہوتا؛ پھر کیا اگر حضرت مسیح ایسے حالات مین ہوتے تو وہ ایک ،،حکومت ارضی کے قیام مین کامیاب نہ ہوتے؟ ہوتے اور یقیناً ہوتے اور اگر رومی حکومت بیٹر کی تیغ بران کو نہ روکتی تو آج حواریین تخت حکومت پر جلوہ افروز نظر آتے،،

،،پس ہم دیکھ چکے کہ دونون کا طریق عام یکسان تھا اور یہ عام عیسائی اعتراض کا ایک اٹل جواب ہے کہ

مجرد روحانیت سے زیادہ مادیت کے متلاشی تھے، اور عیسائیت صرف اپنی خوبیون کی بنا پر پھیلی اور اسلام زورِ شمشیر عام ہوا، واقعہ یہ ہو کہ صورت حالات اس کے بالکل متضاد تھی، اسلام کہتا ہو "اسلام یا جزیہ" لیکن دوسری طرف مسیحیت کا اعلان ہو "مسیحیت یا موت" چنانچہ اسلام کے ابتدائی فاتحین اور مشرق وسطیٰ کی تبدیل مذہب کی تاریخ اس کی شاہد ہو، چنانچہ صدیون تک اگرچہ اسلامی فتوحات کا سیلاب بڑھتا رہا لیکن تبدیل مذہب کا کوئی سوال سامنے نہ آیا، لیکن بعد مین اسلام نے بھی وہی صورت اختیار کر لی جو اس سے سات سو سال قبل مسیحیت، حکومت روم کے مغربی صوبون مین کر چکی تھی، تاہم یہ بات قائم رہ گئی کہ اگرچہ دونون ایک ہی حالات مین بڑھے لیکن مختلف صورتین اختیار کر لین"

"کیا دونون بانیان مذہب کی تعلیمات اور ان کی حیات ہم کو یہی بتاتی ہین، یا یہ دونون جماعتون کے لوگون کے افسانے تھے؟ دونون گروہون کا قاعدہ ہو کہ وہ مخالف جماعت کے بدترین کارنامون کو ایک طرف اور اپنی بہترین تعلیمات کو دوسری طرف رکھکر مخالف کی صف پر حملہ کرتے ہین، اور یہ ایک ایسا ہتھیار ہو جس کی کاٹ کا کوئی جواب نہین"

"لیکن کیا اس سوال کا جواب بھی یہی نہین ہو کہ حالات و واقعات نے ان سے یہ سب کچھ کرایا، مثلاً اگر دوسری اور تیسری صدی عیسوی کے بہترین حالات کے بعد ۱۶۰۰ء کے بدتر حالات یا ۱۹۱۰ء کے بدترین واقعات رونما ہوئے اور انھون نے مسیحیت کو مغرب کی مادی ترقی کا سیاہ داغ لگا دیا، تو یہ سب کچھ حالات و واقعات پر منحصر تھا، اسی طرح اسلام کے زوال کے اسباب بھی پیش کئے جا سکتے ہین"

مصری اخبارات

تمدن جدید مین صحافت ایک بڑی طاقت ہو، یورپ نے اس سے جو مختلف کام لئے ہین وہ سب پر ظاہر ہین، مصریون مین سب سے پہلے قومیت کے بانی مصطفےٰ کامل پاشا نے اس اہمیت کو سمجھا اور اللواء کے ذریعہ اس کی تبلیغ شروع کی چنانچہ ایک عرصہ قلیل ہی مین اللواء تمام عالم

اسلامی کا ایک اہم ترین روزنامہ بن گیا، پھر اس کے ساتھ Egyption Standard (انگریزی) اور Standard Egyption (فرنچ) مین روزانہ نکلنے لگے، اس وقت سے اخبارات کی تعداد برابر بڑھتی گئی، اور اس وقت اس چھوٹے سے ملک سے ۹۰ اخبارات شائع ہو رہے ہین، ان مین سے ۱۲ فرانسیسی مین، ۴ انگریزی مین، ۴ اطالوی زبان مین، ۸ یونانی مین ۳ ارمنی مین، ۱ مالٹی زبان مین، ۱ فرنچ و عربی، ۱ عبرانی و عربی، ۱ فرنچ و اطالوی، ۱ فرنچ و انگریزی اور باقی ۴۵ عربی مین ہین؛

عربی اخبارات مین مندرجہ ذیل صحائف قابل ذکر ہین؛:-

الاہرام ۱۸۷۵ء مین قائم کیا گیا، یہ مصری کا سب سے بڑا حامی ہے تمام عربی اخبارات سے اسکے ذرائع خبر مکمل ترین ہین؛

المقطم ۱۸۸۸ء سے نکلتا ہے؛

الاخبار ۱۸۹۶ء سے شائع ہوتا ہے؛

المحروسہ ۱۸۸۰ء سے نکل رہا ہے؛

وادی النیل ۱۹۰۸ء سے شائع ہوتا ہے؛

البشیر، ۱۸۹۲ء سے وجود مین آیا ہے، یہ تجارتی اخبار ہے،

الوطن، ۱۸۷۶ء سے نکل رہا ہے؛

مصر، ۱۸۹۱ء سے شایع ہوتا ہے،

الافکار ۱۸۹۸ء

الامتہ، ۱۹۱۵ء

المنیر ۱۹۰۶ء

نظام، ۱۹۰۹ء

اللواء ۱۹۰۷ء

فرنچ زبان کے اخبارات

لالیبرٹی (LA LIBERTY) ۱۹۲۱ء سے شائع ہوتا ہے بیچ میں بند ہو گیا تھا لیکن اب پھر نکلتا ہے۔ ایجپشینی (EGYPTIENE) ۱۸۹۶ء میں قائم ہوا۔ پروگریس ۱۸۹۱ء سے نکلتا ہے۔ لاریفارمے (LAREFORME) فرانسیسی مفاد و اغراض کا حامی ہے۔ لاجرنل ڈوکیرو (LA JAR.DECAIRO) ۱۸۹۹ء سے شائع ہوتا ہے۔ لاڈلٹا (LADELTA) ۱۹۱۱ء اور یہ لاریفارمے کا نقش ثانی ہے۔ لاویراٹیٹے (LA VERITE) ۱۸۹۳ء سے نکلتا ہے۔ اور لارلولو ایجپشنی (LAREVIEWEGYPTIENE)

اطالوی زبان کے اخبارات

لی امپرزیلی (L'IMPERZIOLE) ۱۸۹۱ء سے شائع ہوتا ہے۔ مسجرو ایجی زیانو (MESSEGERO EGIZIONO) ۱۸۷۸ء سے نکلتا ہے۔ اور لی رومہ (LEROME) ۱۹۱۰ء سے نکل رہا ہے۔ یہ تمام کے تمام، اطالوی اغراض کے وکیل ہے۔

یونانی زبان کے اخبارات

لاکیرن (LA KAIRON) ۱۸۷۳ء سے نکلتا ہے۔ لی کرونوس فاس (LECHRONOS PHOS) ۱۸۹۰ء سے، ثانی (TANEA) ۱۹۱۱ء سے۔

یہ تین اخبار یونانی شہنشاہت کے خلاف ہیں اور لی افیمرس (L'EPHIMORUS) اور لی ٹیلیگرافس (LETELEGRAPHES) جو ۱۹۱۰ء اور ۱۸۸۲ء سے علی سراست ہما نکلنا شروع ہوئے ہیں، شہنشاہت کے حامی ہیں۔

فارسی، ترکی اور جرمنی اخبارات

چہرہ نامہ، فارسی میں نکلتا ہے۔

الاجتہاد، کو ڈاکٹر عبداللہ جادید اور سرپرستی کو مولانا زادہ رفعت بے ترکی میں شائع کرتے ہیں، جرمنی زبان میں ۱۹۱۴ء سے نکل رہا ہے (مسلم اسٹینڈرڈ)

اخبار علمیہ

سنہ ۱۹۲۱ء کا نوبل پرائز متعلق کیمیا اکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر ساڈی کو ملا تھا، سنہ ۲۲ء کا اسی فن کا انعام کیمبرج یونیورسٹی کے پروفیسر آسٹن کو ان کی کیمیائی اکتشافات کی بنا پر دیا گیا ہے،

×

سنہ ۱۹۲۱ء کا نوبل پرائز متعلق طبعیات، پروفیسر انسٹین کو عطا کیا گیا تھا اور سنہ ۲۲ء کا پروفیسر نامی بوہر کے ہاتھ آیا ہے،

سنہ ۱۹۲۲ء کے نوبل پرائز متعلق ادبیات کی فال اسپینی مصنف جسنتو بنی ونتو کے نام پر نکلی ہے، یہ ۱۰۰۰۰ پونڈ کا انعام ہے،

سرایم، وسوساریہ ال انڈیا سائنس کانگریس کے جو اس مہینہ کے دوسرے ہفتہ مین لکھنو مین منعقد ہوئی تھی صدر تھے ۔

بریگیڈ جنرل پریرہ جنوری سنہ ۱۹۲۱ء مین پیکن سے ۰۰۰،۷ میل طے کر کے ۴ دسمبر سنہ ۲۲ء کو کلکتہ پہونچے ہین، انھون نے تقریباً نصف مسافت پیدل طے کی ہے؛

برطانوی حکومت کی جو نمائش آئندہ سال لندن مین ہونیوالی ہے اس کے ہندوستانی حصہ کی عمارت کے لئے ۱۱۲۰۰۰ پونڈ دئے گئے ہین؛

ہندوستان کے تاریخی کاغذات کے کمیشن کا جو پانچوان اجلاس وسط ماہ مین ہوا تھا، اسکا افتتاح لارڈ لیٹن نے کیا تھا، کمیشن کے سکرٹری مولوی عبد العلی الیف، آر، ایس، ای، ایم، اے نے جوان کاغذات کے ناظم بھی ہین، ان تاریخی نسخون کی، جو خطاطی کی حیثیت سے کوئی خاص خوبی رکھتے ہین، نمائش کی تھی؛

بمبئی کی زنانہ یونیورسٹی نے حال مین، اپنی اس عمارت کی رسم افتتاح انجام دی ہے، جوان طالبات یونیورسٹی کے لیے بنائی گئی ہے جو ایام تعطیل مین یہان آکر اجتماعی زندگانی بسر کرنا چاہتی ہین؛ یونیورسٹی مذکور عنقریب ایک مستقل دار الاقامہ بھی بمبئی مین تعمیر کرانے والی ہے؛

برزلین کے ایک نوجوان سائنس دان الکٹیومیلکس بڈرد نے ایک ایسا طریقہ ایجاد کیا ہے جس سے حبشی بے تکلف، گورے بن سکتے ہین؛ وہ ایک ہاتھ یا پیر سے ایک نالی کے ذریعہ خون نکالتا ہے، اس کو صاف کرتا ہے، اور دوسرے ہاتھ یا پیر کے ذریعہ بدن مین ایک دوسری نالی سے داخل کرتا ہے، رنگ کی اس تبدیلی مین تقریبًا ایک مہینہ صرف ہوتا ہے،

آجکل ایک عجیب قسم کی گھڑی بنائی جارہی ہے، جس مین، ریڈیم کا ایک چھوٹا سا ذرہ رکھدیا جائیگا، جسکی وجہ سے وہ کسی چابی کے بغیر ایک ہزار سال تک یون ہی چلتی رہیگی؛ ابھی تک اس مین پوری کامیابی حاصل نہین ہوئی ہے، لیکن امید کیجاتی ہے کہ بہت جلد تمام مشکلات دور ہو جائینگی؛

رائل کالج آف فیزیشین نے اس سال، ۱۱۲ اشخاص کو طبابت کی سند دی ہے، اس مین ۶ ہندوستان اور ۲ سیلون کے بھی ہین؛

کلکتہ میں کالا آزار سے جو اموات گذشتہ تین سالون میں ہوئی ہیں، وہ تدریجی ترقی دکھاتی ہیں:-

سنہ	مریض	اموات
۱۹۱۹ء	۴۷۷	۱۰۹
۱۹۲۰ء	۵۸۰	۱۶۲
۱۹۲۱ء	۶۴۵	۲۰۴

ایک اور خاص بات جو اس طرف دیکھی گئی ہے وہ یہ ہے کہ یہ مرض ہندوستانی عیسائیون، غیر ایشیائی قومون اور اینگلو انڈین لوگون میں بڑھتا جاتا ہے۔



صوبہ متحدہ کے محکمۂ زراعت کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ سال تقریباً ۴۰۰۰۰ ایکڑ زمین میں، پوسا کا گیہون بویا گیا تھا، اور اس کی وجہ سے کاشتکارون کو تقریباً پندرہ روپیہ فی ایکڑ یا ۶۰۰۰۰۰ روپیہ کا مزید فائدہ ہوا، اور اگر جدید طریقہ سے کاشت کیجاتی تو اس سے زیادہ کی امید تھی۔

پنجاب میں ۶۰۰۰۰ ایکڑ میں یہ گیہون بویا گیا اور اس صوبہ سے بہتر ثابت ہوا، ۱۹۲۱ء کی شاہی زرعی نمائش، سڈنی میں، ۱ ول دو انعامات اسی گیہون کو ملے تھے،



اس سال کنیڈا کی کاشت ہمیشہ سے اچھی ہوئی ہے، اس سال تمام اجناس ۲۰۰۰۰۰۰ بوشل پیدا ہوئے ہیں جو گذشتہ سال سے ۱۰۰۰۰۰ بوشل زیادہ ہیں۔



۳۱ مارچ ۱۹۲۱ء تک ۳۷۰۲۹ میل ریل کی سڑکین ہندوستان میں تھین، ان میں سے ۲۶۸۸۹، سرکاری، ۴۲۹۴ مختلف ریاستون کی اور ۴۶۲۴، کمپنیون کی ملکیت ہیں؛ ان میں کام کرنیوالون کی مجموعی

تعداد ۷۵۱،۵۲ ہی جس مین،

یورپین ۶۹۰۱ انیگلو انڈین ۱۱۶۹۹ اور ہندوستانی ۲۳۱۵۲، مین ہی

اسٹیریا مین ٹین، بکس اور زیورات کے بنانیکا نیا طریقہ ایجاد کیا گیا ہی، یعنی یہ چیزین موٹے کاغذ اور کارڈ بورڈ سے تیار کیجاتی ہین اور بازارون مین بہت مقبول ہو رہی ہین،

برطانوی حکومت کی نمائش کی شرکت کیلئے جو آیندہ فروری مین لندن مین ہوگی، ۵۰۰۰ دعوت نامے ہندوستان اور سٹیٹ سٹلمنٹ کو بھیجے گئے ہین،

ڈاکٹر او، الیف، رنیسہولڈ (میپل وڈ) نے کراسن کے تیل کو منجمد کرنے کی ترکیب معلوم کی ہی، اس منجمد تیل کو آدمی جیب مین رکھکر جہان چاہی برف کے ٹکڑے کی طرح لیجا سکتا ہی اور جب ضرورت ہو، اس کو پگھلا کر یا پانی مین ڈال کر لیمپ روشن کر سکتا ہی، اور اگر کوئی لیمپ بھی موجود نہ ہو تو خود اسی ٹکڑہ کو روشن کیا جا سکتا ہی جو موم بتی کی طرح جلیگا،

گلیڈس پورشیا نامی عورت نے یہ کمال پیدا کیا ہی کہ وہ صرف اپنے اوپر کے دانتون پر اپنے تمام جسم کا بار برداشت کر لیتی ہی، اور ایک منٹ تک وہ اس توازن کو قائم رکھتی ہی،

کاہل الوجود اشخاص کیلئے جو صبح کو اٹھکر آگ سلگانا پسند نہین کرتے، ایک فرانسیسی نے ایک گھڑی ایجاد کی ہی، جو تیزابی چولھے کو خود بخود روشن کر دیتی ہی، اور جس وقت گرم پانی چاہین ملسکتا ہی،

توام لڑکون کے متعلق جو ایک دوسرے کے جسم سے جدا نہ ہو سکتے ہون، یہ بات ثابت ہو چکی تھی کہ ان کے ظاہری حرکات، تمامتر ایک ہوتی ہین، اور ایک دوسرے کا حال ان کو فوراً معلوم ہو جاتا ہی، کہ سونے بیٹھنے، چلنے، یا کام کرنے مین، دوسرے کو کچھ تکلیف نہین ہوتی، اب ڈاکٹر گیسل نے مختلف تجربون کی بنا پر یہ ثابت کیا ہی کہ ان کے نفسی حالات بھی تقریباً ایک ہی ہوتے ہین، چنانچہ انھون نے دو توام لڑکیون کو جو باہم ملی ہوئی تھین، بلاکر دو طرف منہ کرا کے بٹھایا اور دونون سے نقوش و تصاویر بنانے کو کہا، دونون نے بعینہ ایک ہی قسم کی تصویرین اور نقوش بنائے :

نیویارک شہر کے ایک محلہ مین برسون کی محنت اور ۱۵۰۰۰۰۰ ڈالر کے خرچ سے، آتش زدگی کی اطلاع دینے کی نئی ترکیب ایجاد کی گئی ہی، اس ذریعہ سے اطلاع صرف ۱۰ سکنڈ مین مرکزی اسٹیشن سے ہوتی ہوئی مطلوبہ اسٹیشن تک پہونچ جائیگی،

اہرام مصر جن کو جیوپس نے تیار کرائے تھے، ۳۵۰۰۰۰ آدمیون کے بست سالہ محنت کے نتائج ہین،

دنیا کی سب سے بڑی مصنوعی جھیل مصر مین ہی، اس کا دائرہ ۶۷۰۰ فرلانگ ہی،

تاج محل کی تعمیر مین ۳۰۰۰۰۰ پونڈ صرف ہوئے تھے، اور ۲۰۰۰۰ آدمیون نے ۲۲ سال تک کام کیا تھا

بعلبک (شام) کے مندر مین، ۶۲ فٹ لمبے، ۲۰ فٹ چوڑے اور ۱۵ فٹ موٹے پتھر لگائے گئے ہین، انسانی قوتین کبھی بھی ان سے زیادہ بڑے پتھرون کو کام مین نہین لاسکی ہین،

دیوارِ چین ۱۲۳۰ میل لمبی اور ۲۰ فٹ بلند ہی، جڑ مین ۲۵ فٹ چوڑی ہین اور اوپر کی چوڑائی ۱۵ فٹ ہی،

پیرس کا ایفل ٹاور، دنیا کا بلند ترین مینارہ ہی، اس کی بلندی ۹۸۰ فٹ ہی، یہ اس جگہ بنایا گیا ہی جہان ۱۸۸۹ء مین نمائش ہوئی تھی،

سیسہ کے کام کرنے والون کو اکثر اس کے زہر کا شکار ہونا پڑتا ہی، اس کا برادہ، یا دھوان سانس کے ذریعہ پھیپھڑون تک پہونچکر ان کو مسموم کر دیتا ہے،

پیرس کا ایفل ٹاور ریڈیو اسٹیشن، وہ تمام انتظامات کر رہا ہی جن کے ذریعہ وہ تمام دنیا کو، دن مین تین مرتبہ موسم کے حالات سے واقف کر سکیگا،

اڈنبرا، یونیورسٹی کے مشہور ماہر کیمیات ڈاکٹر الکزنڈر کرم برون کا ۸۵ سال کی عمر مین انتقال ہوا، انھون نے تقریباً ۵۰ سال تک یونیورسٹی مین خدمات انجام دی تھین اور تمام دنیا مین اپنے فن کے مستند استاد تسلیم کئے جاتے تھے،

مجلس اقوام کی یونین، نے سینٹ البنس مین دنیا کی ۵۲ اقوام کی مصنوعات کی نمائش گذشتہ نومبر مین کی تھی،

حال مین جنوبی آفریقہ مین، ایک نئی یونیورسٹی قائم کی گئی ہے۔

روسی انقلاب کے بعد سے اس وقت تک ۱۵۰۷۲،۷۱۸ آدمی مارے جا چکے ہین ان کی تفصیل یہ ہی؛

بشپ	۲۸
پادری	۳۱۵
پروفیسر اور مدرسین	۶۷۷۵
ڈاکٹر	۸۸۰۰
فوجی افسر	۵۴۰۰۰
سپاہی	۲۶۰۰۰۰
پولس افسر	۱۰۰۰۰
پولس سپاہی	۴۸۵۰۰
زمیندار	۱۲۹۵۰
تعلیم یافتہ اور متوسط درجہ والے	۳۵۵۲۵۰
کسان	۸۱۵۱۰۰
	۱۵۰۷۲،۷۱۸

بورنیو مین ایک قسم کا مکڑہ پایا گیا ہی جو چھوٹی چھوٹی چڑیون کو اپنے جال مین پھنسا کر ان کے گوشت پر زندگی بسر کرتا ہی؛

سرے (انگلستان) مین ایک دیہات کے آثار پائے گئے ہین، اس کے متعلق ماہرین اثریات کا خیال ہی کہ عہد حجری کا دیہات ہی؛

ڈاکٹر لینگ مین (جرمنی) نے حال مین ایک ۲۰ سالہ گھوڑے پر عمل جراحی کر کے اُس کے غدود نکالڈالے اور اب وہ ایک دہ سالہ گھوڑے کی طرح نظر آتا ہے؛ اب وزارت زراعت دوسرے جانورون پر بھی اسکا تجربہ کر رہی ہے؛

دنیا کا سب سے بڑا سکہ تانبے کا ایک سکہ ہے جو ۱۰ انچ مربع ہے، اور اس کا وزن ½ ۶ پونڈ ہے،

انگلستان کے سب سے زیادہ با اثر اور مشہور اخبار ٹائمس کو جو لارڈ نارتھ کلف کی ملکیت تھا، مسٹر جان والٹر نے خرید لیا ہے؛

انسائکلوپیڈیا برطانیہ کے جدید اڈیشن مین ہندوستان کے بعض اکابر کے نامون کا بھی اضافہ کیا گیا ہے؛ مثلاً ڈاکٹر ٹیگور، مسٹر گاندھی، سر این، این بنرجی، آغاخان، مسٹر گوکھلے وغیرہ، اس حصہ کو مسٹر ایف، ایچ، براؤن اور مسٹر کاٹن نے مرتب کیا ہے؛

بے تار کی تار برقی نے یہان تک ترقی کی ہے، ایک شخص جہاز پر شہر سے سیکڑون میل دور رہکر بھی بہترین ڈاکٹرون کی ہدایات حاصل کر سکتا ہے؛

ادبیات

کلام شاد

حضرت شاد عظیم آبادی، اب طرز کہن کے اساتذۂ سخن اور کملائے فن، مین تنہا رہ گئے ہین حقیقت یہ ہو کہ وہ اس دور مین سخنوران اردو، اور ذوق شناسان ادب ہند کی بزم مین صدر کی حیثیت رکھتے ہین، جس زمانہ مین مخزن کا اوج شباب تھا اور اردوے معلّی زندہ تھا، وہ اسی حیثیت سے یاد کئے جاتے تھے، مگر اب مدت سے وہ اس طرح خلوت نشین ہین کہ لوگون نے ان کو جیتے جی مردہ سمجھ لیا، یہان تک کہ دو مہینے ہوئے کہ لاہور کے ایک ادبی رسالہ نے ان کو "مرحوم" لکھدیا، شاد ہماری دنیا سے ناشاد جب ہی رخصت ہو جائین، لیکن ان کی روح ان کے قالب سخن مین رہ کر یقیناً زندۂ جاوید رہیگی، ہم اپنے ایک عظیم آبادی دوست کے ممنون ہین کہ اونھون نے **معارف** مین اس زندۂ جاوید نسخہ کی ایک فرد بھیجی ہی جو ہدیۂ ناظرین ہی،

اسی سلسلہ مین یہ خبر بھی مسرت سے سنی جائیگی کہ دیوان شاد ترتیب پاکر جامعہ ملیہ پریس علی گڈہ مین زیر طبع ہی،

هم سے نہ حق ادا ہوا، عشق کرشمہ ساز کا — شکوہ کرین تو کیا کرین، جان بہانہ باز کا
قصۂ ہجر تا کجا، تھک بھی چکی میری زبان، — ہو بھی تو خاتمہ کہین اس گلۂ دراز کا
ہو گی جب اپنی آنکھ بند، آئیگا وہ بھلی کہی — دیکھ سکا نہ جو سمان، دیدۂ نیم باز کا
بوسۂ سنگ آستان مل نہ سکا ہزار حیف — آگے قدم نہ بڑھ سکا، ہمت سرفراز کا
اے دل مضطرب ٹہر، وقت سوال بھی تو ہو — ہم کو بھی نام یاد ہے، اپنے گدا نواز کا

جلوۂ حسن کی طرف، دیکھ تو کچھ پتا چلے
جانے دے، ولولہ نہ پوچھ، عاشق پاکباز کا

پیر مغان کے معجزے دیکھ چکے ہو واعظو!
تم نہ پیو جو مے تو خیر، حکم تو دو جواز کا

بار سبو وہی اٹھائے جس پہ ہو فضل مئے فروش
زاہد خشک یہ بھی کیا، بوجھ ہی جانماز کا

خوش تو ہین ذکر حشر سے منتظران سادہ لوح
ہو نہ کرشمہ یہ کسی دلبر حیلہ ساز کا

آئے اگر عروس دہر، بھول کے میکدے مین اب
کہہ دو یہ صومعہ نہین، زاہد پاکباز کا

اسکی گلی مین دو قدم بھی نہ بڑھے تھے اہل شوق
بھول گیا ابھی سے دم نالۂ عرش تاز کا

ان کے پیام کا جواب کس نے کہا کہ نالہ ہے
کوئی علاج کیا کرے، ایسے زبان دراز کا

دیر سے منتظر ہین وہ، عذر تو کر خدا کو مان
جان بلب رسیدہ آہ، کون محل ہی ناز کا

خاک بہت سی چھان کر دشت و جبل سی ہم پھر آئے
شاد پتا ملا نہ آہ، قافلۂ حجاز کا

حیات جوش

جناب شبیر حسن صاحب جوش ملیح آبادی

دیر سے منتظر ہون مین، بیٹھ نہ یون حجاب مین
تارونکی چھاؤن ہی در آ، میری دل خراب مین

کس سے کہون مین داستان، طول شب فراق کی
جاگ رہا ہون ایک مین، سارا جہان ہی خواب مین

اشک فراق شمع ہی، بزم نشاط حسن کی
شبنم تازہ کھنچ گئی، صبح کو آفتاب مین

توڑ دے قلعہ خاک کا، فتح تو کر لے قصر تن
ہوگا نہ یون تو کامیاب، شیوۂ بوتراب مین

ساقی دلنواز نے بہر نظام انجمن
ہم کو کیا ہی ہوشیار، میکدۂ شباب مین

بستۂ زلف ماسوا! تیری نگاہ تشنگی،
ڈھونڈھ رہی ہی چشمۂ آب بقا سراب مین

یون تو حریم ناز مین کتنی ہی دل ہوئے تھے پیش
حکم شکستگی ہوا، میرے ہی دل کے باب مین

بزم طرب مین جوش اگر لحن سی مین غزل پڑھون
پردون سی لو نکل پڑے آگ لگے رباب مین

باب التقریظ والانتقاد

اخبار الاندلس

وہ قطعۂ ارض جہان اسلام کا آفتاب چہ سو برس تک چمک کر ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا، دنیا کے تینتیس کروڑ انسانون کیلئے مایۂ عبرت ہی لیکن اس سے زیادہ عبرتناک واقعہ یہ ہی کہ جہان اس قطعۂ ارضی کی تقریبًا پچاس لاکھ مسلمان مخلوق فنا ہو گئی، وہان اس کے ساتھ اس کی شاندار تاریخ کے اوراق بھی بادصرصر کے جھونکے سے یہان وہان منتشر ہو گئے، عربی زبان کا تاریخی سرمایہ حیرت انگیز طور سے وسیع ہی لیکن مقام حسرت ہی کہ اس مین **اندلس** کی مکمل اور مفصل تاریخ کی کوئی کتاب اب موجود نہین، یا اگر کسی قدیم کتبخانہ کے گوشۂ عزلت مین موجود ہی تو وہ ہماری بیتوجہی اور انداز تغافل پر نوحہ خوان ہے،

اب عربی زبان مین اندلس کی سب سے بڑی اور مفصل تاریخ جو کچھ موجود ہی وہ **نفح الطیب** کی چار ضخیم جلدین ہین، لیکن یہ سنکر افسوس ہو گا کہ نوین صدی کے آخر مین لکھی گئی ہی اور اس کا آخری ورق اس وقت لکھا گیا ہی جب مسلمانون کا آخری قافلہ غرناطہ کی دیوار کے نیچے سے کوچ کر رہا تھا، اس کتاب کا بڑا نقص یہ ہی کہ مقفی مسجع فقرون، فضول اور حشو عبارتون تکلف اور آورد کے الفاظ مین اصل سررشتۂ سخن گم ہو ہو جاتا ہی، مضمون کے صفحے پڑھتے جائے تو چند سطرین کام کی ہاتھ آتی ہین، اس کے علاوہ مسلسل تاریخی واقعات کی کڑیان اس مین نہین ملائی گئی ہین،

نفح الطیب کے علاوہ اندلس کی تاریخ کا عربی مین جو سرمایہ ہی اور جو بیشتر یورپ مین چھپ گیا ہی اور الحمد للہ کہ اس کا اکثر حصہ دار المصنفین کے کتبخانہ مین موجود ہی وہ الگ الگ خانوادہائے سلطنت کی تاریخین یا علما اور شعرا کے تذکرے ہین جو مسلسل سیاسی تاریخ کا کام نہین دے سکتین، البتہ ابن خلدون اس سے

مستثنیٰ ہے،

یورپ مین متعدد مستشرق علمائے اسلامی اندلس کی مفصل تاریخ لکھی ہی، اور اس درد اور محبت سے لکھی ہو کہ کبھی یہ گمان ہونے لگتا ہی کہ ہمارے عیسائی دوستون کو مسلمانون سے زیادہ اندلس کی تباہی کا ماتم ہی، ان ہمدرد مصنفین مین سے پروفیسر ڈوزی، کانڈی، اور اسکاٹ کی تصنیفات خاص طور سے پسندیدہ ہین جنھون نے عربی اور اسپینی کتابون سے اپنا سرمایۂ معلومات حاصل کیا ہی، انھین کتابون کی مدد سے بعض انگریزی دان اہل علم نے اردو زبان مین اندلس کی تاریخ تالیف اور ترجمہ کی ہی، اس سلسلہ مین سب سے بڑی کتاب نواب ذوالقدر جنگ کی خلافت اندلس ہی، کانڈی کی مختصر کتاب کا ترجمہ مولوی سید عبدالغنی صاحب مرحوم بہاری نے کیا ہی، اور اب ہمارے پیش نظر ایس پی اسکاٹ کی تاریخ اندلس مترجمہ منشی خلیل الرحمان صاحب ہی،

منشی محمد خلیل الرحمان صاحب (متوطن سرادہ ضلع میرٹھ مقیم لاہور) ایک خاص حیثیت سے قابل مبارکباد ہین، یہ ان خوش قسمت لوگون مین ہین جو ملازمت کی پابندیون کے باوجود علمی خدمات مین مصروف رہتے ہین، اور اس سے زیادہ خوش قسمتی یہ ہی کہ موصوف نے اپنے نوجوان فرزندون کو بہترین تعلیم دلاکر انکو بھی قوم و ملک کے علمی خدمتگذارون کی صف مین داخل کر دیا ہی، ان کے ایک صاحبزادہ پروفیسر نعیم الرحمان ایم اے مدراس یونیورسٹی میں عربی و فارسی کے پروفیسر ہین اور اردو کی ترقی مین وہان کوشان ہین اور ابھی حال مین اپنے بزرگ والد ماجد کی تقلید مین "دولت موحدین" نام ایک کتاب عربی سے ترجمہ کی ہی، دوسرے صاحبزادہ جمیل الرحمان ایم اے جامعہ عثمانیہ مین اسلامی تاریخ کے معلم ہین اور تاریخ اسلام پر ان کے اکثر مضامین و تراجم اردو رسالون مین شایع ہوا کرتے ہین اور تیسرے صاحبزادہ معتمد ولی الرحمان صاحب بی اے فلسفہ کا ذوق رکھتے ہین ان کے بعض فلسفیانہ مضامین معارف مین اور انگریزی رسائل مین نکل چکے ہین،

ہم نے اس ضمنی واقعہ کو طول اس لئے دیا کہ ہم مین ایسے خاندان کی تقلید کا شوق پیدا ہو، اور ہم سمجھین کہ ہمارے نوجوان اپنی اعلیٰ تعلیم سے ملک و ملت کی کیونکر خدمت انجام دے سکتے ہین،

منشی محمد خلیل الرحمان صاحب کو اندلس کی تاریخ سے بے انتہا ذوق ہو اور جیسا کہ انھون نے کبھی ہم کو لکھا تھا انھون نے اس ملک کی تاریخ کا تمام ممکن الحصول سرمایہ جمع کیا ہی، نفح الطیب کی تلخیص اور اس کو حشو وزوائد سے پاک کر کے مسلسل تاریخ کی صورت مین بعض علمائے یورپ نے اپنی زبان مین کر دیا ہے، منشی صاحب نے اس کا ترجمہ اردو مین کیا اور انجمن ترقی اردو نے اس کو اپنی طرف سے شائع کیا اس کے بعد انھون نے اسکاٹ کی مفصل ترین تاریخ اندلس کا ترجمہ شروع کیا، اور اس کو جزء جزء کر کے ماہوار چھاپکر شائع کیا، اور اب ایک پوری جلد اخبار الاندلس کے نام سے ۶۲۰ صفحات مین چھپکر تمام ہوئی ہے،

ان ۶۲۰ صفحون مین چودہ ابواب ہین، جن مین سے پہلے سات بابون مین اعراب[۱] قدیمہ، اسلام[۲] کا ظہور، ملک[۳] مغرب کی تسخیر، خاندان[۴] وزیگاتھ کی سلطنت، اسپین[۵] پر حملہ اور فتح، زمانۂ[۶] امارت، بادشاہت[۷] اندلس کا مستقل قیام، کا بیان ہی، باقی سات ابواب مین صرف اموی خاندان کے بادشاہون کی تاریخ عبدالرحمان اوّل سے لیکر ہشام ثانی تک لکھی گئی ہی، اس سے اندازہ ہو گا کہ تاریخ اندلس کا ابھی کتنا بڑا انبار آئندہ جلدون کے لئے باقی ہے،

اسکاٹ نے اس کتاب کی تالیف مین پورے بیس برس صرف کئے ہین، اور خاص اندلس جا کر رہا ہی اور وہان کے رسوم و عادات اور حالات کا بچشم خود مطالعہ کیا ہی، عربی اور اسپینی اور دوسری تمام یورپین زبانون کے خرمنون سے اس ملک کے اسلامی تعلقات و واقعات کا سرمایہ دانہ دانہ فراہم کیا ہی، ایسی کتاب کے ترجمہ کے لئے ہم جس قدر ممنون ہون کم ہی، اگر صرف وہ نفس ترجمہ ہی تک اکتفا کرتے تو بس تھا، مگر اس سے زیادہ کرم انھون نے یہ کیا ہی کہ ترجمہ مین جابجا مفید حواشی و تعلیقات اضافہ کئے ہین، جن سے یہ ترجمہ اور بھی زیادہ کارآمد اور مفید بن گیا ہے،

ترجمہ صاف، سلیس اور رواں ہے، اصل مصنف گو منصف سہی مگر عیسائی تھا، اس لئے تعصب سے یا جہالت سے اسلام کے متعلق بعض فاش غلطیان کی ہین یا اعتراضات کئے ہین، مترجم نے حواشی

مین ان کے جوابات دئے ہین، اسی سلسلہ مین ہم کو مترجم سے اختلاف بھی کرنا ہو کہ انھون نے صفحہ ۱۰۵ مین اصل مصنف کے بارہ صفحات ترجمہ مین اس لئے چھوڑ دئے ہین کہ اس نے ان مین قرآن مجید، کعبہ مکرمہ، وغیرہ کی نسبت بے سروپا باتین لکھی تھین، لیکن ہمارے خیال مین ان کا ترجمہ بھی ضروری تھا، تاکہ مسلمانون کو یہ نظر آئے کہ ہمارے ہمدرد اور دوست یورپین مصنفین کے خیالات ہماری نسبت کیا ہین، اوران کے معلومات اس باب مین کس درجہ ناقص ہین، پنجاب کے تلفظ کی تقلید مین "اسپین" کی جگہ "سپین" لکھنا بھی ہم کو پسند نہین، ترجمہ مین محاورات کی غلطیان نمایان ہین، جو گو اصل مفہوم مین خلل انداز نہین، مگر مذاق سلیم کے لئے یقیناً ناخوشگوار ہین، امید ہو کہ جناب مترجم آئندہ اس کا لحاظ رکھینگے،

لکھائی چھپائی صاف، کاغذ متوسط، ہر مہینہ کے شروع مین کتاب کے ایک یا دو باب وی پی ۱۲ روپیہ مع محصول مین خریدارون کو بھیجے جاتے ہین، پہلی جلد کی قیمت ۱۲؎ ہی، پتہ :- نصیر کالج، ربانی روڈ، لاہور، مولوی معتمد ولی الرحمان بی اے،

اسوۂ صحابہ جلد دوم

از

مولنا عبدالسلام ندوی

کتاب مذکور کا دوسرا حصہ جس مین صحابۂ کرام کا نظام سیاسی اور ملکی انتظامات اور علمی خدمات کی تفصیل ہی، تفسیر، حدیث، فقہ، اسرار دین، تصوف وغیرہ علوم جس قدر صحابہ کے عہد مین پیدا ہو چکے تھے ان کی تفصیل ہی، ضخامت ۴۵۰ صفحات، قیمت للعہ

منیجر

مطبوعات جدیدہ

محاسن یوسفی، یہ رسالہ جناب مولنا **عبدالباری** صاحب فرنگی محلی، نے مسلمان اسیرون کے فرائض اور قیدخانہ کے آداب پر لکھا ہی، اسی ضمن مین صوفیاء کے مختلف خانوادون کے اوراد واشغال وطرق بھی درج کئے ہین، بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ رسالہ کا بڑا حصہ انھین مضامین پر ہے۔ اس کتاب کی توصیف مین ہم صرف اسی قدر کہنا چاہتے ہین کہ یہ جناب مولنا عبدالباری صاحب کی تصنیف ہے اور خلوص سے لکھی گئی ہی، لکھائی چھپائی، کاغذ، عمدہ، قیمت عمر، پتہ:۔ مولوی صبغۃ اللہ صاحب شہید، فرنگی محل، لکھنؤ،

خطوط اکبر، اکبرالہ آبادی مرحوم کے وہ خطوط جو انھون نے وقتاً فوقتاً جناب خواجہ حسن نظامی صاحب کو لکھے، خواجہ صاحب نے ان کو اس کتاب مین ترتیب دیا ہی، ان خطوط مین تصوف، زہد، دنیا سے بیزاری، تغیرات عالم سے عبرت، اور بعض ذاتی معاملات کے تذکرے ہین، مرحوم اردو کے کوئی بڑے انشاپرداز نہ تھے، تاہم زبان کی صفائی اور سادگی، اور چھوٹے چھوٹے فقرون مین ادائے مطلب کی خوبی ان مین بدرجہ اتم موجود ہے، افسوس ہی کہ ان خطوط کی اشاعت مین کوئی ترتیب نہین، صفحات ۱۰۶، قیمت عہ پتہ:۔ حلقۂ مشایخ بک ڈپو، دہلی،

مذہب کی باتین، ضیاء العلوم مفتی انوارالحق صاحب ایم اے، ناظم تعلیمات سرکار بھوپال نے اس نام سے ایک چھوٹا سا مذہبی رسالہ بچون کی تعلیم کے لئے لکھا ہی، گیارہ سبقون کے اندر بچون کی زبان مین، نہایت شیرین، سہل اور دلچسپ انداز مین اون کو اسلامی عقائد کی باتین بتائی ہین، چھوٹی تقطیع ۲۵، صفحے، قیمت شاید پانچ ۶ آنے ہو، پتہ: محمد خان ایم اے برادر زاینڈ کو، بھوپال،

ٹوالسٹائے، روس کے مشہور اشتراکی حکیم ٹوالسٹائے کے مختصر حالات زندگی جس نے اپنے

مرنے کے بعد اپنی تعلیمات کے اثر سے تمام روس مین انقلاب پیدا کر دیا ہی، چھوٹی تقطیع قیمت ۴ر، ۳۲ صفحے،

پتہ: جامعہ ملیہ اسلامیہ، علی گڈھ

اُردوئے معلّیٰ، مرزا غالب کے خطوط کا مجموعہ، دو حصون مین دو نامون سے شائع ہوا تھا، اردوے معلّیٰ اور عود ہندی، شیخ مبارک علی صاحب تاجر کتب لاہور نے ان دونون حصون کو یکجا کر کے اچھے کاغذ پر چھپوایا ہی، امید ہے کہ اہل ذوق قدر کرینگے، ضخامت ۴۲۰ صفحے، تقطیع بڑی، قیمت عہ، پتہ: شیخ مبارک علی صاحب تاجر کتب، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور،

مجموعۂ خطب حمیدیہ، کے حاجی محمد محی الدین صاحب تاجر کتب بنگلور، ہمارے خیال مین خطۂ مدراس مین تنہا شخص ہین، جو اس ملک مین مذہبی کتب و تصنیفات کی اشاعت مین مصروف رہتے ہین وہ اس سے پہلے متعدد مذہبی کتابین شائع کر چکے ہین، یہ مجموعۂ خطب بھی انھین نے شائع کیا ہی، مولوی محمد عبد المجید خان صاحب رئیس سہاور نے ان خطبون کو عربی اور اردو، نثر اور نظم مین ترتیب دیا ہی، جمعہ اور عیدین کے خطبون مین مسلسل نظمون کا پڑھنا کچھ اچھا نہین معلوم ہوتا، اس لئے اس سے احتیاط بہتر تھی، صفحات ۲۴۰، قیمت: کاغذ چکنا ۶ر، روکھا ۴ر، پتہ۔ ابو المسعود محمد عبد الرزاق تاجر کتب موچی بازار معسکر بنگلور،

پھولون کی کلیان، جناب سید امتیاز علی صاحب تاج کے قلم سے، یہ نو کہانیون کا مجموعہ ہے، یہ کہانیان بچون اور بچیون کے لئے لکھی گئی ہین، جو دلچسپ اور نتیجہ خیز ہین، اور ان کی زبان بھی صاف اور آسان ہی، ۶۴ صفحات لکھائی چھپائی اچھی، قیمت شاید ۸ر ہو، پتہ: دار الاشاعۃ پنجاب لاہور،

اسلامی مساوات، جناب محمد حنیظ اللہ صاحب پھلواروی نے اسلامی مساوات پر یہ ایک مختصر رسالہ لکھا ہی جس مین اردو کی مختلف کتب و رسائل سے انتخاب کر کے، اسلامی مساوات کے محاسن بتائے ہین، چھوٹی تقطیع، ۶۴ صفحات، قیمت ۸ر، پتہ: مسلم ایسوسی ایشن بک ڈپو پھلواری شریف

ضلع پٹنہ،

تلاش راز، جناب مولوی نیاز صاحب فتحپوری کا ایک مختصر اخلاقی افسانہ جس مین خوبی کے ساتھ یہ دکھایا ہی کہ حیات انسانی کا مقصود اصلی کیا ہونا چاہئے، اور اصل راحت ابدی کس چیز مین ہی؟ ۴۸ صفحے قیمت ۸ر پتہ: اردو بک ڈپو، مراد آباد

غالب کا روزنامچہ غدر، مرزا غالب نے غدر کے حالات مین فارسی کا ایک مختصر رسالہ دستنبو لکھا تھا، جناب خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنی تاریخ غدر کے سلسلہ مین غالب کے اس رسالہ کا اردو ترجمہ شائع کیا ہی، اسی کے ساتھ غالب کے خطوط اور مکتوبات مین غدر کے واقعات اور دلی کے انقلابات پر جو جستہ جستہ فقرے مذکور ہین، ان کو یکجا کردیا ہی، غالب اس حادثہ کے چشم دید گواہ تھے، اس لئے ان کے خطوط کے یہ ضمنی فقرے بھی درد و تاثیر مین ڈوبے ہوئے ہین ضخامت ۸۰ صفحات، قیمت مجلد ۱۲ر، غیر مجلد ۱۰ر، پتہ: خواجہ ڈپو دہلی،

مثنوی اسرار ہستی، جناب سید ضامن حسین صاحب گویا جہان آبادی نے توحید کے متعلق چند صوفیانہ مسائل پر یہ مثنوی لکھی ہی جس مین فلسفۂ و تصوف کے نازک اور دقیق مسائل کو شاعرانہ طرز و انداز مین ادا کیا ہی، باایں ہمہ زبان نہایت صاف اور سلجھی ہوئی ہی، مثنوی کی بحر چھوٹی اور روان ہی، ۴۸ صفحات، چھوٹی تقطیع قیمت چار پانچ آنے ہوگی، پتہ: مصنف سے احمد زئی، بیلی بھیت سے طلب کیجئے،

حدائق الصحتہ، زبدۃ الحکما، ڈاکٹر محمد افضل صاحب لاہور، نے یہ کتاب ہومیا پتھک دواؤن کے بنانے کے اصول پر لکھی ہی، اردو مین اس طریقۂ علاج پر متعدد کتابین لکھی گئی ہین، لیکن جہان تک ہمین معلوم ہوا ہی ہومیا پیتھی کے علم الادویہ پر کوئی کتاب نہین لکھی گئی ہی، اس لئے ڈاکٹر صاحب کی یہ کوشش ہماری زبان مین ایک نئے باب کا اضافہ ہی، طرز ادا، ترتیب، لکھائی چھپائی سب قابل تعریف ہین، ضخامت ۱۳۲ صفحات، قیمت عہ، پتہ: مرغوب بک ایجنسی لاہور،

مجلد یازدہم | ماہ رجب سنہ ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ فروری سنہ ۱۹۲۳ء | عدد دوم

مضامین

شذرات	.	۸۲ - ۸۶
اسلام اور عیسائیت	مولانا عبد السلام ندوی	۸۷ - ۹۹
اربعینیات	مولانا راغب جیلانی بدایونی	۱۰۰ - ۱۱۲
نفسیات ترغیب	~~مسٹر نصیر احمد عثمانی بی ایس سی~~ ڈاکٹر [illegible] الدین صاحب بی اے	۱۱۳ - ۱۲۰
سفیر خلیفۂ بغداد، دربار غزنین مین	مولوی سید حسن صاحب برنی بی اے	۱۲۱ - ۱۳۴
جرمن شعرا اور ادبیات ہند	. .	۱۳۵ - ۱۳۸
سحر اور قانون	. .	۱۳۸ - ۱۳۹
جبل طارق اور طنجہ	. .	۱۴۰ - ۱۴۱
اخبار علمیہ	. .	۱۴۲ - ۱۴۸
کلام خواجہ امین	. .	۱۴۹ - ۱۵۰
ادبیات	مولوی اقبال احمد صاحب سہیل ایم اے	۱۵۱ - ۱۵۲
ترجمہ اخلاق جلالی	قاضی عبد الودود صاحب بی اے	۱۵۳ - ۱۵۷
مطبوعات جدیدہ	. .	۱۵۸ - ۱۶۰

شذرات

چند مہینون سے معارف کا پہلا صفحہ علم وفن کے بزرگون پرماتم کے لئے مخصوص ہوگیا ہی آج ہم دوسرون پرماتم کرتے ہین، کل دوسرے ہمارا ماتم کرینگے، دنیا کی یہ بزم ماتم کائنات فانی کے وجود کے ساتھ قائم ہی، اور اسی کے ساتھ قائم رہیگی، یہ حوادث آباد عالم جس کو ہم تم، قائم، مستمر، اور مسلسل جان رہے ہین، ہرآن اور ہرلمحہ اس طرح بدل رہا ہی، کہ غور سے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ جونقشہ، جوکیفیت، جو صورت حال اس آن ہی، وہ اس آن نہین، ایک مستمر تغیر اور ایک مسلسل انقلاب جاری ہی، اور پردہ وار کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِی شَاْنٍ (ہرروز وہ ایک نئے رنگ مین ہی) کا وہ پورا جلوہ زار ہی، لیکن باین ہمہ انقلاب و تغیر، بظاہر اس کے قیام، استمرار اور تسلسل مین فرق نہین آتا، سمندر کی لہرین، ہرآن بدل رہی ہین، مگر سمندر کی صورت مین کوئی فرق نہین پیدا ہوتا، صورتین مٹتی جاتی ہین شکلین فنا ہوتی جاتی ہین مگر اس آئینہ خانہ کی آبادی اور صورتگری مین کوئی فرق نہین آتا،

خدا جانے یہ دنیا جلوہ گاہِ ناز ہے کس کی
ہزارون اٹھ گئے رونق وہی باقی ہی مجلس کی

۲، فروری ۱۹۲۳ء کی شام کو اس مجلس کا جو ممبر اٹھا ہی، اس کا اس دنیا مین مجازی نام عبدالحئی تھا، مولانا حکیم سید عبدالحئی صاحب ناظم ندوۃ العلماء، عہد جدید کے اولین علماء تھے سادات رائے بریلی کے مشہور خانوادۂ علم وعمل سے تھے، جس کے بعض افراد سلاطین کے دربارون مین، اور بعض فقر و تصوف کی خانقاہون مین ممتاز تھے، بعض درس وتدریس کی چٹائیون پر اور بعض تالیف و

تصنیف کی مسندون پر، جلوہ آرا تھے، اس خاندان کے آخری رکن مولنا سید احمد صاحب شہید بریلوی تھے جو سید صاحب کے نام سے عموماً مشہور تھے، اور جو مولنا اسمٰعیل صاحب شہید کے پیر تھے، اور وہ اپنے عہد کے اوس فرقہ کے جو ہندوستان مین اسلام کی غربت کی چارہ سازی کے لئے اٹھا تھا، اور جو دینی اور سیاسی دونون حیثیتون سے مسلمانون کو بیدار کرنا چاہتا تھا امام اور امیر المومنین تھے، بنگال سے لیکر پنجاب تک غدر سے پہلے مجاہدین کا جو سیلاب سکھون کے مقابلہ کے لئے اٹھا تھا، اس کا سرچشمہ سید موصوف ہی کی ذات تھی، بالآخر سکھون کے ایک معرکہ مین پٹھانون کی بیوفائی سے اپنے رفقائے خاص کے ساتھ بہادری سے شہید ہوئے، اور شکست خوردہ جماعت باغستان کی پہاڑیون مین پناہ گزین ہوئی اور مجاہدین کے نام سے اب تک قائم ہے، چمرقند اس کا صدر مقام ہے، اور سید صاحب کے دوبارہ ظہور کی اب تک منتظر ہے،

مولنا عبد الحئی مرحوم کے والد ماجد بھی ایک فاضل یگانہ تھے، شعر و سخن، تاریخ و سیر کے ماہر اور داستان کہن کی بولتی زبان تھے، ان کا سفینہ ایک یادگار چیز ہے، اور ان کا تذکرہ ان کے عہد کا تاریخی سرمایہ ہے، مولنا عبد الحئی مرحوم کو یہ ذوق فن باپ ہی سے وراثت مین ملا تھا،

مولنا مرحوم نے ابتدائی تعلیم کے بعد لکھنؤ مین مولنا عبد الحئی صاحب اور مولنا محمد نعیم صاحب سے تعلیم پائی، حدیث شیخ حسین صاحب محدث یمنی سے بھوپال مین پڑھی، پھر کانپور آئے، اس وقت ندوۃ العلماء کا مرکز یہی شہر تھا، مولنا سید محمد علی صاحب ناظم تھے، ان کی نگاہ انتخاب فوراً اس جوہر قابل پر پڑی، وہ دن ہے اور ان کی وفات کا دن ہے کہ ندوہ ان کی خدمات سے کبھی محروم نہ رہا، ندوہ پر کیا کیا انقلابات آئے، کتنے ارکان بدلے، کتنے منتظمین آئے اور گئے، کتنے معتمد

اور ناظم عزل و نصب ہوئے، کتنے فتنے اور حوادث پیدا ہوئے، مگران تمام حالات و حوادث کے طوفان مین ثبات و استقلال کی صرف ایک چٹان تھی جو اپنی جگہ پر تھی، اور وہ مولنا سید عبدالحئی صاحب مرحوم کی ذات تھی،

باوجود شغلِ مطب، فرائض ندوہ اور مذہبی رجوع عام کے وہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ لکھا کرتے تھے، اسلامی ہندوستان کے پورے ہزار سالہ عہد مین شعرار، مشائخ اور سلاطین کے سینکڑون تذکرے اور تاریخین لکھی گئین لیکن آزاد بلگرامی کی تصنیفات کو چھوڑ کر ایک مختصر سا رسالہ بھی یہان کے علما اور فضلائے فن کے حالات مین نہین لکھا گیا، مولنا مرحوم نے اس نقص کو محسوس کیا، اور پورے بیس برس اس کام پر انھون نے صرف کئے، اور اس عرصہ مین ہندوستان کی اس سرحد سے اُس سرحد تک کوئی کتبخانہ نہین چھوڑا، جہان ان کو ذوق طلب کھینچ کر نہ لے گیا ہو، اور بالآخر تقریباً آٹھ دس جلدون مین علمائے ہند کی پوری سوانح عمریان جمع کین، اسکا مقدمہ لکھا جس مین ہندوستان کے اسلامی علوم و فنون کی تاریخ مرتب کی، عربی مین ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا ایک صفحہ نہین، جو کچھ معلوم ہے وہ انگریزی کی زبانی، مرحوم نے ہندوستان کی اسلامی تاریخ، سلاطین اسلام، یہان کے اسلامی تمدن، مساجد، مدارس، عمارات، شفاخانے، اور دیگر خصوصیات پر ایک پوری کتاب تیار کی، جو دارالمصنفین کے اہتمام سے جامعہ ملیہ پریس مین چھپ رہی ہے،

مرحوم کے تذکرۂ شعرائے اردو کا ذکر اس سے پہلے ہی پرچہ مین آیا تھا، اور اس کے چند صفحے بھی ناظرین کے نذر کئے گئے تھے، تذکرہ کا آخری باب یعنی متاخرین کا حصہ انھون نے ہمارے پاس نھین بھیجا تھا معلوم نہین کہ وہ ترتیب بھی پا سکا تھا یا نہین، سورت کانفرنس کی خواہش پر انھون نے

گجرات کی علمی تاریخ لکھکر پیش کی تھی جو ایجوکیشنل کانفرنس کی طرف سے چھپکر شائع ہوئی ہو علاوہ ازین چند اصلاحی رسائل نور ایمان، اصلاح، وغیرہ چھپے ہین طبیب العائلہ (فیملی ڈاکٹر) طب مین بھی ان کا ایک رسالہ اردو مین چھپا ہو،

مرحوم نے اپنی معنوی یادگارون کے ساتھ چند ظاہری اولادین بھی چھوڑی ہین، ان کے بڑے صاحبزادہ کی عمر ۲۴-۲۵ کے قریب ہوگی، مگر مرحوم باپ کو یہ دھن تھی کہ علم وفن کا کوئی شعبہ اس یادگار خاندان کی ملکیت سے باہر نہ چھوٹنے، ندوہ مین عربی ادب کی کتابین انھین پڑھوائین، حدیث دیوبند بھیجکر، طب خود پڑھائی، علوم عربیہ سے فارغ کرکے ان کو انگریزی شروع کرائی چند سال مین بی ایس سی کی ڈگری حاصل ہوئی، پھر لکھنؤ میڈیکل کالج مین داخل کیا، اور اب دو برس ان کے ختم تعلیم مین باقی ہین، خدا سے دعا ہو کہ برادر عزیز کامیابی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرین، علم و فن اور دین وملت کی خدمت مین اپنے نامور باپ کے جانشین ثابت ہون،

اسی سلسلہ مین ندوہ کا مسئلہ سامنے آتا ہو، ندوہ نے اپنی کامیابی کی اتنی مثالین پیش کی ہین کہ ان کے انکار کی جرأت نہین کی جاسکتی ہو، قوم کا فرض ہو اور اکابر ملت پر حق ہے، کہ وہ روشن خیال و روشن ضمیر علمائے ہند کی اس بست و پنج سالہ علمی و دینی جد وجہد کو دنیا مین قائم رکھین، کہ آج جو کچھ نظر آرہا ہو اور کیا جارہا ہو علمائے ندوہ کی جماعت سب سے پہلی جماعت تھی جس نے اپنی عاقبت اندیشی کی آنکھون سے ان سب کو دیکھ لیا تھا، اور ان کا سامان کرنا شروع کردیا تھا،

عمارت کی تکمیل سب سے پہلے ضروری ہو، دار الاقامہ، کتبخانہ اور مسجد بننا تمامتر باقی ہو، اصل

درسگاہ مین بھی کئی ہزار روپے کی ضرورت ہے اس وقت دار العلوم ندوہ مین ہندوستان کے ہر صوبہ کے طلبہ زیر تعلیم ہین، اس لئے اس وسیع ملک کے ہر صوبہ سے اس کی اعانت اور امداد کا سوال ہے

---

۷ فروری کو علی گڈہ مین جامعہ ملیہ کا دوسرا سالانہ جلسہ تقسیم اسناد منعقد ہوا، ہر صوبہ کے قومی کارکن جلسہ مین شریک تھے، اس سے بڑھکر یہ کہ مشرقی اور مغربی دونون علوم کے ماہرین پہلو بہ پہلو جلوہ فرما تھے، ڈاکٹر پی سی رائے، ڈاکٹر ضیاء الدین، ڈاکٹر محمود، ڈاکٹر انصاری، خواجہ مجید، شیخ معظم علی، سید محفوظ علی، سید ہادی حسن سائنٹسٹ، تصدق شیروانی، وغیرہ ایک طرف، اور مولنا حمید الدین صاحب مفسر نظام القرآن، مولنا ابو الکلام، مولنا عبد الماجد بدایونی، مولنا اسلم جیراجپوری، مولنا محمد سورتی، حکیم محمد اجمل خانصاحب، وغیرہ دوسری طرف، یہ منظر نمایان کرتا تھا کہ جامعہ ملیہ کا مقصود مشرق و مغرب دونون کو یکجا کرنا ہی،

جلسہ تمامتر سادگی اور صفائی کا نمونہ تھا، پورا ہال سائبان اور صحن حاضرین سے بھرا تھا، سنڈیکیٹ اور اسٹاف کے ارکان اپنے اپنے رنگ کی عباؤن مین تھے، ڈاکٹر رائے جو ہندوستان کے سب سے بڑے سائنٹسٹ اور خصوصاً بڑے کیمسٹ (ماہر کیمیا) ہین، وہ صدر جلسہ تھے، انھون نے انگریزی مین اپنا خطبۂ صدارت پڑھا، جو مسلمانون کی علمی تاریخ کے بیانات سے لبریز تھا، انھون نے کہا کہ جامعہ کا فرض ہونا چاہئے کہ وہ اپنے اسلاف کی علمی روایات کو عملیات کی صورت مین پیش کرے،

ڈاکٹر رائے پتلے دبلے سے، کالے رنگ کے بوڑھے آدمی ہین، سادگی اور بے تکلفی مین نمونہ ہین، ان کو دیکھکر کوئی شخص اس ڈاکٹر رائے ہونے کا گمان نہین کرسکتا جس کے پر شور تحسین سے مشرق و مغرب کے کیمیا خانے اور روادار التجربے معمور ہین، وہ طالبعلمون کیساتھ زمین پر بیٹھکر آسمان کی باتین (فلکیات) کیا کرتے تھے،

مقالات

عیسائیت[1]

اور

اسلام

(دونون کی اشاعت کیونکر ہوئی ؟)

از

مولنا عبد السلام ندوی

ایک گروہ کے دل مین یہ غلط خیال پیدا ہوگیا ہے کہ اس وقت دنیا کے طول و عرض مین جو تین عظیم الشان مذہب یعنی اسلام، عیسائیت، اور یہودیت پھیلے ہوئے ہین، اون مین صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہی جو بزور شمشیر پھیلا ہی کیونکہ .

(۱) بعض صحابہ نے ہجرت کے قبل بعض مخالفین دعوت اسلامیہ کے مقابلہ مین جبر و تشدد سے کام لیا ہی، چنانچہ حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ اور ابو جہل کے ساتھ خانہ کعبہ مین جو واقعہ پیش آیا وہ اسی قسم کا ہی، اور حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے ذریعہ سے اسلام کو جو قوت حاصل ہوئی اوس کی وجہ صرف یہ تھی کہ یہ لوگ قریش مین نہایت جنگجو اور طاقتور تھے ،

(۲) اسلام مین جہاد بھی اسی غرض سے فرض ہوا ،

(۳) اور اس لئے فتوحات اسلامیہ کی حیثیت سیاسی نہ تھی بلکہ مذہبی تھی اور اس کو اشاعت اسلام کا ایک ذریعہ بنایا گیا تھا ،

لیکن ان مین ایک دلیل بھی صحیح نہین ہی ،

[1] ملخص از رسالہ کیفیۃ انتشار الادیان للرفیق المعروف بعظم زادہ مطبوعہ مصر ،

(۱) حضرت حمزہؓ اور ابوجہل کے درمیان جب یہ واقعہ پیش آیا تھا، اوس وقت وہ صحابی نہ تھے، بلکہ وہ اس واقعہ کے بعد اسلام لاکر صحابہ کے گروہ مین شامل ہوئے، انھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی اور تذلیل و تحقیر سے ابوجہل کو بے شبہہ بزور روکنا چاہا تھا لیکن اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ ان کے بھتیجے اور قرابت دار تھے، اور اس وقت قریش رسول اللہ صلعم کے ساتھ جس اہانت آمیز طریقہ سے پیش آرہے تھے، اس کو بنو ہاشم کی عربی عصبیت اور خاندانی حمیت خاموش نہین رہ سکتی تھی، اس بنا پر صرف حضرت حمزہؓ ہی نے اس وقت رسول اللہ صلعم کی حمایت نہین کی بلکہ بنو ہاشم کا پورا قبیلہ آپ کا پشت پناہ بنگیا، حضرت ابوطالب باوجودیکہ مسلمان نہ تھے تاہم وہ اسی خاندانی عصبیت کی بنا پر آپ کی حمایت کرتے تھے، قریش نے تین سال تک بنو ہاشم سے اپنے تمام تعلقات ایک عام تحریری معاہدہ کے ذریعہ سے منقطع کرلئے تھے، اور بنو ہاشم بھی اس ذلت کو گوارا کرکے اپنی قوم سے تین سال تک کیلئے بالکل الگ ہوگئے تھے لیکن اس مین رسول اللہ صلعم کی خاندانی حمایت کے سوا اور کون سا مذہبی جذبہ شامل تھا؟ اس وقت تو حضرت حمزہؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سوا بنو ہاشم مین کوئی مسلمان بھی نہ تھا،

ابتدائے اسلام مین جب آپ اور آپ کے اتباع کی ایک مختصر سی جماعت قریش کے مظالم کا تختۂ مشق بن رہی تھی اوس وقت آپنے بے شبہہ یہ دعا فرمائی تھی کہ خداوندا! عمر بن خطاب یا ابوالحکم بن ہشام کے ذریعہ سے اسلام کو قوت دے" لیکن اس دعا کا مقصد یہ نہ تھا کہ ان لوگون سے اسلام کی جبری اشاعت مین کام لیا جائے بلکہ اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ قریش مین یہ دونون آدمی نہایت صاحب اثر تھے، اس لئے ان مین جو شخص بھی مسلمان ہوجاتا وہ آپ کو مخالفین کی ایذا رسانی سے محفوظ رکھ سکتا اور آپ علانیہ اسلام کی دعوت دے سکتے، چنانچہ حضرت عمرؓ کے

اسلام کے بعد یہ مقصد حاصل ہوگیا اور اونہون نے اسلام لانے کے بعد آپ سے صاف صاف کہا کہ "ہم حق پر ہین اور کفار باطل پر، پھر ہم اپنے مذہب کو کیون چھپاتے ہین"؟ آپ نے فرمایا کہ "ہماری جماعت نہایت مختصر ہی، اور کفار کی ایذا رسانی کا تماشا تم دیکھ چکے ہو" بولے "مین اس سے پہلے جن جن مجلسون مین کفر کو لیکر بیٹھا ہون ان مین اب اسلام کو لیکر بیٹھونگا"، چنانچہ رسول اللہ صلعم نے مسلمانون کی دو صفین جن مین ایک مین حضرت حمزہؓ اور دوسرے مین حضرت عمرؓ شامل تھے قائم کین، اور اس جماعت کو لیکر علانیہ مسجد حرام مین داخل ہوئے،

(۲) جہاد کے مشروعیت کی غرض صرف اس قدر تھی کہ جب آپ دعوت اسلام کا اعلان کر چکے، عرب مین اسلام پھیل چکا اور چند اکابر صحابہ مثلاً حضرت حمزہؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے اسلام لانے کے بعد مسلمانون کی تعداد مین کافی اضافہ ہونے لگا تو قریش کے دل مین اس کامیابی نے بغض و حسد کا تنور گرم کردیا، اور اونہون نے ہر ممکن ذرائع سے رسول اللہ صلعم اور صحابہ کرام کی راہ مین رکاوٹین پیدا کرنی شروع کین، یہان تک کہ جب آپ حج وغیرہ کے زمانے مین قبائل عرب کو دعوت اسلام دینے کے لئے تشریف لیجاتے تھے تو ابولہب بھی ساتھ ساتھ جاتا تھا اور جب آپ تبلیغ کر چکتے تھے تو کہتا تھا کہ "لوگو! اس دعوت کا مقصد صرف یہ ہی کہ تم لوگ لات و عزی کو چھوڑکر اس بدعت کو قبول کرلو، پس اس کی بات نہ سنو، اور اس کا کہنا نہ مانو" لیکن جب اس رکاوٹ مین بھی کامیابی نہین ہوئی تو انہون نے جبر و تشدد سے کام لینا شروع کیا، اور صحابہ کو اذیت دینے لگے، چنانچہ ان مظالم سے تنگ آکر بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد آپ نے مدینہ کی طرف مجبوراً ہجرت کی اور ہجرت کی ترغیب بھی خود انصار کے اُن ستر آدمیون نے دی تھی جو آپ کے پاس مخفی طور پر آئے تھے، اور یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ قریش کے مقابلہ مین آپ کی حمایت کرینگے اور اس وقت حضرت عباس بن عبادہ انصاریؓ نے تو یہان تک کہدیا تھا کہ اگر آپ چاہین تو ہم

اہل سنی پر کل ہی تلوار لیکر ٹوٹ پڑین" لیکن آپ نے فرمایا کہ "ہم کو اس کی اجازت نہین" اس کے بعد آپ نے صحابہ کو ہجرت کی اجازت دی اور بعد کو خود ہجرت کے ارادہ سے نکلے، قریش کو خبر ہوئی تو انھون نے آپ کی جان لینے کا عزم کرلیا، لیکن خداوند تعالیٰ نے آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھا، اب قریش کا غصہ اور بڑھا، اور جب ان کو انصار کی حمایت کا حال معلوم ہوا تو اُنھون نے آپ کی ضرر رسانی کے تمام دروازے مسدود پائے، صرف ایک ذریعہ باقی رہ گیا تھا یعنی یہ کہ تمام قبائل عرب کو آپ کے خلاف جنگ پر آمادہ کرین تاکہ خانہ کعبہ کی مجاورت اور سدانت کی وجہ سے عرب مین ان کا جو مذہبی اور اخلاقی اثر قائم ہے اس کو محفوظ رکھ سکین، چنانچہ اُنھون نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کو آپ کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا اور جب اہل عرب بالخصوص قریش کے تیر ہر طرف سے مدینہ مین بھی آنے لگے تو اس وقت جہاد فرض ہوا، لیکن اس کے ذریعہ سے اسلام کی جبری اشاعت مقصود نہ تھی، بلکہ صرف اوس جماعت کا محفوظ رکھنا مقصود تھا جس کا تحفظ اسلام کی تدریجی اشاعت کا ذریعہ ہو سکتا تھا، یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اس جنگ مین شامل نہ تھے اُن کے متعلق خداوند تعالیٰ نے مسلمانون کو یہ حکم دیا تھا،

لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولئک ھم الظالمون ؎	جن لوگون نے تم سے مذہبی جنگ نہین کی اور تم کو تمھارے گھرون سے نہین نکالا خدا اُن کے ساتھ یہ طریق نیک و بطریق انصاف پیش آنے سے تم کو منع نہین کرتا، خدا تو انصاف کرنیوالون کو دوست رکھتا ہے، خدا صرف اُن لوگونکی دوستی سے منع کرتا ہے جنھون نے تم سے مذہبی جنگ کی تم کو تمھارے گھرون سے نکالا، اور تمھارے نکالنے مین باہم اعانت کی جو لوگ ان کے ساتھ دوستی کرتے ہین وہ ظالم ہین،

اس تفصیل کے بعد یہ کون کہہ سکتا ہی کہ اسلام مین جہاد اشاعت مذہب کی غرض سے فرض کیا گیا، ؟ اگر مشروعیت جہاد کا یہ مقصد ہوتا تو آپ فتح مکہ کے بعد قبائل عرب مین اشاعت اسلام کے لئے مبلغین کو کیون روانہ فرماتے ؟ اس وقت آپ کے پاس وہ عظیم الشان فوج موجود تھی جس نے مکہ کو فتح کیا تھا، اور آپکے اور مسلمانون کے سب سے زیادہ خطرناک دشمنون کو شکست دی تھی، اس لئے آپ اس کے ذریعہ سے کامیابی کے ساتھ اسلام کی جبری اشاعت کر سکتے تھے، لیکن چونکہ اس کے ذریعہ سے صرف مسلمانون کے خطرناک دشمنون کا استیصال مقصود تھا، اور اس قسم کے خطرناک دشمن صرف قریش ہی تھے اس لئے جنگ کے ذریعہ سے ان کا استیصال کیا گیا، بقیہ عرب کے اور قبائل صرف قریش کے خوف سے اُن کے شریک ہو جاتے تھے خود اُن کے دل مین بغض و عداوت کا کوئی خاص جذبہ نہ تھا، اس لئے رسول اللہ صلعم نے ان کو دعاۃ اسلام کے ذریعہ سے حکمت اور موعظت حسنہ کے ساتھ اسلام کی دعوت دی،

جن لوگون کو آپ نے تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا تھا اُن مین حضرت خالد بن ولیدؓ کو آپنے قبیلہ بنو جذیمہ کی دعوت کے لئے روانہ فرمایا تھا، اور ان کو جنگ کی اجازت نہین دی تھی لیکن اُنھون نے وہان پہنچکر غلطی سے خونریزی کی، چنانچہ جب آپ کو اس کا حال معلوم ہوا تو آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا "خدایا خالد نے جو کچھ کیا مین تیرے سامنے اُس سے برأت ظاہر کرتا ہون" اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس معاملہ کی تحقیقات کے لئے روانہ فرمایا، مقتولین کے جان و مال کی دیت ادا فرمائی، حضرت خالدؓ نے اس کی معذرت کی اور اس معاملے مین قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی،

یا ایھا الذین امنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا	مسلمانو! جب تم خدا کی راہ مین نکلو تو خوب چھان بین کر لیا کرو

یہ ایک طویل واقعہ ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہین، لیکن اس سے بہرحال یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جن کفار سے مسلمانون کو کوئی خطرہ نہین تھا آپ اُن کے ساتھ جنگ روا نہین رکھتے تھے، اور جہاد اسلام مین تبلیغ و اشاعت کے لئے فرض نہین ہوا تھا بلکہ دعوت مذہبی اور جہاد جیسا کہ آگے آتا ہے دو مختلف چیزین تھین،

(۲) اس مسئلہ مین سب سے زیادہ اہم معاملہ فتوحات اسلامیہ کا ہے، مخالفین اس کو مذہبی فتح خیال کرتے ہین، اور اس کو ایک مذہبی دعوت کا خطاب دیتے ہین خود شریعت اسلامیہ مین جہاد کی تین شرطین ہین، اسلام یا جزیہ یا تلوار، اور فریق مخالف انھی تینون شرائط کی بنا پر کہتا ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے، لیکن یہ خیال صحیح نہین ہے، کیونکہ ان شرائط مین ایک شرط جزیہ قبول کرنے کی بھی ہے، اس لئے اگر اسلامی فتوحات کو مذہبی دعوت کا ذریعہ بنایا گیا ہوتا تو محارب قومون کو اسلام یا جزیہ کے قبول کرنیکا اختیار نہ دیا جاتا بلکہ اسلام یا تلوار کے سوا ان کو کوئی دوسرا حق نہ حاصل ہوتا، اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جزیہ کی شرط صرف رفق و ملاطفت کے لئے پیش کیجاتی تھی،

قرآن مجید کی متعدد آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی ہدایت و ارشاد کے لئے خداوند تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو متعدد اوصاف کا مجموعہ بناکر مبعوث فرمایا تھا،

انا ارسلناك شاهدا ومبشرا ونذيرا	ہم نے تجھکو ایک گواہ، ایک خوشخبری دینے والا، ایک
وداعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا	ڈرانے والا، خود خدا کی اجازت سے خدا کی طرف بلانے
" " " " " " " "	والا اور ایک روشن چراغ بناکر بھیجا ہے؛

ان اوصاف کے ساتھ آپ کو دعوت کا یہ طریقہ بتایا تھا،

ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة	اپنے خدا کے راستے کی طرف حکمت اور موعظت حسنہ
الحسنة وجادلهم بالتى هى احسن	کے ساتھ بلاؤ اور ان کے ساتھ بطریق احسن بحث و مباحثہ کرو،

اور مسلمانون کو یہ ہدایت فرمائی تھی،

یا ایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم۔ مسلمانو تم صرف اپنی ذات کے ذمہ دار ہو، اگر تم نے راستہ پالیا تو جو لوگ گمراہ ہین اُن سے تم کو کوئی نقصان نہین پہنچ سکتا۔

سب سے بڑھکر یہ کہ صاف صاف اعلان فرما دیا تھا،

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی مذہب مین کوئی زبردستی نہین ہو، ہدایت اورگمراہی دونون الگ الگ ہوگئے ہین،

لیکن اگر فتوحات اسلامیہ کو دعوت الی الدین کا ذریعہ بنایا گیا ہوتا تو جزیہ کی طرح ان آیتون کے بھی کوئی معنی نہ ہوتے،

حقیقت یہ ہو کہ اسلامی فتوحات کو مذہب سے کوئی تعلق نہین ہو، بلکہ اُن کی حیثیت بالکل سیاسی ہو، کیونکہ شریعت اسلامیہ مذہب اور سیاست دونون کا مجموعہ ہو اور اوس کا سیاسی حصہ صرف شخصی معاملات تک محدود نہین ہو، بلکہ بین الاقوامی حقوق و معاملات پر بھی مشتمل ہو، اور اس حیثیت سے شریعت اسلامیہ کے دو مختلف حصے ہین، ایک دینی اور دوسرا دنیوی، دینی حصہ مین عبادات اور ترغیب و ترہیب وغیرہ شامل ہین، اور دنیوی حصے کا ایک جزو معاملات مثلاً مدنی حقوق اور حدود و قصاص وغیرہ سے تعلق رکھتا ہو، اور دوسرے جزو کی حیثیت خالص سیاسی ہو، یعنی اس حیثیت سے اسلام کا یہ فرض ہو کہ وہ ایک ایسا امام مقرر کرے جو کتاب و سنت کے حدود و احکام کے مطابق جماعتِ اسلامیہ کے عام مصالح و فوائد کا محافظ ہو، فتوحات اسلامیہ نے اسی سیاسی مقصد کی تکمیل کی ہو اور اسلام نے بالکل غیر جنگجویانہ طریقہ سے اپنے مذہبی مقصد کو پورا کیا ہو، اس سے صاف ثابت ہوتا ہو کہ اسلام کی اشاعت صرف تبلیغ و دعوت سے ہوئی ہے، کسی مادی طاقت سے اس کو کوئی تعلق نہین ہو،

اشاعت اسلام

ہجرت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مخالفین بالخصوص قریش کے درمیان لوگون کو اسلام کی دعوت دیتے رہتے تھے، لیکن قریش نے اس غیر جنگجویانہ دعوت مین محض رشک وحسد سے رکاوٹین پیدا کین اور آپ اور آپکے اصحاب کو سخت اذیتین دین، نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے صحابہ کو جن مین حضرت عثمانؓ بھی شامل تھے مجبوراً حبشہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی لیکن بااین ہمہ رسول اللہ صلعم اپنے فرض سے باز نہین آتے تھے، بلکہ جب زمانہ حج مین مکہ مین عرب کے تمام قبائل جمع ہوتے تھے تو آپ اُن کے پاس جاکر اسلام کی دعوت دیتے تھے، اور اس کا مختلف طریقون سے جواب دیا جاتا تھا، بعض لوگ آپ سے بحث ومباحثہ کرتے تھے، بعض لوگ مہلت مانگتے تھے، بعض لوگ شریفانہ اور بعض لوگ غیر شریفانہ طور پر اس دعوت کو رد کر دیتے تھے، اور بعض لوگ قریش کے خوف سے مخفی طور پر اسلام قبول کر لیتے تھے، چنانچہ اسی طریقہ کے مطابق ایک روز آپ دعوتِ اسلام دے رہے تھے کہ عقبہ کے پاس قبیلۂ خزرج کی ایک جماعت سے آپ کی ملاقات ہوگئی اور آپنے اُن کو بھی حسب عادت اسلام کی دعوت دی، یہ لوگ اسلام لائے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، یہی بیعت ہی جو تاریخ اسلام مین بیعت عقبہ اولیٰ کے نام سے مشہور ہے، یہ لوگ مکہ سے چلنے تو آپنے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو اون کے ساتھ کر دیا اور اُن کو حکم دیا کہ ان لوگون کو قرآن مجید کی تعلیم دین، حضرت مصعب بن عمیرؓ مدینہ پہونچے تو حضرت اسعد بن زرارہؓ کے مکان پر قیام فرمایا، اور مسلمانون کی ایک جماعت اُن کی ملاقات کو حاضر ہوئی، حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت اسید بن حضیرؓ کو اُن کے آنے کا حال معلوم ہوا تو حضرت اسید بن حضیرؓ محض انکشاف حال کے لئے اُن کی خدمت مین آئے اور انھون نے حسب معمول اونکو بھی اسلام کی دعوت

دی، اور وہ مسلمان ہو گئے، حضرت سعد بن معاذؓ نے بھی ان کی تقلید کی اور اُن کے ساتھ تمام قبیلہ نبو الاشہل ایک ہی دن مین مسلمان ہو گیا. اس کے بعد حضرت مصعب بن عمیرؓ برابر دعوت اسلام مین مصروف رہے، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مدینہ کے ہر گھر مین کچھ نہ کچھ مسلمان مرد اور کچھ نہ کچھ مسلمان عورتین پیدا ہو گئین، بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد جب رسول اللہ صلعم نے ہجرت فرمائی اور آپ کو انصار کی حمایت حاصل ہوئی تو قریش کا غصہ حد سے بڑھگیا اور اونھون نے باشندگان مدینہ و اطراف مدینہ مین یہود بنو قریظہ اور یہود بنو نضیر کو آپ کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا اور اسلام مین جہاد کی مشروعیت کا سبب قریش و یہود کی یہی فتنہ انگیزیان ہوئین، لیکن جب متعدد لڑائیون کے بعد مخالفین اسلام کا زور ٹوٹ گیا اور اسلام کو دنیا مین ثبات و استحکام حاصل ہوا، تو مسلمانون کی تعداد مین خود بخود اضافہ ہونے لگا اور آپ کی خدمت مین سرداران مکہ مثلاً حضرت خالد بن ولیدؓ حضرت عمرو بن العاصؓ اور حضرت عثمان بن طلحہؓ وغیرہ جو فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے، ایک مسلمان کی حیثیت سے حاضر ہونے لگے، بالخصوص صلح حدیبیہ کے بعد جب کافرون اور مسلمانون مین آزادانہ میل جول پیدا ہوا اور قریش کے تعصب نے جو موانع و عوائق پیدا کر دئے تھے وہ دور ہو گئے، تو بکثرت لوگ مسلمان ہوئے، جن مین حضرت معاویہؓ سرداری کی حیثیت رکھتے تھے اسی زمانہ مین رسول اللہ صلعم نے اطراف و جوانب کے سلاطین مثلاً قیصر، نجاشی، حارث غسانی اور مقوقس وغیرہ کو دعوت اسلام دی، اور ان اہل کتاب بادشاہون کے علاوہ، کسریٰ منذر بن ساوی اور ہوذۃ الحنفی وغیرہ تک بھی اسلام کا پیغام پہنچایا، اس کے بعد آپ کی توجہ قریش کی طرف مبذول ہوئی اور مکہ مین ایک عظیم الشان جنگ کے ذریعہ سے اون کو شکست دی، اور اون کے تمام بتون کو پاش پاش کر دیا، اب وہ لوگ بھی بطیب خاطر مسلمان ہو گئے، اور چونکہ قریش کو تمام عرب پر مذہبی سیادت حاصل تھی اس لئے وہ لوگ اپنے اسلام کیلئے

قریش کے اسلام کا انتظار کر رہے تھے، لیکن جب قریش نے خود اسلام قبول کر لیا، اور اہل شر و فساد کا خاتمہ ہو گیا تو ہر طرف سے آپ کی خدمت مین وفود نے آ آ کر قبول اسلام کا اعلان کیا اور مسائل شریعت کی تعلیم کا شوق ظاہر کیا، چنانچہ قبیلہ ثقیف کا وفد شوال حلاف مثلاً عبدلیلی بن عمرو بن عمیر، حکم بن عمرو بن وہب شرجیل بن غیلان وغیرہ حاضر ہوا، اسی طرح وفد بلی، وفد اسد، وفد زارئین، وفد بنو تمیم وفد بنو فزارہ اور وفد بنو ثعلبہ وغیرہ حاضر خدمت ہوئے، سلاطین حمیر نے بھی اپنے قاصد روانہ کئے اور اُن کے ذریعہ سے بذریعہ خط کے اپنے اسلام کا اعلان کیا،

الغرض فتح مکہ کے بعد جیسا کہ خداوند تعالیٰ خود فرماتا ہی،

اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا الخ

جب خدا کی مدد اور فتح آگئی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ خدا کے دین مین جوق در جوق داخل ہو رہے ہین تو الخ

نہایت کثرت سے لوگ خود بخود دائرہ اسلام مین داخل ہونے لگے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پر قناعت نہین کی بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یمن کیطرف دعوت اسلام کیلئے روانہ فرمایا اور اُن کی تبلیغ ہدایت سے ہمدان کا پورا قبیلہ ایک ہی دن مین مسلمان ہو گیا اور اس کے بعد تمام اہل یمن نے اسلام قبول کرنا شروع کیا، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کو اس کی اطلاع دی تو آپ نے سجدۂ شکرانہ ادا فرمایا، اسلام کی یہ وسعت عرب ہی تک محدود نہ تھی، بلکہ خود عہد رسالت ہی مین اسلام حبش اور افغانستان تک پہنچ گیا تھا، چنانچہ مورخین افغانستان[1] کا بیان ہی کہ وہان اسلام کی اشاعت عرب کے ایک یہودی مسلمان کے ذریعہ سے ہوئی جس کا نام خالد تھا، اس کے ساتھ افغانی امراء کا ایک وفد بھی رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا،

[1] صاحب رسالہ نے اس واقعہ کے متعلق تتمۃ البیان نے تاریخ الافغان کا حوالہ دیا ہی لیکن اسلام کی قدیم تاریخون مین اس کا تذکرہ نہین ہی اور ہم کو کسی افغانی صحابی کا نام بھی معلوم نہین،

اور فتح مکہ مین نمایان بہادری دکھلائی، اس وفد کے رئیس کا نام قیس[1] تھا اور اسی وجہ سے افغانستان مین آج تک اس کی قبر زیارت گاہ خلائق ہے،

عہد رسالت مین اور بہت سے با اقتدار لوگ مثلاً نجاشی، شاہ حبش، مقوقس، شاہ مصر، اور ہرقل شاہ شام، خفیہ و علانیہ اسلام لائے، اور یہ سب کچھ محض غیر جابرانہ تبلیغ و دعوت کا نتیجہ تھا، اگر اسلام مین جبری اشاعت جائز ہوتی تو اوس کے سب سے زیادہ مستحق یہود نبو نضیر تھے، کیونکہ وہ بالکل مدینہ کے متصل آباد تھے، رسول اللہ صلعم کو اذیتین دیتے تھے، بلکہ آپ کے قتل کی بھی ٹھان لی تھی، اور اسلام اوس وقت ان پر جبر کرنے کی طاقت بھی رکھتا تھا، لیکن آپ نے اُن کے جان، مال اور مذہب سے کوئی تعرض نہین کیا بلکہ اون کو صرف جلاوطن فرما دیا،

اسلام کے غیر جابرانہ اشاعت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہو کہ قریش صحابہ کو ہر قسم کی ایذائین دیتے تھے، ان کی تذلیل و تحقیر کرتے تھے، ان کی جان لینے سے بھی اون کو دریغ نہ تھا، لیکن با این ہمہ اُن مین کسی نے ترک اسلام نہین کیا، بلکہ وہ اور بھی شدت کے ساتھ اسلام کے پابند ہوگئے، اور رسول اللہ صلعم کی محبت اُن کے دلون مین اور بھی راسخ ہوگئی، چنانچہ جب حضرت زید ابن الدثنہ کو کفار قتل کرنے کے لئے چلے تو اون سے ابو سفیان نے کہا، "کیا تم کو یہ پسند ہو کہ تمھارے عوض محمدؐ کی گردن مار دیجائے؟" اونھون نے جواب دیا کہ "خدا کی قسم مین یہ بھی پسند نہین کرتا کہ مین اپنے گھر مین بیٹھا رہون اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک مین ایک کانٹا بھی چبھ جائے"، ابو سفیان نے یہ فقرے سنے تو کہا کہ "محمدؐ کے اصحاب محمدؐ کی جس قدر محبت کرتے ہین مین نے ایسی محبت نہین دیکھی"، لیکن اگر ان لوگون نے بجبر اسلام قبول کیا ہوتا تو نتیجہ بالکل اس کے برعکس نکلتا،

عہد رسالت کے بعد جب دنیا مین مسلمانون کو غلبہ حاصل ہوا اور دوسری قومون کو

[1] یہ عربی نام ہو لیکن صاحب رسالہ کا خیال ہو کہ اسلام لانے کے بعد یہ نام رکھا گیا ہوگا،

اسلام کے فضائل نمایان طور پر نظر آنے لگے تو اسلام اور بھی سرعت کے ساتھ پھیلنے لگا، لیکن اس زمانہ مین بھی کسی قسم کے جبر و اکراہ سے کام نہین لیا گیا، بلکہ خلافت راشدہ کے زمانے سے خلفائے عباسیہ کے زمانے تک اگرچہ کڑوڑون اہل کتاب اسلام کے زیر اقتدار آئے، لیکن کسی اسلامی فاتح نے کسی قوم کو اسلام لانے پر مجبور نہین کیا، بلکہ ان قومون نے مختلف زمانون مین خود بخود بتدریج اسلام قبول کیا، مثلاً مشرق مین ایشیائے وسطی، شام اور مصر کے عیسائی تقریباً تیس برس کی مدت مین بتدریج اسلام لائے، اور اون کے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ اس وقت مشرقی عیسائیون مین اریوس کا مذہب پھیل گیا تھا، اور اسکندریہ کا یہ پادری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے کا قائل نہ تھا اور اون کو خدا کے بجائے صرف ایک پیغمبر کہتا تھا، مسلمان بھی اسی عقیدہ کے ساتھ مشرق مین پھیلے، اور اریوسی مذہب کے عیسائیون کو اس اتحاد عقیدہ کے ساتھ اسلام کے اور فضائل بھی نظر آئے، تو وہ خود بخود مسلمان ہونے لگے، یہان تک کہ نصف صدی بھی گذرنے نہ پائی تھی کہ چار حصون مین مشرقی عیسائیون کا تین حصہ خود بخود مسلمان ہو گیا،

خراسان اور عام ایرانی ممالک کے باشندے ولید اور سلیمان بن عبد الملک کے زمانے مین مسلمان ہوئے، سندھ اور اوس کے قرب و جوار مین ترکستانی ممالک کے رہنے والے پہلی صدی کی ابتدا مین حضرت عمر بن عبد العزیز کی دعوت سے اسلام لائے، اور اون کے سلاطین کے نام عربی رکھے گئے، اسی صدی مین افریقہ کے بربرون نے بھی حضرت عمر بن عبد العزیز کے سیرت و اخلاق کی خبر سنکر اسلام قبول کیا، اور طرابلس اور تونس کے باشندون نے بھی اس مین اون کا ساتھ دیا، اندلس کے مسلمان بھی زیادہ تر مغرب ہی (افریقہ) سے نکل کر وہان آباد ہو گئے تھے، ان مین کچھ لوگ عرب کے قبائل سے بھی تعلق رکھتے تھے، اس بنا پر اندلس مین بھی اسلام اسی سرزمین (افریقہ) سے پھیلا، غرض مفتوحہ اسلامی ممالک مین اسی طریقہ سے بتدریج اسلام کی اشاعت ہوئی،

اور وہ ہمیشہ دنیا کے تمام حصون مین اسی طرح پھیلتا رہا، مثلاً سائبیریا کی آبادی بارہ ملین ہو لیکن اس مین صرف تھوڑی سی تعداد بت پرستون کی ہو، جنکو سلطنت روس نے اسلامی سلطنت کے زوال کے بعد چند مسلمانون کے ساتھ بجبر عیسائی بنالیا ہو، ان کے سوا بقیہ لوگ سب کے سب مسلمان ہین حالانکہ سائبیریا مین کسی اسلامی فاتح کا قدم تک نہین پہونچا ہو،

ایک عجیب بات یہ ہو کہ یورپ کے بعض جغرافیہ نویس چند سائبیرین مسلمانون کے سوا کسی اور مسلمان کا نام نہین لیتے حالانکہ وہ ایک اسلامی ملک ہو، اور تقریباً سات سو برس تک وہان اسلامی سلطنت قائم رہ چکی ہے، اور تقریباً دو ہی سو برس سے اوس کا خاتمہ ہوا ہے، ترغین چغتائی اور تاتاری قبائل جو چین کے اطراف مین پھیلے ہوئے ہین، اور جنکی تعداد چینی مسلمانون سے مل کر تقریباً ستر ملین تک پہونچ جاتی ہو، سب کے سب مسلمان ہین، حالانکہ یورپین جغرافیہ نویسون کے نزدیک چینی مسلمانون کی تعداد پندرہ ملین سے زیادہ نہین ہے۔[۱]

جزائر محیط اور افریقہ کے سوڈانی باشندے جن کے متعلق تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ ان مین تین ثلث مسلمان ہین، اور اب تک اُن مین اسلام نہایت سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہو اس کے علاوہ ہین ان مختلف قومون اور ان دور دراز ملکون مین کسی اسلامی فاتح نے قدم تک نہین رکھا ہو، اسلئے ان کے اسلام کے متعلق ایک عقلمند آدمی کیا کہہ سکتا ہو؟ کیا یہ لوگ بجبر اسلام لائے ہین؟ یا اونھون نے بخوشی اسلام قبول کیا ہو؟ بہرحال اس وقت دنیا مین مسلمانون کی تعداد تین سو پینتالیس ملین ہو[۲]، اور یہ کسی دلیل سے نہین ثابت ہو سکتا کہ ان لوگون نے اسلام کو جبرًا قبول کیا ہو،

---

[۱] چین مین اسلام پہلی صدی مین ان عربون کے ذریعہ سے پھیلا جو وہان تجارتی اغراض سے آئے تھے، جزائر محیط مین بھی اسلام انھین کے ذریعہ سے پھیلا جو ۳۰۴ھ مین جدید ممالک کے پتہ لگانے کے لئے لشبونہ سے نکلے تھے، شریف ادریسی کے جغرافیہ سے جسکا نام نزہتہ المشتاق ہو معلوم ہوتا ہو کہ یہ لوگ جزائر امریکہ تک پہنچ گئے تھے، اور غالباً وہین سے محیط مشرقی کی طرف پلٹے، بہرحال یورپین مورخین تک کا یہ خیال ہو، کہ جزائر محیط مین اسلام عربون کے ذریعہ سے پھیلا، [۲] یہ اُس صحیح تعداد کے لحاظ سے کہ چین مین مسلمانون کی تعداد ساٹھ ملین ہے،

اربعینیات

از مولانا راغب جیلانی بدایونی

ہمارے دوست مولانا راغب بدایونی مشہور خانوادۂ علم سے ہین، اون کے بزرگون کا متروکہ کتبخانہ کسی زمانہ مین نوادر کتب کا عجائب خانہ تھا، مگر افسوس کہ گردش زمانہ سے اوس کا بہت کچھ حصہ کہین سے کہین پہنچ گیا، اور اب بھی اوس مین حدیث و رجال و تاریخ کی کچھ نادر کتابین موجود ہین، مولانا راغب کا علمی ذوق و شوق ہمارے لیے حوصلہ افزا ہی، اور امید ہی کہ وہ اپنے خاندان کے علمی مرتبہ کو اپنی علمی خدمات سے برقرار رکھینگے، آج وہ پہلی دفعہ ہماری بزم مین رونق افروز ہوئے ہین، لیکن اُمید ہی کہ وہ بار بار ہمین اپنی روحانی ملاقات کا شرف بخشا کرینگے،

عشق رسولؐ جب مسلمانون کا ایمان تھا، تو آنحضرت صلعم کی بات بات اور ادا ادا کی تتبع و اتباع پر مٹے ہوئے تھے، آج مجموعۂ کتب حدیث و خبر (جسے ہماری بربادی دین و ملت خلاصۂ بصائر و عبر کہتی ہی) ہم دیکھتے ہین، اور کثرت تبویب و احادیث مکررہ کا ہجوم سامنے آتا ہی، تو تعجب کرتے ہین، غالباً ہمین معلوم نہین، کہ مجنون حدیث کے مجنون (سلف صالحین) ہمین بھی اپنا سا دیوانہ (مسلمان) جانتے تھے،

غلط ہو یا صحیح مگر تھا ان بزرگون کا حسن ظن، جس کے سبب آج ہمارے کتاب خانون مین نہ سہی، کتب تاریخ مین حدیث کے دو ایک جزو نہین بلکہ ضخیم مجلدات ہر باب مین مذکور ہین، اگرچہ آہ! آنکھون کے سامنے موجود نہین جوامع و سنن، مسانید و معاجم، اجزاؤ امالی اور مشیخات کا نام تم نے سُنا ہوگا، اور اون مین سے بعض تبرکات کی زیارت بھی کی ہوگی، اور باعتبار تعداد و روات ثلاثیات، رباعیات، خماسیات، سداسیات، سباعیات، ثمانیات عشاریات کا ذکر بھی (عشاریات سیوطی مین) پڑھا ہوگا، لیکن معلوم ہے کہ باعتبار تعداد حدیث

اربعینیات[1] کے دفتر کا کیا عالم ہے؟

اختیار عدد اربعین (چالیس حدیثین) و جمع اربعین کا کیا باعث ہے، کہا جاتا ہے یہ حدیث اس کا باعث ہے

من حفظ علی امتی اربعین حدیثا بعثہ اللہ یوم القیٰمۃ فی زمرۃ العلماء و الفقھاء، جس نے ہماری امت کے لئے چالیس حدیثین محفوظ کرلین اسکا حشر علماء اور فقہاء کے زمرہ مین ہوگا،

مگر یہ حدیث تو صحیح نہین، اگرچہ کثرتِ طرق اور تعدد روایات کی حیثیت سے بہت مشہور ہے، لیکن ان مین ایک طریقہ بھی محفوظ نہین، ابن جوزی نے "العلل المتناہیہ" مین ہر طریقہ پر تنقید کی ہے، اور ناقدین حدیث کے اقوال سے ثابت کیا ہے کہ کوئی طریقہ ایسا نہین جس مین کوئی کذاب، وضاع، متروک الحدیث نہو" دبل الغمام" مین قاضی شوکانی نے اس حدیث پر بسیط تقریر کی ہے، اور ایک فقرہ قابل ذکر ہے، ان کل طرق منھا مظلمۃ محشوۃ بالضعفاء والکذابین والوضاعین فہی ظلمات بعضھا فوق بعض،

پھر لکھا ہے کہ "فضائل مین ضعیف پر عمل کا اصول ہی صحیح نہین، پھر یہ حدیث تو ثابت ہی نہین، تعدد طرق و رواۃ کا اعتبار کیا، ایک کذاب سے کیا یہ ممکن نہین، کہ ایک جھوٹ کے لئے اس پر جھوٹ جوڑ دے"،

جب اس حدیث کا یہ حال ہے تو یقین نہین ہوتا کہ علماء و فقہاء نے جان بوجھ کر سند علم و فقہ کی طمع بیجا مین اس قدر جد و جہد کی ہو، ممکن ہے بعض بزرگون کو طرق حدیث کی کثرت نے دھوکے مین ڈال دیا ہو، مگر ہمین تو اربعینیات کی یہ کثرت دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث سے زیادہ تدوین حدیث کے عشق و جذبۂ مسابقت اور سبقت الی الخیر کے ولولہ نے ان کو اربعینیات کی تالیف پر آمادہ کیا ہے،

پہلی اربعین امام نودی اور ابن جوزی کی تصریح کے مطابق مجاہد اعظم حضرت عبد اللہ بن مبارک المرزی المتوفی سنہ ۱۸۱ھ نے تالیف کی، اس کے بعد عبد اللہ بن اسلم الطوسی المتوفی سنہ ۲۴۲ھ، احمد بن حرب

---

[1] اربعینیات اس مجموعۂ احادیث کو کہتے ہین جس مین چالیس حدیثین کسی مناسبت سے یکجا کی جائین، [2] حقیر کے کتبخانہ مین اس کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک،

النیشاپوری المتوفی ۳۴۴ھ، امام دارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ- ابو محمد بن الحسن بن سفیان المتوفی ۳۰۳ھ ابوبکر بن علی، اور حاکم نیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ وغیرہ کی ہیں،[۱]

محدثین نے **اربعینات** مختلف مقاصد کو پیش نظر رکھکر جمع کی ہیں، کسی نے اصول میں کسی نے فروع میں، کسی نے دونوں میں، احادیث جمع کی ہیں، حافظ ابن عساکر دمشقی نے فضائل جہاد میں اربعین لکھی علامہ ابن حجر مکی المتوفی ۹۷۳ھ نے عدل و عادل کے باب میں چالیس حدیثیں جمع کیں، اور کتاب سلطان سلیمان خان اعظم (عثمانی) کی خدمت میں ہدیۃً پیش کی، اور علامہ طاشکبری زادہ احمد ابن مصطفیٰ الرومی المتوفی ۹۶۸ھ[۲] نے انحضرت صلعم کے مطائبات اور مزاح کی روایتوں کی اربعین تالیف کی، کیا سبب تالیف اسکے سوا اور کچھ تھا، کہ ترک مجاہدین کو بتایا جائے کہ دشمنوں سے لڑنا اگر فرض ہے تو دوستوں سے ہنسنا بھی جائز ہے،

اربعینات میں سب سے زیادہ صحیح اور مشہور اربعین حضرت امام محی الدین یحیی ابن شرف (امام نودی) المتوفی ۶۷۶ھ کی ہے، جس کی علمار نے بہ کثرت شرحیں لکھیں، اور بعض شارحین نے خود بھی اربعین تالیف کی، مثلاً ملا علی قاری نے نودی کی اربعین کی دو شرحیں لکھیں، اور خود بھی اربعین جمع کی، ہمارے شعرا تعجب کرینگے، کہ مؤلفین اربعین ہی نہیں شراح "اربعین" میں مولنا عبدالرحمن **جامی** بھی ہیں، انھون نے ہر حدیث کا ایک قطعہ فارسی میں ترجمہ اور شرح کی ہے، حدیث کفیٰ بالموت واعظاً، کی شرح یون لکھتے ہیں:-

چند گیری مجلس واعظ پای منبر پے گرفتن پند
وعظ تو بس بمرگ ہمسایہ نعرۂ و نوحہ گو بیانگ بلند

حدیث لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ، کا ترجمہ سنئے،

ہر کسے را لقب مکن مومن گرچہ از سعی جان و تن کاہد

[۱] العلل المتناہیہ جلد اول و اربعین نودی، [۲] کشف الظنون، نواب صدیق حسن خان مرحوم نے اتحاف میں زلۂ قلم سے طاشکبری زادہ کا سنہ وفات ۹۶۲ھ لکھدیا ہے، حالانکہ طاشکبری زادہ نے ۹۶۵ھ میں تو الشقائق النعمانیہ تصنیف کی ہے، دیکھو کشف الظنون، اور خود الشقائق،

تا نخواہد برادر خود را | آنچہ از بہر خویشتن خواہد

خاتمہ پر لکھتے ہیں[1]:-

اربعینہائے سالکان جامی | ہست بہر وصول صدر قبول

بنود از فضل حق عجیب و غریب | کہ بدین اربعین رسی بوصول

بعض علماء نے اربعین کے عدد سے غیر معمولی **شغف** کا اظہار کیا ہی، علامہ ابی طاہر سلفی اصفہانی المتوفی ۵۷۶ھ نے چالیس حدیثین، چالیس شیوخ سے، چالیس شہرون مین جمع کین، اسکو اربعین بلدانیہ کہتے ہین، حافظ ابن عساکر المتوفی ۵۷۱ھ نے اوس پر اور بھی جدت کی، کہ روایت مین چالیس صحابیون کا بھی التزام کیا،

ہندوستانی علماء مین مسند الوقت حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم، مولوی عبدالباسط قنوجی، مولوی اولاد حسن قنوجی، اور پوربی علماء نے تالیف اربعین مین حصہ لیا ہی،

نواب صدیق حسن مرحوم کی دو اربعین تالیف ہین، ایک مین احادیث متواترہ کا اہتمام ہی، ان صحاح و صحاف کے علاوہ بعض اربعین دجالون اور کذابون نے بھی وضع کی ہین، جن مین اربعین ابن ودعان المتوفی ۴۹۴ھ اپنی جامع و مناع کی طرح مشہور ہے[2]، اربعینیات کا مفصل بیان **کشف الظنون**، بستان المحدثین اور اتحاف وغیرہ مین مذکور ہے،

اہل سنت کے علاوہ اور فرق اسلامیہ مین، شیعہ علماء نے جو اربعینیات جمع کی ہین، ان مین ایک اسوقت ہمارے پیش نظر ہی، یہ علامہ بہاء الدین عاملی کی تصنیف ہی، ہمارے متصوفین، انھین **کشکول** کے مصنف کی حیثیت سے جانتے ہین، علامہ بہاء الدین گیارہوین صدی کے آخر مین مذہب امامیہ کے بڑے عالم گذرے ہین، انھون نے اپنے اسناد سے چالیس حدیثین جمع کین ہین، اور ہر حدیث کی نہایت مبسوط محققانہ شرح کی ہے، شرح سے اجتہاد فکر و نظر ظاہر ہی، (فقیر کے کتاب خانہ مین خود اون کے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ نسخہ موجود ہی) خاتمہ

[1] اتحاف النبلاء، [2] دیکھو تذکرۃ الموضوعات ابن طاہر مقدسی،

کتاب پر لکھتے ہین - قد وقع الفراغ من مشقہ ضحوۃ یوم الاثنین فی ..... علی ید مولفہ الفقیر الحقیر الی الغنی محمد المشتہر ببہاء الدین العاملی ..... بمحروسۃ اصفہان ..... شتنہ

شروع یون ہر ان احسن حدیث تحلی اللسان بجواہر حقائقہ وخیر خبر یحلی الانسان ، فی زواہر حدائقہ حمد اللہ سبحانہ ،

سبب تالیف، ان اعظم المطالب والمفاخر بعد الایمان باللہ والیوم الآخر ھو ما یتوصل بہ الی السعادۃ الابدیۃ ویتخلص بہ من الشقاوۃ السرمدیۃ ..... وما ھو الا الاقتداء بالملۃ النبویۃ والاقتفاء للسنۃ المحمدیۃ علی الصادع بہا من الصلوات افضلہا ومن التحیات اکملہا وذالک لا یتتب الا بنقل الحدیث وروایتہ .... ودرایتہ - وصرف الایام فی مدارستہ وافناء الاعوام فی ممارستہ فطوبی لمن وجہ الیتہ ھمہ وبیض علیہ امتہ وجعل شعارہ ودثارہ وصرف فیہ لیلہ ونہارہ (۱)

ھذہ اربعون حدیثا من طرف اہل بیت النبوۃ والولایۃ ،

مصنف تحقیق رجال نہین کرتا، کہتا ہے کہ اسکی ضرورت یون بھی نہین کہ کتاب مین اکثر احادیث سنن و آداب مین ہین ، اور حدیث "من سمع شیئاً من الثواب" مشہور ہے، یہ حدیث کتاب کی اکتیسوین حدیث ہے، اس پر شارح نے مفصل تبصرہ کیا ہے کہ فضائل اعمال مین ضعیف حدیث قابل اعتبار و احتجاج ہے یا نہین ،

پہلی حدیث کے سلسلۂ اسناد مین ایک ایک سلسلہ کی کئی کئی تحویل دکھائی ہین، اور جائے تحویل سے اوسے ظاہر کیا ہے، محمد ابن مکی شہید امامیہ سے آگے سلسلہ مین قطب الدین رازی مذکور ہین ، جو اپنے شیخ ابن مطہر حلی سے راوی ہین ، حاشیہ پر قطب الدین کے متعلق لکھا ہے،

---

(۱) ہم مصنف کی طرف سے آج کل کے سنی و شیعہ فقہا سے اسکے (قولی نہین) فعلی ترجمہ کی امید کرتے ہین ، آہ ! کتنے ہین جن کا اوڑھنا بچھونا ، کتب جدل وخلاف ہین ، اور کتنے ہین جنھون نے آنکھ کھولکر حقیقت حدیث کا نظارہ کیا ہے،

المراد به صاحب شرح المطالع والمحاکمات وغیرہ وکان ... من اکابر علماء الامامیۃ وقرع کتاب قواعد الاحکام علی مصنفہ العلامہ الحلّی ..... لہ علی ذلک الکتاب حواشی جیدۃ وھی موجودۃ عندی .... وھو .... من اولاد الشیخ الاعظم الصدوق محمد بن بابویہ

(پہلی حدیث) من حفظ علی امتی اربعین حدیثاً مما یحتاجون الیہ فی امر دینھم بعثہ اللّٰہ عزوجل یوم القیمۃ فقیھا عالما۔ جس نے میری امت پر چالیس ایسی حدیثین جمع کین جن کی اون کو اور اون کے مذہبی معاملات مین ضرورت ہو تو قیامت کے دن خدا اوس کو فقیہ عالم بناکر اوٹھائیگا،

(شرح) "حفظ"، سے دل مین محفوظ رکھنا مراد ہے، جیسا کہ سلف کا قاعدہ تھا، نہ کہ کتابون مین درج کرنا بعض علماء نے حفظ روایت بغیر احتجاج واستدلال سے منع کیا ہو، کہاجاتا ہو کہ تدوین کتب حدیث دوسری صدی کے متصل مین ہو، "حدیث" کی تعریف مین کہتے ہین کلام خاص عن النبی او الامام او الصحابی او التابعی ومن یحذو حذوہ یحکی قولھم او فعلھم او تقریرھم، حاشیہ پر صحابی کی تعریف مین لکھتا ہے من لقی النبی مسلماً من غیر حجاب لقاءً عادیاً یقظۃً وکان لقاؤہ للنبی حیاً، پھر قید لقاءً عادیاً کی تصریح کی ہے، لیدخل ابن ام مکتوم وامثالہ من العمیان، تبصرۂ حدیث مین لکھتا ہے "جزا کا ترتب محض الفاظ حدیث کے یاد کرلینے پر ہے، معرفتِ معنی شرط نہین، کیا دور ہے کہ محض الفاظ کے یاد کرلینے سے کوئی زمرۂ علماء مین محشور ہو کہ من تشبہ بقوم فھو منھم مگر ترجمۂ حدیث کے حفظ سے یہ بات نہین ہوسکتی کہ قرآن کا ترجمہ قرآن نہین، اور بے وضو کے اوس کا چھونا جائز ہے،

(آٹھوین حدیث کی شرح مین لکھتے ہین) علمائے اسلام اِس مسئلہ کی تاویل مین کہ قیامت کے دن اعمال تولے جائینگے مختلف الرائے ہین، بعض کا خیال ہو کہ یہ عدل انصاف سے کنایہ ہے، بعضون کی رائے ہو کہ تولنے سے حقیقی تولنا مراد ہو، جو لوگ اِس کے مجازی معنی لیتے ہین اون کا استدلال یہ ہو کہ اعراض کا وزن خلاف عقل ہو، لیکن جمہور کا مذہب یہی ہو کہ وزن سے حقیقی وزن مراد ہو، کیونکہ قرآن وحدیث مین اوس کی نصت

دنقل کا وصف مذکور ہی، ایک اور جگہ لکھتے ہین کہ حق یہی ہی کہ وزن سے نفس اعمال کا وزن مراد ہی نہ کہ صحائف ونامۂ اعمال کا، پھر خواص اہل تحقیق کی طرف سے ایک تقریر کی ہی کہ اس مین کوئی استبعاد عقلی نہین کہ ایک شی کسی عالم مین عرض ہو اور کہین جوہر، دیکھو کسی چیز کو خارج مین دیکھتے ہو، خاص لباس تعین اور وضع وہئیت مین ہی مگر حس مشترک مین وہی چیز کیا ہو جاتی ہی، علم بیان ایک کیفیت ہی لیکن خواب مین دودھ کی شکل مین نظر آتا ہی، پس ظاہر ہی کہ صور تونکا اختلاف اختلاف نہین حقیقت ایک ہی ہی، ہر جگہ نئی تجلی اور ہر مقام پر اوسکا خاص لباس اور مختلف نام ہی،

(بارھوین حدیث) مسعدہ ابن صدقہ حضرت صادق سے راوی ہین کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا، اللہ اوس مومن ضعیف سے بغض رکھتا ہی جسکا کوئی دین نہو، کہا گیا، یا رسول اللہ ایسا مومن کون ہی جس کا دین نہین، آپ نے فرمایا وہ جو برائی سے نہین روکتا، مسعدہ نے حضرت صادق سے پوچھا کیا امر بالمعروف ونہی عن المنکر سب افراد امت پر واجب ہی؟ آپ نے کہا نہین، قوی، مطاع، عالم معروف ومنکر پر واجب ہی، نہ ضعیف پر، کہ وہ خود راہ ہدایت نہین جانتا، پھر آپنے آیۂ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر سے استدلال کیا، کہ یہ خاص ہی، عام نہین، کما قال تعالیٰ ۔ ومن قوم موسیٰ امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون (شرح) معروف سے فعل حسن اور منکر سے حرام تقبیح مراد ہی، علمائے امامیہ کا اس باب مین اختلاف ہی کہ امر بالمعروف فرض عینی ہی، یا کفائی، قدما مین شیخ الطائفہ محقق، ابن ادریس، اور متاخرین مین شیخ شہید وصاحب شرح ارشاد ومحقق شیخ علی، فرض عینی کے قائل ہین، اور سید مرتضیٰ علم الہدے ابوالصلاح، علامہ اور متاخرین مین شہید ثانی وغیرہ کفائی جانتے ہین، اس کے بعد شارح نے ایک بسیط تقریر کی ہی، پہلے مقام نزاع متعین کیا ہی، مثلاً ایک شہر مین ایک شخص تارک الصلوۃ اور شراب خوار ہی، اور دس شخص ایسے ہین جو اپنے امر ونہی کی تاثیر کا یقین رکھتے ہین، اب اون مین ایکنے امر ونہی شروع کی پس قبل حصول اثر اور باقی نو شخصون سے وجوب امر ونہی ساقط ہوگا یا اُنھین بھی اوس ایک کے ساتھ شریک کار

ہونا چاہئے، کہ اثر حاصل، اور غرض پوری ہو، وجوب عینی کے قائلین کا استدلال آغاز حدیث (رسول) سے ہی، کہ ظاہر حدیث وجوب کو ثابت کرتا ہی، اور دوسری احادیث بھی اس کی مؤید موجود ہین، جیساکہ امیرالمومنین سے مروی ہی، من ترك انكار المنكر بقلبه و يده و لسانه فهو ميت فى الاحيا جس نے زبان ہاتھ اور دل سے برائی کا انکار چھوڑا وہ گویا زندون مین مردون کے برابر ہے،

حضرت صادق سے ایک روایت مین ہی، انه قال لاصحابه انه قد حق لى ان آخذ البرئ منكم بالسقيم وكيف لا يحق لى ذلك وانتم يبلغكم عن الرجل منكم القبيح فلا تنكرونه عليه و لا تهجرونه ولا تؤذونه حتى يتركه، اس کی مثل اور بھی احادیث ہین، وجوب کفائی کے قائلین کا استدلال آیۂ کریمہ اور امام کی اس حدیث کے آخری حصہ سے ہی،

شارح کہتا ہی کہ آیۂ کریمہ و حدیث صرف اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ ان افراد امت پر جن مین شرائط پورے نہین پائے جاتے، امرونہی واجب نہین، اوس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ بعض کے اداکرنے سے دوسرے جامع الشرائط پر وجوب نہین رہتا، وجوب کی شرطین اگر کسی مین پوری نہین اس سے وجوب ساقط ہوگا نہ وجوب کفائی ثابت جیساکہ فریضۂ حج ہی، ایک کے اداکرنے کے سبب دوسرے سے کیون کر ساقط ہوجائیگا، پھر کہتے ہین، علامہ نے تذکرہ مین وجوب کفائی پر یون استدلال کیا ہی کہ امرونہی سے غرض وقوع معروف اور ارتفاع منکر ہی، اگر یہ بات ایک شخص کے سبب حاصل ہوگئی تو دوسرون کی کوشش عبث ہے، مگر یہ دیکھنے کی بات ہی، کہ حصول غرض سے علامہ کا کیا مطلب ہی حصول فعلی، یعنی واقعی اچھائی کا واقع ہونا اور برائی کا دور ہوجانا، تو یہ بحث سے خارج ہی، اس مین تو نزاع ہی نہین، حصول بالقوہ، تو اس پر منع وارد ہی، تتمۂ بحث یعنی، امرونہی کے شرائط کو ذکر کیا ہی کہ چار ہین، اول یہ کہ شخص کو امرونہی کا علم اور منکر و معروف کی تمیز ہو، جو حکم مامور یا منہی ہو وہ اس پر بشدت قائم رہی، آپنے امرونہی کے بااثر ہونے کے متعلق اس کا خیال ہو، کسی قسم کے مالی و بدنی اور عزت وآبرو کے نقصان کے خطرہ کی طرف توجہ نہو، پھر کہتے ہین کہ یہ چارون

شرطین زبان اور ہاتھ سے احتساب کے لئے ہین، لیکن انکار قلبی کے واسطے ان کا وجود مشروط نہین، ہان پہلی بات اوس کے لئے یہ ہے کہ وجوب ترک، تحریم فعل اور عدم رضا کے اعتقاد کا دل مین جوش ہو، دوسری یہ کہ مرتکب معصیت کے ساتھ بغض وغصہ ہو کہ یہی بغض فی اللہ ہے، تیسری یہ کہ عملاً اظہار کراہیت ہو، (اگرچہ زبانی نہ ہو) مثلاً یہ کہ پاس بیٹھنا، اوٹھنا، اور بات چیت کا ترک کرنا، چوتھی یہ کہ جس طرح ہو انکار قلبی قائم ہو، یہ شرائط اربعۂ علمائے مذہب کے کتب سے ثابت ہین، لیکن بعض علماء نے ایک پانچوین شرط اور لکھی ہے کہ آمر و ناہی خود عادل ہو (یعنی خود بھی وہ اپنے امر و نہی پر عامل ہو) کہ آیۂ کریمہ اتامرون الناس ... اور ... کبر مقتا عند اللہ اور حدیث اسری (متضمن عذاب خطبار) اس پر شاہد ہے، اس پانچوین شرط کے متعلق وہ کہتے ہین کہ حق یہ ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے عدالت ہرگز شرط نہین، (۱) دیکھو ایک کار حرام کا کرنے والا غیر شخص کو وہی بات کرتے دیکھتا ہے، اُس پر دو باتین واجب ہوتی ہین، ترک و انکار، اب ایک کے ترک سے دوسرے کا وجوب کیون ساقط ہو جائیگا۔ (۲) وہ احادیث جن سے اس فعل کا واجب ہونا ثابت ہے وہ عادل و فاسق دونون کو شامل ہین (۳) آیت کریمہ مین کہنے اور حکم دینے کے خلاف خود عمل کرنے پر زجر و توبیخ ہے اور غضب کا اظہار ہے، نہ یہ کہ جس امر خیر پر اوسکا عمل نہو اوسکا دوسرون کو حکم دینے یا جس فعل بد کا وہ مرتکب ہو دوسرون کو باز رکھنے سے ممانعت نہین ہے، (۴) وہ گناہ صغائر جو احیاناً سرزد ہو جائین وہ تمہارے نزدیک عدالت کے مخل نہین اور ایسے شخص کو امر بالمعروف کرنا جائز ہے، یہ تم بھی مانتے ہو، حالانکہ ہماری تفسیر کے مطابق یہ بھی اس آیۂ کریمہ کے ماتحت صحیح نہین، پس اب جو تمہارا جواب ہے وہی ہمارا ہوگا، (۵) اگر تمہاری بات مان لیجائے تو چاہئے کہ معصوم کے سوا کسی پر امر و نہی واجب نہ ہو، یا صرف اس شخص پر ہو جس نے توبہ یا بلوغ کے بعد سے کوئی گناہ نہین کیا ہے، تو اس صورت مین تو احتساب و نصیحت کا دروازہ ہی بند ہو جائیگا،

(تیرہوین حدیث کی شرح مین) یہ بحث ہے کہ حرام، رزق نہین ہو سکتا، معتزلہ نے اُس پر آیۂ "ومما رزقناھم ینفقون" سے استدلال کیا، شارح نے ابو جعفر طوسی کی تفسیر تبیان سے نقل کیا ہے کہ اوس آیت سے

ثابت ہی کہ حرام، رزق نہین، کہ خدا نے خرچ کرنے والون کی مدح فرمائی ہے، اور مال حرام کا خرچ کرنا موجب مدح نہین ہو سکتا،

(پندرھوین حدیث) کے علی بن حمزہ راوی ہین، کہ اون کے ایک جوان دوست نے حضرت صادق سے عرض کیا کہ مین اِس قوم (بنو امیہ) کے دفتر مین منشی ہون، مین نے اون کی دنیا سے بڑا فائدہ اوٹھایا، بہت مال جمع کیا، حرام و شبہات سے مطلق پرہیز نہین کیا، حضرت صادق نے فرمایا،

لولا ان بنی امیہ وجدوا من یکتب لھم و	اگر بنو امیہ کو ایسے لوگ نہ ملتے جو اون کے دفتر مین کام کرین
یجبی لھم الفیٔ و یقاتل عنھم و یشھد	اور اون کے لیے مال وصول کرین اور اون کی طرف سے لڑین
جماعتھم لما سلبوا حقنا۔ لو ترکھم	اور اون کی جماعتون مین حاضر ہون، تو وہ ہرگز ہمارا حق
الناس وما فی ایدیھم ما وجدوا شیئًا	نہ لے سکتے، اور اگر لوگ اونھین اور اون کے پاس جو کچھ
الا ما وقع فی ایدیھم،	ہے ترک کر دیتے تو بنو امیہ کے جو ہاتھ آگیا اوس کے سوا اونھین
.. ..	کچھ نہ ملتا،

جوان نے کہا "حضرت! اب میرے بچاؤ کی کیا صورت" آپ نے فرمایا "مین بتاؤن، کروگے؟ اچھا جو کچھ اون کی ملازمت مین کمایا، سب چھوڑ دو، جن جن کا مال لیا ہی اگر جانتے ہو تو اونھین واپس کر دو، اور نہین جانتے تو خیرات کر دو، اللہ کے یہان مین تمھارے لیے جنت کا ضامن ہون" علی بن حمزہ کہتا ہے کہ وہ جوان ہمارے ساتھ کوفہ گیا، اور اوس نے سارا بھرا پُرا گھر لٹا دیا، یہان تک کہ بدن پر چیتھڑا نہ رہا، ہم نے چندہ کرکے کپڑے مول لے دیئے، اور اوس کے خرچ کا انتظام کیا، تھوڑے دن گذرے وہ جوان سخت بیمار ہوا، ہم عیادت کو گئے تو نزع کی حالت تھی، مگر آنکھین کھولدین، اور یہ کہکر "اے علی تیرے دوست نے اپنا وعدہ وفا کر دیا"، جان دے دی، علی کہتا ہی کہ جب حضرت صادق کی خدمت مین حاضر ہوا تو حضرت نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا "ہم نے جو تمھارے دوست سے وعدہ کیا تھا پورا کر دیا،" مین نے عرض کیا

آپ کے قربان، آپ سچ فرماتے ہین، یہی اوس نے مجھ سے مرتے وقت کہا تھا،" کیا حضرت نے اِس حدیث مین عدم موالات کا پورا نقشہ نہین کھینچدیا ہے، شارح نے اِس کی شرح مین جو کچھ کہا ہو آج وہ حضرات شیعہ کے سننے کے قابل ہو، کہتا ہو کہ لولا من بنی امیہ سے یہ مستفاد ہوتا ہو کہ ظالمون کی اعانت قطعی حرام ہو، اگرچہ مباح کام ہی مین کیون نہ ہو، کہ حضرت صادق نے ظالمین کی جماعت مین حاضر ہونے تک کی مذمت فرمائی ہو، اور اس کی تائید مین اور احادیث بھی موجود ہین،

شیخ نے ابن یعفور سے روایت کی ہو کہ حضرت صادق سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص نہایت تنگی و سختی مین مبتلا ہے، اوسے نہر کھودنے اور گھر بنانے کے لیۓ مزدوری ملتی ہو کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ "ظالمون کے مددگار قیامت کے دن آگ کی قناتون مین اوس وقت تک رہینگے کہ اللہ بندون کا انصاف کرے"

صحیح مین یونس بن یعقوب سے مروی ہو قال قال لی ابو عبد اللہ لا تعنهم علی بناء المسجد یعنی "مسجد بنانے مین بھی ظالمون کی مدد نہ کر"

ابن بابویہ نے بطریق حسن ابن زید عن صادق عن آبائہ روایت کی ہو،

قال قال رسول اللہ من علق سوطا بین یدی سلطان جائر جعل الیہ ذلک السوط یوم القیمۃ ثعبانا من نار طولہ سبعون ذراعا سلط اللہ علیہ	جس شخص نے کسی ظالم بادشاہ کے سامنے کوڑا لٹکایا تو وہ کوڑا قیامت کے دن آگ کا سانپ بن جائیگا جس کا طول ستر ہاتھ ہوگا، اور جو اوس پر دوزخ مین مسلط کیا جائیگا،

اس معنی کی اور عام حدثیین ہین جن سے حرام ہی نہین مباح بلکہ مندوب کاموں تک مین ظالمون کی اعانت حرام ثابت ہوتی ہے،

اِس کے علاوہ آیۂ

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار	ظالمون کی طرف میلان نہ کرو ورنہ آتش دوزخ تم کو چھوئیگی،

سے بھی یہ مفہوم اخذ کیا جاسکتا ہو، بعض فقہاۓ امامیہ کے نزدیک مباح امور مین اعانت حرام نہین، شارح

کہتا ہی اگر یہ تفصیل اجماعی ہی تو خیر، ورنہ محلِ نظر ہی، کہ اس کے خلاف مین متعدد نصوص موجود ہین، پھر اس صورت مین (۱) ظالمین کی تخصیص کے کیا معنی، حرام کام مین ہر شخص کی اعانت حرام ہی اور فعل حرام تو فی نفسہ خود حرام ہی، اعانت کے لیئے ہو یا غیر اعانت کے واسطے پھر کہتا ہی تعجب ہے علامہ نے تذکرہ مین اعانت حرام کی تخصیص کی اور روایات گذشتہ استدلال کیا ہی، وہ اون کے مدعا کے قطعاً خلاف ہین،

بعض اکابر فقہا سے منقول ہی کہ کسی نے پوچھا کہ "مین بادشاہ کے کپڑے سیتا ہون کیا مین ظالمون کے مددگارون مین داخل ہون" اونھون نے کہا کہ "ظالمین کے مددگارون مین تو وہ شخص بھی داخل ہی جو تجھے سوئی دورا اوٹھا کر دے" پھر کہتے ہین اس حد تک احتراز بہت مشکل ہی، خدا ہمین تمھین سب کو بچاوے،

(بیسوین حدیث کی شرح مین) تقلید کی مذمت مین مفصل کلام کیا ہی، تذکرہ مین متعلق عذاب قبر و دوزخ وکیفیت بعث وغیرہ جو باتین لکھی وہ رسالہ اہل السنۃ والجماعۃ کے ناظرین کی دلچسپی کے قابل ہے، اختلاف عقائد کی تفصیل سے پیدا ہوتا ہے، ایک مسلمان کی نجات کے لیئے تصدیق اجمالی کافی ہی،

غرض علامۂ عاملی نے اسی طرح ہر حدیث کی شرح کی اور شرح مین نحوی، لغوی، ادبی، معقولی منقولی، ہر پہلو پر بحث ہی، ہر جگہ مجتہدانہ انداز ہی، بیچارے علامہ حلّی کی بڑی طرح خبر لی ہے، اشاعرہ اور معتزلہ کا جہان کہین اختلاف آپڑا ہی تو اکثر معتزلہ کی بیجا جانبداری کی ہی اور ہر جگہ اشاعرہ کو اپنا مخالف لکھا ہی، اگرچہ استدلال مین اکثر نمایان کمزوریان ہین، مگر چونکہ فقیر کا مقصد مناظرہ نہین، اسی لئے ذاتی اظہار رائے سے حتی الامکان احتیاط کی ہے،

ساری کتاب یکسان خط نسخ مین ہی، جو آٹھوین صدی کی شان رکھتا ہی، مگر حاشیہ پر قدیم ایرانی نستعلیق مین کہین مزید تفصیل اور کہین لغات کے معنی لکھے ہین، اور کہین غلط کی اصلاح کی ہی، کہین کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے، تو حاشیہ پر اوس کو لکھدیا ہی، کہین حسب موقع فارسی کے اشعار بھی لکھے ہین، مثلاً بیسوین حدیث کی شرح مین

---

[1] اڈیٹر معارف کا وہ قابل دید رسالہ جس مین فرقۂ اہل سنت کے عقائد، علم کلام اور بحث تطبیق عقل ونقل کے متعلق سلف صالحین کا طریقہ لکھا ہی،

ایک جگہ آیۂ افرایت من اتخذ الٰہہ ہواہ کے حاشیہ پر یہ شعر لکھا ہے،

اے ہوا ہاے تو ندا انگیز — اے خدا ہاے تو خدا آزار

ستّرھوین حدیث (حضرت رضا و مامون کے جواب و سوال متعلق عصمت انبیاء) کی شرح مین لکھتے ہین کہ حضرت یونسؑ کو مچھلی کا نگل جانا معراج تھا، جیساکہ حدیث مین آیا ہے وقد نظمہ العارف الرومی فی المثنوی پھر حاشیہ پر مثنوی کے یہ تین شعر لکھے ہین،

گفت پیغمبر کہ معراجِ مرا — نیست بر معراجِ یونسؑ اجتبا
آن من بر چرخ آن او نشیب — زانکہ قربِ حق برونست از حسیب
قرب نہ بالا و پستی رفتن است — قربِ حق از حبس ہستی رستن است

(۲) نفسیاتِ ترغیب

از مولوی وہاج الدین احمد صاحب بی اے دار المعلمین حیدرآباد دکن

ترغیب مین "ذہن" کا عمل

اب تک ہم نے عملِ ترغیب مین جذبہ کے وجود سے بحث کی ہے لیکن عنصر جذبی کا وجود عنصر ذہنی کے عدم وجود کو مستلزم نہین ہے، اور یہ قیاس کرنا کہ عملِ ترغیب مین کسی ذہنی عنصر کا وجود نہین ہوتا غلطی ہوگی، ہم بتا چکے ہین کہ ترغیب کے فیصلات مظہر رضامندی یا ناراضی ہوتے ہین، یہ کہنا ہی کسی نہ کسی ذہنی عنصر کی موجودگی کا پتہ دیتا ہے، آئندہ سطور مین ترغیب کے اس دوسرے ترکیبی جزو یعنی "عنصر ذہنی" سے بحث کیجائیگی، سردست اس کے وجود کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے۔

مذہبی واعظون کی ترغیب مین "موجودہ لامذہبی" و بدکرداری، کی درستی کی طرف اشارہ ہوتا ہے، تارک موالات کی ترغیب مین (بقول ان کے) "ہندوستان کی موجودہ غلامی اور مفلسی" کا تصور موجود ہوتا ہے، تارک نشیات کی ترغیب مین شراب کے مضر اثرات اور موجودہ تباہ حالت کی تصویر موجود ہوتی ہے، غرضکہ ہر خواہش یا اعتقاد مین جس سے عملِ ترغیب کا آغاز ہوتا ہے کسی موجودہ صورت حالات کا ذہنی تصور لازمات سے ہے، جس کو کہ فاعل، اپنی ترغیب کے ذریعہ سے بدلوانا چاہتا ہے، اگر یہ ذہنی تصور واضح اور روشن ہے، تو ترغیب بھی واضح، اور مؤثر ہوگی، برخلاف اس کے اگر ترغیب دینے والے کے ذہن مین موجودہ حالت کا تصور مبہم اور گنجلک ہے تو اوسکی ترغیب بھی اسی اعتبار سے مبہم اور پیچیدہ ہوگی، گویا کہ ترغیب کی کامیابی کا انحصار، صورت حالات، کے ذہنی تصور کے صاف اور واضح ہونے پر ہوتی ہے یعنی کامیاب ترغیب ہو یا ناکامیاب، اس عنصر ذہنی کا پایا جانا ضروری ہے، کیا ایک ایسے شخص کی ترغیب، جس کے ذہن مین بائسکوپ یا اس کی وجہ سے پیدا ہونے والے مضر اثرات کا تصور تک نہین ہے، تم کو بائسکوپ دیکھنے سے روک سکتی ہے؟ یا ایک ایسے تنگ نظر

کی ترغیب جس نے محض ایک شب تھیٹر دیکھ کر اس کو مذموم اور مخرب اخلاق قرار دے دیا ہو، واضح اور مفصل ہو سکتی ہے، ہمارا خیال ہے کہ اس کی ترغیب کو کامیابی نصیب نہین ہو سکتی، اور اگر اس کی ترغیب مؤثر ہو بھی تب بھی محض ان اصحاب کے لئے ہو گی جو پہلے سے اس مبلغ کے ہم خیال ہین اور اس کی ہر بات پر آمنا وصدقنا کہتے ہین،

ذاتی ترغیب مین عنصر ذہنی کا وجود "درک حالات" کی صورت مین ہوتا ہے، دوسرون کو جو ترغیب دیجاتی ہے اس مین وہی کام "طرز بیان" یا "گفتگو" سے لیا جاتا ہے، اس سے تو شاید کوئی انکار نہین کر سکتا کہ "طرز بیان" مین یا "گفتگو" مین عنصر ذہنی کی موجودگی لازمی ہے، "بیان" کا ترغیب مین ایک اہم حصہ ہے، اس کے کرشمے عدالتون مین خاص طور پر دیکھنے مین آتے ہین، وکلا کا بیان ترغیب کا ایک زبردست آلہ ہے، جو خوبیان کسی قابل وکیل کے بیان مین پائی جاتی ہین، وہ جامعیت، صحت، تناسب، تسلسل واقعات، اور رابطۂ خیالات ہین، ایک فاضل ایڈوکیٹ اپنی ترغیب مین اس بات کا خیال رکھتا ہے کہ مقدمہ کے تمام اہم واقعات بیان کر دئے جائین، کسی ضروری واقعہ کا اختصار بعض اوقات ناکامی کا باعث ہوتا ہے، پھر واقعات کی تفصیل کا ہونا بھی ضروری ہے، ظاہر ہے کہ مقدمات جرائم مین جب تک کہ واقعات کا بیان بلحاظ موقع و وقت واردات، بلاکم وکاست نہ کیا جائے، اندیشہ ہے کہ استدلال ناقابل قبول ہو اور مقدمہ کا فیصلہ مخالف ہو، مختلف واقعات مین صحیح تناسب کا لحاظ بھی ضروری ہے، اہم واقعات پر زور دینا ہوتا ہے، بیان مین ترتیب و تواتر کا خاص خیال رکھا جاتا ہے، اب غور کرو تو یہ سب باتین فی الحقیقت صفات ذہن سے متعلق ہین اور ہر عمل ترغیب مین ان کا کم و بیش وجود ہوتا ہے، پس معلوم ہوا کہ ہر ایسی ترغیب مین جو حقیقی معنون مین ترغیب کہی جا سکے جامعیت مضمون، توازن واقعات، صحت بیان، اور کسی صورت حالات کو اپنے (ترغیب ذاتی مین) یا دوسرون کے سامنے تسلسل و ربط کے

ساتھ پیش کرنے کی قابلیت کا ہونا لازمی ہی، اس سے عنصر ذہنی کی ترغیب مین موجودگی، لازماً ثابت ہوتی ہی،

مذکورۂ بالا صورتون کے علاوہ یہ عنصر ذہنی کبھی ارتباطات کی شکل مین بھی ظاہر ہوتا ہی، یہ اوس وقت ہوتا ہی جب ہماری تکمیلِ مقصد کی دو صورتین ہون، اور ایک کا انتخاب کیا جائے مثل کے طور پر فرض کرو کہ میری صحت خراب ہوتی جارہی ہی، مین اُسکی ترقی کی کوشش کرتا ہون، بحالی صحت کے لئے میرے سامنے دو تجویزین پیش ہین، اولاً یہ کہ مین مدرسہ سے تعطیل لیکر دیہات چلا جاؤن، ثانیاً یہ کہ مین کسی مقامی شفاخانہ مین اپنا علاج کراؤن، اب دونون صورتون مین سے مین اُسی ایک کا انتخاب کرونگا جس مین میری مقصد کی تکمیل کی صلاحیت زیادہ ہو، اب مین استنباطِ عقلی سے کام لیکر یہ نتیجہ اخذ کرتا ہون کہ چونکہ مین ضرورت سے زیادہ ٹنیس کھیلتا ہون اور کھلے میدان مین ورزش کرتا ہون لہذا میری صحت خراب گئی ہی اور مین اپنا علاج مقامی ہسپتال ہی مین کراؤنگا، دیکھو میری اس ترغیب ذاتی مین استنباط پایا جاتا ہی، اگر میری ترغیب دیہات مین چلے جانے کے لئے بھی ہوتی تو اس صورت مین بھی یہی ہوتا، غرضکہ اس مثال مین میرا ہر دو صورتون مین کسی ایک کا انتخاب، استدلال ذہنی کا نتیجہ ہی، ترغیب مین عنصر ذہنی کی موجودگی کا یہ دوسرا ثبوت ہی،

دوسرون کی ترغیب مین بھی یہی ذہنی عنصر پایا جاتا ہی، دلائل جن کی بنا پر ہم دوسرون کو ایک خاص طرزِ عمل کی پیروی کی ترغیب دیتے ہین، استدلالی پہلو لئے ہوتے ہین، کوئی سی مثال بھی ترغیب لفظی (تحریر و تقریر) کی لو، تم کو اس مین استقرائی، استخراجی، دلائل نظر آئینگے، تشبیہات، توالی و تواتر، علاقۂ سببیت، ان کا وجود بھی اکثر ہوگا،

اس موقع پر یاد رکھنا چاہئے کہ گو ترغیب مین ظاہر منطقی ترتیب، اور توالی و تواتر پایا جاتا ہی، اور منطقی اصولون سے کام بھی لیا جاتا ہی، لیکن ان کا استعمال سطحی ہوتا ہی نہ کہ حقیقی، ہم اس باب

کے ابتدائی حصہ مین کہہ چکے ہین، کہ ترغیب مین فیصلون کے قبول یا رد کا انحصار ان مین تشفی جذبات کی صلاحیت کے وجود یا عدم پر ہی، اس کی کیا وجہ ہو کہ ترک منشیات کی ترغیب انگلستان کی آبادی کے ایک حصہ کو منطقی نظر آتی ہی، اور اس مین جن دلائل سے کام لیا گیا ہو وہ بھی کل و جز تشفی بخش معلوم ہوتے ہین، لیکن وہی ترغیب دوسرے حصہ آبادی کو غیر استدلالی بلکہ مہمل معلوم ہوتی ہو، یہ تو کہا نہین جا سکتا کہ ان ہر دو فریقون کی سمجھ اور غلطیون مین بہت کچھ اختلاف ہی، پھر کیا وجہ ہی؟ محض یہ کہ بحث کی ایک اہم کڑی (یعنی اس کی خواہشات یا جذبات سے ہم آہنگی) فریق اول کو صاف نظر آتی ہی، لیکن فریق ثانی کی نظر مین اس کڑی کا وجود ہی نہین اور اس لئے اُس کو کل بحث غیر منطقی اور غیر استدلالی معلوم ہوتی ہی،

عمل ترغیب مین ذہن اور جذبہ کا باہمی تعلق، ترغیب کے ان دونون عناصر ترکیبیہ (ذہنی و جذبی) کا عمل علحدہ علحدہ نہین ہوتا، اصلیت یہ ہو کہ دونون ایک دوسرے مین ضم ہو جاتے ہین، اور ایک کا اثر دوسرے پر پڑتا ہی، عنصر جذبی کا اثر عنصر ذہنی پر یہ ہوتا ہو کہ اول الذکر اپنی تشفی کے لئے استدلال کو اپنے قابو مین کر لیتا ہی، اور اس سے وہی فیصلے صادر کراتا ہی، جو اس کی تشفی کر سکین، اس کی مثال انگلستان کی ایک عورت کے رویہ سے دی جا چکی ہی، اسی طرح سے ذہن کا اثر بھی جذبات پر ہوتا ہی مثلاً خوش اسلوبی سے کسی نقطۂ خیال کا بیان کر کے، فصاحت و وضاحت سے اپنے حسب منشا ترغیب دیکر ہم دوسرون کے جذبات کو اپنا ہم نوا بنا لیتے ہین، اس کی مثال آجکل ہندوستان مین کثرت سے نظر آتی ہی، استدلال سے ہمین اپنے جذبات پر بھی قابو رکھنے مین مدد ملتی ہی، اور یہ اس طرح سے کہ ایک جذبہ کی مخالفت مین دوسرا قوی تر جذبہ کھڑا کر کے، اول الذکر کے اثر کو زائل کر دیا جاتا ہی، مثلاً جذبۂ غضب سے متاثر ہو کر اپنے دل کو اپنے دشمن کے قتل کرنے کی ترغیب دیتے ہین، لیکن استدلال اور تعقل اس جذبہ کی مخالفت مین جذبۂ خوف، کو سامنے لا کر کھڑا کر دیتا ہی، اور ہم قتل کے نتائج (یعنی

پھانسی پانا) سے خوفزدہ ہوکر "غضب" سے باز آتے ہین، استدلال ایک دوسرا طریقہ جذبۂ غضب کو توڑنے کا بھی استعمال کرتا ہی اور وہ یہ ہی کہ شخص "مغضوب" کو قابل عزت و توقیر ثابت کرکے "غضب" کا جذبہ اس کی ذات سے منتقل کردیا جاتا ہی، اس کی مثال لارڈ چیتھم کی تقریر سے ملتی ہی، جب جنگ آزادی امریکہ کے زمانہ مین پارلیمنٹ انگلستان مین امریکن آبادی کی طرف سے غصہ و غضب کے جذبات موج زن تھے، اور مسئلہ زیر بحث یہ تھا کہ باغیون کو نیچا دکھانے کے لئے ممالک غیر سے فوجی مدد کی درخواست کیجائے، تو لارڈ موصوف نے جو صلح کی پالیسی کے مؤید تھے اپنے سامعین کے قلوب پر اول تو انگلستان کی شکست کی خیالی تصویر کھینچ کر خوف کا جذبہ طاری کیا، اور پھر حسب ذیل الفاظ مین ان کو جنگ سے باز رہنے، اور ممالک غیر سے فوجی امداد نہ طلب کرنے کی ترغیب دی؛

"امریکن نوآبادیات اپنی آزادی کے لئے برسرپیکار ہین، آزادی ہر شخص کا قدرتی حق ہی، ہمین ان کے جذبۂ حب الوطنی کی قدر کرنا چاہیئے، اور ان کی مثال سے سبق حاصل کرنا چاہیئے ....."

ترغیب مین متخیلہ کا عمل اب تک ہم ترغیب کے دو اہم عناصر، ذہنی و جذبی سے بحث کرتے رہے اور انکا باہمی تعلق اور ترغیب مین ان کی اہمیت دیکھتے رہے، لیکن ان کے علاوہ ایک تیسرا عنصر بھی عمل ترغیب مین شریک ہی اور وہ "تخیل" ہی، یہ تخیلی عنصر بقیہ دو سے بہت کچھ مربوط ہی، اور اپنے اثر سے کبھی تو عنصر ذہنی کے عمل یعنی "درکِ صورت حالات" یا "بیان" کو بدل ڈالتا ہی، اور کبھی عنصر جذبی کو متاثر کرکے جذبات کی قوت محرکہ مین اضافہ کرتا ہی، آئندہ سطور مین ہماری بحث اس عنصر سے رہیگی،

ہر خواہش، یا اعتقاد جس سے عملِ ترغیب کا آغاز ہوتا ہی، بالخاصہ ہمارے دماغ مین اپنے مناسب حال خیالی تصویرین پیدا کرتا ہی، ہمارا فرضی زید جو مہاتما گاندھی کی ترغیب کی وجہ سے تارک موالات ہوگیا ہی، اپنی متخیلہ کو کام مین لاکر، اپنے دماغ کے سامنے ملک کی موجودہ عسرت و فلاکت کی خیالی

تصاویر لا کر، یا حصول سوراج کی صورت مین ملک کی سرسبزی، خوشحالی، آزادی کی خوشنما تصویر اپنی متخیلہ کی بدولت کھینچکر، اپنے عقیدہ یا خواہش کو زیادہ قوت دے سکتا ہو، اور پہلے سے بھی زیادہ شدومد سے تارک موالات بن سکتا ہو، اسی طرح سے اگر کوئی شخص تمھین نیک افعال کی تلقین کرے اور ایک دوسرا شخص نہ صرف تلقین کرے بلکہ قصون، روایات، اور دیگر خیالی تصویرون سے بھی مدد لے، تو یقیناً تمھارے دل پر مؤخر الذکر کی ترغیب کا اثر بہ نسبت پہلے شخص کے زیادہ ہوگا، اس کی وجہ یہی ہو کہ اس نے عنصر تخیلی سے بھی کام لیا، اس سے عنصر تخیلی کی ایک اہمیت تو تمھین معلوم ہوئی اور وہ یہ ہو کہ خواہش و اعتقاد کو قوی تر کر دیتا ہے،

ہر اعتقاد نہ صرف اپنے مناسب حال خیالی تصویرین پیدا کرتا ہو، بلکہ اس کا ایک اور خاصہ یہ بھی ہو کہ ان تخیلات کا جو اس کے مخالف ہون، شعور کے سامنے گذر بھی نہین ہونے دیتا، فرض کرو کہ ہمارا زید ترک موالات کے سلسلہ مین ترک تعیشات کا بھی حامی ہو، کیا تمھارا خیال ہو کہ اس کے متخیلہ مین کسی ایسے متوسط الحال خاندان کی تصویر کا گذر ہوگا جو دن بھر محنت مزدوری کرتا ہو، اور روزانہ شب کو گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے لئے بائسکوپ جا کر جائز طور سے دل بہلاتا ہو، مگر زید کا اعتقاد ترک تعیشات اور اسی باعث ترک بائسکوپ کا مؤید ہو، لہذا اول تو یہ تخیل اس کے دماغ مین آنے کا ہی نہین، اور اگر آئیگا تو فوراً ہی خارج کر دیا جائیگا، بہ نسبت مذکورۂ بالا خیالی تصویر کے زید کے لئے اس خاندان کی خیالی تصویر کھینچنا آسان ہوگا، جو شاید بائسکوپ کی وجہ سے مفلس ہوگیا ہو، یا جس کے افراد بائسکوپ سے چوری، ڈاکہ وغیرہ کا سبق سیکھ لیتے ہین کیونکہ یہ تصویران کے اعتقاد کے حسب حال اور اسے قوت پہنچانیوالی ہو،

قوۂ متخیلہ کا ایک خاصہ یہ کہ نہ صرف گذشتہ حالات کی تصاویر ہمارے دماغ مین پیدا کرتی ہو، بلکہ گذشتہ اور موجودہ کو ملا کر مستقبل کی تصویر بھی کھینچ سکتی ہو، متخیلہ کے اس خاصہ سے ترغیب مین

بہت کچھ مدد لی جاتی ہے، اور وہ اس طرح سے کہ ترغیب کنندہ اس کی مدد سے، اپنے سامعین کے سامنے ایک خیالی تصویر ان حالات کی کھینچ دیتا ہے جو اس کی ترغیب پر عمل کرنے کی صورت مین ظاہر ہونگے، اور اس خیالی تصویر کی مدد سے اپنی ترغیب کو کامیاب بناتا ہے، ذیل کے اقتباس سے اس کی مثال ملتی ہے، یہ اقتباس لارڈ بروگہم کی اس تقریر کا ہے جو صاحب موصوف نے دارالامرا مین ۲۰ فروری ۱۸۳۸ء مین "انسداد رسم غلامی" کے متعلق کی تھی، مقرر صاحب انسداد رسم غلامی کے خوشگوار نتائج مستقبل کی خیالی تصویر بدین الفاظ کھینچتے ہین،

"جونہی کہ یہ مژدۂ فرحت اثر (کہ رسم غلامی موقوف ہوگئی) دنیا کے ہر گوشہ مین پہونچیگا، ایک نئے اور خوشنما مستقبل کا نظارہ، دنیا کے پیش نظر ہو جائیگا، کتنے ہی پژمردہ قلوب، جو انسان کے انسانون پر مظالم دیکھ کر، رنجور تھے، موسم بہار کے غنچون کی طرح کھل جائینگے، جہان کل کسی بے رحم آقا کے تازیانہ کی کرخت آواز اور اس کا درشت لب ولہجہ، مظلومین کی آہ وبکا کو اپنے مین چھپائے ہوئے تھا، وہان آج آزادی اور امن وامان کے شادیانون سے کان پڑی آواز نہ سنائی دیگی، بدقسمت افراد انسانی کے طوق وسلاسل کی جھنکارین موقوف ہو جائینگی، حرمان نصیب غلامون کے اعضا، زنجیر اور رسن کی سخت گیریون سے نجات پائینگے، زمانہ کا شفیق ہاتھ، رفتہ رفتہ، ان کے جسمون سے غلامی کے داغ دھو کر دیگا، جملہ اقوام انسانی، بلا قید رنگ، ومذہب، ترقی کی دوڑ مین، برابر کا حصہ لینگی، قدرت کا دست فیاض ان سرزمینون پر جو پہلے کسی حکومت پسند آقا کے جور وتعدی اور اس کے کوڑون کی مار کی بدولت کاشت کیجاتی تھین، اپنے خزانہ کے زر وجواہر برسائیگا، اور وہ زمینین اب محنت ومزدوری کے شیدائیون کے پسینہ سے سینچی جائینگی، امرا کے عالیشان محلون مین، دیہات کی لہلہاتی ہوئی کھیتیون مین، شہر کی سڑکون مین، زرخیز وادیون مین، غرضکہ تمام عالم مین امن وامان فرحت وانبساط، کی یکسان حکمرانی ہوگی، حضرات! کیا عالمگیر خوشحالی اور تمدن کی یہ خوشنما

تصویرین آپ کے قلوب کو متاثر نہین کرتین، ......"

اس قسم کے تخیل اختراعی کا اثر (جس کی مثال اوپر دی گئی ہی) عمل ترغیب پر بہت کچھ ہوتا ہی، گذشتہ وموجودہ حالات کی روشنی مین ہم تخیل کی مدد سے، مستقبل کی تصویرین کھینچتے ہین، حسب منشائے ترغیب، ان مین اُمید وبیم، خوف وہراس کی رنگ آمیزیان کرتے ہین، اوران خیالی خاکون کو، اپنے پیش نظر رکھکر ایسی تدبیرین سوچتے ہین، جو موجودہ یا گذشتہ سے بہتر صورت حالات پیدا کرسکین، کتابون اور تقریرون مین، جتنی ترغیب کی مثالین نظر آتی ہین، ان مین کا بیشتر حصہ متخیلہ کی اس صفت اختراعی سے متصف ہوتا ہی، ناظرین اور سامعین کے سامنے ماضی، حال، اور مستقبل کے جامع اور معنی خیز نظارے پیش کئے جاتے ہین، دور تک پہونچنے والے اثرات کا درک دلایا جاتا ہی، اور علت حال اور معلول مستقبل مین رشتہ قائم کیا جاتا ہی؛

جس طرح کہ جذبات اور ذہن ایک دوسرے کو متاثر کرتے ہین، اور ایک سے دوسرے کو مدد ملتی ہی، اس طرح یہ تخیلی عنصر بھی ذہن اور جذبات پر اپنا اثر کرتا ہی، اور تینون باہمدگر، ہم آہنگی سے، اپنا عمل کرتے ہین،

(باقی)

مترجمات

خلیفہ کا ایلچی غزنوی دربار میں

پانچوین صدی ہجری مین

مترجمۂ جناب مولوی سید حسن صاحب برنی، بی اے

ابوالفضل بیہقی عہد غزنوی کا مشہور مورخ ہو وہ ۳۸۶ھ/۹۹۶ء مین پیدا ہوا اور ۴۷۰ھ/۱۰۷۷ء مین وفات پائی، ابوالفضل کی تاریخ مختلف نامون سے مشہور ہو مثلاً تاریخ بیہقی، مجلدات بیہقی، تاریخ ناصری، تاریخ مسعودی، اس تاریخ مین مصنف نے ۴۰۹ھ/۱۰۱۸ء سے لیکر پچاس برس کے واقعات سلطان محمود غزنوی کے زمانے سے سلطان ابراہیم غزنوی تک کے عہد سلطنت تک لکھے تھے، اور یہ ایک نہایت ضخیم تاریخ تھی، میرخواند نے روضۃ الصفا مین لکھا ہو کہ یہ کتاب تیس جلدون مین ہو خود بیہقی نے بھی ایک جگہ لکھا ہو کہ مین نے پچاس برس کے واقعات کئی ہزار صفحون مین درج کئے ہین،

بدقسمتی سے اس کتاب کا بیشتر حصّہ تلف ہو گیا ہو اور اب تک کسی جگہ دستیاب نہین ہو سکا صرف مسعود غزنوی کے عہد (۴۲۱ھ/۱۰۳۰ء - ۴۳۲ھ/۱۰۴۰ء) کے حالات دستیاب ہوئے تھے جو ایشیاٹک سوسائٹی بنگالہ نے ۱۸۶۲ء مین شایع کئے،

اس جزکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ تاریخ ایک نہایت اعلیٰ پایہ کی تصنیف تھی اور مصنف نے حالات بیشتر اپنے ذاتی معلومات کی بنا پر لکھے تھے، فارسی تاریخون مین یہ تاریخ نہایت مستند اور بیحد دلچسپ ہو،

تاریخ بیہقی سے ایک دلچسپ مقام انتخاب و ترجمہ کرکے ناظرین معارف کی خدمت مین پیش کیا جاتا ہے القائم بامراللہ عباسی خلیفہ، بغداد کے تخت نشین ہونے پر مسعود غزنوی سے بیعت لینے کیلئے ایلچی آیا ہے اسلامی سلطنتون مین جو خلیفہ کی عزت و حرمت اس زمانے مین کیجاتی تھی اس کا اندازہ ان حالات سے ہوگا جو بیہقی نے اپنے چشم دید لکھے ہین،

"برنی"

منگل کا دن تھا اور ذیقعدہ ۴۲۲ھ مین دس دن باقی تھے خبر پہونچی کہ امیرالمومنین قادر باللہ انار اللہ برہانہ کا انتقال ہوگیا، اور امیرالمومنین امام ابوجعفر القائم بامراللہ ادام اللہ سلطانہ جو ولیعہد خلافت تھے تخت نشین ہوئے، سب لوگون نے بیعت کی، دونون خاندان کے بنی ہاشم یعنی علویون اور عباسیون نے اطاعت قبول کی، اور تمام اہالیان بغداد نے فرمانبرداری کا اظہار کیا، دنیا کے اس سرے سے اوس سرے تک خط لکھے گئے اور ایلچی روانہ ہوئے تاکہ اعیان دولت اور والیان مملکت سے بیعت لین، فقیہ ابوبکر بن محمد السلیمانی الطوسی امیر مسعود کی خدمت مین نامزد ہوکر خراسان پہنچا، امیر کو اس خبر سے سخت افسوس ہوا اور خواجہ احمد (بن حسن میمندی وزیر) اور میرے استاد بونصر کو خلوت مین طلب کرکے دریافت کیا کہ اس بارہ مین کیا کرنا چاہیے، خواجہ نے کہا، خداوند کی زندگانی دراز اور دولت و بزرگی نصیب، ہرچند یہ خبر صحیح ہے لیکن مصلحت یہ ہے کہ ابھی اسے پوشیدہ رکھا جائے اور خطبہ قادر کے ہی نام پڑھا جاتا رہے، جیسا کہ معلوم ہوا ہے ایلچی اسی خبر کو لیکر آرہا ہے اور غالباً جلد پہنچنے والا ہے، جب یہان پہونچیگا تو ستانے کے بعد خداوند کے سامنے مناسب طور پر پیش ہوگا تاکہ تعزیت کا خط اسے دیدیا جائے، دوسرے دن خداوند تین دن تک تعزیت کی رسم بجالائینگے اور جمعہ کے دن جامع مسجد جاکر تہنیت کی رسم ادا کرینگے، قائم کے نام پر خطبہ پڑھا جائیگا اور نذرین دیجائینگی"، امیر نے کہا یہی مناسب معلوم ہوتا ہے، غرض اس خبر کو پوشیدہ رکھا گیا، .... ۵ اذی الحجہ کو خط پہنچا کہ سلیمانی شورقان پہنچ گیا،

اور رے سے وہان تک امیر کے والیون، عاملون اور گماشتون نے نہایت اچھی طرح خدمت اور استقبال کی رسم ادا کی، امیر نے خواجہ علی میکائیل کو بلاکر کہا کہ" ایلچی آرہا ہے، شرفا، علویون، قاضیون، عالمون، اور فقیہون، کو جمع کرکے پہلے سے استقبال کے لئے چلے جاؤ، اعیان درگاہ اور مرتبہ دار پیچھے سے پہنچینگے، ایلچی کو مناسب طور پر شہر مین لایا جائے"؛ علی نے جو رئیس الرؤسا تھا اور ایسے کامون کے لئے نہایت موزون اس بارہ مین اندازہ سے بڑھکر تکلف کیا....... خواجہ علی استقبال کے لئے اس ترتیب کے ساتھ نکلا، کہ اس کے پیچھے بوعلی رسولدار مع مرتبہ دارون اور سوارون کے تھا، جب ایلچی شہر کے قریب پہنچا تو تین صاحب اور، بوالحسن کرخی ندیم اور مظفر حاکم ندیم جو عربی نہایت اچھی بولتے تھے، اور دس سرہنگ ہزار منتخب سوارون کے ساتھ آئے اور سنیچر کے دن ذی الحجہ مین ۸ دن تھے کہ ایلچی کو بڑی تعظیم تکریم کے ساتھ شہر کے اندر لیکر پہنچے، محلہ سید باقلی مین ایک آراستہ و پیراستہ مکان مین فروکش کیا اور بڑے تکلف کے ساتھ دسترخوان بچھایا گیا،

جب ایلچی تین دن آرام کرچکا اور کافی خاطر و مدارات ہولی، امیر نے خواجہ سے کہا" ایلچی آرام کرچکا ہے اب اُسے ہمارے سامنے لانا چاہئے"، خواجہ نے کہا "بیشک اب وقت آگیا ہے اس بارہ مین کیا حکم ہے"؟ امیر نے کہا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مین چند روز کے لئے کوشک عبد الاعلیٰ چلا جاؤن یہ محل ایسے کامون کے لئے زیادہ موزون ہے اور پوری طرح آراستہ ہے، وہان دوہری عمارتین بھی ہین، غلام اور مرتبہ دار ادائے رسم کے لئے سہولت سے کھڑے ہوسکتے ہین، اور تہنیت و تعزیت کی رسم خوب ادا ہوسکتی ہے ان سے فارغ ہوکر باغ مین واپس چلے آئینگے، خواجہ نے کہا" خداوند کا یہ خیال بہت اچھا ہے ایسا ہی ہونا چاہئے"،

اس کے بعد خلوت کیگئی اور حاجب بزرگ، سالار غلامان، عارض ممالک اور صاحب دیوان رسالت طلب ہوئے امیر نے ایلچی، خط، لشکر، مرتبہ دارون، اور غلامان سرا کے متعلق جو

احکام تھے سب صادر کئے، یہ لوگ چلے آئے اور امیر ظہر کی نماز کے وقت سوار ہو کر کوشک عبدالاعلیٰ مین فروکش ہوا،

قرار یہ پایا کہ پہلی محرم کو جو سال کا پہلا دن ہے ایلچی پیش ہو، میرے استاد خواجہ بونصر مشکان نے حسب دستور بوعلی رسولدار کو حکمنامہ دیا وہ ایلچی سے خطے آیا معلوم ہوا کہ تعزیت و تہنیت کا مضمون تھا، لشکر غلامون اور مرتبہ دارون کا انتظام حاجب بزرگ اور سالاران لشکر نے انجام دیا،

یکم محرم ۴۲۲ھ کو پنجشنبہ کا دن تھا، تمام انتظام پہلے کیا جا چکا تھا جب صبح ہوئی چار ہزار غلام سرائے امارت کے دونون طرف راستون پر پرے باندھے کھڑے تھے، دو ہزار کلاہ دو شاخ سر پر رکھے کمرہائے گران اور پر تلے باندھے ہر غلام کے ہاتھ مین عصائے سیمی، دو ہزار کلاہ چہار پر اوڑھے اور کیش (ترکش) اور پیٹی کسے اور شمشیر و شقا (تیردان) اور نیم لنگ (قربان یا کیش) کمر پر کسے ہر غلام کمان اور تین چوبہ تیر ہاتھ مین لئے دیبائے شستری کی قبائین پہنے، تین سو غلامان خاصہ امیر کے قریب صفہ کے رستون پر جامہ ہائے فاخرہ پہنے کلاہ ہائے دو شاخ اوڑھے اور کمرہائے زر باندھے اور عمود ہائے زرین ہاتھ مین لئے کچھ کمرہائے مرصع بجواہر باندھے کھڑے تھے، پانچسو ساٹھ سردار دروازے پر سرائے دلیمان کے درمیان ایستادہ تھے تمام اعیان درگاہ ولایت دار اور حاجب کلاہ ہائے دو شاخ اوڑھے کمر زر باندھے دربار مین حاضر تھے دروازے کے باہر مرتبہ دار متعین تھے اور بہت سے ہاتھی مع نشانون کے موجود تھے،

ایلچی اس کوکبہ مین سے ہو کر گذرا اور رسولدار سوارون اور ایک انبوہ کے ساتھ ایلچی کو لایا اور آگے دربار مین بٹھایا،

بوق و کوس اور دھل و کاسہ پیل کی آواز بلند ہوئی گویا قیامت کا دن ہے، ایلچی ان تکلفہائے عظیم کو دیکھکر مدہوش و متحیر ہو کر رہ گیا اپنی عمر مین اس نے یہ شان و شوکت کبھی نہ دیکھی تھی،

جب سفیر کوشک مین پہنچا تو امیر تخت پر بیٹھا تھا صفہ کے سامنے سلام کیا اور کھڑا ہو گیا، خواجہ بزرگ احمد حسین

نے سلام کا جواب دیا خواجہ کے سوا امیر کے سامنے کوئی بیٹھا ہوا نہ تھا سب لوگ کھڑے تھے صاحب بونصر نے ایلچی کو سہارا دیکر بٹھایا، امیر نے بآواز بلند کہا "خداوند امیرالمومنین کو کس حالت مین چھوڑا" ایلچی نے کہا "اللہ تعالیٰ سلطان معظم کو مطلع فرمائے کہ امام القادر باللہ امیرالمومنین انار اللہ برہانہ کا انتقال ہو گیا، اناللہ وانا الیہ راجعون، سخت سانحہ ہے ایزد عز ذکرہ خلیفہ کو فردوس مین جگہ عطا فرمائے اور خداوند دین و دنیا امیرالمومنین کو باقی رکھے" خواجہ بزرگ نے عربی مین ایک نہایت عمدہ تقریر اس بارہ مین کی، اور ایلچی کی طرف اشارہ کیا کہ خط پیش کرے،

ایلچی کھڑا ہوا خط دیبائے سیاہ کے خریطہ مین تھا تخت کے سامنے لیگیا اور امیر کے ہاتھ مین دیکر لوٹا اور اپنی جگہ پر آبیٹھا، امیر نے خواجہ بونصر کو آواز دی وہ تخت کے سامنے حاضر ہوا، اور خط لیکر پیچھے ہٹ آیا اور تخت کی جانب منہ کرکے کھڑا ہو گیا خریطہ کھولا اور خط پڑھکر سنایا جب پڑھ چکا تو امیر نے کہا کہ اس کا ترجمہ بھی سناؤ کہ سب سمجھ سکین، بونصر نے اس کا ترجمہ اس خوبی کے ساتھ سنایا کہ سب نے اقرار کیا کہ دوسرے کو یہ دستگاہ نہین،

اس کے بعد ایلچی کو واپس کر دیا گیا اور توقیر کے ساتھ اس کے قیامگاہ پر پہنچا دیا گیا، امیر نے ماتم داری کا سامان کیا دوسرے دن جب دربار کیا تو دستار اور قبا پہنے ہوئے تھا تمام والی اور حشم اور تاجیک ماتم پرسی کے لئے آئے ایلچی کو بھی بلایا گیا تھا کہ اپنی آنکھون سے مشاہدہ حال کرے، بازار بند کر دئے گئے، رعایا کے لوگ جوق جوق آتے تھے تین دن اسی طرح گذر گئے ہر روز ایلچی حاضر ہوتا تھا، اور چاشت کے وقت جب امیر دربار سے چلا جاتا واپس ہو جاتا تھا، تین دن بعد لوگ بازار مین آئے کھڑیاں کھلین اور ڈھول ودمدمہ بجنے لگا،

امیر نے خواجہ علی کو بلا کر کہا "حکم دے کہ درگاہ سے لیکر مسجد جامع تک قبے بنائین اور جو تکلف ممکن ہو کرین، جمعہ آپہنچا ہے، اور ہم خود جامع مسجد جائینگے تاکہ امیرالمومنین کا خطبہ پڑھا جائے" خواجہ علی نے

کہا تعمیل ارشاد ہوگی اور چلا گیا، اعیانِ بلخ کو بلا کر جو کہنا تھا کہا، پیر کے دن سے جمعرات تک انتظام ہوتا رہا اور بلخ کو درِ عبدالاعلیٰ سے مسجد جامع تک ایسا آراستہ کیا کہ کسی کی یاد مین اس سے پہلے بلخ کی ایسی آرائش نہ ہوئی تھی، بہت سے قبّے بازارون مین عبدالاعلیٰ تک اور وہان سے درگاہِ سلطانی اور محتشمان بارگاہ کے محلون تک بنے ہوئے تھے، جمعہ کی رات کو پچھلے پہر تک لوگ آرائش مین لگے رہے،

جب دن نکلا سب تیاریان ہوچکی تھین، امیر نے جمعہ کے دن دربار کیا جب دربار ختم ہوا خواجہ علی میکائیل نے کہا "خداوند کی زندگی دراز ہو قبّون کی تیاری اور آرائش وغیرہ کے متعلق جو کچھ فرمان عالی تھا پورا ہوگیا کوئی اور حکم ہے" امیر نے کہا "لوگون کو بتا دینا چاہئے کہ وہ خاموشی کے ساتھ بیٹھے رہین، ہر گروہ اپنی اپنی جگہ رہے اور اپنے قبّون اور سامان کا خیال رکھے جس وقت ہم گذرین تو کھیل کود اور گانا بجانا روک دیا جائے ایک آواز بھی سنائی نہ دے جب ہم گذر جائین جو جی چاہے کرین، نماز پڑھکر دوسری طرف شارستان ہوتے ہوئے باغ پہنچ جائینگے" خواجہ نے کہا "بہت بہتر ہے" اور لوٹ آیا، اور احکام جاری کردئے، سیاہ پوش روانہ ہوئے اور سب لوگون سے تحریری وعدے لے لئے،

امیر چاشت کے وقت سوار ہوا، چار ہزار غلام اسی زیب و زینت کے ساتھ جس کا کہ ہم ایلچی کے آنے کے دن ذکر کرچکے ہین پیادہ پا آگے تھے، سالار بکتغدی پیچھے تھا، غلامان خاصہ اس کے بعد سلطانی نشان اور مرتبہ دار اور حاجب آگے آگے حاجب بزرگ بلکاتگین پیچھے، سلطان کے پیچھے خواجہ بزرگ اور خواجگان واعیانِ درگاہ خواجہ کے پیچھے خواجہ علی میکائیل، قاضی، فقیہ، علما، زعیم اور اعیانِ بلخ تھے، خلیفہ کا ایلچی اس جلوس مین علی میکائیل کے سیدھے ہاتھ پر تھا،

امیر اس ترتیب کے ساتھ نہایت آہستہ آہستہ مسجد جامع پہنچا، بجز مرتبہ دارون کے آہٹ اور برو بروکے کوئی دوسری آواز نہین سنائی دیتی تھی،

مسجد پہنچکر امیر سواری سے اترا اور ممبر کے نیچے جا بیٹھا منبر پر اوپر سے نیچے تک دیبائے زربفت پڑا تھا، خواجہ بزرگ اور اعیان درگاہ بیٹھ گئے، علی میکائیل اور خلیفہ کا ایلچی ذرا فاصلہ پر بیٹھے، خطبہ اور نماز کو خطیب نے ادا کیا، جب فارغ ہو گئے تو سلطانی خزانچی آئے اور دس ہزار دینار، پانچ حریر کی تھیلیوں مین منبر کے نیچے لا رکھے یہ خلیفہ کے لئے نذر تھی، اس کے بعد خداوندزادون، امیرون، فرزندون خواجہ بزرگ اور حاجب بزرگ کی نذرین آنی شروع ہوئین، بعد ازان دوسرے لوگون کی، آواز دیتے جاتے تھے یہ "نثار فلان نثار فلان اور رکھتے جاتے تھے،

جب نذرون کا سلسلہ ختم ہوگیا تو امیر اٹھا اور سوار ہو کر غلامون، لشکر اور اہالیان درگاہ کے ہمراہ شارستان کے نیچے باغ کی طرف روانہ ہوا، خواجہ بزرگ اس کے ساتھ تھا خزانچی، دبیران خزانہ اور مستوفی نذرون کو بازار کے راستہ سے خزانہ مین لیگئے، خواجہ علی میکائیل مع ایلچی کے بازار کے راستہ سے گذرا، بلخ کے لوگون نے خوب خوشیان منائین اور بہت سے برتن اور طرح طرح کی چیزین نثار کین، درعبدالاعلی تک پہنچتے پہنچتے شام کی نماز کا وقت ہوگیا، علی دوسری راہ سے ایلچی کو اس کو کبہ کے ساتھ اپنے گھر لے گیا، بڑی تکلف کی دعوت کی اور نہایت خاطر مدارات کے بعد اس کی قیامگاہ کو روانہ کیا، یہ بات امیر کی بڑی خوشنودی کا باعث ہوئی،

(۳) دوسرے دن امیر نے خواجہ بونصر مشکان کو حکم دیا کہ خواجہ بزرگ کے پاس جائے اور خلیفہ سے عہد وپیمان کرنے اور ایلچی کو واپس روانہ کرنے کی تدبیر کرے، بونصر دیوان وزارت پہنچا خلوت ہوئی ایلچی بلایا گیا اور بہت کچھ گفت وشنید کے بعد جو باتین طے کرنی تھین طے ہوئین قرار پایا کہ امیر اس مشورہ کے موافق جو بغدسے آیا ہے عہد وپیمان کریگا اور جب یہ عہد نامہ بغداد پہنچے گا تو خلیفہ ایک نیا منشور امیر کے پاس روانہ کریگا، اس منشور مین خراسان، خوارزم، نیمروز، زابلستان، تمام ہند اور سند، چغانیان، ختلان، ، قبادیان ترمذ، قصدار، مکران، والستان، گیگاہان، رے، جبال،

سپاہان، (اصفہان) حلوان، گرگان، طبرستان، کے تمام علاقے امیر مسعود کے نام لکھدئے جائین اور اور خلیفہ خاقان ترکستان سے خط وکتابت نہ کرے، نہ انھین کوئی انعام یا خلعت دے بلکہ جیساکہ گذشتہ زمانہ مین خلیفہ القادر باللہ نے سلطان ماضی (محمود غزنوی) سے عہد کیا تھا، بغیر امیر کے وسیلہ کے کوئی خلعت ان کے پاس نہ بھیجا جائے، یہ بھی قرار پایا کہ یہی ایلچی یعنی سلیمانی اس کام کو انجام دیکر واپس آئے اور اپنے ساتھ امیر المومنین کی پسند کا ایک خلعت جس کے مانند اس سے پہلے کسی کو نہ ملا ہو لائے، اور ایک اجازت نامہ ہو کہ سیستان کے راستے سے کرمان پر حملہ کیا جائے اور مکران سے عمان پر، اور قرامطہ کو مغلوب کیا جائے امیر کی طرف سے ایلچی سے کہا گیا کہ "لشکر بے انداز جمع ہو گیا ہی، اور سلطنت کی توسیع ضروری ہی، لشکر کو ناچار کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے اگر درگاہ خلافت کی حرمت پیش نظر نہ ہوتی تو یقیناً بغداد کا قصد کیا جاتا تاکہ حج کا راستہ کھل جائے، ہمارے باپ نے ہمین شہر رے مین اسی کام کے لئے متعین کیا تھا، اگر ہمین خراسان سے چلے آنیکی ضرورت پیش نہ آجاتی تو ہم آج مصر یا شام مین ہوتے، ہمارے فرزند مستعد ہین اور ان کے حوالہ کچھ نہ کچھ کام ہونا چاہئے، آل بویہ کے ساتھ ہماری دوستی ہی اور ہم ان کو تکلیف پہنچانا نہین چاہتے لیکن چاہئے کہ وہ زیادہ ہوشیار رہین اور حضرت خلافت کی عزت کو ملحوظ رکھین، حج کے راستہ کو کھولدین ہم نے اپنی سلطنت کے لوگون کو حکم دے دیا ہی کہ وہ حج کے لئے تیار ہون ان کے ساتھ ہماری طرف سے ایک سالار حجاج جائیگا ہم اس وقت حجت پوری کرتے ہین اگر اس بارہ مین کوشش نہوئی تو ہم آپ کوشش کرینگے، اس لئے کہ خداوند تعالیٰ باز پرس کریگا کہ ہمارے پاس حشمت اور قوت اور سامان اور لشکر بے اندازہ ہی" ایلچی نے کہا "یہ سب باتین صحیح ہین مجھے ان کی یادداشت لکھکر دے دو تاکہ میرے لئے سند ہو سکے،" کہا "ٹھیک ہی" اور اسے رخصت کیا گیا،

بونصر نے یہ سب واقعات امیر سے جا کر کہے امیر بہت خوش ہوا، جمعرات کے دن پندرہ

محرم کو فقہا اعیان بلخ اور سادات کو بلایا جب دربار ختم ہوگیا تو یہ لوگ امیر کے سامنے حاضر کئے گئے علی میکائیل بھی آیا اور رسولدار ایلچی کو اپنے ہمراہ لایا، خواجہ بزرگ عارض، بونصر مشکان، حاجب بزرگ بلکاتگین اور حاجب بکتغدی حاضر تھے، بیعت نامہ اور حلفنامہ (سوگندنامہ) کے نسخہ کا ترجمہ میرے استاد (بونصر) نے پوری احتیاط کے ساتھ فارسی مین لکھا تھا ایسا دلکش ترجمہ تھا جیسے دیبائے دورو، عربی نسخہ ایلچی کو دیدیا گیا تاکہ دیکھتا جائے، ترجمہ بآواز بلند بونصر نے پڑھا، سب حاضرین نے بغور سنا، ایلچی نے کہا "عین اللہ علی الشیخ" (خدا شیخ کو اپنی حفاظت مین رکھے) بالکل عربی کے موافق ہے اور کوئی چیز نہین چھوٹی، یہی امیر المومنین اطال اللہ بقائہ سے عرض کردونگا" بونصر نے پھر عربی کا نسخہ پڑھکر سنایا، امیر نے کہا "مین نے سنا اور سب مضمون سمجھ لیا، فارسی کا نسخہ مجھے دیجئے" بونصر نے نسخہ حوالہ کیا، امیر مسعود نے پڑھنا شروع کیا، اس خاندان کے بادشاہون مین کوئی بادشاہ مسعود کی نظیر نہین ہوا، عہدنامہ کے نسخہ کو اخیر تک اس روانی کے ساتھ پڑھگیا کہ کہین نہ رکا اس کے بعد دوات خاصہ پیش ہوئی، عہدنامہ کے نیچے اپنے خط مین اُس نسخہ پر جو بغداد سے آیا تھا اور اس نسخہ پر جسے میرے استاد نے ترجمہ کیا تھا عربی اور فارسی مین کچھ عبارت لکھی، دوسری دوات دیوان رسالت سے لاکر رکھی گئی خواجہ بزرگ اور حاضرین نے اپنے اپنے خط مین شہادت تحریر کی، سالار بکتغدی لکھنا نہین جانتا تھا بونصر نے اس کی طرف سے لکھدیا، ایلچی اور اہل بلخ کو رخصت کردیا گیا، اور حاجب وہان سے چلے آئے امیر اور صرف تین شخص رہ گئے" امیر نے خواجہ سے کہا، "ایلچی کو رخصت کرنا چاہئے" خواجہ نے کہا "ٹھیک ہے" بونصر کو خط کی یادداشت لکھکر فوراً رائے عالی کے لئے پیش کرنی چاہئے، اور ایلچی کو خلعت اور صلہ دے کر اور جو کچھ رسم ہے اس کے موافق حضرت خلافت کے لئے پیش کش حوالہ کر کے رخصت کردینا چاہئے"

امیر نے پوچھا کہ خلیفہ کو کیا بھیجنا چاہئے احمد نے کہا بیس ہزار من نیل کی رسم ہے خاصہ کے لئے اور پانچ ہزار من حاشیہ درگاہ کے لئے اور تمام نذرین جو خطبہ کے دن آئین ہین اور خزانہ معمورہ مین رکھی

ہوئی ہین اور جامہ و جواہر و عطر وغیرہ جو اس کے سوا دینا چاہین اور جو ایلچی کو مناسب سمجھین، مین نے عمر لیث کے حالات مین پڑھا ہے کہ جب اس کا بھائی یعقوب رہواز کے پاس سے گذرا اور وہان شکست پائی خلیفہ معتمد اس سے بوجہ جنگ کے ناراض تھا احمد بن ابی الاصبع سفارت پر یعقوب کے بھائی عمر کے پاس آیا، عمر سے وعدہ کیا کہ وہ واپس ہو جائے اور نیشا پور مین رہے، تاکہ اسے منشور عہد اور نشان وہان بھیجدیا جائے، عمر نے ایلچی کو ایک لاکھ درہم دئے اور فوراً رخصت کیا، جب ایلچی نیشا پور آیا اور اپنے ساتھ دو دو خادم مع خلعت کرامات، لوا اور عہد کے لایا تو سات لاکھ درہم اس خدمت کے معاوضہ مین دئے گئے، یہ ایلچی یعنی سلیمانی بڑی سفارت اور بڑے کام پر آیا ہے اسے خلعت شایان شان اور ایک لاکھ درہم صلہ مین دئے جانے چاہئین، جب واپس آئیگا اور ہم جو کچھ چاہتے ہین سرانجام کر دیگا، اس وقت جو رائے عالی ہو گی دیدیا جائیگا، امیر نے کہا بہت ٹھیک ہے، قرار پایا کہ خلیفہ کے لئے جو اور کچھ بھیجنا مناسب ہو خواجہ کے اوپر چھوڑ دیا جائے، خواجہ نے لکھنا شروع کیا، ہر قسم کے قیمتی کپڑون کے ۲۰۰ تھان جن مین دس زربفت کے تھے، پچاس نافہ ہائے مشک، ایک سو شمامۂ کافور اور دو سو گز ریشمی تھان نہایت عمدہ قسم کے، اور پچاس تیغ ہندی، اور ایک زرین جام ہزار مثقال وزن کا موتیون سے بھرا ہوا دس پارہ یاقوت سرخ، بیس پارہ لعل بدخشی بغایۃ عمدہ، دس گھوڑے خراسانی ختلی (بدخشانی) مع جھول اور برقعہ دیبائے کی، اور پانچ غلام ترک قیمتی، جب یہ فہرست لکھ گئی تو امیر نے کہا ان سب کا انتظام کر دیا جائے، خواجہ نے کہا بہت خوب اور رخصت ہو کر دیوان رسالت پہنچے خادمون کو بلایا احکام جاری کئے، اور واپس چلے آئے، خزانچیون نے سب انتظام کر دیا امیر نے ملاحظہ کیا اور پسند کیا، میرے استاد خواجہ بو نصر نے خط لکھا نہایت عمدہ وہ اس مین بڑی مہارت رکھتا تھا، مجھ ابو الفضل نے اس خط کو تحریر کیا، حضرت خلافت اور خاقان ترکستان اور ملوک اطراف کے پاس جس قدر خط جاتے تھے مین ہی ان کی کتابت کرتا تھا، ان سب خطوط کے نسخے میرے پاس موجود تھے افسوس کہ انھین لوگون نے

قصداً گم کردیا، دریغ اور ہزار دریغ کہ وہ روضہ ہائے رضوانی اس وقت موجود نہین ورنہ یہ تاریخ ان سے نادر چیز بنجاتی، بہر حال فضل ایزدی سے نومید نہین ہون کہ مجھے یہ کاغذ پھر ہاتھ لگ جائینگے تاکہ درج کتاب ہوسکین اور لوگون کو اس صدر بزرگ کا حال معلوم ہو. وما ذالک علی اللہ بعزیز،

خواجہ بو نصر نے خط کو وزیر کے سامنے پیش کیا اور بعد ازان دونون کا فارسی اور عربی مین ترجمہ کرکے مجلس سلطان مین سنایا نہایت پسند کیا گیا، روز شنبہ بیسوین محرم کو ایلچی کو بلایا گیا، اور ایک خلعت فاخرہ مع استر جس مین پانچسو مثقال سونا لگا ہوا تھا اور فقہا کی خلعت کے مانند تھا اور دو گھوڑے دیکر رخصت کیا اور جو کچھ خلیفہ کے پاس بھیجنا تھا اس کے پاس پہنچا دیا گیا، ایک لاکھ درہم صلہ اور بیس جامہ قیمتی مع استر اور جل اور برقعے ایلچی کو دئے گئے اور پانچسو دینار اور دس تھان خواجہ بزرگ نے اپنی طرف سے ایلچی کو بھیجے، میرے استاد خواجہ بو نصر نے رسولدار کے ہاتھ جواب نامہ ایلچی کے پاس بھیجدیا پنجشنبہ ۲۲ محرم کو ایلچی بلخ سے روانہ ہوا، پانچ قاصد اس کے ساتھ بھیجے گئے تاکہ ایک ایک کو اخبار تازہ کے ساتھ راستہ مین سے واپس بھیجا جائے اور دو آدمیون کو بغداد سے واقعات کی اطلاع دیکر واپس کیا جائے کچھ مخبر مسافرون اور امیرون کی جماعت مین پوشیدہ طور پر بھیجے گئے کہ جو کچھ ان قاصدون پر گذرے بے کم و کاست اس کی اطلاع دین، امیر مسعود اس بارہ مین بہت اہتمام کرتا تھا تمام اقطاع ملک مین جہان سے ایلچی ہو کر گذرتا تھا، خطوط ارسال ہوئے کہ استقبال شایان شایان طریقہ پر کیا جائے اور ایسی خاطر و مدارات کیجائے کہ وہ بخوشنودی تمام بغداد پہنچے،

(۴) خبر پہنچی کہ امیر المومنین القائم بامر اللہ کا ایلچی بو بکر سلیمانی شہر رے پہنچ گیا ہے اور اس کے ساتھ خلیفہ کا ایک خاص خادم ہے جس کے ہاتھ تبرکات بھیجے گئے اور باقی امور ایلچی کے سپرد ہین، حکم ہوا کہ ان کا استقبال شان و شوکت کے ساتھ کیا جائے ایک ہفتہ رے مین قیام ہوا جہان ان کی خوب مدارات کیگئی، بعد ازان نیشاپور کی جانب تمام قافلہ اور وہ لوگ جنھین حکم ملا تھا،

روانہ ہوئے، امیر نے احکام جاری کئے اور لوگون نے تعجیل مضافات بیہق مین جاکر اسباب ضروری کی بہم رسانی کا سامان کیا،

چہار شنبہ ۸، ربیع الآخر کو فقہا قضاۃ اور اعیان نیشاپور مع مرتبہ دارون اور رسولدار کے ان کے استقبال کے لئے گئے، شہر رے کی طرف کے دروازہ سے جامع مسجد تک اور بازارون مین آرائش کیگئی، بہت کچھ درہم دینار شیرینی اور برتن خیرات ہوئے، ابوالقاسم خیزانی کے باغ مین قیام کیاگیا،

..... جب ایک ہفتہ گذر گیا اور مہمانون نے آرام کرلیا تو باغ شادیاخ کے دروازے سے ایلچی کی قیامگاہ تک ایک جلوس کا انتظام کیاگیا، تمام لشکر اور اعیان اور سرہنگ سوار تھے اور نشان ہاتھ مین لئے ہوئے تھے، پیادے پورے ہتھیار لگائے سوارون کے آگے کھڑے تھے، مرتبہ دار دو رویہ ایستادہ تھے اور صفہ مین امیر تخت پر بیٹھا ہوا تھا، سالار اور حاجب کلاہ ہائے دو شاخ اوڑھے ہوئے تھے، نہایت شان و شوکت کا دن تھا، حاجب اور چند سپہدار اور پردہ دار اور سرکش اور سوار اور مبیّن اونٹ رسولدار کے ساتھ علی الصباح ایلچی کی قیامگاہ پر خلعت کے لانیکے لئے پہلے پہنچ گئے تھے، ایلچی اور خادم کو محمل پر بٹھایا اور خلیفہ کی خلعتون کو اونٹون پر بار کیا شاگرد پیشہ تحائف کو اپنے سرون پر رکھے آٹھ گھوڑے زین اور سنہری ساز و سامان کے ساتھ سونے کے نعل پیرون مین پڑے آگے آگے نشان ایک سوار کے ہاتھ مین اور منشور اور نامہ دیبائے سیاہ مین لپٹا ہوا دوسرے سوار کے ہاتھ مین ایلچی کے آگے آگے اور حاجب اور مرتبہ داران سب سے آگے اس ترتیب سے یہ جلوس روانہ ہوا،

بوق وطبل کی آواز بلند ہوئی اور ایسا شور اور غلغلہ ہوا کہ گویا قیامت کا دن ہے، تمام سامان لشکر اور ہاتھیون کے جلوس کے ساتھ پیچھے سے آرہا تھا، ایلچی اور خادم کو دہلیز پر اُتارا گیا اور امیر کے سامنے پیش کیا گیا، ایلچی نے ہاتھ کو بوسہ دیا خادم نے زمین چومی اور کھڑے ہوگئے، امیر نے

کہا کہ "خداوند ولی نعمت امیرالمومنین کو کس طرح چھوڑا" ایلچی نے کہا "تندرستی اور شادمانی کے ساتھ تمام کام پُرمراد اور سلطان المعظم کی جو خلافت کا رکن عظیم ہے عمردراز ہو آپ سے خشنود" حاجب بونصر نے ایلچی کا بازو پکڑا اور صفہ کے درمیان سے تخت کے نزدیک بٹھادیا ایلچی نے کہا "خداوند کی زندگانی دراز ہو جب مین حضرت خلافت مین پہنچا اور سلطان کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حال مجلس عالی مین بیان کیا اور القادر باللہ کی تعزیت اور امیرالمومنین کے تخت پر جلوہ افروز ہونے کی تہنیت بجالانے اور خطبہ ادا کرنے اور شرائط بیعت کو پورا کرنے کی کیفیت بیان کی تو امیرالمومنین نے جیساکہ اسکی ہمت بلند کے سزاوار ہے بندہ کو نہایت لطف کے ساتھ رخصت فرمایا، بعدازان تخت خلافت پر جلوس فرمایا اور اس ہفتہ مین عام دربار کیا جو کوئی تخت کے سامنے جاتا اور خلیفہ سے ملتا تھا سلطان کی تعریف فرماتے تھے اور شکریہ کا اظہار کرتے تھے حتیٰ کہ فرمایا کہ ہمارا بزرگترا اور قوی تر حکم آج ناصر دین اللہ حافظ بلاد اللہ المنتقم من اعداء اللہ ابو سعید مسعود ہے اور اسی مجلس مین سلطان کے نام ملک ہائے موروث و مکتسب اور نو مفتوحہ علاقون کے عطا کئے جانے کے واسطے منشور تحریر کئے جانیکا بر ملا حکم صادر فرمایا، اور ر د وات طلب فرماکر خطِ عالی کے ساتھ توقیع کو آراستہ فرمایا اور لفظ عالی سے مبارکباد فرمائی اور اسی وقت حکم دیا کہ مہر لگائین اور خط کو خادم دعا کے حوالے کرین پھر ارشاد فرمایا کہ نشان لاؤ خود اپنے ہاتھ سے نشان کو باندھا اور طوق اور کمر اور کنگن اور تاج طلب فرماکر ایک ایک کو خود سپرد فرمایا اور دعا فرمائی کہ خدائے عزوجل مبارک فرمائے، پھر سلے ہوئے کپڑے طلب فرماکر ہر باب مین ایسی باتین فرمائین جو باعث فخر ہین اسی قسم کی باتین ان گھوڑون کے پیش ہوتے وقت جو خاصہ سے ان چیزون کے بعد لائے گئے ارشاد فرمائین، بعدازان عمامہ اور شمشیر پیش ہونے پر زبان مبارک سے فرمایا "یہ عمامہ جو ہاتھ کا باندھا ہوا ہے اسی طرح ناصر دین کے ہاتھ مین دیا جائے اور وہ اسے اسی طرح اپنے سر پر رکھے تاج کے بعد تلوار کھینچی اور کہا

زنادقہ اور قرامطہ کو مغلوب کرے اور اپنے باپ یمین الدولۃ والدین (محمود) کی سنت کو اس بارہ مین نگاہ رکھے اور اس تلوار کے زور سے دوسرے ملکون کو جو دشمنون کے ہاتھ مین ہین فتح کرے" یہ تمام باتین فرمانے کے بعد سب چیزین اسی مجلس مین میرے سپرد کین جنھین آج لیکر یہان حاضر ہوا ہون تاکہ جو کچھ سلطان کی راے ہو عمل کیا جاوے"

امیر نے بونصر مشکان کی طرف اشارہ کیا کہ منشور نامہ لے لیا جائے بونصر صف سے باہر آیا اور عربی مین ایلچی سے کہا وہ فوراً کھڑا ہو گیا اور منشور کو جو دیبائے سیاہ مین لپٹا ہوا تھا امیر کے سامنے تخت پر رکھدیا، بونصر وہان سے منشور کو اٹھا کر ایک طرف آ کھڑا ہوا،

ایلچی نے کہا اگر راے ہو تو تخت سے نیچے تشریف لے آئے تاکہ مبارکی کے ساتھ امیر المومنین کا خلعت پہنایا جائے، پھر کہا مصلی بچھاؤ سلاح دار کے پاس مصلی تھا اس نے فوراً بچھا دیا امیر نے قبلہ کی طرف منہ کیا بوق ہائے زرین جو باغ مین رکھے ہوئے تھے بجنے لگے اور ان کی آواز دوسرے باجون کے ساتھ ملکر بلند ہوئی، دروازہ پر کوس بجنے لگا اور آئینہ پیل کو جنبش ہو گئی گویا قیامت آپہنچی، بلکاتگین اور دوسرے حاجب دوڑے امیر کے بازو کو سہارا دیکر تخت سے نیچے اتار کر مصلی پر بٹھا دیا ایلچی نے خلعت کے صندوق منگائے، سات پیراہن نکلے جنمین سے ایک دیبائے سیاہ کا تھا اور باقی دوسری طرح کے، جامہ ہائے بغدادی نہایت اعلی قسم کے تھے، امیر نے بوسہ دیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور تخت پر آیا تاج مرصع بجواہر اور طوق اور کنگن مرصع پیش ہوئے سب کو بوسہ دیا اور امیر کے سیدھے ہاتھ پر تخت پر رکھدیا گیا، بندھا ہوا عمامہ خادم سامنے لے گیا امیر نے بوسہ دیا اور کلاہ کو اتار کر سر پر رکھا اور نشان سیدھے ہاتھ مین لیا شمشیر کو حمائل کیا اور چونکہ پہلو پر رکھا لوگون نے تکبیر شروع کی یہان تک کہ تمام صفہ زرین ہو گیا اور باغ کا میدان کیسہ ہاے سیم کی وجہ سے بھی تھا، ایلچی کو رخصت کیا گیا اور اس قدر خیرات ہوئی کہ جس کی حد نہین عصر کے وقت ایلچی اپنی قیامگاہ پر پہنچا، شب و روز ایسی نشاط و شادی کیساتھ ایک مدت تک لوگ ایسی خوشیان مناتے رہے جنکی نظیر کسی نے آج تک نہین دیکھی تھی"

تلخیص و تبصرہ

ادبیات ہند اور جرمن شعراء

پروفیسر زلیسکی نے اپنی کتاب OURDEBTTOANTIGiTY مین مشرق و مغرب کی ترقیون کو ایک تمثیل کے ذریعہ بیان کیا ہی، مشرق و مغرب دونون مرد و فرشتے تھے لیکن چونکہ ان کے جرم سنگین نہ تھے، اس لئے ان کو اجازت دیگئی کہ "وہ اپنے ہاتھون مین ایک ایک عصا لیکر لاکھون میل کا سفر پیدل طے کرکے کفارہ ادا کرین"، مشرق نے رحم کی درخواست کرتے ہوے کہا "خدایا! میری راہ صاف اور ستھری ہو، اس مین نہ تو وادیان ہون اور نہ پہاڑیان، تاکہ مین اپنے منزل مقصود کو ہر وقت اپنے پیش نظر پاؤن"، خداوند تعالی نے یہ دعا قبول فرمائی، مغرب نے کوئی مراعات نہ چاہی، دونون اپنی اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہوئے، مشرق اپنی راہ دراز، سادہ اور مستقیم پاکر، منغص ہوگیا، اپنا عصا پھینک کر زمین پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا، "طے مسافت کے لئے یہ عہد عالم بہت کم ہی" اس کے بعد پڑکر سوگیا، اس وقت سے وہ ہمارے عہد تک سویا تھا، مغرب کا راستہ وادیون، اور ٹیلون سے غیر مسطح بنا ہوا تھا، اس لئے اس کی نظر دور تک نہ جاتی تھی، اس کے سامنے نئے نئے مناظر آتے جاتے اور وہ ایک پر اُمید دل لئے ہوئے بڑھتا جاتا، وہ اب تک بلندیون اور پستیون کو طے کررہا ہی اور ایک روشنی اپنے سامنے پاتا ہی۔

چند سال قبل ادبیات کا بھی بالکل یہی حال تھا، ہندوستان کا موجودہ ذخیرۂ ادب وہ نہ تھا، جو عہد قدیم مین نظر آتا تھا؛ وہ تھکا ہوا اور پریشان معلوم ہوتا تھا دوسری طرف مغربی ادبیات مشرق سے بہت کچھ لینے کے بعد مسطح زمین پر چلنے کے بجائے نئی وادیون اور جدید راستون کو طے کر رہے ہین، یہ

نئے رنگ کچھ تو ہندوستان سے لئے گئے ہین اور کچھ ایران سے، اہل مغرب مین سے جنھون نے سب سے زیادہ اس فیض سے استفادہ کیا وہ جرمن تھے،

ابتدائے عہد قدیم سے، قدیم جرمنون اور قدیم ہندؤن مین بعض چیزین مشترک تھین، اور یہی وجہ ہو کہ آریہ قوم کے اس خاندان کو "انڈو جرمن" کا لقب دیا گیا ہو، مثلاً ان مین ذیل کے عادات و رسوم مشترک ہین،

(۱) قدیم جرمن اور قدیم ہندو دونون کے دونون فطرت کی ہر بڑی مرعوب کُن شے کے سامنے اپنا سر عبودیت جھکا دیتے تھے، اور شاید یہی چیز تھی جس نے ان کے خیالات کو فطرت سے خدائے فطرت تک پہونچایا ہو،

(۲) دونون کے یہان بیوون کی شادیان ممنوع تھین،

(۳) دونون کے یہان رسم ستی جاری تھی،

(۴) دونون اپنے دنون کا شمار صبح کے بجائے رات سے کرتے تھے،

(۵) دونون کے یہان دیہاتی پنچائتین قائم تھین،

لیکن یہ سب کی سب قرون اولیٰ کی باتین ہین، اب ہم ان پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہوئے اپنے عہد پر غور کرین کہ اسے ڈاکٹر ریمی (DR REMY) نے "ادبیات مین مشرقی تحریک" کے نام سے یاد کیا ہو،

کہا جا سکتا ہو، کہ بنگال ایسیاٹک سوسائٹی کے بانی سر ولیم جونس (SIR WILLIAM JONES) پہلے شخص ہین، جنھون نے یورپ مین سنسکرت کی تعلیم کی بنیاد رکھی، لیکن مذکورۂ بالا "مشرقی تحریک" ان سے پہلے ہی سیاحون کے ذریعہ یورپ مین قدم جما چکی تھی، ان سیاحون مین گرسیاڈی اورٹا (GRACI D'ORTO) پٹرو ڈلا ولی (PIETRO DELLA VALLA)

لارڈ (LORD) سرٹامس ہربرٹ (SIRTHOMASHERBERT) ٹیورنیر (TAUER)

نیر (NIER) منڈیسلو (MEUDDSLO) اولیریس (OBARIUS)

تھیونات (THERVNOT) شارڈن (CHORDIN) اوگلبی (OGILBY)

فرائر (FRYER) اونگٹن (OVINGTON) ہملٹن (HAMILTON) اویس

(IVES) نیبہر (NIEBEHER) شارنیس (STARORINUS) ہیبر

(HEBR) وغیرہ قابل ذکر ہین، سرڈبلو جونس نے اس تحریک کو آگے بڑھایا، اور جو ممالک اس سے متاثر ہوئے ان مین جرمنی سب سے اوّل تھا، اور جرمن اصحاب علم مین جس شخص نے سب سے زیادہ اس اثر کو قبول کیا وہ گوئٹے (GOETHE) تھا؛

مشہور فرانسیسی عالم وسیاح اور پارسیون کی ژند اوستاد کا پہلا مترجم انکیوٹل ڈوپرن (ANQUETIL DU PERRON) تھا جس نے جرمن فلسفی سوپن ہر (SCHOPENBAUER) کی توجہ ہندؤن کے فلسفہ کی طرف متوجہ کی، انکیوٹل نے ۱۸ وین صدی کے آخر مین اپنخت (ORPH NEPHAT) کے نام سے اونبشد کا لاطینی ترجمہ شایع کیا، لیکن یہ ترجمہ بالواسطہ سنسکرت سے نہ تھا، بلکہ اس کے فارسی ترجمہ کا ترجمہ تھا، میکس مولر (MAXMULLER) اس ترجمہ کو "ایک خوفناک اختلاط" کے نام سے یاد کرتا ہی، چونکہ یہ ترجمہ کا ترجمہ تھا اس لئے اس کو فطرۃً ایسا ہی ہونا چاہئے تھا؛ نیز جیسا کہ مین نے اپنے مضمون متعلق "تراجم عہد اکبری" مین بیان کیا ہی، یہ سنسکرت کے لفظی ترجمے نہ تھے، بلکہ ان مین مفہوم کو ادا کرنے کی کوشش کی گئی تھی، بہرحال جو کچھ بھی ہو، اس کا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ اس نے یورپین اصحاب علم کو ہندو فلسفہ کی طرف متوجہ کر دیا، اسکو فنہر انہی مین سے تھا، اپنشد کے متعلق کہتا ہی، "یہ میری زندگی کا فلسفہ تھا اور میری موت کے بعد دوسرے عالم مین بھی باعث تسکین ہوگا" ڈوین (DEUSSAN) اسکو فنہر کے فلسفہ کو بہترین عیسائی فلسفہ بتاتا ہی؛

زمانہ کی بعض نیرنگیون نے گوئٹے کو سب سے پہلے مشرق کے سکون بخش ادبیات کی طرف متوجہ کیا، پہلے وہ ہندؤن کی کتابون کی طرف مائل ہوا، لیکن اس سے اس کی تسکین نہ ہوئی، پھر وہ ایرانی شعراء کی طرف عموماً اور حافظ کی طرف خصوصاً متوجہ ہوا، اسے جرمن حافظ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے،

ہرڈر (HORDER) دوسرا جرمن عالم تھا جو سرجونس کی پوئسز ایشیاٹیکو (POESES ASIATICO) "ایشیائی شاعری" کی وجہ سے مشرقی ادبیات کی جانب مائل ہوا، اس نے اپنی کتاب زرسٹسریوٹ بلٹر (ZERSTEUTEBLATTER) "اوراق پریشان" مین بھگوت گیتا، اور رہت اوپدیش کے بعض حصون کے ترجمے شایع کئے،

ایک دوسرا بڑا جرمن شاعر شلیر (SEHGLLER) کالیداس کی شکنتلا کا ترجمہ پڑھکر مشرقی ادبیات کی طرف متوجہ ہوا،

اب تک اہل علم جرمن شعراء ہندوستانی نفسانیت کو ان کے تراجم کے ذریعہ جانتے تھے، لیکن شیگل برادران (SCHEGELBROTHERS) نے بالواسطہ سنسکرت کی طرف رخ کیا، فریدرخ شیگل (FRIEDIEHSEHLEGIG) نے اپنی کتاب "ڈائی وسیٹ ڈر اندیر" (DIESHEITDERMDIER) "ہندی عقل وفہم" مین مہابھارت، رامائن اور منو کے بعض حصون کے ترجمے شایع کئے، ڈاکٹر ریمی جن کی کتاب نے مجھے اس مضمون کا خیال پیدا کیا، اپنی اس کتاب مین لکھتے ہین،

"برطانوی تدبیر نے ہندوستان کے مادی فتوحات کو مکمل کر لیا ہے اور اب جرمن علوم اس کے روحانی قبضہ کی فکر مین مشغول ہین" (ڈاکٹر مودی انڈین ریویو)

سحر اور قانون

سحر اور جادوگری نے باایں ہمہ علم وتہذیب اب تک دنیا کو مسحور کر رکھا ہے، ابتدائے عہد آفرینش

مین وہ مذہب کے درجہ پر نظر آتی ہی، اس عجیب وغریب علم کا آغاز مصر سے ہوا، اور وہان سے چلکر اسنے اپنی تمام ہلاکتون اور تباہیون کے ساتھ پوری سطح یورپ کو ڈھانپ لیا، قدیم اقوام مثلاً کالڈی (CAL DIAN) ہمارے موجودہ سفید وسیاہ سحر کی طرح علوی وسفلی جادو کے ماننے والے تھے، یونان نے مصروبابل سے اس فن کو سیکھا، لیکن اس مین علوی کی جگہ سفلی جادو کا حصہ زیادہ تھا، رومہ نے فال عام اور اس قسم کے دوسرے شگون کو تسلیم کیا، لیکن ان کے ساتھ ہی سفلی جادو کے لئے سخت ترین سزائین مقرر کی گئین تھین، رومہ کے اصول دوازدہ نے فلکیات کی تعلیم کو ممنوع قرار دیا تھا، اور کبھی جادو کی کتاب کی ملکیت سزا کا مستوجب بنا دیتی تھی، اولین سزا جو عیسائیت نے اس فن کے خلاف نافذ کی وہ ۳۱۵ء مین انکیر (ANCYRA) پر تھی، حالانکہ ۱۴۸۴ء مین ہم کو پوپ انوسنٹ ہشتم (INNOCENT VIII) کا بیل اپنا کام کرتا نظر آتا ہی، سکنڈنیویا، اسپین، فرانس، جرمنی، اور جدید ریاستہائے انگلستان نے دی اکلٹ ریویو (THE OCCULT REVIEW) کے ایک نامہ نگار کے بیان کے مطابق اس کی سزائین مقرر کر رکھی تھین لیکن تعجب یہ ہی کہ آئرلینڈ مین اس قسم کے واقعات کی تعداد بہت ہی محدود رہی،

انگلستان مین، پہلے عام قانون کے ذریعہ اور مین حکومت کے قانون سے جادوگری ایک قابل سزا جرم تھا، لیکن ۱۵۶۲ء تک اس کو عظیم ترین جرم نہین سمجھا جاتا تھا، ۱۶۰۳ء مین جیمس اول (JAMES I) نے جادوگری اور سحر کے خلاف خود ایک قانون منظور کیا، یہ قانون ۱۷۳۶ء مین ایک دوسرے قانون کے ذریعہ منسوخ کیا گیا، اس دوسرے قانون مین اس شخص کیلئے جو آئندہ کی باتین بتائے، یا جادو کے ذریعہ لوگون کے مال غائب شدہ کا پتہ چلائے، ضمانت یا ایک سال کی سزا مقرر کی گئی تھی، یہ قانون اب تک کچھ ترمیم کے ساتھ رائج ہی"

۱۷وین صدی مین جادوگری کے خلاف ایک عام اور سخت ترین کوشش کیگئی تھی اور بکثرت لوگون کو جادوگر سمجھ کر ان کے اعضا کاٹے گئے اور آگ مین جلا دئے گئے، (انڈین ریویو)

جبل طارق اور طنجہ

دمشق کا رسالہ مجمع علمی عربی، اندلس کے گذشتہ اور موجودہ حالات پر ایک مسلسل مضمون شائع کر رہا ہے، اسی ضمن مین مسلمانون کے علمی احسانات اور تمدنی بے تعصبیان اور عیسائیون کا بالآخر مسلمانون کے ساتھ آخری شرمناک سلوک کی بھی تفصیل دکھا رہا ہے، بیروت کے مشہور مسیحی تبلیغی رسالہ مشرق نے جو علم کی خدمت کے ذریعہ سے اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے سرگرم ہے، اس سلسلہ مضمون پر تنقید ضروری سمجھی، مگر ان دونون مضمونون کو سامنے رکھکر پڑھنے سے سائل ومجیب دونون کی قوت وکمزوری کا راز عیان ہو جاتا ہے،

اس سلسلہ کا آخری مضمون جبل طارق اور طنجہ کی موجودہ حالت ہے، مسلمانان عالم کو یورپ اور افریقہ کے ان انتہائی گوشون سے صرف اس لئے محبت ہے کہ یہان ان کے کاروانِ رفتہ کے نشانِ قدم ملتے ہین، اور وہ اب جہانِ اسلام اور دنیائے مسیحیت کے مقطع اور سرحد ہین،

جبل الطارق جس کو اب اہل یورپ بگاڑ کر جبرالٹر کہتے ہین، اسپین کی انتہا پر افریقہ کے ملک مراکش کے سامنے بحر متوسط اور بحر محیط کا چوکیدار اور نگران ہے، یہی وہ مقام ہے جہان سے اندلس کا مسلمان فاتح **طارق** اپنی چند ہزار فوج لیکر مراکش سے نکل کر اسپین کے ساحل پر لنگر انداز ہوا تھا، مراکش اور اسپین کے درمیان ایک تپلی سے آبی تحریر ہے جس کی ایک طرف یورپ کا کنارہ اور دوسری طرف افریقہ کی سرزمین ہے؛

جبل طارق سمندر کی سطح سے ۴۲۵ میٹر بلند ہے، اور یورپ کے براعظم سے ایک ریگستان کے ذریعہ سے ملحق ہے، اس کے نیچے دنیا کی مختلف النسل قومون کی ایک چھوٹی سے آبادی ہے، عربون کے اخراج کے بعد اہل اسپین نے اس پر قبضہ کیا، اور اٹھارھوین صدی کے شروع تک اس کو اپنے قبضہ مین رکھا، ۱۷۰۴ء مین انگریزون نے اسس کو لے لیا، اور اس وقت سے آج تک وہ اس پر قابض ہین، ۱۷۰۴ء سے ۱۸۱۵ء

تک اسپینون نے فرانسیسون کی مدد سے اس کو انگریزون نے واپس لینا چاہا مگر اس مین ان کو کامیابی نہ ہوئی اور اب وہ ایک چھوٹی سی انگریزی نوآبادی ہی، اور دنیا کا مضبوط و مستحکم ترین بحری قلعہ ہی جو یورپ، افریقہ اور امریکہ کے براعظمون کی ناکہ بندی کرتا ہی،

آجکل انگریزی محافظ فوج کے علاوہ، اس کی آبادی ۲۱ ہزار ہی، جو یورپ، امریکہ، ایشیا اور افریقہ کی قومون کا مشترک مسکن ہی، انگریزی اور اسپینی دو زبانین یہان رائج ہین، اور کسی غیر برطانوی رعایا کو یہان کی زمین خریدنے کا اختیار نہین ہی، آبادی مین صرف ایک تنگ سڑک ہی، جس کی تعمیر پر تقریباً دو صدیان گذری ہین، یہان کی عمارتین بھی یہان کی آبادی کی طرح مختلف طرز اور نمونہ کی ہین، جزیرۂ خضرا سے جو حکومت اسپین کی آخری سرحد ہی، جبل طارق کا راستہ صرف چند منٹون کا ہی جو کشتی کے ذریعہ سے طے ہوتا ہے،

جبل طارق سے چند میل کے فاصلہ پر افریقی ساحل پر شہر طنجہ واقع ہی جو مراکش کے حدود مین داخل ہی، اس شہر کی موجودہ آبادی چالیس ہزار ہی، جن مین غیر قومون مین سے اسپینی، پرتگالی، اٹالین، اور فرنچ زیادہ ہین، یہ شہر نہایت پرانا ہی، فینیقیہ والون نے اس کو پہلے آباد کیا تھا، اور باوجود اس کے کہ یہ مختلف قومون کا ہمیشہ گذرگاہ رہا اپنے مشرقی طرز پر پہ استواری کے ساتھ قائم ہی، مسلمانون کے انحطاط کے بعد ۱۴۷۱ء مین اس پر پرتگالیون نے قبضہ کیا، ۱۶۶۲ء مین اس کو ان سے انگریزون نے چھین لیا، ۱۸۴۴ء مین فرانسیسیون نے اس کا محاصرہ کیا، اس وقت سے دراصل تو یہ مراکش کی ملکیت ہی مگر عملاً یورپ کی تمام سلطنتون کا یہ بین الاقوامی بندرگاہ ہوگیا ہی اور اسی لئے یہان تمام سلطنتون کے نمایندے رہتے ہین، اور مراکش کے اکثر معزول سلاطین مثلاً مولائی عبدالعزیز اور مولائی عبدالحفیظ یہان پناہ گزین ہین، یہان سے جزیرۂ خضرا صرف ۱۲ میل ہی،

اخبار علمیہ

زراعت کی آب پاشی کیلئے یورپ نے مختلف طریقے ایجاد کئے ہیں، لیکن حال میں امریکہ میں ایک مشین ایجاد کی گئی ہی جو نہروں اور تالابوں کے وسیع اخراجات کو روک دیگی، اس کے ذریعہ پانی جڑوں میں پہونچایا جائیگا، اس کی صورت یہ ہو کہ مشین میں پانی بھر دیا جاتا ہی، وہ پانی برف کی صورت میں منجمد ہوکر گولیوں کی شکل میں نکلتا ہی، اور پودوں کی جڑوں کے پاس گرتا جاتا ہی، اور اس طرح تمام کھیت سیراب ہو جاتے ہیں،

سرولیم ڈنس نے اکسفورڈ یونیورسٹی کو ایک لاکھ پونڈ (۱۵۰۰۰۰۰ روپئے) اس لئے دئے ہیں کہ وہ علم الامراض کے لئے ایک مدرسہ قائم کرے، یونیورسٹی نے اس کی تعمیر کا کام شروع کردیا ہی،

ٹیلیفون کی موجودہ صورت میں تاجروں اور مصروف آدمیوں کو یہ دقت محسوس ہوتی تھی کہ وہ جب تک اس کو استعمال کر رہے ہوں کوئی دوسرا کام نہیں کر سکتے تھے، لیکن اب اس نقص کو دور کردیا گیا ہی؛ یہ ایک نئی قسم کا آلہ ہی، اس میں آواز بہت زور سے سنائی دیتی ہی، اور انسان آلہ سے الگ رہکر اس میں گفتگو کرسکتا ہی، اس کی آواز تیس فٹ کی دوری سے نہایت صاف سنائی دیتی ہی، اور وہیں سے جواب بھی دیا جاسکتا ہی، ضرورت کے وقت صرف ایک بٹن دبانا ہوتا ہی؛ پھر اس طرح بات چیت شروع ہو جاتی ہی کہ گویا سائل و مجیب دونوں کمرے ہی میں ہیں،

ہمبرگ کے رصدخانہ نے اس سال کے تیسرے دمدار ستارہ کا پتہ چلایا ہے، باقی دو ستاروں کو رصدخانہ کیپ نے معلوم کیا ہے لیکن ابھی تک اون نصف درجن دمدار تاروں کا پتہ نہیں چل سکا ہے جو موسمی حالات کے اختلاف کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں،

انگلستان، ابتدائی تعلیم کو جو وسعت دے رہا ہے اس کا اندازہ اس کے اخراجات سے معلوم ہو سکتا ہے، سنہ ۱۳-۱۴ء میں ۸۰۷۰۷۵۱۲ پونڈ صرف ہوئے تھے اور سنہ ۲۱-۲۲ء میں اس کی تعداد ۸۳۱۱۱۹۴۶۷ پونڈ پہونچ گئی ہے؛

سرائزک بیلی بالفور کی موت علمی دنیا کا حادثہ سمجھا جاتا ہے، سرمذکور ۴۴ سال تک اڈنبرا یونیورسٹی کے علم نباتات کے اعلیٰ پروفیسر رہے ہیں،

دی رائل اسکاٹش جیاگریفیکل سوسائٹی نے پروفیسر جے ڈبلو گرگری کو ان کے علمی خدمات کے سلسلہ میں اپنا طلائی تمغہ پیش کیا ہے، پروفیسر موصوف نے اسٹریلیا، مشرقی، آفریقہ اور جنوبی مغربی چین میں جو علمی تحقیقات کی ہیں، وہ علمی حیثیت سے نہایت ہی اہم نتائج پیدا کرنے والی ہیں،

ایام جنگ میں حکومت انگلستان کو اپنی تعلیمی اخراجات میں بڑی حد تک کمی کرنی پڑی تھی، لیکن اب پھر ان کو سابق درجہ تک پہونچانے کی کوشش کیجارہی ہے، ذیل کے اعداد اس کا ثبوت دینگے؛

سنہ	ابتدائی تعلیم پر	اعلیٰ تعلیم پر	میزان پونڈ
۱۹۱۲-۱۳	۲۲۸۹۵۹۴	۸۴۴۰۵۳	۳۱۲۳۶۴۷

۱۹۱۸-۱۹	۸۵۲۲۳	۲۴۱۹۲	۱۰۹۴۲۵
۱۹۱۹-۲۰	۲۹۸۷۰۰	۴۹۸۵۳۳	۷۹۷۲۳۳
۱۹۲۰-۲۱	۸۴۳۷۴۹	۱۲۲۶۷۱۳	۲۰۷۰۴۶۲

انگلستان کے ابتدائی مدارس وطلبا مین جو اضافہ ہوا ہی وہ ذیل کے نقشہ سے معلوم ہو سکتا ہی،

تعداد مدارس — تعداد طلبا اسکول

سنہ ۱۳ء،	سرکاری مدارس،	غیر سرکاری مدارس،	میزان،	طلبا سرکاری سکول،	طلبا غیر سرکاری اسکول،	میزان
انگلستان،	۷۶۰۳	۱۱۳۸۲،	۱۸۹۸۵،	۳۹۴۲۸۶۸،	۲۵۸۱۵۹۱،	۶۵۲۴۴۶۹
ویلز	۱۲۷۹	۶۲۷،	۱۹۰۶،	۴۵۸۶۲۶،	۱۰۳۲۷۵،	۵۶۱۹۰۱
سنہ ۲۲ء انگلینڈ و ویلز،						
	۸۸۲۲	۱۲۰۰۹،	۲۰۸۹۱،	۴۴۰۱۵۰۴،	۲۶۸۴۸۶۶،	۷۰۸۶۳۷۰

رائل ایشیاٹک سوسائٹی کا پبلک اسکولس گولڈ مڈل اس سال ایس، ڈی لسٹنبری (ایٹن کالج) کو دیا گیا ہی، یہ تمغہ ہندوستان کی تاریخ کے کسی موضوع پر بہترین مضمون لکھنے پر دیا جاتا ہی، امسال کے قابل انعام مضمون کا عنوان "حیات ٹیپو سلطان" تھا،

ڈیلی میل نے پرندون کی ترقی کے لئے نمائش کی تھی، اس کے متعلق ایک ہزار پونڈ کے متعدد انعامات بھی تھے، اس مین ۵۲۰۰ مرغیان آئی تھین، اوّل انعام ان آٹھ مرغیون کے مالک کو ملا ہی جنھون نے ۱۹۲۹ انڈے دیئے؛

تمام انڈون کی تعداد ۲۰۹۸۲۲ تھی یعنی اوسطا فی مرغی نے ۱۹۴ انڈے دئے،

ڈاکٹر این، برگس نے برمنگھم یونیورسٹی کی انجمن معدنیات مین تقریر کرتے ہوئے بیان کیا ہو کہ ایک جرمن ماہر کیمیا نے نرم کوئلون سے تیل نکالنے مین کامیابی حاصل کی ہو، کوئلون کو دباکر اور ہائڈروجن ملا کر ۹۰ فیصدی تیل نکالا جاسکتا ہو، اسی سے مختلف صورتون سے پٹرول بھی بنایا جاسکتا ہو،

ایام جنگ کی بچی ہوئی اشیا کو حکومت نے بیچنا شروع کر دیا ہو اس مین ۳۰۰۰۰۰ گز ادنی کپڑا ہو جس سے ۹۰۰۰۰ آدمیون کے سوٹ تیار ہو سکتے ہین، اور ۴۰۰۰۰۰ گز سوتی ہو، موجودہ نرخ کے لحاظ سے اس کی بکری مین صرف ۱۰۰۰۰۰ پونڈ یعنی ۱۵۰۰۰۰۰ روپے کا نقصان ہوگا،

جے، لائنس اینڈ کمپنی یورپ کے سب سے بڑے ہوٹل کی تعمیر کی تیاری کر رہی ہو، یہ ہوٹل ماربل آرک کے قریب ہوگا،

انگلستان کے عجائب خانون کی رپورٹ حال ہی مین شایع ہوئی ہو اس سے پتہ چلتا ہو کہ جو لوگ امسال وکٹوریہ البرٹ موزیم کے دیکھنے کو گئے ان کی تعداد ۱۱۰۸۲۰۴ ہو، اس کے بعد کیو گارڈنس کا نمبر ہے جہان ۱۰۲۹۱۶۹ زائرین ایک سال مین آئے،

ٹیلیفون کا سب سے قدیم آلہ جو ایس، ایف بی مورس نے ۱۸۳۵ء مین ۳ فٹ بلند ۲½ عریض لکڑی کی شکل مین بنایا تھا، نیویارک سے نمائش کیلئے ریوڈی جینیرو لایا گیا ہو،

جرمنی ماہرین طیارہ نے حال مین ایک ایسی مشین ایجاد کی ہے جو ۱۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کرتی ہی اور ۵ منٹ مین اس کو پانچ تھیلون مین لپیٹ کر آسانی سے سمیٹ کر رکھدیا جاسکتا ہی،

آجکل پیرس مین ایک پرانا کوّا نظر آیا ہی جو ۱۰۰ برس کا ہی، پیرس کی توہم پرست آبادی اسے کسی آئندہ ہلاکت کا پیش خیمہ سمجھتی ہی، مگر یورپ کے "فلسفۂ عمر" کے ماہرین نے اس کی عمر کا پتہ کیونکر لگایا؟

لندن کا شہر دنیا کا سب سے بڑا شہر ہی نہین ہی بلکہ اس کا بندرگاہ بھی دنیا کا سب سے بڑا معبر ہی، ۱۸۰۰ء مین ۱۰۰۰۰۰۰۰ پونڈ کی چیزین آئی تھین اور ۱۹۲۱ء مین ۶۰۰۰۰۰۰۰۰ پونڈ کی لائی گئی ہین، اس زمانہ مین ۶۵۰۰۰۰ ٹن کے جہاز لندن آئے تھے لیکن ۱۹۲۱ء مین یہ تعداد ۳۵۰۰۰۰۰۰ ٹن تک پہونچ گئی ہی،

انگریزی و فرانسیسی طیارون نے گذشتہ گیارہ مہینون مین تقریباً ۱۰۰۰۰۰۰ میل کے سفر کئے، اور ۱۲۰۹۰ مسافر لے گئے، اس مین سے ۹۲۲۱ آدمیون نے برطانوی ہوائی جہازون سے اپنی مسافت طی کی ہے،

لارڈ کانرون نے مصر کے آثار قدیمہ کی تحقیقات مین بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہی، انھون نے علاقہ لکسر کے وادی الملوک مین بادشاہ توتن قیمن (۱۳۵۰ ق م) کا مقبرہ کھود کر نکالا ہے، اس مین بہت سے جواہرات اور قیمتی اشیا ملی ہین، قانون کے مطابق ان چیزون کا نصف حصہ مکتشف کا ہوتا ہی، لیکن مصری حکومت نے اس مین یہ مراعات منظور نہین کی، بلکہ لارڈ موصوف کو ایک معتد بہ

رقم پیش کرنے کا وعدہ کیا ہی،

ائین کالج نے جسے ہنری ششم نے قائم کیا تھا گذشتہ سال اپنی ۵۰۱ وین سالگرہ منائی،

جرمن مارک کی انحطاط سے جو نقصان ملک کو ہورہا ہی اس کا اندازہ صرف اس سے ہوسکتا ہی کہ وہان کے محکمۂ ڈاکخانجات مین ۱۲۰۰۰۰۰۰۰۰۰ مارکس کی کمی واقع ہوئی ہی،

پیرس مین ایک مشین ایجاد ہوئی ہی جو ایک گھنٹہ مین ۳۰۰۰ شیٹ یا ۳۰۰۰۰ ٹکٹ چھاپتی، کاٹتی، شمار کرتی اور پیکٹ بنا کر نکالتی ہی،

اہل جرمن کی غربت و فلاکت کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہی کہ وہ اپنے اعزا کی نعشون کیلئے لکڑی کے صندوق بھی نبوا نہین سکتے، اور یہ کام موٹے کاغذ کے تختون سے لیا جاتا ہی،

گرمس بائی مین نصف شب کے قریب ایک شہاب ثاقب جو ایک بڑے آتشین گنبد کی شکل کا تھا شرقی جانب دیکھا گیا، اس کے غائب ہونے کے بعد ایک زور کا دھماکا ہوا، یہ آواز اتنی سخت تھی کہ لوگ اپنے بسترون کو چھوڑ کر گھر سے باہر نکل آئے،

---

۱۲ جنوری کو انڈین ہسٹریکل کمیشن کا جو اجلاس ہوا تھا اس مین ذیل کے اشخاص نے مختلف تاریخی مضامین پر تقریرین کین:

پروفیسر جدوناتھ سرکار	عہد اورنگ زیب مین سورت کا کارخانہ
مسٹر جے کاٹن وی، سی، این،	مسٹر جی، الیف گرینڈ کا آخری وقت وصیت نامہ
ڈاکٹر شفاعت احمد خان، الہ آباد،	موجودہ تاریخ ہند اور تحقیقات.
مسٹر بنی پرشاد، آگرہ،	مغلون کی علمی پالیسی،
پروفیسر کے، آر، قانون گو،	مرزا نجف خان اور جاٹ
رائے بہادر ڈی کی پرسینس	مرہٹون اور انگریزون کی اصلی مراسلات
مسٹر آر، بی، رس نیم	حصول دیوانی کے بعد مالگذاری کی وصولیابی
" " " "	کے چند فوری طریقے،
مسٹر جے، این، سمادار	بعض غیر سرکاری کاغذات متعلق قبضہ بہتاس گنڈہ ۱۷۶۴ء
مسٹر رام پرشاد ترپاٹھی	اکبر کا فوجی نظام
مسٹر بدرالدین احمد	ہائیکورٹ کے قدیم عدالتی کاغذات
مسٹر ایچ، ڈبلو، بی مورنیو،	بعض انیگلو انڈین ایجادات،
مسٹر بی سی نہر،	مرشد آباد کے جگت سیٹھ کا وصیت نامہ،
ریو ایچ نوسٹن ایس جے،	گوتھیلس کی انڈین لائبریری کے چند ڈچ کاغذات
خان بہادر سید عبد اللطیف،	شائستہ خان کا آخری وصیت نامہ
مسٹر اے، الیف، ایم عبد العلی،	مین پور کی ابتدائی تاریخ،

اس ماہ مین عالم تاریخ کا سب سے بڑا حادثہ پروفیسر رائز ڈیوڈز کی موت ہی، پروفیسر مرحوم سنسکرت، تاریخ ہند قدیم اور عہد بودھ کے مستند عالم تھے، آپکی [illegible] خاص وقت کی نظر سے دیکھی جاتی ہی ۱۸۴۳ء مین پیدا ہوئے تھے

آثارِ علمیہ و ادبیہ

اردو یا فارسی کے ہندوستانی شعراء میں سے ہم زیادہ تر ان لوگوں سے واقف ہیں، جن کے دواوین چھپکر عام ہوگئے ہیں، لیکن واقعہ یہ ہو کہ ابھی متعدد ہندوستانی سخنگو ایسے ہیں، جن کی جگر کا دیاں بوسیدہ اوراق کے سینوں میں نگاہوں سے مستور ہیں، اور وہ گرانمایہ ہستیاں، اب تک قبول عام کی تحسین اور داد سے محروم ہیں، انہیں میں ایک **خواجہ امین الدین** امین عظیم آبادی المتوفی ۱۱۹۹ھ ہیں، ان کے فارسی کلام کے چند منتخب اشعار ہمارے دوست قاضی عبدالودود صاحب عظیم آبادی نے ہمارے پاس بھیجے ہیں، ان کو دیکھکر اندازہ ہوگا کہ شگفتگی خیال، شیرینی زبان، اور صحت محاورات میں ان کا درجہ کتنا بلند ہو۔

نیست غمی ز مرگِ خویش تلخیِ غم چشیدہ را　　دل بہ سفر قوی بود رنجِ سفر کشیدہ را
ای کہ بہ سینہ تخمِ غم کاشتۂ بہ یادِ گل　　یاد نمی کنی چرا این دلِ داغ دیدہ را
خواہ بہ لطف پیش آ، خواہ بکینہ خوشنما　　ہر دو زتست خوشنما عاشقِ پاک دیدہ را

گر وا کنم از پردۂ دل داغ کہن را　　داغے بجگر تازہ گذاریم چمن را

فارغ ز درد نیست دلِ غم سرشت ما　　چوں لالہ است داغ جنوں سرنوشت ما
افشاندہ ایم بس عوضِ دانہ اشک گرم　　جائے شگوفہ شعلہ بر آید ز کشت ما

روئے شگفتۂ تو گلستانِ آتش است | زلفِ تو نخلِ سرکشِ بستانِ آتش است
بیتاب کرد روئے تو ہر چند شعلہ را | داغِ دگر ز خوئے تو در جانِ آتش است
مغز سرم ز سوز محبت ہمہ پر است | ایں پنبہ را ببیں کہ نگہبانِ آتش است

عاشق بدیدہ ناوک جاناں نگاہ داشت | یعنی بچشم خاطرِ مہماں نگاہ داشت
ہر کس کہ آشنا شدہ با چوں تو کافرے | ایماں نداشت ست گر ایماں نگاہ داشت
آخر بما قفس وطناں رحم واجب است | نتواں تمام عمر بہ زنداں نگاہ داشت
روشن دلاں بروئے کسی در نہ بستہ اند | آئینہ کس ندید کہ درباں نگاہ داشت
در گلشن زمانہ کہ غیر از ملال نیست | باید چوں غنچہ سر بگریباں نگاہ داشت
یارب چہ پیش آمدہ کز قطرہائے اشک | جارسیت در قلمروِ مژگاں نگاہ داشت

رسائل خلافت

مصنفہ

مولنا سید سلیمان ندوی

خلافت اور ہندوستان، تواریخ، سفرنامون، آثار و کتبات، شاہی فرامین اور سکون کی مدد سے اسلامی ہندوستان کے تعلقات مختلف خلافتہائے اسلامیہ کے ساتھ دکھائے ہین، قیمت ۸ر

خلافت عثمانیہ اور دنیائے اسلام، اس مین تاریخی اور اثری حوالون، اور مورخین یورپ کے بیانات سے یہ ثابت کیا ہو خلافت عثمانیہ ہمیشہ دنیائے اسلام کی نمائندہ رہی ہو، اور دنیائے اسلام نے اسکی اس حیثیت کو تسلیم کیا ہو، اور خلافت کی حیثیت سے دولت عثمانیہ نے بلاد اسلامیہ کی کیا کیا خدمتین انجام دی ہین، قابل دید رسالہ ہو، قیمت عہ

خلافت اور دنیائے اسلام، مولنا کے سفر یورپ کے نتائج ہین، اس مین دکھایا ہو کہ اسوقت سیاسی حیثیت سے اسلامی ممالک کس حالت مین ہین، اور خلافت کے مسئلہ مین اپنی اپنی جگہ پر وہ کیا جد و جہد کر رہے ہین، اور ان مین سیاسی انقلابات کہان تک پیدا ہوئے ہین، قیمت ۶ر

منیجر

ادبیات

شامِ غم اور صبحِ مسرت

از مولوی اقبال احمد صاحب سہیلؔ ایم اے ال ال بی، اعظم گڈھ،

اُف شبِ غم کا رنگ بھی، کتنا جنون نواز تھا
بزمِ جہان مین چار سو، نالۂ دلگداز تھا،

تھی وہ نگاہِ فتنہ گر، تفرقہ ساز ہمدگر
دل کو جگر کی کیا خبر، اپنے سے بے نیاز تھا

دیدہ و دل مین ایک بھی بچ نہ سکا فریب سے
کوئی اسیرِ زلف تھا، کوئی شہیدِ ناز تھا

آہوے وحشیِ حرم، کر نہ سکا ذرا بھی رم
کس کی کمندِ ناز کا، دستِ ستم دراز تھا

شورِ انا ہو یا نہو، حق سے لب آشنا نہو
جس نے یہ لفظ کہدیا، دار پہ سرفراز تھا

کشورِ حسن مین نہ تھا، فرقِ یزید و بایزید
اک درِ مجلسِ بلا، سامنے سب کے باز تھا

اہلِ وفا و بوالہوس، سب کی سزا تھی ایک بس
زاغ و زغن کا ہمقفس، طوطیِ نغمہ ساز تھا

جلوہ گہِ جمال مین، حکم تھا قتلِ عام کا،
مجرم و بے گناہ کا، یان کسے امتیاز تھا

بزمِ مغان مین تھی حرام، اک مئے الفتِ وطن
ورنہ برائے میکشی، مسئلۂ جواز تھا،

مشقِ ستم تھی ہر طرف، قدس سے لیکے تا نجف
تیرِ نگاہ کا ہدف، روم سے تا حجاز تھا

زلف و نگہ مین تھا چھڑا قلب و جگر کا مسئلہ
ایک طرف یہ سوز تھا، ایک طرف وہ ساز تھا

دل مین کچھ اور آرزو، لب پہ کچھ اور گفتگو
وعدہ شکن بہانہ جو، حسنِ فسون طراز تھا

ہر دلِ دردمند پہ چھائی تھی اک فسردگی
یان تو یہ حال اور ادھر، دورِ غرور و ناز تھا

شیشۂ دل کی یہ شکست، لائی پیامِ آرزو
اب یہ کھلا کہ دردِ خود، درد کا چارہ ساز تھا

غنچہ کی دل گرفتگی، خندۂ گل کی تھی نقیب　　ظلمتِ شام مین نہان، صبحِ طرب کا راز تھا

مژدۂ نصرتِ کمال باز بگوشِ جان رسید
طرّۂ پرچمِ ہلال باز بر آسمان رسید

کیجئے شکر کس طرح، رحمتِ کردگار کا　　گلشنِ آرزو مین پھر، دور ہوا بہار کا
باطلِ فتنہ ساز کو حق سے شکست ہو گئی　　خیر سے آج سر ہوا، معرکہ نور و نار کا
خالدِ مرتضیٰ سلف، انورِ مصطفیٰ خلف　　اُچھلے نہ کیسے نام پھر، ضربتِ ذوالفقار کا
رافعِ پرچمِ ہلال، غازیِ مصطفیٰ کمال　　یعنی وہ اک مجسمہ، ہمتِ استوار کا
قلب فدائے مصطفیٰ، جانِ نثارِ مصطفیٰ　　ذات ہے جس کی آئینہ، رحمتِ کردگار کا
صلّ علیٰ وحبّذا لطمۂ تیغِ مصطفیٰ　　پھیر دیا ہے جس نے منہ فتنۂ روزگار کا
جس نے بلند کر دیا، جذبۂ حریّت کا نام　　خاتمہ جس نے کر دیا، غیر کے اقتدار کا
سبزۂ پائمال کو جس نے نہال کر دیا　　جس نے سمان دکھا دیا گذری ہوئی بہار کا
بسملِ جان بلب کو پھر جس نے حیاتِ تازہ دی　　حوصلہ پھر بڑھا دیا، ملّتِ دل فگار کا
ترکون ہی کی نہین، یہ فتح بلکہ کل ایشیا کی ہے　　کیون نہ ہرا ہو داغ پھر ہر دلِ بے قرار کا
ہم تو ہین اس کے شیفتہ، جو بھی وطن پرست ہو　　روم کا ہو کہ چین کا، ہند کا یا تتار کا
ترک ہوئے ہین جس طرح، پنجۂ غیر سے رہا　　یون ہی نصیب جاگ اٹھے ہند کے اس دیار کا
چاہئے راہِ شوق مین، ایک جنونِ آرزو　　میکدۂ وطن مین کیا، کام ہے ہوشیار کا
کیون نہ لبِ سہیلؔ پر حبِ وطن کا راگ ہو　　بلبلِ نغمہ سنج ہے، ہند کی شاخسار کا

سبزہ و گل ز سر دمد باز بہ بوستانِ ما
یعنی بدستِ ما دہد دورِ فلک عنانِ ما

اوراق پارینہ

"جامع الاخلاق"

از قاضی عبدالودود صاحب عظیم آبادی بی اے

انیسویں صدی کی ابتدا میں نثر اردو کو ترقی دینے کے لئے ڈاکٹر گلکرسٹ اور ان کے ساتھیوں نے جو کوششیں کی تھیں اس کا تذکرہ آزاد نے آب حیات میں، اور مولوی عبدالحق معتمد انجمن ترقی اردو نے "گلشن ہند" کے مقدمہ میں کیا ہی، جو معلومات ان حضرات نے بہم پہونچائی ہیں قابل قدر ضرور ہیں لیکن تعجب ہی کہ اس عہد کی ایک ایسی کتاب جس کا ذکر اس لحاظ سے کہ کسی قدیم مستند علمی کتاب کو اردو میں منتقل کرنے کی یہ پہلی کوشش تھی، سب سے مقدم ہونا چاہیئے تھا، سرے سے نظرانداز کر دیا، چونکہ اس کتاب کی اہمیت کے متعلق اختلاف رائے ناممکن ہی، اس لئے یقین ہی کہ یہ کتاب ان حضرات کی نظر سے نہیں گذری، میری مراد علم الاخلاق کی مشہور و معروف کتاب "اخلاق جلالی" کے اردو ترجمہ سے ہی جس کو ۱۸۰۵ء میں مولوی امانت اللہ نے کپتان جمیس موئٹ کے حکم سے مکمل کیا، اور اس کا نام "جامع الاخلاق" رکھا،

مترجم کا نام مولوی امانت اللہ ہی، ان کے مولد و موطن کا کچھ پتہ معلوم نہیں ہوتا، ان کی علمی قابلیت ضرور اچھی ہوگی ورنہ ایک دقیق علمی کتاب کے ترجمہ کی خدمت ان کے سپرد نہ کیجاتی، فورٹ ولیم کالج میں یہ منشی تفریق ہندی کے تھے، ایک کتاب "ہدایت الاسلام" بھی انھوں نے لکھی تھی جسکا ذکر وہ دیباچہ میں کرتے ہیں، شاعر بھی تھے اور شیدا تخلص کرتے تھے، چنانچہ خاتمہ اور دیباچہ میں ان کی طبعزاد مدحیہ اور دعائیہ نظمیں موجود ہیں، پایہ شاعری بہت ادنی ہی، غالباً اسی وجہ سے کسی تذکرہ نگار نے ان کا حال نہیں لکھا، بلکہ نام تک درج کرنا غیر ضروری سمجھا، یہ ترجمہ انھوں نے ۱۸۰۵ء میں جبکہ مارکوئس ولزلی گورنر جنرل تھے،

کپتان جمیس موئٹ مدرس "تعزیق ہندی" "مدرسۂ عالیہ" دام اقبالہٗ کی تحریک سے تکمیل کو پہونچایا، دیباچہ میں مترجم نے ان دونوں "صاحب بہادروں" کی نظم ونثر میں بیحد مبالغہ آمیز تعریف کی ہے،

اصل کتاب میں کیا کچھ ردوبدل انھوں نے جائز رکھا ہے، اور اصطلاحات کے متعلق کونسی روش اختیار کی ہے، اسکا بیان انھیں کے الفاظ میں مناسب ہوگا،

"یہ کتاب نہایت مغلق اور دقیق المضمون، اوّل سے آخر تک تمام مسائل حکمی اور تدقیقات علمی سے مشحون ہے، اور ترجمہ کرنا اس کا مستلزم تجرید مادہ جسمانی، اور اسقاط قوائی انسانی کا ہے لیکن بمقتضائے نمک خواری کے صورت انکار کی مناسب نہ دیکھی، اور فعّال حقیقی پر توکل کرکے اس میں اقدام کیا، لیکن اس کے خطبے کے بدلے دوسرا خطبہ علحدہ کہکر ضمیمہ اس ترجمے کا کرکے حکمت عملی کی تقسیم سے شروع کیا، اور حتی المقدور اس کی تسہیل میں کوتاہی نہیں کی، مگر ان اصطلاحوں کا خبکا ترجمہ اس زبان میں ممکن نہیں، انشاء اللہ تعالیٰ بعد اتمام کے ان اصطلاحوں کی تفسیر اشارے وکنائے سے کرکے جدا ایک فرہنگ مختصر تخمیناً مقدار دو تین جزکے آخر کتاب میں ملحق کیجائیگی، اور جابجا کمی زیادتی کرکے ترجمہ لفظی چھوڑ سہل ہونے کیلئے مطلب بیان کردیا ہے، ترتیب اس ترجمہ کی مطابق اصل کتاب کے باقی رہی،"

فرہنگ جس کا ذکر انھوں نے کیا ہے، یا تو وہ حسب ارادہ مرتب نہ کرسکے، یا بعد میں طبع کرانے والوں نے غیر ضروری سمجھ کر علحدہ کردیا، میرے پاس اس کتاب کا جو نسخہ موجود ہے وہ مطبع احمدی کلکتہ میں اردو ٹائپ میں مولوی غلام حیدر ساکن ہوگلی کے اہتمام سے سنہ ۱۸۴۵ء میں طبع ہوا تھا، صفحات کی تعداد ۲۶۸ ہے اور ہر صفحے میں ۱۷ سطریں ہیں، میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا، لیکن قرینہ ہے کہ یہ اس کتاب کا پہلا مطبوعہ اڈیشن ہے، اردو نثر کے اس ابتدائی زمانے میں ایک دقیق علمی کتاب کے ترجمہ کرنے میں کتنی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ہوگا، اس کا اندازہ کرنا بہت دشوار ہے، تاہم میں اپنی طرف سے یہ نہیں کہنا چاہتا کہ مترجم نے کس حد تک

کامیابی حاصل کی، میں چند اقتباسات پیش کرتا ہوں تاکہ ناظرین خود فیصلہ کرسکیں،

(۱)

حکمت طبیعی کی بحثوں سے علم نفس کی بحث میں مقرر ہوا ہی کہ نفس ناطقۂ انسانی میں دو قوتیں ہیں، ایک قوت ادراکی جس کے سبب سے ہر ایک شئی کو جان سکے، دوسری قوت تحریکی جس کے سبب ہر ایک طرح کا کاروبار کرسکے، پھر قوت ادراکی کے دو شعبے ہیں، پہلا عقل نظری وہ سبب ہے صور علمیہ کے قبول کرنے کا مجردات سے، دوسرا عقل عملی جس کے سبب سے ہر ایک آدمی اپنے بدن کو کاروبار میں مشغول کرتا ہی، پھر یہ شعبہ یعنی عقل عملی باعتبار علاقہ رکھنے اس کے قوت غضبی اور قوت شہوی کے ساتھ سبب ہوتا ہی فعل کا جیسا مارنا، کھانا، پینا، یا قبول فعل کا جیسے شرمندگی سے رونا، اور باعتبار اس کے کہ وہم وخیال اسے استعمال کریں سبب ہوتا ہی جزوی فکروں اور جزوی شغلوں کا، اور باعتبار نسبت کرنے عقل نظری کے ساتھ سبب ہوتا ہی اس فکر کلی کا جو سب کاموں سے علاقہ رکھے، جیسے معلوم کرنا اس کا کہ سچ کہنا اچھا، اور جھوٹ کہنا برا ہی اور مانند اس کے، پھر قوت تحریکی کے دو شعبے میں سے ایک قوت غضبی ہی اور وہ سبب ہی بری چیزوں کے دفع کرنے کا بطریق غلبے کے، دوسری قوت شہوی کہ وہ سبب ہی اچھی چیزوں کے لینے کا، لیکن قوت غضبی کو چاہئے کہ بدن کی سب قوتوں پر غالب رہے، اس طور سے کہ ہرگز کسی سے کمزور نہ ہو بلکہ سب اس کے حکم کے تابع اور اس سے مغلوب رہیں، اور یہ قوت جس کو جس کام میں متعین کرے اس کو بخوبی انجام دیا کرے تاکہ آپس کی موافقت اور اس کی حکومت سے آفرینش انسان کی بادشاہت کا بند وبست اچھی طرح انجام پائے، اور کسی وجہ سے اس انتظام میں خلل وخلل نہ ہوئے اگر اسی طرح سے ہر ایک قوت اپنے کام میں جس طور سے کہ عقل کے موافق ہو اقدام کرے تو عقل نظری کی صفائی سے جو پہلا شعبہ قوت ادراکی کا ہی حکمت حاصل ہوئے، اور عقل عملی کی صفائی سے، جو دوسرا شعبہ ہی اسی قوت کا عدالت پیدا

ہوئے، اور قوت غضبی کی درستی سے شجاعت، اور قوت شہوی کی صفائی سے پارسائی، اسی کا نام کمال قوت عملی ہی،

(۲)

"حکمت کی نوعوں میں سے مشہور سات نوع ہیں، ذکا، سرعتِ فہم، صفائیِ ذہن، سہولتِ تعلم حسن تعقل، تحفظ، تذکر، پس ذکا وہ قوت ہی کہ بہ سبب اس کے مقدموں سے نتیجوں کو بآسانی نکال سکے، لیکن یہ موقوف ہی ان مقدمون کی مشاقی پر جو منتج ہیں، سرعت فہم نام ہی اس قوت کا جس کے سبب ملزومات سے ان کے لوازم کی طرف انتقال ذہن کا ہوئے بلا توقف، پر ان دونوں میں یہ فرق ہی کہ پہلی سرعت حرکات فکری میں ہوتی ہی اور دوسری ان کے غیر میں جیسے ملزومات تصوریہ سے ان کے لوازم کی طرف انتقال کرنا، یا قضایا سے ان کے عکوس مستویہ یا عکس نقیض کی طرف، صفائی ذہن، اس ملکہ استعداد کو کہتے ہیں کہ بہ سبب اس کے بغیر رنج وتعب کے استخراج مطلب کر سکے، سہولت تعلم نام ہی استعداد کا جس کی وجہ سے توجہ کلی مطلوب کی طرف کھچے تا کہ بخاطر جمعی آسانی سے اس کو حاصل کرے، حسن تعقل وہ ہی کہ بحث ومناظرے میں مطلب کی توضیح کرنے کیلئے حد لائق کو نگاہ رکھے تا بسبب غفلت کے کچھ اس پر واجب نہ ہو جائے اور نہ کسی شی زائد کو استعمال کرے، تذکر بے تکلیف یاد کرنا ان چیزوں کا جو قوت حافظہ میں ہیں جب چاہے، تحفظ اس ملکے کا نام ہی کہ جس سے معقولات یا محسوسات کی صورتوں کو ضبط کرے"

(۳)

"میں نے عدالت کی تقسیم تین قسم پر کی ہی، ایک وہ ہی کہ جس پر اقدام کرنا اس لئے کہ حق تعالیٰ کی بندگی کا حق ادا کیا جاوی، کیونکہ اس کی مہربانی نے بے سابقہ استحقاق کے خلعت وجود کے تئیں ہر ایک موجود کو انعام فرمایا، اور اپنے خزانۂ احسان میں سے اس عالم امکان کی ہر ایک شی کو بے شمار نعمتوں سے نوازش کیا،

پس اقتضاء عدالت کا یہ ہو کہ ہر ایک متنفس اپنے اور اس کے حق کے درمیان جو لازم ہو اس کے بجا لانے میں طریق مستحسن کو نگاہ رکھے اور اسکی بندگی کے چلن میں کسی طرح سے قصور نہ کرے، دوسری وہ جو متعلق ہو اپنی نوع کے شرکاء سے مثلاً بادشاہوں کی تعظیم یا علما اور ائمۂ دین کی تکریم کرنی اماتنون کو پھیر دینا، معاملے میں انصاف کرنا، تیسری وہ کہ جو گذرے ان کے حق سے ادا ہونا اس طور سے کہ ان کے اموال میں سے ان کے قرضوں کو ادا کرے، وصیتوں کو بجا لاوے اور جو اس کی مثال سے ہو،

مطبوعات جدیدہ

تاریخ خلافت، جناب مولنا عبد الماجد صاحب بدایونی ہندوستان کے ان مستثنیٰ علماء مین ہین جو زبان و قلم دونوں کے مالک ہیں، ملک کی جدید تحریکات کے ایام میں مولنا ممدوح نے نہ صرف اپنے زور تقریر اور جوش بیان سے دین و ملت کی خدمات انجام دیں، بلکہ انھیں مصروف زمانون مین انھوں نے اپنی متعدد قابل قدر تصنیفات سے ملک و قوم کو اپنا ممنون بنایا، زیر نظر کتاب، ان کی ایک بسیط تصنیف تاریخ خلافت کا حصۂ اوّل ہی جس میں مصنف نے اپنے مخصوص انداز بیان میں سرنامۂ خلافت الٰہی صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ لکھی ہی جس میں زیادہ تر حالات حاضرہ اور ضروریات موجودہ کو پیش نظر رکھکر واقعات و حالات ترتیب دئے گئے ہیں، اور آخر میں زمانۂ حال کی مناسبت سے احکام و اقوال نبوئی حدیث کی کتابوں سے منتخب کرکے اردو ترجمہ کے ساتھ لکھے گئے ہیں، اصلاحی نقطۂ نظر سے یہ کتاب عام مسلمانون کے حق میں نہایت مفید ہوگی، طرز بیان سہل و رواں، لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ ضخامت ۲۲۸ صفحے، قیمت عہ، پتہ: دار التصنیف بدایوں، یا قومی دار الاشاعہ، میرٹھ،

تاریخ الامۃ، جامعہ ملیہ علی گڈھ نے، اپنے دو سالہ دور حیات میں علمی حیثیت سے بھی جو خدمتیں انجام دی ہیں، وہ قوم و ملت کے شکریہ کی مستحق ہین، ان دو برسوں مین متعدد عمدہ تصنیفات اس کے زیر اہتمام نکل چکی ہیں، تاریخ الامۃ بھی، اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہی، جامعۂ مذکور مدارس کے نصاب تعلیم کی ضرورت سے تاریخ اسلام کا سلسلہ مرتب کرانا چاہتا ہی، جامعۂ مصریہ کے معلم تاریخ شیخ محمد خضری نے جامعۂ مذکور میں تاریخ اسلام کے موضوع پر جو خطبات دئے تھے، وہ کتابوں کی صورت میں شایع ہوگئے ہیں، ہماری زبان کے لائق قدر اہل قلم مولنا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری استاذ تاریخ اسلام جامعہ ملیہ، شیخ خضری

کے اون تاریخی خطبات کو پیش نظر رکھکر جامعہ کے نصاب کے لئے تاریخ اسلام کا سلسلہ مرتب کر رہے ہیں، بالفعل اس سلسلہ کے دو حصے، سیرۃ الرسول، اور خلافت راشدہ چھپکر شایع ہوئے ہیں، یہ دونوں حصے قومی مدارس کے نصاب کیلئے نہایت مفید ہیں، لکھائی چھپائی، کاغذ اعلیٰ، ضخامت حصہ اول (سیرۃ الرسول) ۸۰ صفحات، قیمت ۸؍، ضخامت حصہ دوم صفحات، قیمت ؎ پتہ: شعبۂ تصنیف جامعۂ ملیہ علیگڈھ

بجلی کے کرشمے، انجمن ترقی اردو، ہماری زبان میں جدید سرمایۂ علمی کا جو اضافہ ہر سال کر رہی ہے، اس کی تحسین نہ کرنا، احسان فراموشی ہے، یہ رسالہ علم برقیات کے ابتدائی مسائل کے بیان میں ہے، لائق مصنف مولوی محمد معشوق حسین خان بی اے نے آسان طرز ادا اور سہل انداز عبارت میں مبتدی طالبعلمون کو بجلی کے کرشمے دکھائے ہیں، باوجود ایک ٹھوس علمی بحث کے کتاب میں کافی دلچسپی پیدا ہو گئی ہے اور اس لئے عام طالب علم اور کم استعداد اردو خوان بھی اس کو پڑھکر اپنے معلومات میں اضافہ کر سکتے ہیں، لکھائی چھپائی اچھی، کاغذ ستھرا، ضخامت ۱۴۲ صفحے، قیمت عہ؍، پتہ: ترقی اردو، اورنگ اباد دکن،

انتخاب دواوین حسرت مع ترجمہ انگریزی، مولوی فضل الحسن صاحب حسرت موہانی کے سیاسی خیالات سے تو ہندوستان کی ہر زبان بولنے والے واقف ہیں، مگر ان کے شاعرانہ افکار، صرف اردو دان طبقہ تک محدود تھے، غالباً اسی خیال کو مدنظر رکھکر چودھری رحم علی صاحب ہاشمی نے انکے دواوین کا انتخاب اور اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے، ہر صفحہ کے نصف بالا میں اصل اردو اشعار اور نصف زیرین میں ان کا انگریزی ترجمہ ہے، یہ ترجمہ خود حسرت کی نظر ثانی اور اصلاح سے بھی فیضیاب ہے، اس لئے اس ترجمہ کو بھی شاعر کی اصل تصنیف کا رتبہ دیا جا سکتا ہے، آغاز کتاب میں، حسرت اور انکی شاعری پر مترجم کے قلم سے انگریزی میں ایک مقدمہ ہے، کتاب ٹائپ میں چھپی ہے، ضخامت ۱۰۰ صفحے، قیمت عہ، پتہ: بیگم حسرت موہانی، حسرت روڈ، کانپور،

الفرق بین اولیاء اللہ و اولیاء الشیطان، جناب مولانا **ابو الکلام** صاحب نے اس نام سے

الہلال یا البلاغ میں ایک طویل مضمون لکھا تھا، جس میں قرآن مجید کی آیات کو پیش نظر رکھکر ان دونوں مقابل کے گروہوں کے خصائص اور اوصاف امتیازی دکھائے تھے، الہلال بک ایجنسی لاہور نے اس مضمون کو ایک رسالہ کی صورت میں شایع کیا ہی، اچھا ہوتا اگر اسی کے ساتھ علامہ ابن تیمیہ کا رسالہ "الفرق بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان" بھی ترجمہ کرکے شامل کر دیا جاتا، تاکہ بحث زیادہ مستوعب ہو کر اردو دان ناظرین کے سامنے آجاتی، صفحات ۶۰، تقطیع خورد، قیمت ۶؍، پتہ: الہلال بک ایجنسی، حلقہ نمبر ۴۲، شیرانوالہ گیٹ لاہور

کلید مراد، قرآن مجید اور احادیث کی بعض مختصر دعاؤں کا مجموعہ ہی، ساتھ ساتھ ترجمہ بھی درج ہی آخر میں جامع جناب مولوی سید حسن مرتضیٰ صاحب شفق عمادپوری نے اپنا منظوم شجرۂ بیعت لکھا ہی، لکھائی چھپائی اچھی ۹۴ صفحات، قیمت ۸؍، پتہ: خواجہ ڈپو نظامیہ دار الاشاعہ، دہلی،

تبلیغ، ایک نیا ماہوار علمی رسالہ لاہور سے نکلنا شروع ہوا ہی، جس میں ممالک اسلامی پر مختلف النوع مضامین، عیسائی مشنریوں کی کوششوں سے باخبر اور مسلمانوں میں تبلیغی ذوق پیدا کرنے والے مقالات اور شذرات ہوتے ہیں، اب تک اس کے تین نمبر ہماری نظر سے گذر چکے ہیں، اور ہم کو اس کے اظہار میں خوشی ہی کہ رسالہ اپنے مقصد میں کامیاب ہی، مضامین کے انتخاب کے لئے ہم مشورہ دینگے، کہ اسلامک ورلڈ انگریزی اور فرنچ رسالہ دنیائے اسلام کو بھی سامنے رکھا جائے، لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ، ضخامت،

قیمت سالانہ للعہ؍ پتہ لاہور

ندیم، اس نام کا بھوپال سے ایک ماہوار ادبی رسالہ مولوی سعید صاحب رزمی کے زیر ادارت شایع ہونا شروع ہوا ہی، دو تین نمبر نکل چکے ہیں، بھوپال سے اس رسالہ کا اس حد تک کامیاب ہونا بھی غنیمت ہی، لکھائی چھپائی اچھی، قیمت سالانہ للعہ؍ پتہ: منیجر ندیم، بھوپال

الکمال، ایک نیا اردو روزانہ اخبار کلکتہ سے مولوی نذیر احمد صاحب سابق اڈیٹر مساوات کی اڈیٹری میں چار صفحون پر نکلا ہی، کلکتہ کی آب و ہوا میں کاش اس کے زندہ رکھنے کی قدرت ہو، قیمت عہ سالانہ، پتہ: نمبر ۱۳ لوچیت پور روڈ کلکتہ

مجلد یازدہم | ماہ رجب سنہ ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء | عدد سوم

مضامین

شذرات		۱۶۱-۱۶۸
اسلام اور عیسائیت	مولنا عبدالسلام ندوی	۱۶۹-۱۷۹
کتبخانۂ مشرقی، پٹنہ	مولوی سید نجیب اشرف صاحب ندوی،	۱۸۰-۱۹۷
کندی اور اوسکا فلسفہ	مولوی ابونصر سید احمد بھوپالی،	۱۹۸-۲۱۲
نفسیات ترغیب	پروفیسر نصیر احمد صاحب جامعۂ عثمانیہ	۲۱۳-۲۱۷
مدرسۃ السنۂ مشرقیہ لندن		۲۱۸-۲۲۰
لندن کے کتبخانے		۲۲۰-۲۲۳
اخبار علمیہ		۲۲۴-۲۳۱
ادبیات	شاد عظیم آبادی، حسرت موہانی، عزیز لکھنوی	۲۳۲-۲۳۴
خلافت موحدین		۲۳۵-۲۳۸
مطبوعات جدیدہ		۲۳۹-۲۴۰

شذرات

گذشتہ مہیب جہان سوز جنگ مین ہم سے کہا گیا تھا کہ یہ دنیا کی آخری خونی جنگ ہی، آیندہ آدم کے بیٹون کا خون جنگ کی دیوی پر بھینٹ نہین چڑھایا جائیگا، لیکن قول وعمل مین کسقدر بعد عظیم ہے ! برطانی رائل کمیشن نے ذیل کے حربی یعنی انسان کش ایجادات پر جو فیاضانہ انعامات تقسیم کیے ہین، وہ گذشتہ بلند آہنگانہ دعوی کی علانیہ تکذیب ہی،

انعام متعلق تحت البحر	۲۷۰۰۰ پونڈ
" " لایم پرگنیمیٹ	۱۲۵۰۰ پونڈ
" " بم	۲۵۰۰ پونڈ
" " بڑے بم	۲۷۰۰۰ پونڈ
" " دو اور چار انجن کے طیارے۔	۳۰۰۰۰ پونڈ
" " ہوائی جہاز	۴۸۰۰۰ پونڈ
" " رات کے اڑنے والے جہاز	۵۰۰۰ پونڈ

مغربی تمدن کے ثناخوانون نے ہندوستان اور افریقہ کی وحشی نیم برہنہ آبادی پر نفرت اور حقارت کی نظر ڈالی ہی حالانکہ یہ محض غربت، افلاس اور جہالت کا نتیجہ ہی لیکن کیا یورپ کے متمدن، دولتمند، دانائے روزگار نیم برہنہ انسانون پر بھی اون کی کبھی نظر پڑی ہی، جو محض تمدن، دولت، اور تعیش کے نشہ سے سرشار ہو کر جامئہ انسانیت سے

باہر ہین، غور کرو کہ ہندوستان وافریقہ کی ایک وحشی عورت اور لندن وپیرس کی ایک متمدن خاتون کے لباس برہنگی مین کیا فرق ہی؟ صرف یہ کہ ایک افلاس اور جہالت کا نتیجہ، اور دوسرا دولت اور تمدن کا!

جنگ عظیم نے یورپ کی عورتون کو مرد بننے پر مجبور کیا اِس سے اور بھی زیادہ بعض عیوب مین ترقی ہوگئی ہے، اب یورپ جب اپنی گذشتہ کابوسی دورہ سے نجات پانے کے لیے تڑپ رہا ہے تو اوس کو اپنی ڈراونی شکلین نظر آتی ہین، منجملہ اوس کے ایک لباس برہنگی ہے، چنانچہ اصلاح لباس کے لیئے وہان ایک عام تحریک پیدا ہوگئی ہی، وہان کلبون اور لہو ولعب کی انجمنون نے اعلان کیا ہی کہ آیندہ جو لڑکیان کھیلون مین شرکت کرین اون کو ایسا لباس اختیار کرنا چاہیئے جس سے اونکا جسم مستور رہے،

ہندوستان مین عیسائیون کی تعداد روزافزون ترقی پر ہے، دس سال کے عرصہ مین ۳۰ لاکھ چھہتر ہزار سے سینتالیس لاکھ ۵۲ ہزار ہوگئی، گویا نصف کرور کی تعداد تین سو برس کے اندر اونھون نے ہندوستان مین حاصل کرلی، ہندوستان کے ہندو اور مسلمان دونون سُن لین کہ ابھی تو ہندوستان کی تقسیم حقوق مین تنصیف یعنی آدھا ہندو آدھا مسلمان کا سوال ہی، لیکن اگر یہی لیل ونہار ہی تو تنصیف کی جگہ تثلیث لے لیگی یعنی ہندوستان کے ہندو، مسلمان اور عیسائی تین حصے کرنے پڑینگے، آریہ سماج مبلغین کے لیئے غریب نومسلمون کی طرف توجہ کرنے سے بہتر، ان نوعیسائیون کی طرف توجہ کرنا تھا، جو اون کی قوم سے ہر روز نکل کر سینکڑون کی تعداد مین دوسری قوم مین داخل ہو رہے ہین، نومسلمون کی داستان تو غریب عالمگیر کے عہد کی پُرانی ہوگئی ہے، اِس پیش نظر عالمگیری عہد کی طرف اون کی توجہ کیون ملتفت نہین ہوتی،

ڈاکٹر ولیم ٹی ہارنڈے نے جو نیویارک کے زندہ عجائب خانہ کے مشہور ڈائرکٹر ہین حال ہی مین ایک

ایک کتاب جانورون کے اخلاقی و معاشرتی حالات کے متعلق لکھی ہے، اس مین اونھون نے بتایا ہی کہ خونخوار جانور اخلاقی و معاشرتی حیثیت سے انسان سے بدرجہا بہتر ہین، ان خونخوار جانورون مین صرف بھیڑیا اپنے ہمجنس پر حملہ کرتا ہے لیکن انسان، ایک دوسرے کو پھاڑ کھانے کو تیار، ان مین بچون یا بڈھون کو مارنے کا رواج نہین، لیکن آدمی یہ سب کچھ کرتا ہے، یہ جانور آپس مین کبھی بھی نہین لڑتے، مگر اشرف المخلوقات کا آجکل مقصد زندگی یہی ہے، ان مین اخلاقی کمزوری نام کو نہین، لیکن بنی نوع انسان کے اندر یہی حالات حیاسوز ہین،

ہندوستان کے ان منتخب لوگون مین جن کو قلمی اور نادر کتابون کا شوق بلکہ عشق ہے جناب حکیم محمد اجمل خان صاحب کا بھی نام شامل ہے، رامپور کے نادر علمی خزانہ کی تنظیم اور ترتیب جناب موصوف ہی کے شوق علم کی ممنون ہے وہ خود بھی اپنی ذاتی ملکیت مین نوادر کتب کا بڑا ذخیرہ رکھتے ہین جس مین طب کے علاوہ اور بعض علوم کی بھی اچھی کتابین ہین، ابھی اوائل فروری مین جمعیۃ العلماء کی تقریب سے دلی جانا ہوا تو موصوف نے اپنے کتبخانہ کے بعض عجائبات دکھائے، صحیح بخاری کا بخط عرب عمدہ نسخہ نظر آیا جو امرائے یمن کے کتبخانہ کا تھا، اور جس پر مجد الدین فیروزآبادی صاحب قاموس کے ہاتھ کے دستخط ہین،

سب سے نادر تر جو چیز ہے، وہ مرحوم نظامیہ بغداد کی ایک علمی یادگار ہے، نظامیہ کا کتبخانہ خلفاء عباسیہ اور سلاطین سلجوقیہ کے شاہانہ عطیون کا گنجینہ تھا، جو کہتے ہین کہ کچھ تو حملۂ تاتارین نہر دجلہ کے نذر ہوا، اور باقی محقق طوسی کی معرفت تاتارستان کو منتقل ہو گیا، حکیم صاحب کے ہان ہندسہ، مناظر و مرایا، اور دیگر فروع ریاضیہ کا ایک ضخیم مجموعہ ہے، جو محمد بن موسیٰ (خوارزمی) مدون جبر و مقابلہ، ثابت بن قرہ مترجم کتب یونانی اور محمد بن ہیثم بانی فن مناظر و مرایا وغیرہ جیسے اکابر روزگار کی تصنیفات و رسائل پر مشتمل ہی، اور اون کا کاتب و جامع غالباً اس عہد کا کوئی شائق طالب علم ہے ۵۸۶ھ مین وہ ان رسالون کو جمع کرتا ہی، لیکن کہان بیٹھکر، مدرسۂ نظامیہ بغداد

اور نظامیہ موصل. نظامیہ حلہ وغیرہ مین، ہر رسالہ کے خاتمہ پر مقام کتابت کا وہ ذکر کرتا ہے، اور اس طرح یہ نادر مجموعہ نظامیہ یونیورسٹی کے پورے سلسلہ کی ایک زندہ یادگار ہے، اور طلبائے نظامیہ کے علمی ذوق و شوق کی پوری تصویر ہی، اور پھر یہ خرمن کن کن مدرسون مین پھر پھر کر ایک طالب علم نے جمع کیا ہی،

ہیچ گہ ذوق طلب از جستجو بازم نداشت
دانہ می چیدم من آن روزے کہ خرمن داشتم

مولوی ابوبکر صاحب جونپوری کے کتبخانہ کا اس سے پہلے ذکر آچکا ہی، چند مہینے ہوئے کہ اس کتبخانہ کے دیکھنے کا اتفاق ہوا، حسب ذیل کتابین اس مین اچھی نظر آئین،

۱- اتحاف الاکابر باسناد الدفاتر، قاضی شوکانی، یہ کتابون کی سندون کا مجموعہ ہی، مولوی ابوالفضل عبدالحق صاحب مرحوم بنارسی نے یمن جاکر قاضی شوکانی سے تلمذ حاصل کیا تھا، اور وہی اس تحفہ کو ہندوستان لائے، ۱۲۳۳ھ کا یہ واقعہ ہے، جو کتاب کی تحریر کی تاریخ ہے،

۲- اعلام السنن امام خطابی، بخط عرب، جز و اول،

۳- مشارق الانوار، قاضی عیاض، حدیث کے لغات و انساب، اور اسمائے بلاد کی تحقیق مین بیش بہا تصنیف ہی،

۴- شرح قصیدۂ نشوان بن سعید حمیری، یہ یمن کی تاریخ ہی جو زمانۂ قدیم سے لیکر ائمۂ زیدیہ تک کے احوال پر مشتمل ہی، اس کا ایک نسخہ کتبخانۂ مشرقیہ پٹنہ مین بھی نظر سے گذرا ہی، جونپور کا نسخہ ۹۹۹ھ کا لکھا ہی اور شاہان یمن کے کتبخانہ کا ہے،

۵- حاشیۂ میرزا شروانی بر شرح عقائد، عمدہ نسخہ

لیکن ان سب سے زیادہ جو چیز ہمین تعجب انگیز نظر آئی وہ **اختبار** نام فقہ حنفی کی ایک فارسی کتاب ہو؛ غدر سے پہلے کمپنی کے عہد مین جب شاہ ہندوستان کے نام دلی کے ٹوٹے پھوٹے تخت پر شاہجہان اور عالمگیر کا ایک سایہ شاہ عالم اور بہادر شاہ وغیرہ نامون سے قائم تھا، ہندوستان کی عدالتون مین شرع محمدی کا نام بھی قایم تھا، اور عموماً فیصلے انگریزون کی نگرانی مین اسلامی قانون کے مطابق ہوتے تھے، یہ انگریز فارسی جانتے تھے اور کسی نہ کسی عالم کو اپنا مشیر رکھتے تھے، جو اون کو فقہ کے مسائل بتاتا اور فقہی کتابون کے مطالب سمجھاتا تھا، اختبار کا یہ نسخہ اسی عہد کی ایک داستان ہو، محمد آباد بنارس کی عدالت مین مولوی سلامت علی خان مخاطب بہ حذاقت خان، احکام شرعیہ کی تحریر پر مامور تھے اور "نواب معین الملک اقتدار الدولہ مسٹر جان نیف بہادر صلابت جنگ" حاکم عدل تھے، مولوی صاحب نے مسٹر موصوف کی سہولت کے لیے فارسی مین فقہ حنفی کی یہ کتاب تالیف کی، تاکہ صاحب موصوف کو مقدمات کے فیصلہ مین آسانی ہو، یہ کتاب تعزیرات حدود، قصاص کے ۵۰۰ مسائل پر مشتمل ہے، ہر صفحہ پر دو کالم ہین، ایک کالم مین مسئلہ کی صورت لکھی ہو، اور دوسرے کالم مین کتب فقہ کے حوالون سے اوس کے جوابات لکھے ہین، ۱۲۱۲ھ اِس کتاب کی تالیف کی تاریخ ہو، اور مؤلف نے اِس کو لکھکر "امیر اعظم، حامی علمائے دین مسٹر جان ڈبن" کے نذر کیا،

کتاب کے خطبہ کی اصل عبارت یہ ہو،

"سلامت علی خان معروف حذاقت خان در بلدۂ محمد آباد بنارس کہ در عدالت مرافعۂ ثانی بتحریر احکام شرعیہ بحضور نواب مستغنی عن الالقاب، حاتم دوران، افلاطون زمان، معین الملک اقتدار الدولہ مسٹر جان نیف بہادر صلابت جنگ مامور بود، بنابر سہولت امر، مسائل چند از باب حدود و قصاص کہ اکثر محتاج الیہ یافتہ، بزبان فارسی ترتیب دادہ، در ۱۲۱۲ھ آغاز تالیف نمودہ، ہدیہ بارگاہ نوشیروان تکیہ نصفت و عدالت دفرماز دائے کشور امارت، امیر اعظم، زبدۂ ارباب ہمم، حامی علمائے دین، مسٹر جان ڈبن"

ہمین یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ نواب وقار الملک مرحوم کی لائف کا جو بہت بڑا مواد جناب منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال نے سالہاسال کی محنت مین جمع کیا تھا، اونھون نے وہ تمامتر امانت ایجوکیشنل کانفرنس کے صیغۂ تالیف کے سپرد کردی ہے، اور اس طرح یقین ہے کہ **وقار حیات** پہلے سے زیادہ مکمل صورت مین ظاہر ہوگی،

"دنیائے اسلام کے ذہنی انقلاب" کی نئی نظیرین ہمیشہ سامنے آتی رہتی ہین **بخارا** اور **ترکستان** کے چند طالب علم علوم جدیدہ کی تحصیل کے لیے، برلن گئے ہین، مصر مین علوم دینیہ کی بطرز جدید درسگاہ، قاہرہ مین دار العلوم تھا، اب زقازیق مین ایک بڑا دینی مدرسہ قایم ہوا ہی جس کے افتتاح مین علمائے ازہر اور ارکان حکومت سب شریک تھے، دار العلوم کے طلبہ آجکل اس کوشش مین سرگرم ہین کہ "نئی آزاد حکومت" مین اونکا رتبہ کیا ہوگا؟ اور اون کے امتیازات کیا ہونگے؟

اسی سلسلہ مین ہم کو اہل ہند کے کانون تک ایک اور خبر پہنچانی ہی، ہندوستان کے علوم جدیدہ کے شائق جس طرح ہر طرف سے **جرمنی** کا رُخ کر رہے ہین، اسی طرح علوم عربیہ کے شتاق **مصر** جارہے ہین، کئی طلبہ جاچکے ہین، اور کئی جانے کے لیے تیار بیٹھے ہین، جو طلبہ مصر جاچکے ہین خوشی کی بات ہی کہ وہ وہان ہندوستان کا وقار قایم کر رہے ہین، ابھی ہمکو اسی فروری مین مصر سے ایک ہندی صاحب کا خط موصول ہوا ہے، جس مین اونھون نے مولوی ظہیر الدین حیدر آبادی کا ایک عربی قصیدہ بھیجا ہی، جس کو اونھون نے اپنے ایک اُستاد شیخ ذکی محمد مہندس کے مفتش عام (انسپکٹر جنرل) مقرر ہونے پر تہنیت مین لکھا ہے، دار العلوم قاہرہ کے اساتذہ کو طلبہ کے ایک جلسہ مین جب اوس کو ظہیر الدین صاحب نے پڑھا تو حاضرین نے بڑی داد دی اور ایک ہندی نشزادے اس مہارت عربی پر بہت تعجب ہوا، ہمارے نزدیک یہ ایک معمولی واقعہ ہی کہ ابھی تک

اہل مصر کے سامنے اہل ہند کی عربیت کی مثالین بہت کم ہین، المنار مین ہم دیکھا کرتے ہین کہ وہ علمائے ہند کے فتاوی اور عربیت پر کبھی طنز سے نہین چوکتا،

ابھی چند ہی مہینون کا واقعہ ہو کہ بمبئی کے چند مولویون نے اسپرٹ جس سے لکڑیون اور عمارتون پر نقش ونگار بنانے مین کام لیا جاتا ہو اوس کی نجاست اور مسجدون مین اوس کے عدم جواز استعمال کا فتوی دیا، اور اسی پر بس نہ کیا، بلکہ عربی مین اوس فتوی کو لکھکر، مصر مین سید رشید رضا صاحب اڈیٹر المنار کے پاس شاید داد طلبی کے لیے بھیجا، سید موصوف نے المنار مین اوس فتوی کی خوب دھجیان اڑائین اور علمائے ہند کی عقل و خرد کا اوس کو معیار بتایا، اور اس لہجہ مین لکھا کہ ہمارے ہندوستان کے علما فہم و اجتہاد مین حد درجہ ناکارہ اور پست ہین، حالانکہ آج سے ۱۲ برس پہلے الندوہ کے ایک ضمنی مضمون مین شراب کے عدم نجاست پر راقم نے کچھ لکھا ہے، اور اسپرٹ تو شراب بھی نہین یعنی مُسکر نہین، بلکہ از قسم سمیات ہے، قرآن مین شراب اور قمار کے متعلق ایک ساتھ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ کا لفظ ہو، جو ظاہر ہے کہ معنی مجاز مین ہو حقیقت مین نہین، ورنہ جوا کھیل کر بھی ہاتھ دھونے پڑینگے، آغاز اسلام مین شراب مدتون تک استعمال مین رہی اور ۳ھ مین حرام ہوئی، مگر احادیث مین کہین مذکور نہین کہ اوس کے چھو لینے سے یا لگ جانے سے دھونے کا حکم دیا گیا ہے، بیسیون جانور حرام ہین، مگر وہ نجس نہین، اور نہ اون کے چھونے سے ہاتھ دھونا لازم آتا ہے، فلیتدبر۔

مقالات

عیسائیت کی اشاعت

(۲)

عیسائی مذہب بھی ابتدامین اسلام ہی کی طرح ایک مظلوم مذہب تھا اور مسلمانون کی طرح شروع شروع مین عیسائی بھی اپنے مذہبی فرائض خفیہ طور پر ادا کرتے تھے اسلام کے تمام مصائب کا خاتمہ صرف چند سالون مین ہو گیا لیکن عیسائی مذہب پر تقریباً تین صدیان اسی مظلومیت کی حالت مین گذر گئین کہ ۳۲۳ھ عیسوی مین شاہ قسطنطین اوّل نے عیسائی مذہب قبول کیا اور اس مذہب کے قبول کرنے کے بعد اس نے ایک عام فرمان کے ذریعہ سے تمام رومانی ممالک مین مذہبی آزادی کا اعلان کیا جس کا اصلی مقصد عیسائیون کو قدیم مظالم سے نجات دلانا اور عیسائیت کی اشاعت کے لئے زمین کو ہموار کرنا تھا، غرض ملکی اقتدار کی آمیزش کے ساتھ اس نے اس ذریعہ سے عیسائیون کی حمایت کی، اور بیت المقدس سے یہودیون کو جلاوطن کرکے پادریوں کو اس کا متولی بنایا، اب عیسائی مذہب نے بھی قوت حاصل کرنا شروع کی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیون نے گرجے تعمیر کئے، اور بلاخوف وخطر علانیہ اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے لگے،

قسطنطین کے عہد حکومت تک یہی حال رہا اس کے بعد جو رومن فرمانروا ہوئے ان مین بعض عیسائیون کی حمایت مین بت پرستون پر آفت ڈھاتے تھے، اور بعض بت پرستون کے طرفدار ہوکر مسلمانون پر مظالم کرتے تھے، لیکن ان کے بعد جب ۳۶۳ھ سے شاہ یوقیانوس کا دور حکومت شروع ہوا تو اس نے قسطنطین کی تقلید کی اور عیسائیون کی حمایت مین اسی کے نقش قدم پر چلا، چنانچہ اب تک جو یورپین ممالک رومن سلطنت کے زیر اثر نہ تھے اس نے ان کے

خلاف ایک عام صلیبی جنگ کا اعلان کیا، اس بنا پر اس کے عہد مین عیسائی مذہب کے قالب مین ایک جان تازہ اگئی، اور عیسائیون کو غیر معمولی عظمت حاصل ہوگئی، تاہم اب تک تمام رومن سلطنت مین عام طور پر عیسائی مذہب کی اشاعت نہین ہوئی تھی، لیکن جب چوتھی صدی کے آخری حصہ مین شاہ تھیوڈ دروس کا زمانہ آیا تو اس نے عیسائیت کی حمایت مین ایک ایسی عجیب وغریب روش اختیار کی جس سے تمام مذاہب کی تاریخ خالی ہے یعنی اس نے تمام رومن ممالک مثلاً آفریقیہ، فرانس، برطانیہ، اٹلی، ٹرکی، مصر اور ایشیائی صوبون مین ایرانی سرحد تک ایک عام حکم جاری کیا کہ جن لوگون نے اب تک عیسائی مذہب قبول نہین کیا ہے وہ جبراً عیسائی بنائے جائین، اور جو لوگ اس حکم کی تعمیل نہ کرین وہ تہ تیغ کردئے جائین، اور عیسائی مذہب کی عبادت گاہون کے سوا تمام معابد وہیاکل منہدم کردئے جائین، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام رومن ممالک مین جن مین مصر[1] بھی شامل تھا لوگ مویشیون کی طرح ذبح کئے گئے، اسکندریہ کا ہیکل بھی اسی زمانہ مین نذر آتش ہوا اور کتب خانہ اسکندریہ[2] جس کے جلانے کا الزام حضرت عمرو بن العاص پر لگایا جاتا ہے، اسی ہیکل کے ساتھ جل کر خاک سیاہ ہوا، اسی زمانے سے تمام رومن ممالک مین عیسائی مذہب کی عام اشاعت ہوئی، اور اس کے بعد بھی پادریون کے ہاتھ مین کئی صدی تک جو سیاسی قوت رہی اس نے تلوار کے ذریعہ سے عیسائی مذہب کی حمایت کی، چنانچہ اس مدت مین جن جن عیسائی بادشاہون نے عیسائی مذہب کی حمایت مین تلوار اٹھائی ہے اگر ہم ان کی فہرست مرتب کرنا چاہین تو ہم کو اپنے اصلی موضوع کو چھوڑ کر ایک جدید تاریخ مرتب کرنا پڑیگی تاہم یورپ مین ۱۷۸۹ء یعنی شورش فرانس سے پہلے کا جو زمانہ ہے وہ، تمامتر اسی قسم کے مذہبی جبر و تشدد کی مثالون سے لبریز ہے، عیسائی مذہب کی یہ جبریہ اشاعت ایک ایسی بدیہی چیز ہے کہ تمام یورپین تاریخین بھی اس

[1] تاریخ مصر جدید للجرجی زیدان، [2] خلاصۂ تاریخ عرب موسیو سیدیو،

سے لبریز ہین، اگر صرف تبلیغ وہدایت سے عیسائی مذہب نے کام لیا ہوتا تو آج اس کے پیرون کی تعداد سے دنیا بھر جاتی، مثلاً جب سے عیسائی مذہب کی تبلیغ ودعوت کا سلسلہ شروع ہوا ہے، صرف چار ابتدائی صدیون مین تین سو ملین اشخاص نے اس مذہب کو قبول کیا، لیکن اس وقت سے آج تک عیسائی مذہب کی دعوت کا یہ سلسلہ متصلاً جاری ہی، دو صدیون سے اس مذہب کی تبلیغ واشاعت کے ذرائع بھی غیر معمولی حد تک وسیع ہو گئے ہین، عام لوگون سے میل جول مین بھی بہت سی آسانیان پیدا ہو گئی ہین، یورپین نوآبادیان بھی دنیا کے ہر حصے مین نہایت کثرت سے قائم ہین، اور ریل اور جہاز کے ذریعہ سے ایک عیسائی مبلغ حکومت کی تائید وحمایت کے ساتھ تمام دنیا مین اس مذہب کو آزادانہ پھیلا سکتا ہی، اس لئے اگر صرف تبلیغ ودعوت کے ذریعہ سے اس مذہب کی اشاعت ہوئی ہوتی تو چار صدیون کی نسبت سے آج زمین کے چپہ چپہ پر عیسائی ہی عیسائی نظر آتے حالانکہ ان دونون صدیون مین عیسائیت صرف افریقہ کی بعض نوآبادیون، اور جزائر محیط کی بربر قومون مین پھیلی ہی، اور اس مین بھی بہت کچھ قوت سے کام لیا گیا ہی، چنانچہ ۱۸۹۲ء مین اوگنڈا مین جو خونریزی اس مذہب کی تبلیغ کے سلسلے مین ہوئی ہی، اس کی خبر اس زمانے کے اخبارات کے ذریعہ سے تمام دنیا مین پھیل چکی ہی، اس کے علاوہ تمام مشرقی ممالک مین عیسائی مبلغین پھیلے ہوئے ہین، قوت اور مال دونون کی حمایت ان کے ساتھ ہی، اور ترغیب کے غیر محدود ذرائع ان کے ہاتھ مین ہین، لیکن بایں ہمہ ان کی کوششین اب تک بہت کم بارآور ہوئی ہین،

اس[1] سلسلے مین اندلس کی تاریخ بھی نہایت عبرت انگیز ہی، اہل عرب نے جب اندلس پر قبضہ کیا تو وہان کے اصلی باشندون کو اسلام لانے پر بالکل مجبور نہین کیا بلکہ نہایت بے توجہی

---

[1] ماخوذ از مجلۃ المجمع العلمی العربی دمشق جلد ۲ نمبر ۱

کے ساتھ ان کو مذہبی آزادی عطا کی، اس لئے اس دور مین اسپین کے جو لوگ اسلام لائے اس مین جبر و تشدد کا شائبہ تک شامل نہ تھا،

مسلمانون نے عیسائی مذہب کی اشاعت مین بھی کوئی روک ٹوک نہین کی، البتہ جو عیسائی مبلغین حد سے تجاوز ہو کر مساجد و جوامع کے دروازون پر کھڑے ہو کر لوگون کو عیسائی مذہب کی دعوت دیتے تھے ان کو اس غیر معتدل طریقہ سے روک دیا، مسلمانون نے عیسائیون پر معمولی جزیہ تو لگا دیا، لیکن اس کے سوا ان کے مال و جائداد سے کسی قسم کا تعرض نہین کیا، بلکہ تمام معاملات مین ان کو مسلمانون کے برابر حقوق عطا کئے، لیکن اسپین کے عیسائیون نے مسلمانون کو اسکا جو صلہ دیا اس کی نسبت شاہد العیان مین لکھا ہے، کہ ۵۹۲ھ مین جب شاہ اندلس نے شہر بلش پر قبضہ کیا اور بلش کے آس پاس کے گانون جبل ملتمیس کے دیہات اور قمارش کا قلعہ اس کے زیر نگین ہو گیا تو اہل بلش امان لیکر اپنے شہر سے نکلے، اپنے مال و اسباب کو ساتھ لیا اور بعض ارض عدوہ مین چلے آئے، بعض انھین دیہاتون مین رہ گئے، اور بعض مسلمانان اندلس کی بچی کھچی آبادی مین جا کر آباد ہو گئے،

ان فاتحین نے جب شہر ماسقہ، بلش اور اندلس کے مغربی حصون پر قبضہ کیا تو ان اطراف مین مسلمانون کا کہین ٹھکانا نہین رہا، شاہ اندلس مسلمانون کی جنگ مین اکثر مرتدین اور منافقین سے اعانت لیتا تھا اور جن شہرون اور دیہاتون کو فتح کرتا تھا ان کو ڈھا کر ان کے کھنڈر پر چار دیواریان تیار کراتا تھا، چنانچہ غرناطہ مین اس نے ایسا ہی کیا تھا، جن مسلمانون نے غرناطہ مین رہنا پسند کیا، انھون نے اس بادشاہ سے یہ شرط کر لی کہ یہ لوگ صرف زکوٰۃ اور عشر کے بجائے ایک رقم بطور تاوان کے ادا کرینگے، اس کے علاوہ ان کی ذات، ان کی عورتین، ان کے بچے، ان کے مویشی ان کے مکانات، ان کے باغات ان کے کھیت وغیرہ محفوظ رہینگے، لیکن جن لوگون نے وہان

قیام کرنا پسند نہین کیا انھون نے یہ شرط کی کہ وہ اپنے سرمایہ کو عیسائی یا مسلمان جس کے ہاتھ جس قیمت پر چاہینگے فروخت کر سکینگے، اور اس مین ان کو کسی قسم کا نقصان اٹھانا نہ پڑیگا، اور جو لوگ مغرب کی سرزمین مین نکل کر آباد ہونا چاہتے تھے ان کے لئے یہ شرط تھی کہ وہ اپنے سرمایہ کو فروخت کر ڈالینگے، اور بغیر کرایہ کے اپنے اسباب کو لاد کر مسلمانون کے جس ملک مین چاہینگے جا کر آباد ہو جائینگے اور تین سال تک ان کو اس کے عوض مین کچھ دینا نہ پڑیگا، غرض یہ شرطین قرار پا گئین اور شاہ اندلس نے اس پر ایک تحریر لکھدی، اس کے بعد غرناطہ کی طرح مسلمانون نے شہر حمرار کو بھی خالی کر دیا، اور جب اہل بشرہ کو یہ معلوم ہوا کہ غرناطہ کے لوگ عیسائیون کی ذمہ و حفاظت مین آگئے تو انھون نے شاہ روم سے بیعت کر لی، اور اس طرح اندلس مین مسلمانون کا خاتمہ ہو گیا،

شاہ اندلس نے حسب شرائط مسلمانون کو یہ اجازت دی تھی کہ جو لوگ یہان سے نکل کر جانا چاہینگے وہ اپنے مال جائداد، اور مکانات کو فروخت کر سکینگے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان بڑے بڑے وسیع مکانات کو نہایت کم قیمت پر فروخت کر ڈالتے تھے اور اپنے باغ، کھیت، اور انگور وغیرہ کو منافق مسلمانون اور عیسائیون کے ہاتھ نہایت معمولی قیمت پر بیچ ڈالتے تھے، چنانچہ بہت سے مسلمانون نے جن کو عیسائیون کے بادشاہ سے نظر لطف و کرم کی توقع تھی نہایت سستی جائداد اور نہایت سستے اسباب خرید لئے، اور اندلس ہی مین قیام کیا،

لیکن چند ہی دنون کے بعد شاہ اسپین نے یہ تمام شرائط توڑ دئے، اور مسلمانون پر ٹکس اور محصول لگانا شروع کیا، ان کو مالی حیثیت سے زیر بار کر دیا، ان کی اذان بند کر دی، اور غرناطہ سے نکل کر ان کو دیہاتون اور ویرانون مین جا کر آباد ہونے کا حکم دیا، اس کے بعد سنہ ۹۰۴ھ مین ان کو بجبر عیسائی بنانا شروع کیا، اور یہ لوگ مجبورًا عیسائی ہو گئے اور اس طرح تمام اندلس ایک عیسائی ملک ہو گیا،

اندلس کے بعض مسلمان باشندے مثلاً ونجر، نشبرہ، اندرش اور بلقیق کے مسلمانون نے عیسائی مذہب کے قبول کرنے سے انکار کیا تو شاہ اندلس نے ان کا محاصرہ کرلیا، ان کے مردون کو تہ تیغ کردیا ان کی عورتون اور بچون کو گرفتار کرلیا، اور ان کی مال و جائداد پر قبضہ کرکے ان کو عیسائی اور غلام بنالیا، مغربی اندلس کے مسلمانون نے بھی عیسائیت کے قبول کرنے سے انکار کیا اور ایک محفوظ اور دشوار گذار پہاڑ پر جاکر پناہ گزین ہوگئے، شاہ اندلس نے ان سے بھی جنگ کی لیکن جب ان پر قابو نہ پایا تو ان کو اس شرط پر امان دیکر کہ وہ اپنے بدن کے کپڑون کے سوا اپنی تمام مال و جائداد کو چھوڑ کر اندلس سے نکل جائینگے مغرب کی طرف جلاوطن کردیا، چنانچہ اس کے بعد اندلس مین اسلام کا کوئی اثر قائم نہ ہوسکا،

سلاوی کہتا ہو کہ ۸۹۶ھ مین جب شاہ اندلس نے غلبہ حاصل کیا تو اہل غرناطہ نے اس کی اطاعت قبول کرلی، لیکن جب اس نے ان تمام شرائط کو جن کی تعداد ۶۷ تھی اور انھی شرائط مین یہ بھی تھا کہ مسلمانون کا مذہب علی حالہ محفوظ و قائم رہیگا، انھی کی شریعت کے مطابق ان کے فیصلے کئے جائینگے، مسجدین بدستور قائم رہینگی، اور اوقاف کی حفاظت کیجائیگی، ایک ایک کرکے توڑ دیا، یہان تک کہ ان کو عیسائی مذہب کے قبول کرنے پر مجبور کیا تو تمام شہری اور بدوی مسلمان عیسائی ہوگئے، اگرچہ بہت سے اہل اندلس ہجرت کرکے اسلامی ممالک مین بھی چلے آئے لیکن عام طور پر مسلمان اسپینی رنگ مین رنگ گئے، یہان تک کہ جب ۱۰۱۶ھ شروع ہوا تو جن مسلمانون نے عیسائی مذہب قبول نہین کیا تھا سب کے سب مغربی ممالک مین آکر آباد ہوگئے، اور اسی زمانے مین اہل عرب کو عربی زبان بولنے کی بھی ممانعت کردیگئی،

مقری لکھتا ہو کہ اندلس مین عیسائیون نے عیسائی مذہب قبول کرنے کے لئے مسلمانون پر سخت جبر و تشدد کیا، یہان تک کہ اس کے لئے بہت سے مسلمانون کو آگ مین جلا دیا، اور ان کو

اپنے ساتھ معمولی چھڑی تک رکھنے کی بھی ممانعت کردی، مسلمانون نے بعض پہاڑون کے اوپر سے عیسائیون پر حملہ بھی کیا، لیکن اون کو اس مین ناکامیابی ہوئی، غرض عیسائیون نے اون کو ۱۶۱۰ء مین اندلس سے جلاوطن کردیا، اور وہان سے ہزارون مسلمان نکل کر فاس مین آباد ہوگئے اور ہزارون مسلمانون نے تلمسان، اور وہران کا رخ کیا، لیکن عام طور پر مسلمان تونس مین آکر آباد ہوئے، متعدد گروہون نے تسطادین، اور سلا وا کے جزائر مین اقامت اختیار کی اور وہان کے دیہاتون کو آباد کیا، اور ایک جماعت قسطنطنیہ، مصر اور شام وغیرہ کے اسلامی ممالک مین آکر سکونت پذیر ہوئی،

ابن ابی دینار لکھتا ہے کہ ۱۶۰۹ء اور ۱۶۱۰ء مین جن مسلمانون نے تونس کی طرف ہجرت کی اون کی تعداد بہت زیادہ تھی، چنانچہ عثمان والی نے اون کو مختلف شہرون مین پھیلا دیا، اون کے ضعفار کو لوگون پر تقسیم کردیا، اور اون کو عام حکم دیدیا کہ جہان چاہین جاکر آباد ہوجائین، اب لوگون نے مکانات بنائے، اور تمام ملک مین پھیل گئے، ان لوگون نے بیس سے زیادہ شہر آباد کئے، درخت نصب کئے، مسافرون کے لئے راستے ہموار کئے، اور خود اس ملک کے باشندے شمار کئے جانے لگے،

علمائے تونس مین سید حسن حسنی عبد الوہاب نے ایک فرنچ رسالے مین لکھا ہو کہ ڈھائی صدی کے اندر جو مسلمان اندلس سے جلاوطن ہوکر تونس مین آباد ہوئے اون کی تعداد ایک لاکھ سے کم نہ ہوگی، ان مین جو متمول اور متمدن طبقہ تھا وہ تونس مین آکر وہان کے اصلی باشندون سے مل جل گیا، اور سلاطین بنو حفص نے قضاوت اور تعلیم وغیرہ کی خدمات اون کے متعلق کین،

خود یورپین مؤرخین کی تصریحات بھی عرب مؤرخین کے بیانات کی تائید کرتی ہین، چنانچہ ہلانیس اور رامبو اپنی تاریخ عام مین لکھتے ہین کہ اندلس کے مسلمان اوس مخصوص عنصر سے مرکب تھے جو اطاعت کرنے سے انکار کرتا تھا اور فیلپ ثانی کی جدوجہد کے بعد بھی اپنے قومی تشخصات اور ممیزات کا چھوڑنا اون کو گوارا نہ تھا، چنانچہ اس کوشش کے بعد اس بات پر اتفاق عام ہوگیا کہ ان کو ہر ممکن ذرایع سے تباہ و برباد کردیا جائے،

اب حکومت اپنے قانونی حدود سے باہر نکل آئی اور یہ حیلہ تراشا کہ وہ خود اپنی حفاظت کرنی چاہتی ہی، اسپین مین اتحاد پیدا کرنا چاہتی ہی، اور جو لوگ مخفی طور پر ترکون، انگریزون اور فرانسیسیون کے حلیف بنگئے ہین، اونکے خطرات سے ملک کو محفوظ رکھنا چاہتی ہے، اس وقت بربر کے بحری ڈاکوؤن کو قوت حاصل ہوگئی ہے، اور بنزی رانیع خفیہ طور پر ایک نظام عمل مرتب کر رہا ہے، ان خطرات کے خیال سے بلنسیہ کے لارڈ بشپ نے ملک کو عربون کی جلا وطنی کی دعوت دی اور یہ دعوی کیا کہ اس وقت مسلمانون مین نوّے ۹۰ ہزار لوگ ہتھیار اوٹھا سکتے ہین، اسلئے اگر اسپین پر دشمن نے حملہ کیا تو اوس کی حالت نازک ہو جائیگی، چونکہ اہل عرب کی اقتصادی ترقی نے غریب اور بیکار شاہ اسپین کی نگاہ مین اون کو اور بھی مبغوض بنا دیا تھا، اسلئے لارڈ بشپ نے یہ خطرہ بھی ظاہر کیا کہ یہ لوگ ملک کی تمام دولت کو سمیٹ کر عیسائیون کو تباہ و برباد کر دینگے، غرض اس مذہبی تعصب کے ذریعہ سے اسپین مین اہل عرب کی قسمت کا فیصلہ کیا گیا، لیکن چونکہ اون کا عیسائی بنانا ناممکن تھا اسلئے اون کے مادی اور روحانی خطرات سے بچنے کا ذریعہ اون کی جلا وطنی کو قرار دیا گیا، اسپینی امراء کا روشن خیال طبقہ اہل عرب کو اس بنا پر اسپین مین آباد رکھنا چاہتا تھا، کہ یہ لوگ کاروباری آدمی تھے، اور ان سے اون کو معقول مالی فائدہ پہونچتا تھا، لیکن آخرکار پادریون نے اون کی رائے پر بھی غلبہ حاصل کر لیا، اور بلنسیہ، اندلس، مرسیہ، قشتالہ، وارغون اور کتلون کے بچے کھچے اہل عرب نے بھی مغرب کی راہ لی اور اپنے اسباب لاد پھاند کر افریقہ مین پہونچے، اور یہان پہونچکر اون کی ایک بہت بڑی تعداد ہلاک و برباد ہوگئی، اس حالت مین چالیس ہزار مسلمانون نے بغاوت کرکے بلنسیہ کے پہاڑون مین پناہ لی تھی، لیکن یہ لوگ بھی یا تو تہِ تیغ کر دیئے گئے، یا اون کو غلام بنا لیا گیا، اور اس طرح اسپین نے کم از کم پانچ چھ ہزار عمدہ کاشتکار اور عمدہ صناع اپنے ہاتھ سے کھو دیئے، جو اوس کی عاجلانہ تباہی و بربادی کا سبب ہوا،

اگرچہ اسپین کے باشندون نے اس پر نہایت مسرت ظاہر کی، اس کو اپنے بادشاہ کا عظیم الشان کارنامہ خیال کیا، اور بعض لوگون نے اِس کو ایک آسمانی نعمت سمجھا، چنانچہ ایک اسپینی مورخ کہتا ہے "کتنا سعادت مند

بادشاہ تھا جس کو عرب کی جلا وطنی کی توفیق عطا ہوئی، لیکن اور ملکون کے باشندون نے اِس کو ایک مجنونانہ فعل خیال کیا، بلکہ ایشیائیون کے نزدیک تاریخی حیثیت سے یہ سب سے زیادہ مکروہ اور وحشیانہ فعل تھا،

تاریخ عام مین ہو کہ اسپین کے بادشاہون کو اہل عرب کے وجود نے سخت اضطراب مین مبتلا کر دیا، اور اون کے سامنے ایک نہایت دقیق مسئلہ پیش کر دیا، اون کو اپنے وحشیانہ عزم اور اس زمانہ کے مذہبی تعصب کی بنا پر یہ نظر آیا، کہ لاکھون یہودی اور عیسائی اون کے مخالفین کی تعداد کو بڑھا رہے ہین، اِس حالت مین مسلمان جن کی نسل نہایت کثرت سے ملک مین پھیلی ہوئی ہو، اور وہ لوگ متمول اور کاروباری آدمی ہین، اون کے لیے اور بھی خطرناک ہین، اس لئے اون تمام قومون نے جو تمدن، مذہب اور جذبات مین اسپینیون کے مخالف تھین اون کو مضطرب بنا دیا، اور اونھون نے اپنے مظالم کی ابتدا یہودیون سے کی، یہان تک کہ قشتالہ کے رئیس اعظم میگل لوکاس کو جیان کے باشندون نے ۱۴۷۳ء مین گرجا کی قربان گاہ مین اس الزام کی بنا پر ذبح کر دیا کہ وہ یہودیون کی جانبداری کرتا ہو، ۱۳۹۱ء کی قربانیون کا یہ نتیجہ ہو چکا تھا کہ قشتالہ کے شہرون مین ہزارون یہودی مجبوراً عیسائی ہو چکے تھے، جن مین بعض لوگ عیسائیت پر قایم رہ گئے، بعض نے پھر اپنا قدیم مذہب اختیار کر لیا، اور بعض نے منافقانہ روش اختیار کر لی،

۱۴۹۲ء مین یہودیون کو اختیار دیا گیا کہ یا تو عیسائی مذہب قبول کرین، یا جلا وطن ہو جائین، اِن لوگون نے دوسری شق اختیار کی، لیکن محکمہ تحقیقات مذہبی نے ان پر یہ مہربانی کرنا بھی پسند نہین کی، اس لیے جب اون کو نظر آیا کہ کرونیال کیمنس اون کو نہایت ناگوار طریقون سے یعنی قید سختی، اور بچون کو گرفتار کر کے عیسائی بنانا چاہتا ہے تو اون لوگون نے بغاوت کر دی، اور ہتھیار اوٹھا لیے، اور اس حالت مین اِن بادشاہون نے وہ تمام شرائط توڑ ڈالے جو غرناطہ کی حوالگی کے وقت کیے گئے تھے، اسلیئے اگر وہ اِس وقت جلا وطنی پر عیسائیت کو ترجیح دیتے تب بھی اون سے محفوظ نہین رہ سکتے تھے،

رینا تج کہتا ہو کہ "اسپین نے مذہب کے نام سے جو مظالم کیے، جس قدر آدمیون کو آگ مین جلا دیا قتل کیا،

اور اون کو سزائین دین، اوس نے صرف اسی پر قناعت نہین کی بلکہ لوگون کو اس وہم مین بھی مبتلا کرنا چاہا کہ اسپینی اتحاد یہودیون اور مسلمانون کی جلاوطنی کے بغیر قایم ہی نہین ہو سکتا، اس بنا پر کئی لاکھ آدمیون نے اپنے ملک کو چھوڑ دیا، جن مین کئی ہزار آدمی راستے ہی مین ہلاک ہو گئے، اس طرح اسپین نے اپنے بہترین مزدور، بہترین تاجر، اور بہترین اطبا کو کھو دیا، محکمۂ تحقیقات مذہبی کی وجہ سے تنہا اسپین مین تقریبًا ایک لاکھ آدمی قتل کئے گئے، اور ڈیڑھ ملین آدمیون کو جلا وطن ہونا پڑا، اسی وجہ سے اِن خوبصورت ممالک کا تمدن برباد ہو گیا،

سیدیلیو کہتا ہو کہ اسپین سے عربون کی جلاوطنی اوس کے تنزل کا باعث ہوئی، مثلاً جب شہر نانت سے کیتھولک مذہب کے مخالفین جلا وطن کئے گئے تو فرانسیسی صنعت کو نقصان پہونچا، کرڈینال کسیمنس نے مسلمانون کے تمام آثار برباد کر دئیے اور غرناطہ کے میدانون مین عربی کی اَسّی ہزار قلمی کتابین جلا ڈالین،

اشاعت یہودیت۔ موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا آغاز مصر سے ہوا، جہان اون کی قوم کو مصریون نے اپنا غلام بنا رکھا تھا چونکہ یہ قوم ایک ہی نسل اور ایک ہی خاندان سے تھی اور اوس کے تمام افراد ایک ہی مصیبت یعنی ذلت آمیز غلامی مین مبتلا تھے، اسلئے خود اون کی قوم کے کسی فرد نے اون کی مخالفت نہین کی، البتہ فرعون نے ملکی خطرات کی بنا پر اون سے مزاحمت کی اور اون کو اور اون کی قوم کو اذیتین پہونچائین، اب خدا نے اون کو حکم دیا کہ اپنی قوم کو لیکر ارض مقدسہ مین نکل جائین، اس ہجرت کا قصہ اپنی جگہ پر تفصیل کے ساتھ مذکور ہو، اور اس موقع پر اوس کے اعادہ کی ضرورت نہین، البتہ اجمالاً اِس قدر کہنا ضروری ہو کہ بنو اسرائیل کے آباد ہونے کے لئے چونکہ وہان کوئی سرزمین نہ تھی اور یہ عظیم الشان قوم بغیر جنگ و جدال کے اوس ملک کے باشندون کی سرزمین مین قدم نہین رکھ سکتی تھی، اس کے ساتھ جب وہ قوم غلامی کے طوق کو اپنی گردن سے اوتار کر تیہ سے نکلی تھی تو سخت مفلوک الحال تھی، جس کی بنا پر یہ خطرہ تھا کہ اوس زمانے کی جنگجو قومین اون کو تباہ و برباد نہ کر دین، اسلئے اس قوم کی حفاظت و اتحاد کے لئے خدا نے اوس پر جہاد فرض کر دیا، اور وہ ارض مقدسہ مین بزور شمشیر داخل ہوئی، اور ایک طویل جنگ کے بعد اوس سرزمین پر قبضہ کیا، لیکن خود موسیٰ علیہ السلام کی مذہبی دعوت اس قوم کے دائرہ سے آگے نہ بڑھی، اور دوسری قومون مین

اون کی شریعت نہ پھیل سکی، بعد کو خود یہود بے شبہہ تمام دنیا مین پھیل گئے لیکن اون کو اپنی قوم کے سوا کسی دوسری قوم کی طرف توجہ نہ تھی، اسلئے اونھون نے دوسری قومون مین اپنے مذہب کی تبلیغ نہین کی، بلکہ وہ اپنی مذہبی تعلیمات کو دوسری قومون سے مخفی رکھنا زیادہ پسند کرتے تھے، اس بنا پر یہودی مذہب ایک ایسا مذہب تھا جو یہودیون ہی کے ساتھ مخصوص تھا، اور اوس کا مقصد صرف اس قدر تھا کہ یہودیون کو مصریون کی غلامی سے نجات دلائے،

کتبخانۂ خدا بخش خان

کی

چند نادر کتابین

(۱)

از

مولوی سید نجیب اشرف صاحب ندوی

پاٹلی پتر، عظیم آباد، یا پٹنہ، ابتدائے عہد تاریخ سے ایک خاص اہمیت رکھتا ہی، چندر گپتا، واشوک کی راج دھانی اسی کے ہاتھ آئی، سیاحان وسفرا یونان وچین کا یہی مرکز رہا ہی، اور عہد اسلامی مین صوبہ کے دار السلطنت کی عزت کے علاوہ مشاہیر کا وطن تھا، اِس دور جدید مین بھی وہ دو صوبون (بہار واڑیسہ) کا صدر مقام اور علوم اسلامی کے بہترین کتبخانہ کی ملکیت کا شرف رکھتا ہی،

کتبخانہ خدا بخش خان، یا اورنیٹل لائبریری پٹنہ، (اِس نام سے مالک کتبخانہ نے اپنی اور اپنے آبار واجداد کی علمی تلاش وجستجو کے ثمرہائے شیرین کو وقف عام کیا ہی) جو دنیا مین اپنی علمی دولت کے لیے بےنظیر و بے مثال ہی، اسی خطۂ پاک مین واقع ہی، اِس طرف ایک ضرورت سے پٹنہ جانا ہوا اور اسی سلسلہ مین اِس بے بہا خزانہ کی زیارت نصیب ہوئی، دس دن کے عرصۂ قلیل مین اس خرمن سے جو کچھ خوشہ چینی کرسکا اوسے ہدیۂ ناظرین کرتا ہون،

خدا بخش خان کے خاندانی اور ذاتی حالات محتاج بیان نہین، کتابون کی تلاش اور حصول مین اون کی زرپاشی ضرب المثل ہی، ہندوستان کے علاوہ مصر، شام، عرب، ترکی اور دوسرے اسلامی ممالک مین

اون کے ایجنٹ موجود تھے، بہت سی کتابین عجیب پر اسرار طریقہ سے یہان پہونچی ہین اور اون کے متعلق اگر سوال کیا جائے تو آنکھون کی حرکت اور زیر لب تبسم اس کا جواب نہایت خاموشی سے دیدیتا ہے،

گذشتہ چند صدیون مین جس طرح اسلامی حکومتون کے شیرازے بکھر گئے، اوسی طرح علمی دفتر کے اوراق بھی پریشان ہوگئے، اگر تاریخ کے صفحے شکستہ عمارتین اور منہدم کھنڈر ہم کو اونکی عظمت و جلالت کا پتہ دیتے ہین تو یہ کتبخانہ ہمارے علمی شان و شوکت اور وسعت و ہمہ گیری کا مرقع ہے، اس مین وہ کتابین بھی ہین جو جامع ازہر کے ایک غریب طالب علم نے اپنے لئے لکھی تھین، اور وہ بھی جو **اکبر و شاہجہان** کے لئے لاکھون روپے خرچ کرکے برسون مین مذہب، مصور تیار کی گئین، ایک سمت اون کتابون کا ذخیرہ ہے جو اُمراء اور مقربین نے اظہار اطاعت کے لئے پیش کی تھین، تو دوسری سمت وہ اوراق پارینہ بھی ہین جو کسی قلعہ یا محل کے غارتگری و فتح کے وقت ہاتھ آئے تھے، اگرچہ وہ نسخے ہین جو غربا نے صرف طلب علم کے لئے لکھے، تو وہ بھی ہین جو شاہان اسلام کے لئے باعث تسکین قلب و اطمینان خاطر رہے ہین، اور اگر بعض نسخے خاص اہتمام سے لکھائے گئے تو بعض ایسے بھی ہین جو خود مصنف کے ہاتھ کے مسودہ کی صورت مین رونق بخش کتبخانہ ہین، اور آج ہم انھین مین سے بعض نادر کتابون کے حالات و خصوصیات ناظرین کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہین،

تاریخ خاندان تیموریہ یہ کتاب تاریخی حیثیت سے بہت کچھ اہمیت رکھتی ہے، فن مصوری و خطاطی کا بہترین نمونہ ہے، تیمور سے لیکر اوس کے جانشینان ایران، بابر، ہمایون، اور اکبر کے ۲۲ سنہ جلوس تک کے حالات پر مشتمل ہے، یہ کتاب شاہی حکم سے اکبر کے زمانے مین لکھی گئی تھی، کیونکہ مصنف اکبر کا ذکر صیغۂ حال مین کرتا ہے[۱]، نیز سرورق پر شاہجہان کے ہاتھ سے یہ عبارت لکھی ہوئی ہے،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"این تاریخ کہ مشتمل است بر مجمل احوال حضرت صاحبقران گیتی ستان و اولاد و اجداد آنحضرت

[۱] فہرست کتبخانہ جلد، صفحہ ۴۴،

دسوانح ایام حضرت عرش آشیانی انار اللہ برہانہ تا سال بست ودوم درعہد دولت شاہ بابا
تصنیف شدہ حررہ شاہ جہان پادشاہ بن جہانگیر پادشاہ بن اکبر پادشاہ"

شاہ جہان، اکبر کو ہمیشہ شاہ بابا کے نام سے یاد کرتا ہی،

اس کتاب مین ۲۰۱ تصاویر ہین، جو ۱۵ مختلف مصورون کے مساعی کا نتیجہ ہین، ان مصورین مین سے تیرہ کا ابوالفضل نے آئین اکبری مین تذکرہ کیا ہی[1]، اور ان تیرہ کے علاوہ تین اور مصورین کے نام مسٹر ونسنٹ اسمتھ وی، سی، ایس (ریٹائرڈ) کی کتاب سے معلوم ہوتا ہی[2]،

ان تصاویر مین خلاف معمول ہر مصور کا نام لکھا اور جہان دو یا تین نے ملکر بنایا ہی وہان اون سب کے نام دیئے ہین، لیکن میرے خیال مین جہان ایک نام سے زاید درج ہین اس کے معنی یہ ہین کہ خاکہ ایک شخص کا ہی رنگ آمیزی دوسرے کی، اور اس کی دوسری خصوصیتین کسی تیسرے نے ظاہر کی ہین، چنانچہ ابوالفضل نے جہان ان مصورون کے کامون کی کثرت بتائی ہی وہین لکھتا ہی کہ

"نقاشان ومذہبان وجدول آرایان وصحافان رانیز بازارگری پذیرفت" (جلد ا صفحہ ")

اب سوال یہ رہتا ہے کہ نفس اس کتاب کی کیا وقعت واہمیت ہی، جواباً عرض ہی کہ یہ کتاب جیسا کہ لکھا جا چکا ہی شہنشاہ اکبر کے زمانہ مین لکھی گئی ہی، اور چونکہ تمام تر مصور ومذہب ہے اسلیئے یقیناً بادشاہ کے یہان خاص اہتمام سے لکھی گئی، اب اس کے ثبوت کے لیئے ہم کو اوس وقت مورخ ابوالفضل کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے، آئین اکبری مین اون کتابون کا ذکر کرتا ہوا جو اکبر نے خاص طور سے مصور کرائی تھی لکھتا ہی:-

"فارسی نامہاے نظم ونثر راپیرایہ بستند ومجلسہائے دلکشا تصویر شد، قصہ حمزہ را دوازدہ دفتر ساختہ رنگ آمیز کردند واستادان سحرپرداز یک ہزار وچہار صد موقع راحیرت افزائے دیدہ وران

---

[1] آئین اکبری جلد اول صفحہ ۱۱۰، مطبوعہ نولکشور پریس،

[2] V. A Smith. History of fine Art in india and Ceylon (oxford university P.P. 462, 488, 328

گردانید، چنگیزنامہ، وظفرنامہ، واین اقبالنامہ ورزم نامہ (مہابھارت)، ورامائن، و نلدمن، وکلیلہ دمنہ، وعیار دانش، وجز آن بہ پیکر نگاری برآراستند"

ان کتابون مین سے چنگیز نامہ کے علاوہ تمام کتابین مشہور عام ہین، ہمارا خیال ہو کہ یہی چنگیز نامہ ہے جس کو بعد مین کسی نے سرورق کے پھٹ جانے سے تاریخ خاندان تیموریہ کے نام سے موسوم کردیا ہے، مولوی عبدالمقتدر خان صاحب کی بھی یہی رائے ہو، اور وہ تو یہان تک کہتے ہین کہ یہ وہی نسخہ ہو جس کا ابوالفضل نے تذکرہ کیا ہو، اس کے ثبوت مین وہ اور دلائل کے علاوہ دو دلیلین یہ بھی پیش کرتے ہین کہ چنگیز نامہ کوئی کتاب نہین دوسرے ابوالفضل والانسخہ اگر اس نسخہ کے سوا کوئی دوسرا ہوتا تو کہین نہ کہین اوس کا پتہ ضرور ملتا، لیکن ایسا نہین ہو (فہرست کتبخانہ جلد ۷ صفحہ ۴۴)

قابل ذکر تصاویر یہ ہین،

(۱) تیمور بچپن مین لڑکون کے ساتھ کھیلتا اور خود بادشاہ بنا ہے،

(۲) عمر شیخ کی موت،

(۳) تیمور کا حملۂ بغداد، یہ تصویر بہت بڑا درس عبرت ہو، تیمور پل پر کھڑا ہو، بغداد کا گورنر فرخ اپنی اکلوتی بیٹی کے ساتھ جو اس وقت بھی باین بے سروسامانی وحشت برقعہ مین ہو، ایک کشتی مین چڑھ کر بھاگنا چاہتا ہو، تیمور کے اوس پر حملہ آور ہوتے ہی، وہ اپنی بیٹی سمیت دریا مین کود کر جان دیتا ہو، ملاح اوسکی لاش تیمور کے پاس لاتے ہین، اور وہ شہر کے لوٹنے اور قتل عام کا حکم دیدیتا ہو، تیمور اس واقعہ کو خود یون کہتا ہو،

"فرخ قلعہ دار در آب دجلہ غرق شد و من بہ شہر در آمدم و امر نمودم کہ جمیع مفسدان واوباش شہرا بقتل رسانند وقلعہ وعمارت شہرا انداختہ بخاک برابر سازند[1]"

(۴) وفات تیمور،

[1] تزک تیموری مطبوعہ بمبئی صفحہ ۸۱،

(۵) ہمایون کی پیدایش پر بابر کی خوشی اور ارکان و اعیان کی دعوت،

(۶) اکبر کی پیدایش، حمیدہ بانو بیگم، ایک کوچ پر سبز لباس پہنے پڑی ہی، نو زائیدہ اکبر کلاہ تتری سر پر رکھے ایک دایہ کی گود مین بیٹھا ہی، عورتین مختلف حرکات سے اظہار مسرت کر رہی ہین، اس تصویر کے زیرین حصہ مین یہ دکھایا گیا ہی، طرزی بیگ خان ہمایون کے پاس یہ مژدہ لا رہا ہی، ہمایون کا آفتابچی جوہر اس واقعہ کو یون قلمبند کرتا ہی،

"اُس نے (جہانگر) ایک چینی کی رکابی و نافہ مشک مانگی، اسے توڑ کر تمام حاضرین کو تقسیم کرتے ہوئے کہا، میرے پاس آپ کے لئے، اپنے لڑکے کی پیدایش پر صرف یہی تحفہ ہو جو آپ کے سامنے پیش کر سکتا ہون، (اور امید ہے کہ) اس لڑکے کی شہرت تمام دنیا مین اسی طرح پھیلے گی جس طرح اس مشک کی بو سے یہ خیمہ پر ہی"

(۷) اکبر کی مہم چتور،

(۸) داتا شیخ فرید شکر گنج کے مزار کی زیارت کو جاتا ہے،

جس صفحہ پر شاہ جہان کی عبارت ہی، دوسرے حسب ذیل امرائے دربار کی بھی مہرین اور دستخط مین،

(۱) عبداللہ چلپی .... ۲۲ شوال ۲۶ سنہ جلوس مبارک

(۲) خواجہ سہیل

(۳) خواجہ ہلال

(۴) عبدالغفور

(۵) محمد باقر

(۶) نور محمد

ان دستخطون کے بعد انگریزی مین گلڈون (GLADWIN) کا دستخط ہی، یہ گلڈون شاید مشہور

مستشرق فرنسس گلڈون ہے،

گلڈون، بنگال کی فوج کا افسر تھا، وارن ہسٹنگز کی ہمت افزائی سے اس نے مشرقی زبانون مین بہت کچھ ترقی کر لی تھی، ابو الفضل کے آئین اکبری کے ایک حصہ کا ترجمہ بھی کیا تھا، (۱۷۸۴ء۔۱۷۸۶ء) ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا ممبر تھا، ۱۷۸۸ء مین ہسٹری آف ہندوستان لکھی، فارسی کی مختلف کتابون کا جس مین گلستان بھی ہے ترجمہ کیا ہے، ۱۸۰۹ء مین فارسی، ہندوستانی، انگریزی لغت لکھی، فورٹ ولیم کالج کا پہلا فارسی کا پروفیسر ۱۸۰۱ء مین مقرر ہوا، ۱۸۰۲ء مین پٹنہ کا افسر جنگی رہا، ۱۸۰۸ء مین پٹنہ کا کمشنری ریزیڈنٹ تھا اور تقریباً ۱۸۱۳ء مین مرا[1]، اسی صفحہ پر اس نسخہ کی قیمت آٹھ ہزار روپیہ لکھی ہے،

کتاب خوبصورت، صاف، نستعلیق مین لکھی ہے، کاغذ نہایت نفیس ہے، کتاب مین ۳۲۸ اوراق یا ۶۵۶ صفحے ہین، اور ہر صفحہ مین ۱۲ سطرین ہین[2]،

بادشاہ نامہ، عہد شاہجہان کے حالات مین متعدد نایاب نسخے ہین، مثلاً

(۱) آثار شاہجہانی مصنفہ محمد صادق دہلوی،

(۲) شاہجہان نامہ، جو چار حصون مین منقسم ہے اور جس کے ہر حصہ کو معتمد خان، عبد الحمید لاہوری، محمد وارث، اور محمد صالح نے علی الترتیب لکھا ہے،

(۳) لطائف الاخبار، مصنفہ (شاید) رشید خان،

(۴) ملخص، مصنفہ محمد طاہر آشنا،

(۵) عمل صالح، محمد صالح کنبو،

(۶) تاریخ نمبر ۱۸۵، مصنفہ نامعلوم،

---

1 - Buckland, Dictionary of India Beography pp. 166, 167

[1] فہرست کتبخانہ جلد ۱ صفحہ ۴۰، [2] فہرست کتبخانہ جلد ۱ صفحہ ۰۰ - ۱۲۵،

(۶) پادشاہ نامہ، حصہ اول، مصنفۂ محمد امین قزوینی وحصۂ دوم از عمل صالح،

ان تمام تاریخون مین موخر الذکر کتاب کا نسخہ خاص وقعت رکھتا ہے، کتاب ابتداء سے لیکر آخر تک مصوری وخطاطی کے محاسن سے پر ہے، ہر صفحہ مذہب جدولون سے گھرا ہے اور عنوان وسرخیان بھی بہت دیدہ زیب ہین، تاریخ خاندان تیموریہ کی طرح اس مین بھی ۹ تصاویر ہین، پہلا حصہ مقدمہ، مقالہ، اور خاتمہ پر مشتمل ہی، مقدمہ مین شاہجہان کے لڑکپن کے حالات ہین، مقالہ مین ۱۰ سالہ عہد حکومت کی تاریخ ہی، اور خاتمہ مین اس عہد کے مشاہیر کے حالات ہین،

اس حصہ کا مصنف محمد امین بن ابو الحسن قزوینی، عہد شاہجہان مین ہندوستان آیا، اور منشی مقرر ہوا، شاہجہان کو ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو اکبر نامہ کی طرز پر اس کی تاریخ لکھے، لیکن کوئی نظر نہ آتا تھا، اس اثنا مین جیسا کہ اوس کا خود بیان ہی، اوس نے جنگ بندیلہ کی تاریخ پیش کی اور بادشاہ اس سے خوش ہوا، اور اوس کو اس کام کے لیے مقرر کیا، چنانچہ اس نے عہد طفلی سے دس سنہ جلوس تک کے حالات قلمبند کرکے سنہ ۱۲ جلوس مطابق ۱۰۵۰ھ مین پیش کیے، لیکن کچھ زیادہ پسند نہ آئے، اور کسی بہتر آدمی کی تلاش ہونے لگی، چنانچہ عبد الحمید کا پتہ چلا اور اسے ٹھٹھے یا پٹنہ سے بلا کر اسے اس کام پر مامور کیا گیا اس نے بیس سال کے حالات قلمبند کئے ہین، پھر کبر سنی کی بنا پر وہ علحدہ ہو گیا، اور محمد وارث جو ابو الفضل کا شاگرد تھا، اس کام پر مقرر ہوا، اس نے دس سال کی تاریخ مرتب کی اور بعد ازان محمد صالح نے پوری تاریخ لکھتے ہوئے بقیہ دو سال کے حالات بھی لکھکر تاریخ کو مکمل کر دیا، جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین، محمد امین کی تاریخ صرف دس سنہ جلوس تک ہی، اسلیئے بقیہ حصہ کی تکمیل کے لیئے محمد صالح کی عمل صالح سے مدد لی گئی ہے،

ذیل کی تصاویر قابل ذکر، سبق آموز، اور غور طلب ہین،

(۱) شہزادہ خرم (شاہجہان) کی مرزا محمد حسین صفوی کی لڑکی سے شادی،

---

[1] فہرست کتبخانہ جلد ۱ صفحہ ۷۰، [2] شاہجہان نامہ مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۱،

(۲) شکارگاہ، جہانگیر شیر پر گولی چلاتا ہی، نشانہ خطا ہوتا ہی، شیر حملہ کرتا ہی، راجہ انوپ رائے شیر کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیئے اوس کے منھ مین ہاتھ دیدیتا ہی، شیر اوس کو چباتا ہی ہوتا ہی کہ خرم آکر تلوار سے وار کرتا ہی، اور شیر کا خاتمہ ہوجاتا ہی،

(۳) دارالشکوہ کی شادی کا جلوس،

(۴) شاہزادہ اورنگ زیب ایک مست ہاتھی کا مقابلہ کررہا ہی،

(۵) شاہ جہان تخت طاؤس پر پہلی مرتبہ بیٹھا ہوتا ہی،

(۶) شاہ جہان کا جنازہ تاج جارہا ہے۔

(۷) نذر محمد خان والی بلخ کی حرم، لڑکیان اور دوسری رشتہ دار خواتین شاہ جہان کے محل مین پہنچی ہین، اور بیگم نہایت عزت واحترام سے اون کا استقبال کرتی ہی،

اس کے علاوہ دہلی و آگرہ کی متعدد عمارتون، مثلاً، دیوان خاص، تاج، جامع مسجد، قلعہ وغیرہ کی تصاویر ہین،

یہ کتاب ایک افسر اعلیٰ کی ہدایت سے ۱۹۱۱ء مین شہنشاہ معظم کی تخت نشینی کے وقت اون کے ملاحظہ کے لیئے گئی تھی، چنانچہ سرورق پر متعدد انگریزی عبارتون کے ساتھ شہنشاہ معظم و ملکہ معظمہ کے دستخط مورخہ ۱۰ اردسمبر ۱۹۱۱ء بھی اس پر موجود ہین،

جہان تک میرا خیال ہی یہ کتاب عہد عالمگیری مین کسی امیر نے اپنے کتبخانہ کے لیئے لکھوائی تھی،

واللہ اعلم بالصواب،

شہنشاہ نامہ، اس کتاب کی کسی دوسری کاپی کا آجتک دنیا کے کسی گوشہ مین پتہ نہ چل سکا، یہ کتاب سلاطین عثمانیہ کے حالات مین ہی، حسینی اس کا مصنف ہی، موجودہ نسخہ قسطنطنیہ مین سلطان محمد ثالث کے لیئے لکھا گیا تھا، شاہ جہان کے زمانہ مین ایک غیر معمولی طریقہ سے ہندوستان پہونچا، اور یہان بھی کتبخانہ شاہی مین جگہ پائی،

اِس پر جو متعدد مہرین ہین اون مین سے ایک ممتاز محل بیگم (جو آج تاج مین میٹھی نیند سو رہی ہے) کی پیاری بیٹی جہان آرا کی بھی ہی، جہان آرا کے حالات مولانا محبوب الرحمٰن صاحب کلیم اور ضیا ربرنی نے رسالون کی صورت مین شائع کئے ہین،

اِس کی تصاویر، ایران و ہندوستان کے طرز سے جداگانہ ہین، ان مین ترکی و یونانی اثر غالب ہے،

اِس کتاب کی بعض تصاویر تاریخ عالم کے اہم واقعات کو پیش کرتی ہین، مثلاً محمد ثانی فاتح قسطنطنیہ مع فوج کے قسطنطنیہ پر حملہ آور ہے، محمد فاتح آبنائے کو عبور کر رہا ہے، سلطان سلیم، محمد متوکل باللہ، آخری عباسی خلیفہ مصر سے لوازم خلافت لے رہا ہے، وغیرہ،

اپنی یکتائی کے وجہ سے یہ کتاب کتبخانہ کی بہترین کتابون مین ہی،

شاہنامہ، اس کا مصنف تعارف سے بالاتر ہے، یہ نسخہ نامکمل ہی، اور ۱۵۳۹ء سے قبل کا لکھا ہوا بھی نہین ہی لیکن اس کی اہمیت صرف اسلئے ہی کہ خاص اہتمام سے لکھا گیا، مصور ہوا اور ایک امیر نے ایک بادشاہ کے سامنے پیش کیا،

یہ نسخہ کابل و کشمیر کے گورنر علی مردان نے شاہ جہان کے لیے لکھایا تھا، یہ وہی علی مردان خان ہی جس نے نہر بنوائی تھی اور جس کی قبر لاہور کی فصیل کے باہر آج بھی شکستہ و منہدم صورت مین موجود ہی،

تصانیف جامی، "تصانیف جامی کے لحاظ سے خدابخش خان کی لائبریری بہت امیر ہے، اور فہرست کے تقریباً ۲۳ صفحے ان کے اظہار محاسن کے لیے وقف ہوئے ہین[۱]"

دار السلطنت روس سینٹ پیٹرس برگ مین ایک نامکمل حصہ حضرت جامیؒ کے تصانیف کا تھا، جو اپنی خصوصیات کے لیے قبل از جنگ تمام عالم مین مشہور تھا، یہ نسخہ اوسی نامکمل حصہ کا بقیہ نصف ہی، اس کتاب کی وقعت اس وقت اور بڑھ جاتی ہی جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلسلۃ الذہب خود مصنف کے ہاتھ کی

[۱] O'Connor. Ar. Eastern Library

لکھی ہوئی ہی، اسی مین اپنے اپنے لڑکے کی پیدایش کی تاریخ بھی لکھی ہی، اس کا ایک فوٹو شیخ عبدالقادر صاحب ایم، اے نے ایک مضمون کے ساتھ معارف کے ساتھ شایع کیا تھا، اور محفوظ الحق صاحب بی اے نے بھی اس پر اظہار رائے کیا تھا، اسلئے اِس پر کچھ اور لکھے بغیر دوسری کتابون کی طرف متوجہ ہوتا ہون،

اسی سلسلہ کی ایک اور کڑی یوسف زلیخا ہو، یہ نسخہ خانخانان عبدالرحیم نے شہنشاہ خطاط امیر علی ہروی سے لکھاکر اپنے آقا شہنشاہ جہانگیر کے نذر کیا تھا، اس کی قیمت ایک ہزار اشرفی تھی،

خانخانان، مشہور سپہ سالار بیرم خان کا بیٹا تھا، علمی مشاغل وکمال مین اپنا ہمسر نہ رکھتا تھا لیکن آج اس کا مزار مشکل سے ملیگا، وہ دلی مین ہمایون کے مقبرہ کے قریب آرام کر رہا ہے۔

اِس نسخہ کے علاوہ، مشہور کاتب میر عماد ایرانی کا لکھا ہوا بھی ایک نسخہ ہی، میر عماد اس نسخہ کے لکھنے کے سات سال بعد ۱۶۱۵ء مین قتل کیا گیا تھا،

اِن مطلا و مذہب نسخون سے جو ہماری آنکھون کو کچھ دیر کے لئے اپنی چمک وضیا ریاشی سے خیرہ کر رہے ہین، نظر ہٹا کر دوسری طرف دیکھنا چاہیئے،

دیوان حافظ | حافظ رحمۃ اللہ کا یہ دیوان کوئی ظاہری خوبی بجز اس کے نہین رکھتا کہ خوشخط چھوٹی تقطیع پر لکھا ہوا ہی، لیکن اِس کی اہمیت کا اِس سے پتہ چلتا ہی کہ یہ دیوان متعدد شہنشاہ مغلیہ کا شریک وہمدم، اور باعث تسکین رہا ہی، ہمایون، اپنی مشکلات مین اسی سے اطمینان حاصل کرتا ہی، جہانگیر کو یہی دیوان سکون و اطمینان بخشتا ہے اور بعض اوقات صرف اسی کی فال بے گناہون کو تختہ دار سے اُتار کر آزادی کی زندگی بخشتی ہے،

ہمایون و جہانگیر نے جس جس جگہ فال سفر نکالی ہو اور جس جس وقت اِس کو دیکھا ہی وہ اپنے قلم سے لکھدیا ہی، اس دیوان کے ان نوٹون پر آیندہ مستقل ایک مضمون لکھنے کا ارادہ ہی، یہ دیوان مولوی سبحان اللہ صاحب رئیس گورکھپور کا عطا کردہ ہی،

دیوان حافظ، ایک دیوان اور اسی قسم کی اہمیت رکھتا ہی، کہ شاہان گولکنڈہ مین سے ایک کے لیئے لکھا گیا ہے، دیوان کی ایک تحریر سے پتہ چلتا ہی کہ یہ دیوان ۱۰۲۲ھ مین قطب شاہ والی گولکنڈہ کے لیئے حیدرآباد دکن مین لکھا گیا، ایک دوسری عبارت مین لکھا ہے کتبخانۂ سلطان سے یہ نسخہ حاصل ہوا، یہ عبارت شاید فاتح گولکنڈہ (اورنگ زیب عالمگیر) کے کسی لڑکے کے ہاتھ کی ہی، اور دراصل یہ دونون دیوان ہمارے لئے بہت کچھ عبرت بخش ہین، یہ نسخہ محمد محسن کاتب کا لکھا ہوا ہی،

دیوان مرزا کامران، لیکن ابھی اس سے بڑھ کر ایک اور دردناک واقعہ کی ہم کو یاد تازہ کرنی ہی، ہمارا غم دیوان مرزا کامران دیکھ کر دوچند ہوجاتا ہی،

مرزا کامران، فاتح ہندوستان ظہیر الدین بابر کا بیٹا اور ہمایون کا بھائی ہے، اس نے اپنے بھائی سے وہی سلوک کیا جو برادران یوسف نے یوسف سے کیا تھا، ہمایون کے ہندوستان سے جانے کے بعد سے اوس کے واپس آنے کے بعد تک وہ مختلف سازشون اور خفیہ و علانیہ مخالفانہ کارروائیون مین مشغول رہا تا آنکہ اپنے بھائی ہندال کو قتل کرڈالا، لیکن قسمت اوس پہ ہنس رہی تھی، اس کے بعد خود گرفتار ہوکر آیا، اور لوگون کے اصرار پر اندھا کردیا گیا، یہان سے حج کو گیا، اور وہین مرا،

گلبدن بیگم، اپنی زنانہ طرز ادا مین، اس واقعۂ قتل کو لکھتے ہوئے کہتی ہین کہ "ہندال اوس کی روشنی چشم تھا، اور اوسے قتل کرکے دراصل اوس نے اپنی بصارت کھودی، ہمایون اوس وقت بھی اوس کو اندھا کرنا نہ چاہتا تھا، لیکن امرا اور رعایا کے متفق مطالبہ نے اُسے مجبور کردیا، بیگم اس واقعہ کو مستقل طور سے یون لکھتی ہے:-

"عاقبت الامر جمیع خوانان و سلاطین، و وضیع و شریف، صغیر و کبیر و سپاہی و رعیت وغیرہ کہ از دست مرزا کامران، داغہا داشتند، دہ آن مجلس متفق شدہ، بعرض حضرت پادشاہ رسانیدند کہ دریا دشاہی و حکم رسم برادری منظور نمی باشد، اگر خاطر برادر میخواہید ترک پادشاہی بکنید، و اگر

بادشاہی میخواہید ترک برادری بکنید، و این ہمین مرزا کامران است کہ از سبب او در دشت قبچاق سر مبارک ایشان چہ نوع زخم رسیدہ بود و بہ افغانان کرد فریب دادہ یکے شدہ و متعلق شدہ مرزا ہندال را کشت داکثر چغتائی از سبب مرزا نابود شدہ، و اہل و عیال بر دم بہ بند زیست و بے ناموس شد .... این برادر نیست، این دشمن حضرت است؛ ع

رخنہ گر ملک سر انگندہ بہ[1]

مجبوراً ہمایون کو حکم دینا پڑا،

"اگرچہ این سخنان شما یان خاطر نشان من می کند اما دل من نمی شود، ہر دو چشمان مرزا کامران را میل کشند[2]"

ہمایون کا واقع نگار آفتابچی بھی اس کام پر معمور ہوا تھا، وہ اس واقعہ کو یون بیان کرتا ہے:-

"بعد حکم آمدیم پیش مرزا کامران، و غلام علی بمرزا کامران عرض کرد کہ "مرزا! اگر این سخن از خود میگفتہ باشیم زبان ما را خدائے تعالیٰ از قفا بکشند اما از حکم شاہان چارہ نیست، حکم چنان است در چشمہائے شما نشتر زنند""

مرزا گفت کہ مرا بکشید"

غلام علی جواب داد کہ "خداوند آرہ کیست کہ شما را کشتن بتواند" پس بتلاش درآمدند، در حال در دست داشت، غلولہ بست، در دہن آن فراش زد کہ دست دراز کردہ بود، بگرفتن مرزا بعد ازان دست مرزا را گرفتہ از خرگاہ بیرون آوردند و مرزا را خوابانیدند و نشتر در چشمہائے مرزا زدند، آن مرد مردانہ ہیچ دم نزد، الا شخص کہ بالائے زانوئے نشستہ بود مرزا را برد،

[1] ہمایون نامہ گلبدن بیگم صفحہ ۹۵، [2] ہمایون نامہ گلبدن بیگم صفحہ ۹۶،

ہمین سخن گفت، کہ تو چرا بزانو ہائے من نشستہ، تاکہ ملاسائے شما نخواہد شد، نخواہند گذشت، بجز این سخن دیگر ہیچ دم نزد، مردانہ وار باستقلال خود ماند وگروے بیدہ وار، در چشمہائے ایشان نمک انداخت بیطاقت شد، نام اللہ بر زبان راند وبعد ازان ہمین سخن گفت،

"خداوندا! انچہ در دنیا کردہ بودم بجزائے خود رسیدم ودر عقبیٰ امید دارم؟

بازمرزا را سوار کردہ سو روان شدند،[1]

فاعتبروا یا اولی الابصار!

اس عہد کا بھی ایک واحد نسخہ ہی اور اوس وقت کے مشہور کاتب محمود بن اسحاق الشہابی ہروی کا جوثانی میر علی تھا لکھا ہوا ہی، اس وقت خود مرزا کامران بھی زندہ تھا، اس پر جہانگیر اور شاہجہان کے ہاتھ کی عبارت ہی، نور جہان نے بھی اس کو پڑھا تھا، اور دیگر امرا کے پاس بھی رہا ہے، جن کے دستخط اور مہرین اس پر ثبت ہین،

جہانگیر کی عبارت یہ ہی:

"اللہ اکبر

دیوان مرزا کامران عم پدر بزرگوار

نسخ بخط محمود اسحٰق شہابی

حررہ نورالدین محمد جہانگیر شاہ اکبر

سنہ ۲ جلوس موافق ۱۰۱۵ھ ہجری"

شاہجہان کی عبارت یہ ہی:

---

[1] تذکرۃ الواقعات، جوہر آفتابچی نسخہ قلمی خدا بخش خان لائبریری نمبرہ ۵ صفحہ ۶۰

ہو

الحمد للہ الذی انزل

علی عبدہ الکتاب

حررہٗ شاہ جہان ابن

جہانگیر شاہ بن اکبر شاہ

منعم خانخانان کی عبارت

اللہ اکبر

دیوان مرزا کامران بخط خواجہ محمود الحق شہامی

امانت منعم خانخانان

۳۴ فردشت مہر

نورجہان بیگم کی عبارت

قیمت اموال نواب نورجہان بیگم

ئع مہر

اس کے علاوہ اس پر مختلف "عرض دیدہ" ہین،

سفینۃ الاولیار، یہ بھی ایک بدبخت شہزادہ کی تصنیف ہی، شہزادہ داراشکوہ بن شاہ جہان اِس کا مصنف ہے، مشہور فرانسیسی سیاح موسیو برنیر (Bernier ۱۶۸۰ء) جس وقت راجپوتانہ کے دشت وصحرا کو طے کررہا تھا کہ دربار دہلی مین پہونچے، بدنصیب شہزادہ وہان کی صحرانوردی کرتا ہوا اوس کو ملا، اس کے بعد جب وہ گرفتار ہوکر اپنی زندگی کے آخری دردناک خونی پارٹ کے ادا کرنے کے لیئے دہلی آیا تو اس وقت بھی وہان موجود تھا، اس واقعہ شہادت کو اوس نے

اپنے ایک دوست کے نام خط مین مفصل طور سے لکھا ہے، اس کا لفظ لفظ درد وغم کی حکایت ہے،
اور ظالم سے ظالم شخص بھی دو آنسو گرائے بغیر نہین رہ سکتا، ہم کبھی آیندہ اس خط کا ترجمہ پیش کرینگے

ان دردناک واقعات سے آپکی طبیعت منغص ہوگئی ہوگی، آئیے تھوڑی دیر کے لئے کسی دوسری طرف متوجہ ہون،

کلیات سعدی، مصلح الدین سعدی شیرازی کے تمام نظم ونثر کا مجموعہ ہے، پندرھوین صدی عیسوی کا لکھا ہوا نسخہ ہے، خط نہایت اعلیٰ اور رنگ آمیزی وگلکاری سے مملو ہے، تصاویر بھی ہین، جو اس عہد کے ایرانی فن تصویر پر کافی روشنی ڈالتے ہین، شروع مین دو صفحہ کی سفید حروف مین فہرست ہے،

کلیات کا ایک اور نسخہ بھی ہے جو اس کتب خانہ کا قدیم ترین نسخہ ہے، زر پاشیدہ کاغذ پر نہایت خوشخط لکھا ہوا ہے،

انتخاب بوستان، یہ نسخہ فن خطاطی ورنگ آمیزی کے بہترین نمونون مین ہے، عنوان کے دونون صفحے اس خوبصورتی سے مذہب ومطلا کئے گئے ہین "کہ کسی محل کے ایرانی قالین معلوم ہوتے ہین"[1] اس سے زیادہ خوبصورت اس کا آخری صفحہ ہے، اس کا کاتب مشہور میر علی ہے،

تذکرہ، یہ تذکرہ تیرہ شعرا نے سلطان قطب شاہ والی گولکنڈہ کے لئے لکھا تھا،

کلیات خسرو، خسرو کی متعدد مثنویان، نہایت خوشخط، مطلا، ومذہب موجود ہین،

خلاصۃ الاخبار، خواند امیر (غیاث الدین بن ہمام الدین) کی تاریخ ایشیا، اس نے یہ کتاب روضۃ الصفا سے ماخوذ کی ہے، نستعلیق مین ۹۶۶ھ ہجری کی لکھی ہوئی ہے،

اس کے علاوہ فارسی کتابون مین عبد الرحیم خانخانان کا ترکی تزک بابری کا فارسی ترجمہ،

1- A. Connar An Eastern library P. 30

امیر حیدر حسین واسطی بلگرامی کی سوانح اکبری، تزک جہانگیری، اقبال نامہ جہانگیری، مصنف کی لکھی ہوئی سیرۃ المتاخرین، سینٹ زیویر کی مراۃ القدس، جو اوس نے اکبر کی فرمائش سے حضرت عیسیٰؑ کے حالات مین لکھی تھی، اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے فوجی کاغذات خاص وقعت رکھتے ہین

اس کے علاوہ فارسی کی دوسری قابل بیان کتابین ذیل مین درج کی جاتی ہین، یہ فہرست کے ترتیب مین مسٹر اوکانر کی ایسٹرن لائبریری سے بھی مدد لیگئی ہے،

تاریخ

(۱) **تاریخ طبری** کا فارسی ترجمہ از بلعمی، مکتوبہ سنہ ۴۰ ہجری،

(۲) **مجمل فصیحی** از فصیح الجوانی " سنہ ۹۹۳ ہجری،

(۳) **تاریخ ابوالخیر خانی** از مسعود بن عثمان کوہستانی مکتوبہ سنہ ۹۹۹ ہجری،

(۴) **تحفۃ الکرام** از میر علی شیر قانع مکتوبہ سنہ ۱۲۲۳ ہجری،

(۵) **ہشت بہشت** از حکیم الدین ادریس السبدیسی مکتوبہ، مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے،

(۶) **تاریخ داؤدی**، از عبد اللہ، مودی اور سور ملاطینی کی نایاب تاریخ،

(۷) **منتخبہ عبرتیہ** از شہاب الدین طالش، یہ نسخہ سنہ ۱۱۸۱ ہجری مین مصنف کے پوتے اعتصام الدین نے لندن مین لکھا تھا،

تذکرہ

(۱) **تذکرۃ الاولیاء**، از فرید الدین عطارؒ مکتوبہ سنہ ۷۲۴ ہجری

(۲) **آثار الانوار**، از سیف الدین حاجی سنہ ۷۳۲ھ کے وزراء کے حالات ہین مکتوبہ سنہ ۱۰۸۴ھ

(۳) **رشحات**، شیوخ نقشبندیہ کے حالات از فخر الدین علی صفی، مکتوبہ سنہ ۱۰۳۶ھ

(۴) **مجالس العشاق**، ۷۶ صوفیا کرام کے مصور حالات ہین،

(۵) **مآثر رحیمی**، از عبدالباقی،

(۶) **کلمات الصادقین**، دہلی مین دفن شدہ صوفیاء کے حالات از محمد صادق ہمدانی،

(۷) **گل رعنا**، لچھمی نرائن شفیق مصنفہ سنہ ۱۱۸۲ھ

نظم

(۱) **دیوان اثیراومانی**، اس پر عبداللہ قطب شاہ کی مہر ہے، شاعر کا سنہ وفات سنہ ۶۶۵ھ ہے مکتوبہ سنہ ۱۰۱۵ ہجری،

(۲) **مثنوی مولانا روم**، محمد بن حسن کرمانی نے خوبصورت نستعلیق مین سنہ ۷۶۵ ہجری مین لکھا تھا،

(۳) **دیوان امامی**، از امام ہروی،

(۴) **شش رسالہ سعدی**، اس پر شاہ جہان اور عبدالرحیم خانخانان کی تحریرین ثبت ہین، یہ نسخہ باقر بن میر علی کا لکھا ہے،

(۵) **ہفت بند کاشی**، مکتوبہ سنہ ۱۲۰۰ ہجری،

(۶) **مطلع الانوار خسرو**، میر علی نے یہ نسخہ سنہ ۹۴۷ ہجری مین سلطان عبدالعزیز بخارا کے لیے بخارا مین لکھا تھا،

(۷) **دیوان حسن**، حضرت حسن دہلوی کا کلام، اکبر کے سپہ سالار شیخ فرید بخاری کے لیے سنہ ۱۰۱۰ھ مین محمد حسین کشمیری نے لکھا،

(۸) **دیوان سلمان**، سلمان کے دیوان کا قدیم ترین نسخہ ہے، وہ سنہ ۷۷۸ ہجری مین مرا تھا،

اور یہ دیوان ۱۱۰ھ کا لکھا ہوا ہے،

متفرقات

(۱) **کیمیائے سعادت**۔ امام غزالیؒ کی مشہور کتاب ہے، یہ کتاب شائد اس کتبخانہ کا قدیمی تاریخی فارسی نسخہ ہے، خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے،

(۲) **روح الجنان**، حسین محمد رازی کی تفسیر قرآن تین جلدون مین نامکمل مکتوبہ ۶۳۴ھ ہجری،

(۳) **انیس الطالبین**۔ مصنفہ صالح بن مبارک، حضرت جامیؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے،

دوسرے نمبر مین انشاءاللہ کتبخانہ کے عربی نوادر ہدیۂ ناظرین کرون گا،

الکندی اور اُسکا فلسفہ

از

مولوی ابو النصر سید احمد بھوپالی،

الکندی، کے متعلق میرا ایک مفصل مضمون معارف مین جانے کے لئے طیار تھا کہ ہمارے محترم دوست مولوی معتقد ولی الرحمان صاحب ایم، اے، نے لاہور سے پیش قدمی کی (معارف ستمبر ۱۹۲۲ء) اس لئے اب مین اپنے دوست کے مضمون پر مندرجہ ذیل امور بطور استدراک و اضافہ کے ہدیۂ ناظرین کرتا ہون:

الکندی کا سنہ پیدائش و وفات | اسمین کوئی شبہہ نہین کہ مورخین عرب الکندی کا سنہ پیدائش و وفات تحقق طور سے بتلانے سے قاصر ہین، البتہ اون مین کے بعض اس طرف گئے ہین کہ وہ تیسری صدی ہجری کے علماء مین سے ہی، لیکن مستشرقین یورپ نے اس کی تحقیق مین خاص طور سے کاوش کی ہی، ہمارے دوست نے صرف ڈی بوئر کا قول وفات کے متعلق نقل کیا ہی، ہم اُس پر دیگر مستشرقین کے مزید اقوال کا اضافہ کرتے ہین، ڈاکٹر فلوگل مشہور جرمنی مستشرق نے لکھا ہی کہ الکندی نوین صدی عیسوی کے اول نصف مین زندہ تھا، اور ۸۶۱ء کے بعد مرا ہے[۱]، اٹلی کا مشہور مستشرق ناجی (جو روما کے کالج مین فلسفہ کا استاذ تھا اور جس نے انیسوین صدی کے اواخر مین وفات پائی ہی) منجملہ اُن مستشرقین کے ہی جنھون نے خاص طور سے عربی فلسفہ کی طرف توجہ کی ہی اور الکندی کی تصانیف کی لاطینی زبان مین نشر و اشاعت کی ہی) لکھتا ہی کہ الکندی نے ۲۶۰ھ ہجری مین یعنی ۸۷۳ء عیسوی مین وفات پائی اور یہ ثابت ہی کہ وہ ۱۹۸ھ ہجری مین زندہ تھا اس لیے گویا اُس نے تقریباً ستر سال عمر پائی[۲]،

الکندی کا علم و فضل | حقیقت یہ ہی کہ الکندی کو جو تبحر علمی حاصل تھا وہ مختلف علوم مین اُس کی جامعیت کو پوری طرح نمایان کرتا ہی، اُسے مختلف علوم و فنون مین جو دسترس حاصل تھی وہ اُس کے ماقبل علماء اور

---

[۱] المقتطف جلد ۵ جز ۱ صفحہ ۹، [۲] ایضاً

معاصرین کو بہت کم حاصل تھی، اُس سے قبل اسلام مین کوئی ایسا فلسفہ دان نہین گذرا کہ جس پر لفظ "فیلسوف" کا صحیح مفہوم مین اطلاق کیا جا سکے، اگرچہ یہ ضرور ہو کہ اُس کے بعد الفارابی اور ابن سینا کا پایہ فلسفہ مین بہت بلند رہا ہو، لیکن ان دونون نے بھی جس بنیاد پر اپنی عمارتین بنائین وہ دراصل الکندی کی ہی قائم کی ہوئی تھی، اس لئے سبقت و اولیت کا جو فخر اُسے حاصل ہو سکتا ہو وہ کسی کو نہین پہنچا، چنانچہ یہی وجہ ہو کہ علمار اور فلاسفۂ اسلام اور مستشرقین یورپ اُسے "اولین فیلسوف اسلام" تسلیم کرنے مین متفق ہین،

جمال الدین القفطی اور ابو القاسم صاعد ابن احمد الاندلسی اور ابن عبری اوسکے حالات بیان کرتے ہوتے لکھتے ہین کہ:

لم یکن فی الاسلام من اشتہر عند الناس بمعاناة علوم الفلسفة حتی سموہ فیلسوفاً غیر یعقوب ھذا[۱]

سوائے یعقوب ابن اسحاق الکندی کے اسلام مین کوئی ایسا مشہور شخص نہین گذرا کہ جس نے علوم فلسفہ کی جانب اتنی توجہ کی ہو کہ اسے "فیلسوف" کہا جا سکے،

سلیمان بن حسان المعروف بابن جلجل جو چوتھی صدی ہجری کے مشہور حکمائے اسلام مین سے اندلس (اسپین) مین گذرا ہو اور اندلس کے بادشاہ ہشام المؤید باللہ کے خاصہ کا طبیب رہ چکا ہو الکندی کے متعلق لکھتا ہو:-

لم یکن فی الاسلام فیلسوف غیرہ احتذی فی توالیفه حذو ارسطو طالیس[۲]

اس کے سوا اسلام مین کوئی ایسا فیلسوف نہین گذرا کہ جس نے اپنی تالیفات مین ارسطاطالیس کے قدم پر قدم رکھا ہو،

تاریخ کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ ابن جلجل کے اس قول کے متعلق الکندی کی مزید فضیلت

---

[۱] اخبار الحکمار جمال الدین القفطی صفحہ ۲۴۱ و طبقات الامم مطبوعہ مصر صفحہ ۱۰ تاریخ مختصر الدول صفحہ ۲۵۹،

[۲] عیون الانبار لابن ابی اصیبعہ صفحہ ۲۰۷،

ثابت کرنے کے واسطے یہ مان لیا جاسکتا ہو کہ یہ اُس نے الفارابی کے انتقال کے بعد لکھا ہو، کیونکہ الفارابی ۲۵۹ھ ہجری مین پیدا ہوا اور ۳۳۹ھ ہجری مین فوت ہوگیا[1]، اور ابن جلجل ہشام المؤید باللہ کا طبیب تھا جو ۳۶۶ھ مین تخت نشین ہوا اور ۳۹۹ھ ہجری مین معزول کردیا گیا۔ نیز یہ بھی ثابت ہو کہ ابن جلجل ۳۷۲ھ ہجری کے بعد تک زندہ رہا ہی کیونکہ طبقات الاطبار مین اوس کی ایک تصنیف کی تاریخ ۳۷۲ھ ہجری درج ہی[2]،

مشہور منجم **ابو معشر** جعفر بن محمد البلخی نے کہ جو ابتداءً اوس کے علم و فضل پر حسد کیا کرتا تھا لیکن بعد مین ۴۷ برس کی عمر مین علم نجوم مین اسی کا شاگرد ہوا اپنی کتاب المذکرات مین امور شاذہ کے تذکرے مین لکھا ہی کہ "اسلام مین حذاق مترجمین صرف چار گذرے ہین، حنین بن اسحاق، ثابت بن قرہ الحرانی، عمر بن فرخان الطبری، اور چوتھا اُن مین کا یعقوب ابن اسحاق الکندی تھا[3]"،

مستشرقین یورپ مین علاوہ مشہور اطالوی مستشرق ولیم کارڈنیو المتوفی ۱۵۷۶ء[4] کے کہ جس نے الکندی کو اُن دس غیر معمولی کمال و ذہانت رکھنے والون مین شمار کیا ہی جو ذکاوت و علوم مین ایسی اولین درجہ کی عقل رکھتے تھے کہ ابتدائے آفرینش سے سولہوین صدی عیسوی تک کوئی بھی اُس کا ہم پلہ نہین پیدا ہوا[5] مشہور انگریز پادری راجر بیکن نے جو قرون وسطی کے مشاہیر مین سے ہی کہا ہی کہ "الکندی اور ابن الہیثم اپنی ان تصانیف کی وجہ سے کہ جو انھون نے علم المرایا مین کی ہین بطلیموس کے ساتھ اولین صف مین شمار کئے جاسکتے ہین" نیز اٹلی کے مستشرق جیرارڈ آف کریمانو نے اُس کے اس علم کے بعض رسائل کا ترجمہ کیا ہی[6]،

---

[1] اگرچہ تمام تواریخ مین الفارابی کے سنہ وفات کے سوا سنہ پیدائش کا تذکرہ نہین ہی لیکن ابن خلکان نے لکھا ہی کہ اس نے اسی برس کی عمر پائی، پس اس لحاظ سے اسکا سنہ پیدائش ۲۵۹ھ ہجری ہوتا ہی (دیکھو ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ،، مطبوعہ مصر)

[2] دیکھو کتاب مذکور مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۴۸ [3] طبقات الاطبار جلد ۱ صفحہ ۲۰۶ [4] ہمارے دوست نے اپنے مضمون مین اس مستشرق کا نام "جیرون کارڈن" لکھا ہی جسمین انھین دھوکا ہوا ہی کیونکہ غالباً اُنھون نے یہ نام عربی کے معرب نام "غلیوم کردانو" سے قیاساً اخذ کیا ہی حالانکہ "غلیوم کردانو" دراصل معرب ہی "ولیم کارڈنیو" Wilhelm Cardano

(بقیہ حاشیہ)

یورپین مستشرقین کی تحقیقات جہان قابل تحسین وآفرین ہین، وہان مضحکہ انگیز بھی ہین خصوصاً مشرقی علوم ومعارف کے مسائل کی تحقیق کے میدان مین جو انھون نے جابجا ٹھوکرین کھائی نہین وہ نہایت تمسخر انگیز ہین، اوسکی وجہ یہ ہو کہ وہ یا تو مذہبی تعصب کی عینک چڑھا کر اس میدان مین قدم پیمائی کرتے ہین اور یا قلیل علمی زادراہ کے ساتھ، جس کی وجہ سے ٹھوکرین کھاتے ہین بعض اُن مین کے ہر چند یہ چاہتے ہین کہ اس عینک کو علٰحدہ کرکے قدم بڑھائین اور تعصب کو ظاہر نہ ہونے دین لیکن پھر بھی چونکہ یہ تعصب اُن کی جبلت مین داخل ہوتا ہو باوجود دبانے اور پوشیدہ رکھنے کے کہین نہ کہین ضرور ظاہر ہو ہی جاتا ہو،

علوم ومعارف کے مسائل کی یورپین تحقیق وتدقیق کا سب سے بڑا اور مستند ترین ذخیرہ اس وقت یورپ کے نزدیک "انسائیکلوپیڈیا" ہو اُس مین **الکندی** کے حالات کے بیان مین لکھا ہو کہ "وہ پہلا شخص ہو جس نے مذہب اسلام کے ساتھ بغاوت کی[1]"، شاید اس سے مضمون نگار کا مقصد مبتدع اور بعض جزئی عقائد مین اختلاف رکھنے والا ہو، کیونکہ جہانتک تواریخ وغیرہ مین اس کے حالات ملتے ہین ان مین اسکا ثبوت کہین نہین ملتا کہ اس نے مذہب اسلام کی مخالفت کی ہو یا اپنی تصانیف مین سے کسی کا موضوع اسلام پر حملہ یا مخالفت قرار دیا ہو، البتہ یہ ضرور ہو کہ وہ بعض جزئی عقاید مین خصوصاً واجب الوجود کے متعلق اختلاف رائے رکھتا تھا اور اس کے دشمنون کو جو اُس کی مخالفت کے لئے کوئی چیز ملی ہو تو وہ اسکا صرف وہی عقیدہ ہو کہ جس کی رو سے وہ ارسطو کی طرح واجب الوجود کا صفات مطلقہ کے ساتھ قائل نہ تھا[2]، صفات مطلقہ سے مقصود واجب الوجود کی وہ صفات ہین کہ جو اوسکی ذات سے علٰحدہ تمیز کیجاسکین، ارسطو حقیقتہً اس قسم کی صفات کا منکر تھا اور اس کا عقیدہ تھا کہ واجب الوجود کی ذات وصفات ایک ہی چیز ہے،

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کا کہ جو اٹلی زبان کا نام ہو نیز یہ مستشرق بھی اطالوی تھا، [5] المقتطف جز ا صفحہ ۱۰ [6] ایضاً،

[1] دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مین Arabian Philosophy عربی فلسفہ کا بیان [2] المقتطف جز ا صفحہ ۱۲

بہرحال اگر مضمون نگار نے اوسکی اسی قسم کی بدعت اور اختلاف عقیدہ کو مذہب اسلام کی بغاوت و مخالفت کی اولیت کا درجہ دیا ہی تو مضمون نگار صاحب کی کوتاہ علمی پر ہزار حیف! کہ اس سے پہلے تو بہت سے باغی و مخالف مثل معتزوائل ابن عطار کے کہ جو دوسری صدی ہجری کے اوائل مین گذرا ہی، یا عمرو بن عبید، اور نظام اور ابو الہثیم اور جاحظ کے کہ جو الکندی سے پہلے ہوئے ہین، گذر چکے ہین،

الکندی کی تصانیف

الکندی کے علم و فضل کی کیفیت افسوس ہم تک براہ راست نہین پہنچی بلکہ بالواسطہ پہنچی ہی یعنی خود اوسکی تصانیف ہم تک نہین پہنچین، بلکہ اوسکی تصانیف کی فہرستین اور تذکرہ ہم مورخین کے زبانی سنتے ہین، الکندی کیطرح ہزارون لاکھون علمائے اسلام کے نام ہمین تواریخ مین ایسے ملتے ہین جنکی تصانیف کا ایک سے لیکر سیکڑون تک شمار تھا لیکن آج اون کے ان بے بہا جواہرات مین سے ایک بھی موجود نہین سب واقعات و حوادث عالم کی نذر ہو گئے،

اس وقت الکندی کے تبحر و علمی جامعیت معلوم کرنیکا جو ذریعہ ہمارے پاس ہی وہ اس کی ان کثیر تصانیف کی فہرست ہی جو اُس نے مختلف علوم مین کی ہین، ابن ندیم اور القفطی نے ہمین اوسکی تصانیف کی تقسیم کے لئے، اعلوم کے نام گنائے ہین لیکن حقیقت یہ ہی کہ ان سترہ علوم کی تصانیف کے علاوہ دیگر علوم مین بھی اوس کی تصانیف تھین،

علم معدنیات مین اُس کے کئی رسائل تھے اور وہ یہ ہین :- رسالۃ فی انواع الجواھر والاشباہ رسالۃ فی تمویہ الزجاج، اور رسالۃ فی انواع الحدید والسیوف وجید ھا ومواضع انتسابھا[1]

علم کیمیا مین بھی اوسکی متعدد تصانیف تھین اُن مین سے بعض یہ ہین :- رسالۃ فی العطر وانواعہ، رسالۃ فی کیمیاء العطر، رسالۃ فی التنبیہ علی خدع الکیمیائیین، رسالۃ فی الطبیعۃ رسالۃ فی الاجرام الغائصۃ فی الماء، رسالۃ فی الاجرام الھابطۃ اور رسالۃ فی عمل المرایا المحرقۃ[2]

---

[1] المقتطف جز ۱ صفحہ ۱۱، [2] ایضاً،

اخبار الحکماء مین القفطی نے اُسکی متذکرۂ بالا مشہور علوم کی تصانیف کی طول طویل فہرست درج کرنیکے قبل لکھا ہی، "و له کتاب سماه تسهیل سبل الفضائل فی آداب النفس" بس اس کتاب کے نام سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ کتاب اُس نے علم اخلاقیات مین تصنیف کی تھی[1]۔

نیز مندرجہ بالا جملہ کے بعد اسی مین ہی کہ "وله کتاب فی معرفة الاقالیم المعمورة وغیرها" جس سے معلوم ہوتا ہی کہ اوسکی یہ تصنیف علم جغرافیہ مین تھی[1]،

افسوس کہ اسلام کے اس مایۂ ناز فیلسوف کے یہ سارے جواہر ریزے برباد ہوگئے اگر اُن مین سے بعض کا کہین وجود بھی ہی تو وہ دنیا کے مختلف کتب خانون مین قعر گمنامی مین ہین اور یا تہین تو اُن مین سے دو چار مستشرقین یورپ کی توجہات کی وجہ سے تبدیل ہیئت کے ساتھ آشکار ہوئے ہین لیکن "تبدیل ہیئت" کے نقاب نے اُنکا اصلی جمال ہم سے مستور کر دیا ہے،

بردکلمن نے اپنی فہرست مین لکھا ہی کہ اسکی بعض تصانیف یورپ کے کتب خانون مین قلمی موجود ہین[2]، ہمارے دوست نے اس کی صرف تین تصانیف ایسی بتلائی ہین جنکا لاطینی ترجمہ یورپ مین شائع ہوا ہی لیکن ان کے علاوہ اُسکی دو تصنیفین اور بھی یورپ مین لاطینی زبان مین شائع ہوئی ہین، ایک تو اس کے پانچ رسائل کا مجموعہ ہی جس کا لاطینی ترجمہ مشہور اطالوی مستشرق ناجی نے ۱۸۹۷ء مین شائع کیا اور اس مجموعہ مین اول رسالہ ماہیت عقل ہی، نیز ارسطو کی ایک کتاب کا ترجمہ کہ جو ربوبیت کے متعلق، فافوریوس[3] صوری کی تفسیر ہی عبد المسیح بن عبد اللہ ناعمہ الحمصی نے عربی مین کیا تھا اور اوسکی تصحیح خلیفہ معتصم باللہ کے لڑکے احمد کیلئے الکندی نے کی تھی برلن مین ۱۸۸۲ء مین طبع ہو چکا ہی،

الکندی اور فن موسیقی دنیا بھی ایک عجیب انقلاب زار ہے، ثبات و قیام اس مین کسی کو نہین حتی کہ

[1] اخبار الحکماء مطبوعہ مصر صفحہ ۲۴۱ ہو [1] ایضاً [2] دیکھو فہرست مذکور مطبوعہ یورپ مین الکندی کا بیان [3] یونان کا ایک حکیم جو بقراط سے پہلے گذرا ہی اور جالینوس کے بعد [4] المقتطف جزء ۳ صفحہ ۱۱،

معنویات کو بھی نہین، اس مین ایک چیز بنتی ہی تو دوسری بگڑ جاتی ہی، ایک چراغ جلتا ہی تو دوسرا بجھتا ہی ایک کلیہ قائم ہوتا ہی تو دوسرا ٹوٹتا ہی، ایک خیال پھیلتا ہی تو دوسرا فراموش ہوتا ہی، ایک اصول دریافت ہوتا ہے تو دوسرا شکست ہوتا ہی، ایک فن رائج ہوتا ہی تو دوسرا اٹھتا ہی،

ابتدائے آفرینش سے آج تک دنیا مین ہزارون ہی کلیون، اصولون، خیالون، نظریون، اور فنون کی ترویج ہوئی لیکن ہر آنیوالا زمانہ اپنے ساتھ ایک نئے کلیہ ایک نئے اصول، ایک نئے خیال، ایک نئے نظریہ ایک نئے فن کی علٰحدہ ایک نئی فوج لایا اور اپنے ماقبل کو شکست دیکر مٹا دیا

ایک زمانہ تھا کہ خوشنویسی کے فن کی یہ قدر تھی کہ اگر کوئی مشہور خوشنویس میر عماد کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک حرف لاتا تھا تو بادشاہ شاہجہان اُسے یکصدی منصب عطا کرتا تھا[۱]، میر خلیل اللہ (مشہور عراقی خوشنویس) بادشاہ دکن ابراہیم عادل شاہ ثانی کے پاس کتاب نورس لکھکر لیجاتا ہی تو وہ اسے اپنی برابری مین تخت شاہی پر جگہ دیتا ہی اور پھر تمام امراد وزرائے دربار کو حکم دیتا ہی کہ وہ اُس کے جلوس مین اُس کے مکان تک جائین، نیز یہی خوشنویس جب سلطنت دکن کی جانب سے قاصد بناکر ایران بھیجا جاتا ہی تو خود شاہ ایران اوسکی تعریف مین اس طرح رطب اللسان ہوتا ہی،

خورشید عراق از دکن مے آید | کان لعل بکان خوشتین می آید
سر دفتر جملہ خوشنویسان جہان | یعنی کہ خلیل بت شکن می آید[۲]

لیکن ایک زمانہ اب ہی کہ کسی کو اگر اس مین کچھ تھوڑا بہت کمال حاصل ہی تو اس غریب کے لئے سوائے اس کے چارہ نہین کہ وہ مطابع یا جرائد کے دفاتر مین ایک قلیل تنخواہ پر دیدہ ریزی کے ساتھ کاپی نگاری کرے اور بس۔

بالکل یہی حال علم موسیقی کا ہوا، اگرچہ اگلے زمانہ مین بادشاہون کے دربارون اور امرا کی

---

[۱] تذکرۂ خوشنویسان مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۹۳ [۲] ایضاً صفحہ ۹۷،

محفلون کو مغنی اور کنیزین اپنی نغمہ سرائی کے کمال سے مست کیا ہی کرتی تھین لیکن بڑے بڑے فضلا، و شرفا بھی اس مین مہارت تامہ رکھتے تھے، اور نہ صرف مہارت تامہ بلکہ اس کے اندر موجد و مخترع بھی ہوتے تھے، لیکن انقلاب زمانہ دیکھئے کہ اب یہی فن ایک خاص طبقہ کے ساتھ اس طرح مخصوص ہوگیا کہ شرفا، اور فضلا، کے لئے اب اُس مین ہاتھ ڈالنا ننگ و عار ہی، اسی بعد و انقلاب کی وجہ ہی کہ اگر آج فضلائے سلف مثل الکندی، السرخسی[1]، الفارابی[2]، ابن سینا[3]، ابن فتحون[4] السرقسطی اور امیر خسرو[5] وغیرہ کی اس فن کی تصانیف مین سے خال خال کہین قلمی نوادر موجود بھی ہین، تو وہ ہم لوگون کی عقول و فہم کے لئے "رازِ سربستہ" بھی ہین، موجودہ درسیات کی مشہور و متداول کتاب اخلاق جلالی مین ملّا جلال الدین نے "نغمہ" پر ایک باب باندھا لیکن آج تک وہ "عقدۂ لاینحل" ہی رہا،

الکندی کا شمار بھی اُن ہی فضلائے اسلاف مین ہے جنھین اس فن مین پورا عبور تھا، افسوس کہ ہمارے دوست نے اپنے مضمون مین اس کے متعلق صرف چند ضمنی اشارات پر اکتفا کیا ہے حالانکہ اس مین اُسکی مہارت اس سے زیادہ تفصیل کی طالب تھی، اس لئے غالبًا غیر مناسب نہو گا اگر ہم یہان پر بالاختصار اُس قصّہ کو ہدیۂ ناظرین کرین جو اخبار الحکما، مین اُس کے اس فن مین کمال رکھنے کے ثبوت مین مذکور ہے،

ایک عجیب حکایت الکندی کے متعلق یہ بیان کرتے ہین کہ اس کے پڑوس مین ایک بہت بڑا تاجر رہتا تھا جسکی تجارت کا کاروبار نہایت ہی وسیع پیمانہ پر تھا، اُسکا ایک لڑکا تھا جس کے

---

[1] احمد بن الطیب السرخسی الکندی کا شاگرد اور علم موسیقی مین صاحب تصنیف تھا، [2] اسلام کا مشہور فیلسوف ابو نصر الفارابی جو ۲۵۹ھ مین پیدا ہوا اور ۳۳۹ھ ہجری مین مرگیا، [3] اسلام کا مشہور فیلسوف و طبیب جو شیخ الرئیس کے لقب سے مشہور ہے ۳۷۰ھ ہجری مین پیدا ہوا اور ۴۲۸ھ مین فوت ہوگیا، [4] سرقسط (سیراگوسا) اندلس کا ایک مشہور حکیم ہے جو علاوہ دیگر علوم کے فن موسیقی مین بھی صاحب تصنیف گذرا ہی، (طبقات الامم صفحہ ۱۰۶) [5] حضرت امیر خسرو ہندوستان

(باقیہ)

ہاتہ مین اُس کے لین دین، آمد و خرچ کی تمام نوشت و خواند تھی، یہ تاجر الکندی کی نہایت حقارت کرتا اور بغض و حسد کی وجہ سے ہمیشہ اُس پر طعن و تشنیع کیا کرتا تھا، اتفاق سے ایک مرتبہ اُس کے لڑکے کو یکایک سکتہ کا مرض ہو گیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کا سارا کاروبار رک گیا اور یہ معلوم نہ ہو سکا کہ از روی حساب کے لوگون پر اسکا کیا نکلتا ہی اور اُس پر اُن کا کیا باقی ہی، اور پھر بیٹے کے مرض کا صدمہ اُس پر مستزاد اس لئے اُس نے بغداد کے کسی طبیب کو نہین چھوڑا جس کے پاس وہ نہ گیا ہوا اور اُس سے مریض کو دیکھنے کی خواہش نہ کی ہو، لیکن تقریباً تمام اطبار نے مرض کے شدید و خطرناک ہو جانکی وجہ سے انکار کر دیا اور جنھون نے قبول کیا اونکا قبول کرنا چندان سودمند ثابت نہ ہوا، تب لوگون نے اُس سے کہا کہ تو تو ایک ایسے فیلسوف عصر کے جوار مین رہتا ہی کہ جو اس مرض کا سب سے بہتر علاج جاننے والا ہی اسلئے اگر تو اس کے پاس جاتا تو تجھے کامیابی ہوتی، بالآخر اس ضرورت نے تاجر کو مجبور کیا کہ وہ الکندی کے پاس اُس کے بھائیون مین سے کسی کو ساتھ لیکر جائے اگرچہ یہ جانا اس کے لئے نہایت شاق تھا، الکندی نے اسکی استدعا کو قبول کر لیا اور تاجر کے مکان مین جاکر اس کے لڑکے کو دیکھا، اُسکی نبض دیکھی اور حکم دیا کہ اس کے علم موسیقی کے تلامذہ مین سے وہ حاضر ہون جو عود بجانے مین ماہر ہون اور بجانے کے ان طریقون سے واقف ہون جو غم و بےچینی کو دور کرنے اور قلب و نفس کو قوت دیتے ہین، پس اُن مین سے چار شاگرد آگئے، الکندی نے انھین عود کے سرون کے مواقع پر اپنی انگلیان رکھکر بجانیکا طریقہ تبلا دیا اور حکم دیا کہ وہ اس کے سرہانے اسی طریقہ سے بجاتے رہین اور خود لڑکے کی نبض پکڑے رہا، اتنے مین لڑکے نے سانس لینا شروع کیا اور اس کی نبض بھی متحرک ہوئی، یہانتک کہ اُس نے حرکت کی، اٹھکر

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل) کے مشہور صوفی و شاعر گذرے ہین جو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے ہمعصر تھے، فن موسیقی مین ایسا کمال رکھتے تھے کہ ان کے قبل کوئی بھی اونکا ہمسر نہین گذرا، بہت سی جدید راگنیون کے موجد تھے، ستار بھی انھی کی ایجاد ہی، مفصل حالات کے لئے دیکھو "بیان خسرو" مؤلفہ مولٰنا شبلی مرحوم،

بیٹھ گیا اور بات چیت کرنے لگا لیکن وہ لوگ عود کو بدستور اسی طریقہ سے بجایا کئے، پھر الکندی نے اس کے باپ سے کہا کہ تو اپنے لڑکے سے جو کچھ اپنے لین دین کے متعلق پوچھنا چاہتا ہی پوچھ لے اور لکھ لے، اس نے اس سے پوچھنا شروع کیا، لڑکا اسے بتلاتا جاتا تھا اور یہ اسے لکھتا جاتا تھا یہانتک کہ جب اس نے سب لکھ لیا تو بجانے والے دفعتہً بجانیکا طریقہ بھول گئے اور لڑکے کا سکتہ مین پھر وہی حال ہوگیا اس پر اس کے باپنے الکندی سے دوبارہ خواہش کی کہ وہ پھر انھین اُسی طریقہ سے بجانیکا حکم دے جس طرح سے کہ وہ پہلے بجا رہے تھے تب اس پر الکندی نے جواب دیا کہ افسوس لڑکے کی زندگی اسیقدر باقی تھی، اب جو کچھ ہوگیا اس مین کوئی چارۂ کار نہین، اور نہ انسان کے لئے عمر پوری ہوجانے کے بعد اس مین کچھ بڑھانیکی کوئی سبیل[۱]،

پس اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ الکندی کو علم موسیقی پر کس قدر مجتہدانہ عبور تھا، بہت ممکن ہی کہ ہمارے بعض ناظرین کو اس قصہ کی صداقت کے تسلیم کرنے مین تامل ہو لیکن کیا آج بھی جبکہ " عالم اصوات کے حقائق مستورہ سے روز بروز حجاب اٹھتا چلا جاتا ہی اس کی صداقت کے اعتراف مین تامل ہوسکتا ہی؟ اور اگر یہ ناقابل اعتراف ہی تو اس سے توکہین زیادہ سینور مارکونی کا محیر العقول " لاسلکی ٹیلیفون " یا جرمنی کا وہ عجوبۂ زمانہ " مخزن صوتی " (لیبارٹیری آف ساونڈز) کہ جس کے اندر ہزار ہا سال کے لئے دنیا کے اہمترین قائدین وزعمار، فلاسفہ وعلمار، خطیب وشعرار کی آوازین محفوظ کیجا رہی ہین ناقابل اعتراف ہی، رہا مشاہدہ تو تاریخ کے گذشتہ واقعات وحوادث علم موسیقی کے حیرت انگیز اثرات پر پوری طرح شاہد ہین،

حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ کا جب اس دنیائے فانی سے کوچ کرنے کا وقت قریب آیا تو وہ " جام موسیقی " ہی تھا کہ جس کے سرور نے انھین جلد سے جلد واصل باالحق کیا[۲]،

---

[۱] دیکھو اخبار الحکمار للقفطی صفحہ ۲۴۲، ۲۴۳ مطبوعہ مصر، [۲] جب حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو اکبر نے تان سین کو اُن کے نزدیک بھیج دیا تھا، اور اوس کے گانے پر اون کا وصال ہوگیا تھا (یہ روایت مین نے استاذی مولانا ابو الکلام آزاد مدظلہ کی زبانی رانچی مین سنی تھی جبکہ وہ علم موسیقی کے متعلق کچھ لکھ رہے تھے)

جہانگیر کے دربار مین مُلّا علی احمد مہرکن نے جب انتقال کیا تو وہ موسیقی ہی کے ترانے تھے کہ جن کے اثر سے مسحور ہوکر انھون نے یکدم اس دنیائے فانی کو خیرباد کہا[1]

حضرت[2] مولٰنا شاہ محمد حسین الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے جس فرط شوق سے بیتاب ہوکر دفعۃً کالبد خاکی کو اجمیر مین خالی کیا تو وہ موسیقی ہی کے دل آویز نغمون کا پیدا کیا ہوا تھا،

پس جو شے اپنے اندر اس قدر اثر رکھتی ہو کہ اُس کے اثر سے انسان کی روح تک پرواز کر جا سکتی ہو اس سے کیا یہ امر بعید خیال کیا جا سکتا ہو کہ وہ قلبی و روحانی امراض کا بھی علاج کر سکے؟ اور کیا ان عظیم الشان تاریخی شواہد و حقائق کے بعد بھی مذکورہ بالا قصہ کی صداقت مین شک و شبہہ کی گنجائش رہ سکتی ہے؟

الکندی کے اقوال | حقیقت یہ ہو کہ آج صدیان گذر جانے کے بعد ہمارے نزدیک اپنے اسلاف کی ذہانت و فطانت اور کیفیت معیشت کے صحیح حالات معلوم کرنے کے علاوہ تاریخی سوانحات کے دو ہی ذریعہ ہین ایک تو تصنیفات دوسرے اقوال، تصانیف سے تو ہمین خاص خاص موضوعات علمیہ پر اونکی رائے، اس کے متعلق دلائل و براہین، اُن کی وسعت معلومات اور تبحر علمی کے حالات معلوم ہوتے ہین، اور اقوال سے اُن کے عادات و اخلاق، ذاتی معلومات و تجربات، کیفیت معیشت اور افتاد مزاج کا پتہ چلتا ہے،

پس اگر آج ہم اس قدر بدقسمت ہین کہ الکندی کی صدہا تصانیف مین سے ایک سے بھی متمتع

---

[1] یہ موت جب کہ بادشاہ جہانگیر کے دربار مین قوال گا رہے تھے اس کے سامنے ہوئی ہو، جہانگیر نے اوسکا مفصل قصہ تزک مین لکھا ہو اور لکھا ہو کہ اس قسم کی موت میری تمام عمر مین پہلی مرتبہ مین نے دیکھی مفصل حالات کے لئے تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور صفحہ ۸۲ دیکھو،

[2] اس واقعہ کو زیادہ عرصہ نہین ہوا یہ ۸ رجب ۱۳۲۲ھ ہجری کا واقعہ ہو،

نہین ہو سکتے تو کم سے کم ہم اُس کے اقوال سے تو بہرہ اندوز ہون کہ جنکو ہماری بلا کسی تلاش و جستجو کے تواریخ کے صفحات ہمین پیش کر رہے ہین،

تواریخ مین جو الکندی کے اقوال مذکور ہین وہ دو قسم کے ہین:

(۱) منظوم

(۲) منثور

(۱) منظوم مین اس کے دو قسم کے اشعار پائے جاتے ہین ایک تو وہ جو معشوق کے ساتھ اظہار اشتیاق مین ہین اور جنکو ابن قتیبہ نے اپنی کتاب فرائد الدر مین نقل کئے ہین اور یہ صرف دو ہین،

وفی اربع منی خلت منک اربع	میری چار چیزون مین تیری چار چیزین داخل ہو گئی ہین
فما انا ادری ایہا ہاج لی کربی	بس مین نہین جانتا اُن مین سے کس نے میری تکلیف
اوجہک فی عینی او الطعم فی فمی	کو برانگیختہ کر دیا ہی، آیا تیرے چہرہ جمال نے میری آنکھون
ام النطق فی سمعی ام الحب فی قلبی[له]	مین یا ذائقہ (بوسہ) نے میرے منھ مین یا تیرے کلام نے
" " " "	میری سماعت مین یا تیری محبت نے میرے قلب مین،

دوسرے وہ جس مین اُس نے زمانہ کی شکایت کرتے ہوئے اوسکی بے وفائی سے بچنے کے لئے نصیحت کی ہی ان اشعار کو شیخ ابو محمد حسن بن عبداللہ نے اپنی کتاب الحکم والامثال مین احمد بن الطیب السرخسی (شاگرد الکندی) کی روایت سے بیان کیا ہی اور وہ یہ ہین:

اناف الذنابی علی الارؤس	فغمض جفونک او نکس
کمین در ذیل سرون پر چڑھ گئے ہین	خواہ تو اپنی آنکھون کو بند کرے یا سر جھکائے (یعنی منھ پھیرا)
وضائل سوادک واقبض یدیک	وفی قعر بیتک فاستجلس

له طبقات الاطباء جلد ا صفحہ ۲۰۹ مطبوعہ مصر،

تو اپنی شخصیت کو گم کردے اور ہاتھون کو بند کرلے — اور اپنے مکان کے گوشہ مین بیٹھ جا،

وعند ملیک فابغ العلو — وبالوحدة الیوم استأنس

اور اپنے مالک (یعنی خدا) کے نزدیک بلندی طلب کر — اور تنہائی سے دن مین موانست کر (یعنی گوشہ نشین ہو)

فان الغنی فی قلوب الرجال — وان التعزز بالانفس

اس لئے کہ اصلی غنا لوگون کے دلون مین ہوا کرتا ہے — اور اصلی عزت نفس سے (یعنی خودداری سے) ہوا کرتی ہے

وکائن تری من اخی عسرة — غنی وذی ثروة مفلس

اور دیکھیگا تو بہت سے اپنے تنگ حال بھائیون کو — غنی اور دولتمندون کو مفلس

ومن قائم شخصه میت — علی انه بعد لم یرمس

اور بہت سے زندون کو کہ جنکی ذات مردہ ہے — اگرچہ ان کی حالت یہ ہے کہ وہ ابھی دفن نہین کئے گئے ہین

فان تطعم النفس ماتشتهی — تقیك جمیع الذی تحتسی[1]

پس اگر نفس کو اُسکی خواہش کے موافق کھانا کھلایا جائے گا — تو وہ اگلا پچھلا کھایا ہوا سب اگلوا دیگا

ان اشعار پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خود الکندی کی زندگی خوشحالی اور مسرت وفراغت سے نہین گذری کیونکہ ان سے حزن و ملال ٹپک رہا ہے، اور یہ امر کچھ تعجب انگیز نہین اس لئے کہ تکلیف وحسرت اور رنج وغم جیساکہ ایڈورڈ زیلر[2] نے اپنی تاریخ فلاسفہ مین کہا ہے، ابتدا سے حکمار وفلاسفہ یا بالفاظ دیگر "امم منکرہ" کے مابہ الامتیاز رہے ہین، نیز باوجود اس غم آلود زندگی کے ان اشعار سے اُسکی علو نفس اور غنائے قلبی کا ترشح بھی ہوتا ہے۔

(۲) اُس کے منثور اقوال یہ ہین:

---

[1] طبقات الاطبار جلد ا صفحہ ۲۰۹، [2] ایڈورڈ زیلر (۱۸۱۴ء تا ۱۹۰۸ء) جرمن کاتب وفیلسوف برلن مین فلسفہ کا پروفیسر رہا ہے "تاریخ فلاسفہ" یونان کا مصنف ہے،

اطبار کو نصیحت ،

لیتق اللہ تعالیٰ المتطبب ولا یخاطر	نیم حکیم کو چاہئے کہ وہ (علاج کرنے مین) اللہ سے ڈرے
فلیس عن الانفس عوض	اور یہ خیال کرے کہ جان کا کوئی عوض نہین
کما یجب ان یقال انہ کان سبب	جس طرح یہ ضروری ہو کہ یہ کہا جاوے کہ طبیب بیمار کی
عافیۃ العلیل و برئہ کذالک فلیحذر	صحت کا سبب ہوا ہو اسی طرح اس کا خوف بھی
ان یقال انہ کان سبب تلفہ وموتہ	ضروری ہو کہ یہ کہا جائے کہ وہ بیمار تلف کرنے اور
" " " " "	موت کا سبب ہوا ہو،

طلبار کو نصیحت ،

العاقل یظن ان فوق علمہ علماً فہو	جو عاقل ہو وہ خیال کیا کرتا ہو کہ اُس کے علم کے اوپر
ابداً یتواضع لتلک الزیادۃ والجاھل	اور بھی علم ہو اسلئے وہ ہمیشہ اس زیادتی کے لئے تواضع
یظن انہ قد تناھی فتمقتہ النفوس	کیا کرتا ہو اور جو جاہل ہو وہ یہ خیال کرتا ہو کہ وہ منتہی
لذلک ،	ہو گیا ہو پس لوگ اُسے اس لئے دشمن جاننے لگتے ہین ،

ابن بختویہ نے اپنی کتاب المقدمات مین نقل کی ہو کہ اُس نے اپنے بیٹے کو مندرجہ ذیل نصیحت کی تھی ،

یا بنی الاب رب	اے میرے بیٹے باپ پرورش کرنیوالا ہو
والاخ فخ ، والعم غم ، والخال وبال	بھائی جال ہو، چچا غم ہو، خالو وبال ہو،
والولد کمد ، والاقارب عقارب ،	اولاد تکلیف ہو اور اعزا بچھو ہین ،

نیز مندرجہ ذیل نصیحت بھی اُس نے اپنے بیٹے کو کی تھی ،

قول "لا" یصرف البلاء	"نہین" کا لفظ بلا کو دور کر دیتا ہو ،

وقول نعم یزیل النعم	اور "ہان" کا لفظ نعمتون کو زایل کردیتا ہی،
وسماع الغناء برسام حاد لان الانسان یسمع فیطرب وینفق فیسرف فیفتقر فیغتم فیعتل فیموت	گانا سننا مہلک بیماری ہو اس لئے کہ انسان جب اُسے سنتا ہو تو خوش ہوتا ہو اور انفاق کرتا ہو پھر فضول خرچی کرتا ہو پھر فقیر ہوجاتا ہو جسکی وجہ سے غم کرتا ہو پھر اس غم کی وجہ سے بیمار ہوجاتا ہو اور پھر مرجاتا ہو،

مزید اقوال:-

الدینار محموم فان صرفته مات	دینار کو بخار چڑھا رہتا ہو پس تو اگر اُس مین تصرف کرتا ہو تو وہ مرجاتا ہو،
الدرهم محبوس فان اخرجته فرّ	درہم قیدی کی طرح ہوتا ہو پس اگر تو اُسے نکالتا ہو تو وہ فرار ہوجاتا ہو،

نفسیات ترغیب (۳)

از مولوی وہاج الدین احمد صاحب بی اے، دار المعلمین حیدر آباد دکن

تخیل کا ترغیب کے بقیہ دو عنصر (ذہنی و جذبی) پر اثر تخیل، اپنی صفت اختراعی کے ذریعہ سے جو اثر عنصر ذہنی (درک صورۃ حالات "گفتگو یا اٰن") پر کرتا ہی اسے ہم زید کی مثال مین دیکھ چکے ہین، لیکن اوسکا اثر عنصر جذبی پر بھی ہوتا ہے اور ان مین بھی متخیلہ کی وساطت سے ایک تازہ روح پھونکی جاتی ہی، اور تقویت دیجاتی ہی مثلاً لارڈ بروگم کی تقریر کا آخری حصّہ "حضرات! کیا یہ عالمگیر خوشحالی الخ . . . . . . " ہمدردی انسانی، اور اخوت کے جذبات کو شہ دیکر، اُن کی ترغیب کو زیادہ موثر بنا دیتا ہی، زید ایک ایسے خاندان کی خیالی تصویر کھینچکر جو بائسکوپ کی بدولت تباہ ہوا ہی، اپنے جذبات ترحم اور انسانی ہمدردی کو برانگیختہ کرتا، اور پہلے سے بھی زیادہ ترک تعیشات کا موید بنجاتا ہی، مختصر یہ کہ تخیل کی وساطت سے جذبات کا حلقۂ اثر وسیع ہو جاتا ہی ہمارے جذبات کو جوش دینے کے لئے کسی صورۃ حالات کی موجودگی لازم نہین رہ جاتی، اگر اصلیتاً اور واقعتاً بائسکوپ کی وجہ سے کوئی خاندان تباہ نہ ہوا ہو تو کیا حرج ہی؟ زید کا متخیلہ، خیالی دنیا مین اس تباہی کا منظر اس کو دکھا سکتا ہی، اور اُس کے اعتقاد کو زیادہ پختہ بنا دیتا ہی، ترغیب پر وجدان کے اثر سے بحث کرتے وقت جس مقرر کا ہم نے ذکر کیا تھا اوس کی مثال بھی اس حقیقت کو واضح کردیتی ہے، دشمن کوسون دور ہی، مگر اوسکے شہر مین آجانیکی خیالی تصویر جذبۂ خوف کو برانگیختہ کردیتی ہی، دشمن کی فتح امکانی حد سے گذر کر تیقن کے درجہ تک ابھی نہین پہونچی ہی، مگر اس کی فتح کی خیالی تصویر سے ڈرا کر لوگون پر وہی جذبات طاری کئے جاتے ہین جو اوس وقت ہوتے جبکہ دشمن کی فوجین شہر کے دروازہ پر کھڑی ہوتین، غرضکہ ترغیب مین تخیلہ کی بدولت، واقعات کی عدم موجودگی مین اونکی تصویر ہی سے مدد لی جاتی ہی،

جس طرح کہ تخیل کی بدولت، ہماری ترغیب، واقعات کے وجود کی محتاج نہین رہتی، اسی طرح یہ بھی لازم نہین رہجاتا کہ جب تک ان واقعات کے نتائج، کا اثر ہماری ذات پر نہو، اس وقت تک ترغیب موثر نہو۔ نہین اگر ہماری ذات کسی "واقعہ" کے مضر اثرات سے بری بھی رہے، تب بھی دوسرون کی ذات پر اس کے جو مضر اثرات ہوئے ہین اُن کی خیالی تصویر کھینچ یا ہم مین جذبہ رحم وغضب، انتقام وغیرہ کو برانگیختہ کرسکتا ہے اور ہم اپنے آپ کو اس "واقعہ" کا مخالف بنا سکتے ہین، مثلاً لارڈ بروگم کی تقریرہی کو دیکھو، حالانکہ رسم غلامی کے صحیح نتائج سے اہل انگلستان بالکل محفوظ تھے، تب بھی افریقہ کے غلامون کی تکالیف کا خیالی نقشہ کھینچکر، لارڈ موصوف نے اپنے ہموطنون مین جذبات ہمدردی، ترحم اور اخوت کو برانگیختہ کیا اور ان کو ایک معینہ طرز عمل (مثلاً چندہ دینا یا رزولیوشن پاس کرنا) کی ترغیب دی، اگر ہماری متخیلہ مین یہ تاثیر نہوتی تو اخوۃ کا وجود ہی نہ ہوتا، ہندوستان کے مسلمان ہمسایہ کے مظلوم مسلمانون کی تکلیف کے خیال سے بے چین نہوتے اور

چیست ہمدردی طپیدن از تب ہمسایگان ‏ ‏ ‏ ‏ از سموم نجد در باغ عدن پژمان شدن

کا مفہوم ہی نہ رہجاتا،

یہ تو تخیل کا اثر جذبہ اور استدلال پر ہوا، لیکن جذبات بھی تخیل پر اپنا اثر ڈالتے ہین، ایک خوفزدہ شخص (جس پر جذبۂ خوف طاری ہو) کسی خطرے کو آتے دیکھکر، یا کسی آنیوالے خطرات کے خیال سے، اس کے روک اور اپنی حفاظت کے ذرائع کا تخیل کرتا ہے، ہر شخص جانتا ہے کہ شبہ، بدگمانی، اور حسد کے جذبات سے متاثر ہوکر حضرت انسان کیا کچھ نئی ترکیبین سوچتے، اور جودت طبع کا ثبوت دیتے ہین۔ جس شخص کے دل مین آتش انتقام بھڑکتی ہوتی ہے، اپنے دشمن کو نقصان پہونچانے کے لئے، اسکا متخیلہ کن کن نئی ترکیبون کو نہین سوچتا، زمانہ جنگ مین، دشمن کو غارت کرنے کے لئے جن حیرت انگیز ایجادون سے کام لیا جاتا ہے وہ دراصل جذبۂ خوف ہے، جو متخیلہ کے ذریعہ سے اپنی حفاظت (اور دوسرون کی تباہی) کے عجیب وغریب طریقے سوچتا ہے، خلاصہ یہ کہ عمل ترغیب مین ہمارے جذبات، تخیل اختراعی سے مدد لیکر، نئے نئے راستے، اور نئی نئی حکمتین اپنی تشفی

کی ڈھونڈھ نکالتے ہین،

ترغیب کی نفسیاتی تشریح کا خلاصہ عمل ترغیب کے عناصر ثلاثہ کے متعلق جو کچھ تفصیل کی گئی، اس کا اجمال یہ ہے کہ تینون عناصر، جذبی، ذہنی، تخیلی ساتھ ساتھ ترغیب مین کام کرتے ہین، ان تینون کے باہمی انضمام اور انکے متحدہ اثر ہی سے "ترغیب" وجود مین آتی ہو، اور ہر مکمل ترغیب مین یہ تینون کام دیتے ہین، عنصر ذہنی کی بدولت درک واقعات، یا "صورت حالات" کا صحیح بیان ہوتا ہو، اصول قائم کئے جاتے ہین، اور منطق سے کام لیا جاتا ہو (اگرچہ وہ غلط ہوتی ہو) عنصر تخیلی کی بدولت توضیحات، اور خیالی تصویرین پیش کی جاتی ہین جو ترغیب کو کامیاب بنانے مین مدد دیتی ہین، عنصر جذبی کی وساطت سے انفعال پر اثر ڈالا جاتا ہو، اور مجوزہ طرز عمل کی پیروی کرائی جاتی ہو، اس عنصر (جذبی) کی ترغیب مین وہی حیثیت ہو جو بھاپ کی انجن چلانے مین، غرضکہ ایک دوسرے مین مخلوط ہوکر، باہمدگر ایک دوسرے پر اثر ڈالکر، آخرین یہ تینون عناصر ایک لباس مین نظر آتے ہین، اور وہ "ترغیب" ہے،

ہمارے مذکورۂ بالا بیان سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ ترغیب کی ایک ہی قسم ہو، غلط ہے، عمل ترغیب کے اجزائے ترکیبی، نفسیاتی نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو بے شمار ہین اور جن مختلف اسلوبون سے وہ آپس مین ملکر عمل پیرا ہوسکتے ہین ان کا اندازہ لگانا بھی دشوار ہو، ہر عمارت کی اجزائے ترکیبی اینٹین ہوا کرتی ہین، لیکن مختلف ترتیب سے جب یہ اینٹین فراہم کی جاتی ہین، مکان، مسجد، گرجا، مندر، کہلاتی ہین، بعینہ یہی حال ترغیب کے اجزائے ترکیبی کا ہو، وہ اتنی ہی بے شمار ہین جتنے کہ مرد و زن کی اقسام،

لیکن بنظر سہولت ہم نے ترغیب کی تین بڑی قسمین بلحاظ ان کے اہم اجزائے ترکیبی کے قائم کی ہین اور ان مین بھی کمی، و بیشی ممکن ہو، کبھی عنصر ذہنی کی زیادتی ہوتی ہو، مثلاً ایسے شخص کی ترغیب جسکی قوۃ استدلال بہت کچھ بڑھی ہوئی ہو، کبھی عنصر تخیلی کی کثرت ہوتی ہو، اور کبھی عنصر جذبی کا پلہ بھاری ہوتا ہو، ان تینون عناصر مین سے کسی ایک، یا دو کی زیادتی اور تیسرے کی کمی، یا تیسرے کی زیادتی اور کسی دو کی کمی، یا طریقۂ آمیزش

کا اختلاف، ترغیب کی اقسام مین بھی باہمدگر اختلاف پیدا کر دیتا ہی اور یہی وجہ مختلف قومون مین طریقۂ ترغیب کے اختلاف کی ہی، اکھڑ اور اجڈ گڑھوالیون سے ہم مسلسل دلائل کی توقع رکھ سکتے ہین، ایرانیون، عربون اور نبگالیون کی ترغیب مین جذبی عنصر زیادہ پایا جاتا ہی، وعلیٰ ہذا صنف کے اعتبار سے بھی طریقۂ ترغیب مین اختلاف پایا جاتا ہی، عورتون کی منطق بدنام ہی ہی لیکن یہ اختلافات نظری اور سطحی ہین اور ان کو کلیہ نہین مانا جاسکتا، بہت سے گڑھوالی اکثر نبگالیون سے زیادہ جذبات کے زیر اثر ہوسکتے ہین، بہت سے نبگالیون مین اکثر گڑھوالیون سے زیادہ استدلال منطقی اور ارتباط خیالات پایا جاتا ہی۔ اسی طرح سے، بہت سی عورتین اکثر مردون سے زیادہ دلیل اور منطق عقلی کی اہل ہوتی ہین، غرضکہ ترغیب کو ان تین عناصر کے لحاظ سے مختلف اقسام مین تقسیم کرنا بنظر سہولت ضرور مستحسن ہی، لیکن ساتھ ہی یاد رکھنا چاہئے کہ ان تینون مین سے ہر ایک کی ذیل مین متعدد اقسام آسکتی ہین اور ہر حالت مین ترغیب کی ماہیت بلحاظ ترغیب کنندہ کی انفرادی شخصیت اور اس کے نفس کی حالت مختلف ہوسکتی ہی،

اکثر اوقات ایک ہی فرد مین بلحاظ اختلاف زمان ترغیب کے طریقون مین بھی اختلاف پایا جاتا ہی، کچھ ترغیبین (ایک ہی شخص مین) بہ نسبت دوسرون کے زیادہ مبہم اور غیر ارادی ہوتی ہین، رات کے وقت جب تم بستر پر لیٹے ہوئے نیند کی اُمید مین کروٹین لیا کرتے ہو تو تمہاری ذاتی ترغیبات کیا کچھ عجیب وغریب شکلین اختیار کرتی ہین، ابھی تھوڑی دیر پہلے، رات کے سناٹے مین تم کیا کیا دہشت ناک خیالات مین گھرے ہوئے تھے، تمہاری ترغیبات ذاتی نے تم کو عجیب افسردہ حالت مین ڈالدیا تھا، صبح ہوئی تو سب خیالات کافور ہوگئے، اور تم خوش آئندہ اُمیدین باندھنے لگے، اور اپنی خیالی دنیا کے ہیرو بن گئے، تھوڑی دیر بعد شہر جانیکا اتفاق ہوا تو دنیا ہی نئی تھی، نہ رات کی دہشت ناک باتین تھین، نہ صبح کے خوش آیند خیالی پلاؤ، شہر مین کسی پرانے بیوپاری سے ملاقات ہوئی تو تمام ترکوششین اوسے سمجھاتے، راہ راست پر لانے اور اپنے حسب منشا ترغیب دینے مین صرف ہونا شروع ہوئین، اب تمہاری ذات، تمہارا شعور،

داعہ ہی، اور ترغیبات کی گوناگونی کا یہ عالم ہی، لیکن باوجود اس قدر اختلاف کے بھی، ترغیب کی ماہیت وہی ہی اور اس کے اجزائے ترکیبی وہی عناصر ثلاثہ ہین، ہر ترغیب مین خواہ وہ کسی قسم کی ہو، یا کسی خاص شخص سے متعلق ہو ہمیشہ کسی نہ کسی مقصد کا وجود پایا جاتا ہی جس کے حصول کی بالارادہ یا ناوانستہ طور پر تدبیر کی جاتی ہی، اور اس کے ساتھ ہی ہر ترغیب مین ذہن، متخیلہ، جذبہ، ان تینون کا مخلوط عمل لازماً ہوتا ہی اب خواہ یہ اختلاط باہمی، غیر مکمل اور غیر موثر ہو یا مکمل اور موثر،

تلخیص و تبصرہ

مدرسۂ السنۂ مشرقیہ، لندن

گذشتہ ماہ مین ٹائمس (لندن) کے تعلیمی ضمیمہ نے "اسکول آف اورنیٹل سٹڈیز لندن" (مدرسۂ مطالعۂ علوم مشرقی) کی سالانہ رپورٹ کی تلخیص شائع کی ہو، یہ اسکول اندنون ڈاکٹر (اب سرہین) دی، ڈی، راس سابق پرنسپل مدرسہ عالیہ (کلکتہ) اور چیف کنگر اورینٹل لائبریری (پٹنہ) کے زیر اہتمام ہو، ذیل مین ہم اس رپورٹ کی تلخیص ہدیۂ ناظرین کرتے ہین تاکہ معلوم ہوسکے کہ ہماری السنہ عربی، فارسی، ترکی، اور اردو کیطرف اہل انگلستان کس قدر اعتنا کر رہے ہین،

"موجودہ تجارتی حالات اگرچہ بہت کچھ مایوس کن تھے، لیکن پھر بھی اس اسکول نے ان موانع کے مقابلہ مین جو ترقی کی ہو وہ بہت کچھ تسلی بخش ہو، طلبہ کی تعداد ۵۰۸ تھی جو گذشتہ سال سے ۴۹ زائد ہو، ان مین ۲۲۰ مرد اور ۱۲۰ عورتین تھین؛

"ان تمام طلبہ کی تعداد مین جنھون نے مستقل طور سے سال بھر تک تعلیم پائی ۶۰ کا اضافہ ہوا ہو، تقریبًا ۲۰ نے درجۂ سند مین تعلیم حاصل کی، دو ہندوستانیون کو پی، ایچ، ڈی کی ڈگریان دی گئین، اور ایک باشندۂ اسکاٹلینڈ نے عربی زبان مین امتیاز کے ساتھ ایم اے کی سند حاصل کی، دو طالب علمون نے اسکول ڈپلومے پائے، اور چار وظیفے دئے گئے"

گلبرٹ وقف کے منتظمین نے ترکی اور چینی زبان کے لئے اپنے ۵۰ پونڈ کے وظائف پھر جاری کئے، اور ۲۵ پونڈ کے وظیفۂ خاص کا بھی اضافہ منظور کیا، اسکول کے ایک طالب علم نے سو پونڈ کا جو وظیفہ اس غرض سے دیا تھا کہ جو طالب علم اس ملک مین جا کر رہے جہان عربی مادری زبان ہو، اور مروج زبان کا مطالعہ

کرے، وہ مس سی، پیڈوک کو دیاگیا ہی، جو اندنون مصر مین قصص عام کا مطالعہ کر رہی ہین، ۳۲ امیدوارون کو سرٹیفکٹ دئے گئے،

"سرڈینیسن اس کے قابلانہ و دوراندیشانہ انتظام نے مباحث مطالعہ کو بہت وسیع کردیا ہی، گذشتہ سال ۴۰ زبانون مین تعلیم دی گئی، اور پشتو، فارسی اور موجودہ عبرانی کا اضافہ کیا گیا، برطانی فلسطین کی وجہ سے اس موضوع کی مانگ بھی ہوئی، اور ایک خاص لکچر مقرر کیا گیا جس کے قیام کے لئے یہودیون نے نہایت فراخ دلی سے مالی امداد بہم پہنچائی، اس مین ۲۲ طلبہ ہین، ہمیشہ کی طرح اس سال بھی **عربی** کا سب سے زیادہ مطالبہ رہا اور ۵۰ طلبہ نے اس موضوع پر اسباق لئے، گذشتہ سال ان کی تعداد ۴۸ تھی، ایک مجلس عربی قائم کی گئی ہی جس کے ہفتہ وار جلسے ہوتے ہین اور لڑکے عربی مین تقریرین کرتے ہین، مصری، شامی اور عراقی مقررین نے بھی اپنے وسیع معلومات سے اس مجلس کو مستفید کیا، فلسفہ بدھ کے مطالعہ کے لئے بھی ایک انجمن ہی، اور روسی ماہر فلسفۂ ہند شیرباٹسکوی کے قیام انگلستان نے اس کو بہت کچھ فائدہ پہونچایا"۔

"چینی علوم والسنہ کے طلبہ مین بھی ترقی ہوئی ہی، اب ان کی تعداد ۵۵ ہی، گذشتہ سال ۴۲ تھی، جاپانی زبان کے شائق ۳۵ تھے، اور فارسی کے ۳۷، ہندوستانی زبانون مین **اُردو** سرفہرست ہی، اس کے سیکھنے والون کی تعداد ۵۲ ہی، اس کے بعد بنگالی کا درجہ ہی اس مین ۲۶ طلبہ تھے، ان مستقل درجون کے علاوہ، ان طلبہ کے مطالبہ پر جنکو فوراً دوسرے ممالک مین جانا تھا، عارضی درجے بھی قائم کئے گئے تھے، حکومت سوڈان مین جانے والے افسرون کو تین ماہ کے لئے عربی مین تعلیم دلانی پڑی،

رپوٹ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ بڑے بڑے کارخانون نے اپنے ملازمون کو اس مین تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا، ان طلبہ نے بہت زیادہ ذوق و شوق کا اظہار کیا ہی، مشنری طلبہ کی بھی تعداد ۱۱۸ تھی، ان کے علاوہ اکثر مبلّغین نے جو رخصت پر آئے ہوئے تھے، اس مین حصہ لیا، ہندوستانی طلبہ بھی معقول تعداد مین موجود تھے، سرراس نے اسی سلسلہ مین لٹین کمیٹی کے سامنے شہادت دیتے ہوئے کہا کہ اسوقت دنیا

بنگالی ان کے مدرسہ مین اپنی مادری زبان کی تعلیم حاصل کر رہے ہین، آپنے اس بات پر زور دیا کہ اگر ہندوستانی طلبہ کو مشرقی تحقیقات کا کام سکھایا جائے تو وہ اس مین بہت کچھ مفید و کارآمد ثابت ہو سکتے ہین ان کا خیال ہے کہ لندن اس وقت ہندوستانی طلبہ کیلئے بہترین میدان عمل ہی"

"اسکول نے لائبریری کی حیثیت سے بھی بہت کچھ ترقی حاصل کی ہی، یونیورسٹی کالج نے اپنی ... ۵ کتابین جو چینی قلمی اور مطبوعہ کتابون پر مشتمل ہین عاریۃً اسکول کو دیدی ہین، اس کے ساتھ سر رایف، انڈرسن، کی عطا کردہ چینی کتابون کو بھی ملا لیجئے اور اب یہ کتبخانہ اس حیثیت سے یورپ کی تمام لائبریریون سے بہتر ہوتا جاتا ہی، کنگس کالج سے، مارسڈن لائبریری بھی یہین منتقل کر دی گئی ہی اور بہت کچھ مفید ثابت ہوئی ہی، ان مطبوعہ کتابون کے لئے مشرق کی تمام زبانون کی لاتعداد قلمی کتابین بھی ہین جن سے اتبک باقاعدہ کوئی کام نہین لیا گیا ہی، اسی مین منول ڈی المیڈا کی اتیھوپیا (Ethiopia) کا بھی ایک نسخہ ہی، جس کے صرف ایک ہی اور نسخہ کا دنیا کو علم ہے"

لندن کے کتبخانے

لندن کی وسیع آبادی مین بہ کثرت عام کتبخانے، انجمن اخبارات اور مجالس علمی قائم ہین، لیکن اسی وسعت نے خود لندن کے باشندون کو ان چیزون سے ناواقف بنا رکھا ہی، اسی ضرورت کو محسوس کرکے لندن کے ایک اخبار نے عام کتبخانون مین سے چند اہمترین کے حالات شائع کئے ہین، ہم دائرہ معارف کے ارکان کی واقفیت کے لئے اس کی تلخیص پیش کرتے ہین،

"وسعت لندن کا یہ لازمی نتیجہ ہی کہ وہان کے باشندے اکثر ان چیزون سے لاعلم ہوتے ہین، جو شاید ان کے لئے بہت کچھ مفید ثابت ہون، انھین مین کتبخانے بھی ہین، ان کی ضرورت پر اکثر بحث کیجاتی ہی اور اگر شاید ان کے وجود کا علم ہو جائے تو وہ مفید بھی ثابت ہون،

سنٹرل لائبریری فار اسٹوڈنٹس	(طلبہ کا مرکزی کتبخانہ) یہ کتبخانہ طلبہ کو وہ (غیر افسانہ) کتابین مہیا کرتا ہے،

جن کی قیمت ۰ شلنگ سے زائد ہو، اس کی کوئی مطبوعہ فہرست نہین ہے لیکن ناظم سے اس کے متعلق دریافت کیا جا سکتا ہی، چونکہ اس کا دار و مدار قومی چندون پر ہی، اس لئے بجز ٹکٹ ڈاک کے طالبہ کو کوئی زائد فیس ادا کرنا نہین پڑتی، اس مین ۰۰۰،۲۶ کتابین ہین ایک طالبعلم ایک کتاب ایک مہینہ تک رکھ سکتا ہی اور خاص اجازت حاصل کرکے یہ مدت ۶ ماہ تک بڑھائی جا سکتی ہی، "طالب علم" کا لفظ ہر اس شخص پر صادق آتا ہی جو سچا شائق علم ہو، چنانچہ ہر شخص چند مقرر آدمیون کی سفارش سے اس سے مستفید ہو سکتا ہی،

کتبخانہ ڈاکٹر ولیم | اس کو ڈاکٹر ڈینیل دلیم نے ۱۷۱۶ء مین ابتداءً دینیات کی لائبریری کی حیثیت سے قائم کیا تھا، تاکہ وہ اشخاص جو مذہبی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہون اس سے مستفید ہو سکین، چنانچہ اوسوقت اس مین صرف دینیات، مذہبی تواریخ، اور مذہبیات کے متعلق کتابین تھین، لیکن اب تاریخ عامہ، فلسفہ، اقتصادیات، تاریخ السنہ، ادبیات اور قدیم و جدید کلاسک کا اضافہ ہوا ہی، ہر شخص جو ۱۸ سال سے زاید کا ہو وہان سے کتاب ایک ماہ کے لئے مفت حاصل کر سکتا ہی،

گلڈ ہال لائبریری | یہ کتبخانہ بھی بہت قدیم ہی، ۱۴۲۵ء مین دیکرڈ وہیٹنگٹن اور دلیم بری نے قائم کیا، ۱۵۴۹ء مین لارڈ سمرسٹ کی حریصانہ نظر اس پر پڑی اور وہ اس مین سے تین گاڑی کتابین اپنے محل کی زینت کے لئے سٹرینڈ لیگیا، اس کی واپسی کا وعدہ کبھی بھی پورا نہ ہوا حتی کہ ۱۸۲۴ء مین باقی کتابون ہی کو پبلک کیلئے پیش کیا گیا، اور اس کے ساتھ سوسائٹی آف لندن لائبریری کی ۰۰۰،۱ کتابون کو بھی ملا دیا گیا، ۱۸۷۳ء مین سر ایچ، جونس کی تعمیر کردہ عمارت مین یہ کتب خانہ منتقل کیا گیا اور اس وقت ۵۵،۰۰۰،۷۶ کتابین موجود ہین، ان مین بعض بہت ہی قیمتی و لاجواب چیزین بھی ہین،

برٹش میوزیم لائبریری | یہ کتبخانہ اس قدر مشہور ہی کہ اس کے متعلق کچھ لکھنا تحصیل حاصل ہی، ہم مین سے اکثر حضرات واقف ہین ۱۸۴۲ء سے قانون کے ذریعہ ہر وہ کتاب جو برطانی حکومت مین شائع ہو اسکا ایک نسخہ اس مین بھیجنا لازمی ہی، ہر شخص یہان جاکر مستفید ہو سکتا ہی، پہلے عمر بھر کے لئے ٹکٹ ملجاتا تھا، لیکن اب

ہر شش ماہی پر برائے نام اس کی تجدید کر دیجاتی ہے،

سائنس لائبریری | سائنس میوزیم کی اس لائبریری مین تقریباً ۰۰۰ ۱۱ کتابین اور عام لوگون کے لئے ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک کھلی رہتی ہے،

وکٹوریہ البرٹ لائبریری | اس مین ۰۰۰ ۵ ۱۴ کتابین ہین، ڈائس اور فارسٹر کی جمع کی ہوئی کتابین جو ۵۰۰۰ ۳ ہزار ہین، اسی مین شامل ہین،

نیو اراینڈنگ لائبریری | یہ کتبخانہ صرف جدید خیالات و معلومات کیلئے قائم کیا گیا. غیر ممالک کے مصنفین کی کتابین بھی موجود ہین، ہر رکن بیک وقت دو کتابین لاسکتا ہے، اسکی فیس ایک گینی سالانہ ہے،

مجلس تعلیم کا کتبخانہ | بورڈ آف ایجوکیشن کا وسیع کتبخانہ بھی عام لوگون کو سفارش پر دیکھنے کی اجازت دیجاسکتی ہے، فروبیل لائبریری اور مانٹیسری لائبریری مین تعلیم کے متعلق، کتابون کا بہترین ذخیرہ ہے،

قومی مجلس صحت | قومی حفظان صحت کی مجلس نے بھی اپنا وسیع کتبخانہ پبلک کے سامنے پیش کر رکھا ہے، اور ہر شخص اس سے مستفید ہوسکتا ہے، البتہ کتابین باہر لانے کے لئے اس کی رکنیت ضروری ہے،

رائل سینیٹری انسٹیٹیوٹ | اس کے کتبخانہ مین روزانہ کتابین دیکھی جاسکتی ہین، لیکن کتابون کو باہر لیجانیکا حق صرف ممبرون کو ہے،

کونسل آف چرچ | مذہبیات، تاریخ مذاہب، نفسیات وغیرہ کے لئے اس کونسل کا کتبخانہ بہترین ہے، ہر شخص جو انگریزی چرچ کا رکن ہو اور ۵ شلنگ دیتا ہو، یہان سے کتابین لاسکتا ہے،

کرسچین ایویڈنس سوسائٹی | اس مجلس کا کتبخانہ صرف اراکین کے لئے مخصوص ہے، لیکن جو لوگ وہان جاکر پڑھنا چاہین، ان کو سکریٹری ہر قسم کی مدد پہونچانے کو تیار ہے،

اورنٹیل اسٹڈیز اسکول | اس اسکول نے بھی اپنا بیش قیمت کتبخانہ وقف عام کردیا ہے، اور ہر شخص روزانہ ۱۰ بجے سے ۱ بجے تک وہان کام کر سکتا ہے، جو اشخاص کتاب ساتھ لانا چاہین، ان کو ایک پونڈ ایک شلنگ

بطور فیس ادا کردینا پڑیگا،

اس کے علاوہ بہت سے ایسے تجارتی طریق کے کتبخانے ہین جو لوگون کو کرایہ پر کتابین پڑھنے کو دیتے ہین،

اس کے علاوہ خاص خاص سوسائٹیون اور محکمون کی لائبریریان جنکو ایک شخص رکن بنکر یا اجازت لیکر استعمال کرسکتاہی، ان مین انڈیا آفس، محکمۂ خارجیہ، انسٹیوٹ فرنس اور ائرکش سوسائٹی کے کتبخانے قابل ذکر ہین،

اخبار علمیہ

عیسائی مبلغین جس منتظم جوش سے اشاعت مذہب مین منہمک ہین، اس کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ اس وقت انجیل ۷۵۰ زبانون مین شائع ہوئی ہے، ۱۲ زبانون کا اضافہ گذشتہ سال کیا گیا ہے؛

گذشتہ نمائش حیوانات مین، ۲۰۷۸ کتّے بھی تھے، یہ تعداد گذشتہ تمام اعداد سے زاید ہے؛ خود بادشاہ سلامت نے بھی اپنے کتّے بھیجے تھے اور تین انعامات حاصل کئے؛

اسی سلسلہ مین ہمارے برادرانِ وطن یہ سنکر خوش ہونگے کہ موجودہ ولیعہد سلطنت برطانیہ کو گایون کے پالنے کا ازحد شوق ہے، اور ان کی گائے کو اوّل نمبر کا انعام ملا؛

برطانوی حکومت نے گذشتہ عالمگیر جنگ کی مختلف تاریخین لکھوائی ہین، اب وزارت ہوا نے مشہور ماہرِ اثریات ڈاکٹر ڈی، جی، ہوگرت کو اس کام کے لئے مقرر کیا ہے کہ وہ ہوائی معرکون کے مفصل حالات قلمبند کرین؛

لیورپول یونیورسٹی نے اپنے یہان ماسٹر آف آرکٹیکچر (ماہر تعمیرات) کی سند کا اضافہ کیا ہے،

گذشتہ ہفتہ مین لندن مین ولیم سوم، کی چاکلٹ کی تشتری جو ۱۷۰۰ء مین بنی تھی، اور آلو کھانیکا ایک پیالہ جو ۱۷۰۵ء مین بنا تھا، بیچا گیا، اوّل الذکر ۲۴۰ پونڈ مین اور مؤخر الذکر ۱۴۰ پونڈ مین فروخت ہوا،

حکومت متحدہ امریکہ کا محکمۂ ڈاک تاریک راتون مین ہوائی ڈاک کی آمد و رفت کے لئے، ۶۰ میل لنبے وسیع بجلی کی روشنی ڈالنے والے آلے استعمال کرتا ہی، جس سے تمام فضا منور ہو جاتی ہی اور ہوائی جہاز نہایت اطمینان سے مشغول پرواز رہتے ہین؛

حال ہی مین لندن کے اسپتالون نے امداد کیلئے ایک متفق اعلان شائع کیا تھا، وہان کی ہمدردنی نوع انسان آبادی نے پانچ لاکھ پونڈ کی مطلوبہ امداد سے ۴۴۰۰۰ پونڈ ادا کر دئے ہین، اس مین ۵۰۰۰ پونڈ صرف وہان کے اسکول کے طلبہ کی جمع کردہ رقم ہی؛

رائل انسٹیٹوٹ آف برٹش ارکیٹکٹس نے تین عورتون کو اپنا رکن منتخب کیا ہی، ٹھیک ۲۲ سالون کے بعد یہ عزت پھر جنس لطیف کے ہاتھ آئی ہی،

گذشتہ ماہ مین دنیا کا سب سے بڑا اہم انداز ہوائی جہاز جو برطانوی ملکیت ہے، پہلی مرتبہ اڑایا گیا، اس کا انجن ایک ہزار گھوڑون کی طاقت رکھتا ہی، ۱۴۴ میل فی گھنٹہ سفر کرتا ہی، کئی ٹن بم رکھ سکتا ہی، اور بیک وقت تقریباً ایک ہزار میل کی مسافت طے کرتا ہی؛

لاسلکی تار برقی کے ذریعہ، تقریر اور موسیقی سے مستفید ہونے کے افسانے ہم سن چکے ہین، امریکہ سے بیٹھکر لندن مین دستخط کرنے کا حال معلوم ہی، لیکن اب اس نے ایک قدم اور آگے بڑھایا ہی، یعنی اس کے ذریعہ تصاویر بھی لی جا سکتی ہین، اگرچہ ابھی تجربات نے مسافت کا مسئلہ حل نہین کیا ہی، لیکن توقع کیجاتی ہی کہ یہ مشکل بھی دور ہو جائیگی؛

پونڈ یا سٹرلنگ، موجودہ عہد کا وہ واحد سکّہ ہے جو ہر بازار مین نہایت آسانی سے چل سکتا ہے، اس کی ابتدا ۱۳۴۸ء مین انگلستان مین ہوئی، لیکن اس وقت یہ چاندی کا ایک بڑا ٹکڑا تھا جس مین ۹۲۵/۱۰۰۰ حصہ خالص چاندی ہوتی تھی، اڈورڈ ثانی نے آسانی کے لحاظ سے اُسے ۲۰ شلنگ کے حصّون مین منقسم کردیا، اس کے بعد ۴۸، ۹۶، اور ۲۰۸ شلنگ کے سکّے بھی رائج ہوئے، برطانی پونڈ مین سب سے زیادہ خالص سونا ہوتا ہے یعنی ۱۱/۱۲، اس کے بعد ترکی کا درجہ ہے، اس مین بھی ۱۱/۱۲ سونا ہے، لیکن امریکن پونڈ مین صرف ۹/۱۰ ہے،



انگلستان نے خواتین کو وکالت کی اجازت دیکر قانون دانون کی ایک نئی جماعت قائم کی ہے، اس وقت تک ۱۶ عورتین مختلف عدالتون سے سند حاصل کرکے اس پیشہ شریف مین شریک ہوچکین ہین، ان مین ہندوستان کی بھی ایک قانون دان مس ناٹار و شید بھی ہین، یہ دنیا کی دوسری خاتون ہین جنکا لنکولن ان مین داخلہ منظور کیا گیا؛



نسوانی ترقی کا ایک قدم آگے بڑھتا ہے، اور مس الن کسٹ، دنیا کی پہلی رکن صنف نازک کی حیثیت سے رائل کالج آف ویٹنری سرجنس (مدرسہ بیطاری) مین داخل ہوئی ہین، جانورون کو خوش ہونا چاہئے کہ اب وہ بھی، اس دست مسیحائی سے مستفید ہونگے جن کے لئے ہمارے بہت سے مشرقی شاعر اپنے کو بیمار بنانا فخر سمجھتے تھے



موٹرون نے جس سرعت کے ساتھ وسائل رسل ورسائل پر اپنا قبضہ کیا ہے، اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ گرانٹڈن مین اس وقت صرف ۴۰ گھوڑا گاڑیان ہین، ان کے مقابلہ مین موٹرون کی تعداد ۵۵۶۶ ہے؛

تمدن جدید کے موجودہ مرکزون مین، اچانک موت کے لاتعداد واقعات نے اہل سائنس کو اس کے اصلی اسباب کے دریافت کی طرف متوجہ کردیا تھا، اور انھون نے تحقیقات کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہی کہ ٹین کے ڈبون مین بند کرتے وقت اگر ذرا بھی گنجائش رہجاتی ہی، تو اس خلا کی وجہ سے ایک زہر پیدا ہو جاتا ہی جس کے صرف چند قطرے تمام انسانون کو ہلاک کردینے کے لئے کافی ہین؛

پروفیسر ایس، ڈبلو، پر نے الینیاس یونیورسٹی کے دار التجربہ مین ایک ایسی دھات تیار کی ہی، جو پلٹینیم کا بدل ہو سکتی ہی، یہ نئی شے، نو مختلف دھاتون سے ملکر بنتی ہی، اور اس قدر سستی ہی کہ اگر پہلے ۶۰۰ پونڈ پلیٹیم مین خرچ ہوتے تھے تو اس مین صرف ۱۲ شلنگ لگینگے۔

طباعت کی ارزانی نے کاغذ کے استعمال کو اس قدر بڑھا دیا تھا کہ خطرہ تھا کہ کہین کاغذ کم نہ ہو جائے، لیکن اب ایک خاص طریقہ ایجاد کیا گیا ہی جس کے ذریعہ پرانے اخبارات کی سیاہی دور کرکے ان کو دوبارہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔

آج تک، آگ بجھانے کے لئے دو چیزین کام مین لائی جاتی تھین، پانی اور خاک، لیکن دونون کا ہر وقت اور ہر جگہ مہیا ہونا مشکل تھا، جرمن سائنس دانون نے اسے بھی حل کردیا ہی، انھون نے ایک خاص پوڈر کے کارتوس بنائے ہین جو معمولی کارتوسون کی طرح عام پستولون سے چھوڑے جاسکتے ہین اور ان کے اندر کا سفوف بہت جلد خود سر آگ پر حملہ آور ہو کر اس کی غضبناکی کو کم کرکے، اس کو سرد کردیتا ہی؛

ڈاکٹر برفٹ اور لسٹبرگ نے ایک ایسی دوا معلوم کی ہی جسکا استعمال، چیچک کے داغون کو بہت جلد دور کردیتا ہی یہ دوا پچکاری کے ذریعہ بدن مین پہنچائی جاتی ہی اور اس کا اثر سب سے زیادہ آنتون پر ہوتا ہی،

بعض زمینون مین خاص قسم کے کیڑے ہوتے ہین، جو کاشت کو بکسر برباد کر دیتے ہین، اب ایک دوا معلوم ہوئی ہے جس کو تین مرتبہ سال مین زمین پر چھڑکنے سے یہ کیڑے مرجاتے ہین، ایک گیلن دوا ۸۶۰ مربع فٹ زمین کے لئے کافی ہے، اور اس کے استعمال کے تین مختلف اوقات، مئی، جون اور ستمبر ہین؛

شرلاک ہومز کے افسانون مین، ہم سگرٹ کی راکھ کے ذریعہ مفید نتائج کے قصے پڑھ چکے ہین، لیکن اب ایک بڑے محقق جرائم نے بتایا ہے کہ یہ صحیح ہے اور اس سے واقعۂ جرم اور مجرم کے حالات کے یقین مین بہت کچھ مدد ملتی ہے،

یہودیون کے متعلق ہم سنتے آئے ہین کہ وہ بہت دراز عمر ہوتے ہین، اہل سائنس نے ان کے جو اسباب بتائے ہین وہ یہ ہین کہ ان کی اخلاقی حالت اچھی ہوتی ہے، ان کا طرز معاشرت حفظان صحت کے اصول پر ہے اور ان کی غذا مضر صحت نہین، لیکن یہ خوبیان صرف ان یہودیون مین ہین، جو بنی اسرائیل کے خاندان سے ہین، ورنہ عام یہودی جو یورپین طرز تمدن مین رنگ گئے ہین، وہ بھی ہمارے ہی طرح تمام خرابیون کے شکار ہین؛

ان دنون صنعت وحرفت کی طرف ہر ملک نے خاص توجہ مبذول کی ہے، ہندوستان کی مختلف یونیورسٹیان بھی، اس کی طرف مائل ہین، اس سلسلہ مین انگلستان کی ترقی کے اعداد ہمارے لئے سبق آموز ہونگے؛

سنہ	تعداد طلبہ،	تعداد اساتذہ
سنہ ۱۴-۱۳ء	۲۰،۳۱۲	۲۰۰۰
سنہ ۲۲-۲۱ء	۲۸۶۴۶۰	۴۰۰۰۰"

ان چالیس ہزار اساتذہ مین ۴۸۲۳۱ ایسے ہین جو اپنا تمام وقت انھین مدارس مین گذارتے ہین،

انگلستان کی ابتدائی تعلیم کا حال ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوگا،

	سنہ ۱۹۱۱ء	سنہ ۱۹۱۴ء	سنہ ۱۹۲۱ء
طلبا پبلک ابتدائی اسکول	۶۸۲۰۸۳۷	۷۰۱۷۴۰۸	۷۰۹۳۳۰۰
" مدارس خاص	۲۴۴۰۷	۲۵۵۱۱	۳۸۳۴۴
" مدارس دیگر	۸۱۶۵	۷۱۷۳	۵۱۶۴
میزان	۶۸۵۳۴۰۹	۷۰۵۳۰۹۲	۷۱۳۶۸۰۸

ڈاکٹر نکلسن کو اسلامی تصوف سے جو شغف ہے وہ ان کی مشہور کتاب کی صورت مین ہمارے سامنے ہے، گذشتہ ماہ مین کیمبرج یونیورسٹی نے ان کی دوسری کتاب "دی آئیڈیا آف پرسنلیٹی ان صوفی ازم" ([illegible] The iaia of peroonality Sufi) شائع کی ہے، یہ ان کے تین لکچرون کا مجموعہ ہے،

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا بھی دلچسپ ہوگا کہ یورپ نے بھی اپنے تصوف کی طرف توجہ کی ہے، اور حال ہی مین "وسٹرن مسٹیزم" (vesteen Myoticcom) کے نام سے ایک ضخیم کتاب ہمارے سامنے ہے،

ایل یونیورسٹی عنقریب ابن عبدالحکم کی تاریخ فتوحات مصر و افریقیہ واندلس کو لندن، پیرس اور لیڈن کے قلمی نسخہ سے موازنہ کرکے شائع کرنے والی ہے، اس کامیابی کا سہرا یونیورسٹی کے استاد علوم سامیہ چارلس سی ٹاری کے سر ہے، فتوح مصر، ابتدائی اسلامی تاریخ کے لحاظ سے اہم ترین کتاب ہے، تیس سال سے اس کے

شایع کرنے کی کوشش کیجارہی تھی، اور اب کہین جاکر یہ محنت ٹھکانے لگی ہی،

نیویارک کی آبادی جس سرعت سے بڑھ رہی ہی، اس کو دیکھتے ہوئے، یہ کہنا شاید غلط نہ ہوگا کہ اگر یہی رفتار قائم رہگئی تو ایک سو سال بعد اُس کی آبادی . . . . . . ، ۸ تک پہنچ جائیگی، یہ تعداد تمام برطانوی جزائر سے زائد ہے،

عورتین جس استقلال و آہستگی سے مردون کے پیشون پر قبضہ کررہی ہین، اس کی بین مثال یہ ہے، تقریباً ۸، ، مختلف پیشون مین سے صرف ۴۳ ایسے رہ گئے ہین، جن کو جنس لطیف کی شمولیت کا فخر حاصل نہین ہے، اعداد ذیل یقیناً دلچسپی سے پڑھے جائینگے،

نام پیشہ	تعداد خواتین
قانون، وعدالت	۱۰۳۸
چرچ	۱۰۸۷
فنون لطیفہ	۱۸۶۱۷
طبابت	۷۲۱۹
دندان سازی	۱۰۲۹
تعمیر	۱۱۱۷
انجینیری	۱۸

صرف ممالک متحدہ امریکہ مین ۸۰۵۴۹۱۱ ۵ عورتین مختلف صیغون مین کام کرتی ہین،

غریب جرمنی کے مالی، معدنی اور علمی خزانہ سے جس طرح فاتح اقوام ایک ایک پائی وصول کر رہی ہین اسکی ایک عجیب صورت یہ ہے کہ اطالوی حکومت نے جرمنی سے معاہدہ کیا ہے کہ وہ تاوان کی رقم مین سے ۴۰۰۰۰۰ طلائی مارکون کی کتابین جرمنی سے لیگا، یہ خریداری تمام گذشتہ اعداد کو پس پشت ڈالدیگی،

اسی کے ساتھ، اسٹریا کے شہنشاہ فرانسس جارف کا مشہور قدیم و قیمتی کتبخانہ بھی جس مین دس ہزار کتابین ہین اطالیہ پہونچ جائیگا،

ہندوستان مین عیسائیت جس سرعت سے پھیل رہی ہے اس کا اندازہ گذشتہ مردم شماری سے ہو سکتا ہے، سنہ ۱۹۱۱ء مین ہندوستانی عیسائیون کی تعداد صرف ۲۰۷۶۰۰۰ تھی لیکن سنہ ۱۹۲۱ء مین ۴۷۵۴۰۰۰ ہو گی، یعنی ۲۲۰۸۷۰۰۰ یا ۲۲۰ فی صدی کا اضافہ ہوا، اگر یہی رفتار باقی رہگئی تو ان کی ترقی کا اندازہ خود کر لیجیے،

کناڈا کے اسپائن کلب نے طے کیا ہے کہ وہ وہان کی بلند ترین چوٹی مونٹ لوجن (۲۰۰۰۰ فٹ) پر ایک مہم روانہ کریگا،

بڑی گھڑیون مین "پنڈولم" کو خاص درجہ حاصل تھا، یہ گلیلیو کی ایجاد و یادگار تھی، لیکن موجودہ ماہرین نے اب اس کی ضرورت بھی باقی نہین رکھی ہے، اور بجلی کے لہر سے یہ کام لیتے ہین، ان گھڑیون مین کنجی دینے کی زحمت بھی نہین رہی، ہماری خادمہ بجلی اس فرض کو بھی انجام دیتی ہے،

ادبیات

حقائق حیات

غزل مسلسل حضرت شاد عظیم آبادی

نہ کر یہ دھیان کہ معدوم محض تو ہو گا — برنگ سبزۂ نوخیز پھر نمو ہو گا

زمین سے اُگتے ہین جیسے نبات مت منکر — ترا ظہور یون ہی اے خجستہ خو ہو گا

وہ جزو لا تجزّی جو تخم ہے تیرا — وہ تخم بڑھ کے یہی جسم ہو بہو ہو گا

ملیگا "حیث" تجھے اور یہ ہو گا اس کا فیض — مقام جس کا قریب رگ گلو ہو گا

یہ "حیث" ہی جو حقیقت مین عکس روح الروح — یہ ہم مین ہو کے ہم، آیا تو تجھ مین "تو" ہو گا

وہ روح شمع بھی، خورشید بھی، سمندر بھی — اسی کی لو ہو ضیا ہو کہ موج تو ہو گا

غرضکہ پھول سا یہ جسم جب ہوا تیار — عیان یہ حیث بھی مانند رنگ و بو ہو گا

حریم قدس مین اس وقت ہو گا تو داخل — ترا بھی مسکن و ماوا مقام ہُو ہو گا

اسی کی ذات مین ہو جائیگا فنا پھر تو — ترا معاملہ تب جا کے ایک سو ہو گا

نہ پوچھ جبکہ تجھے ہو گا وصل یار نصیب — مرقعِ دو جہان تیرے روبرو ہو گا

سرور محض و بقائے دوام و علم لدن — صفات و ذات مین پیدا الصبد غلو ہو گا

وہ جا ملیگی تجھے جسپہ سو بہشت نثار — کہین بہشت پہ فوق ای خجستہ خو ہو گا

اسی پہ ناز ہے زاہد بہشت مین ہے کیا! — یہی کہ مجمع حوران ماہ رو ہو گا

خیال دل سے ہٹا ایسی مادیت کا — وگرنہ مورد ایراد عقل تو ہو گا

خدانہ کردہ رہا گر کثیف جامۂ تن — لباسِ نفس بھی محتاجِ شست شو ہوگا

تعصب و حسد و کینۂ و دل آزاری — اسی قبیل کا عصیان ترا عدو ہوگا

بچا نہ تو اگر اس قسم کے گناہون سے — تو یاد رکھ کہ معذب ضرور تو ہوگا

یہی گناہ مرض بن کے پھر ستائینگے — نہ وقت عذر نہ یارائے گفتگو ہوگا

یہ وہ گناہ ہین دل کو کثیف جو کردین — یہی بنے تو بشر مرکے زرد رو ہوگا

یہی بنینگے ترے حق مین عقرب و افعی — خود اپنی آگ مین خاک ای کمینہ خو ہوگا

فرشتے یعنی قویٰ تیرے جو سعید ہین وہ — کبھی نہ ان کو ترا پاس آبرو ہوگا

گمان یہی ہے کہ ایک مدت طویل کے بعد — جو تو رہا بھی بصد شوق و آرزو ہوگا

انھین نجوم مین ہین بے شمار دنیائین — پھونچ کے تو وہین آوارہ کو بکو ہوگا

یہ اس لئے ہے کہ باقی کثافتین مٹ جائین — بغیر اس کے نہ انسان فرشتہ خو ہوگا

عجب نہین ہے جو تبدیلیان وہان بھی ہون — پس از زمانۂ بسیار پاک تو ہوگا

سمجھ نہ اس کو تناسخ، یہ وہ مسائل ہین — کھلین گے اس پہ جو عرفان کا راز جو ہوگا

معاف کردے تجھے پہلے ہی یہ ہے ممکن — کہ آخر اس کا کرم بھی تو حیلہ جو ہوگا

کہے پکار کے یون "آ گناہ گار مرے — کرون جو عدل تو رسوائے خلق تو ہوگا"

"کرم مرا ہے وسیع اس لئے ترے حق مین — معین و یاور اُمید و آرزو ہوگا"

"نہ کانپ خوف سے رہ مطمئن مرے پیارے — ترا مقام بھی اب سے مقام ہو ہوگا"

یہ سنکر اپنی خوشی کا نہ کر اندازہ — کہ اپنے جامۂ تن مین نہ مین نہ تو ہوگا

جب اس بہشت مین اے یار ہوگا تو داخل — سرور محفل کا مرکز جو مو بمو ہوگا

بلند ہونگے کہین نغمہ ہائے خیل طیور — کہین ہجوم حسینان خوش گلو ہوگا

غرضکہ جتنے لذائذ ترے خیال مین ہین　　ہر ایک حاضر و موجود پیش رو ہوگا
یہ استعارے ہین تاکہ تو سمجھ لے جلد　　کہ حکم چکا، متاثر ضرور تو ہوگا
غرض بہشت کی کیا خوبیان بیان کرون　　علی الخصوص مکین جس مکان مین تو ہوگا
جو اپنے شاد کو ڈھونڈیگا تو وہین وہ بھی　　غزل سرا کسی گوشے مین قبلہ رو ہوگا
ٹھہر ٹھہر کے بصد درد دھن مین پیلو کے　　غزل یہ ورد لب اور پاک باوضو ہوگا

زندان احمد آباد مین ایک زبان حقیقت بیان

مرا ایمان عجب کیا ہی جو ایمان تصوف ہے　　تصوف جان مذہب، عاشقی جان تصوف ہے
گناہ اپنا نہین ثابت خطا کے ہم بھی ہین قائل　　ادب کا ہی یہی شیوہ یہی جان تصوف ہی
اور ایک دوسرا ہی نام عشق روح پرور کا　　جو رام عشق ہی جو زیر فرمان تصوف ہی
تعلق حسن، "حق" مین بھی ہی "العشق ہو اللہ" کا[1]　　یہی تو اصل دین و رمز پنہان تصوف ہی
گذر کر راہ پیچا پیچ قدر و جبر سے حسرت　　یقین اپنا مقیم شہر عرفان تصوف ہی

غزل عزیز

ہی ترے سایہ مین نازان رخ چمن پرور　　دراز عمر تری کاکل شکن پرور
نبھیگی حضرت ناصح سے کس طرح مجھسے　　مین اپنے عشق پہ مغرور وہ سخن پرور
فنا کے بعد بھی ہی احتیاج خلعت نو　　ضرورت کفن اب بھی ہی تجھکو تن پرور
نبھیگی آپ سے کیا حضرت عزیزان سے　　اگر ہین آپ سخنور تو ز ۔ ۔ سخن پرور



[1] یعنی "العشق ھو اللہ" کی طرح "الحق ھو الحق" بھی رموز تصوف مین سے ہی۔　　"حسرت"

باب التقریظ والانتقاد

خلافت موحدین

مشرقی اسلامی ممالک یعنی بغداد و ہندوستان و ترکستان سے لیکر مصر تک جو ممالک تھے اور جن کا علمی اور سیاسی مرکز بغداد تھا، وہاں علوم عقلیہ کی اشاعت اور ترقی کے ساتھ ساتھ مذہبی عقائد کی روگھٹتی اور بڑھتی رہی، اور اس کا زمانہ دوسری ہی صدی ہجری سے شروع ہوگیا، لیکن مغربی ممالک یعنی تونس، قیروان، مراکش، اور اندلس مین جنکا علمی اور سیاسی مرکز قرطبہ، غرناطہ اور فاس تھا، وہ پانچ صدیون تک برابر اسلام کی سادہ تعلیم پر قانع رہی، اور حدیث و فقہ و تفسیر و قرأت کا وہان بیشتر دوردورہ رہا، امام مالک بن انس کے فقہی و کلامی مجتہدات و اصول ان مین جاری تھے، گویا فقہی حیثیت سے وہ مالکی اور عقائد کی حیثیت سے وہ محدثانہ علم کلام و عقائد کے پیرو تھے،

ادھر مشرقی ممالک مین محدثانہ کلام و عقائد کے بعد اعتزال پیدا ہوا، اس کو رونق رہی، پھر انہین معتزلہ مین سے چند معتدل خیالات کے علما نکلے جنھون نے ایک نئے کلامی فرقہ کی بنیاد ڈالی، جو اپنے بانی اول امام ابوالحسن اشعری کی نسبت سے اشعری مشہور ہے، علامہ باقلانی، امام الحرمین، استاذ ابن فورک، امام ابو اسحاق شیرازی وغیرہ اس فرقہ کے اپنے اپنے زمانہ مین علمبردار ہے، امام الحرمین کی درسگاہ سے امام غزالی پیدا ہوئے، جو خود تو بقول ابن رشد نہ اشعری تھے، نہ معتزلی تھے، نہ صوفی تھے نہ سلفی تھے، مگر تمام دنیا کو انھون نے اپنے زور قلم سے اشعری بنا دیا، اور اس اشعریت نے یہ رتبہ حاصل کیا کہ وہ اسلام کا مرادف ہوگئی اور سلف صالحین کا پرانا سادہ اور صاف اصول اعتقاد شرک و کفر قرار پایا کہ اس سے خدا کا مجسم ہونا، متحیز ہونا، حادث ہونا اور خدا جانے کیا کیا لازم آتا تھا،

محمد بن تومرت، نام ایک بھولا بھالا سیدھا سادھا مغربی نوجوان ممالک مغربی سے نکلکر طلب علم کیلئے مشرقی ممالک مین آیا، اور امام غزالی کی درسگاہ مین داخل ہوا، اور یہان اشعری عقائد کے مطابق مسلمان بنا، اور اس نئے فرقہ کے جوشِ ایمان اور ولولۂ دین کو لیکر اپنے وطن کو واپس گیا، اور وہان مجدد و مہدی بنکر قدیم سادہ اسلامی خیالات کی تردید مین زور قلم کے ساتھ زور بازو بھی صرف کیا، اور بربری قبائل کو رام کرکے ایک نئی اسلامی حکومت کا سنگ بنیاد رکھا، ابن تومرت تو جلد مرگیا، مگر اس کا جانشین عبدالمومن، اس سے زیادہ باہمت، باتدبیر اور منتظم کار نکلا، اس نے اس سلطنت کو اس طرح استوار اور مضبوط کیا، کہ صدیون تک اس کی دیوارین حوادث کے سیلاب و طوفان کا مقابلہ کرتی رہین، اور اشعریت اس سلطنت کا سرکاری مذہب قرار پایا، لیکن اس کا نام یہان توحید رکھا گیا، اور اس کے پیرو موحدین کہلائے،

عقائد کی بحث کو چھوڑکر واقعہ یہ ہو کہ اس نئے فرقہ کے جوش و ولولہ نے اور بربریون کی نئی اور تازہ دم سیاسی اور فوجی طاقت نے اسلام کو جو یہان اموی خلفاء کی بربادی اور عربون کے ضعف سے کمزور ہوگیا تھا، از سرنو زندہ کردیا، اور پھر نئے طریقہ سے صدیون تک اسلام مراکش سے لیکر اسپین تک طاقتور ہوگیا،

علامہ عبدالواحد مراکشی جو چھٹی صدی کے اواخر مین یعنی ۵۸۱ھ مین مراکش مین پیدا ہوئے تھے، اور فاس اور اندلس مین علوم کی تحصیل و تکمیل کی تھی، انھون نے "المعجب فی تلخیص اخبار المغرب" کے نام سے ان موحدین کی حکومت کی تاریخ لکھی تھی، اور آغاز کتاب مین سلسلۂ سخن کے لئے اندلس کی ابتدائی اسلامی تاریخ بھی شامل کردی تھی،

ڈاکٹر ڈوزی، جو عربی ادبیات و تاریخ کے عالم تھے اور اپنے عہد کے سب سے بڑے مستشرق تھے، اور متعدد اسلامی کتابون کے مصنف ہین ان کو المعجب کا ایک قلمی نسخہ لائیڈن کے کتبخانہ مین اتفاق سے مل گیا، جس کو انھون نے بڑی محنت اور عرقریزی سے ۱۸۴۷ء مین یعنی اس وقت جب ہندوستان مین عام مسلمان اندلس کے نام سے بھی شاید واقف نہ تھے، اس کو ٹائپ مین چھاپکر شائع کیا، آخر مین اسمار اور

اعلام کی فہرست بڑھائی، نامون کی تصحیح کی، اس کے بعد اس نسخہ سے نقل ہوکر مصر مین اس کے دوسرے نسخے شائع ہوئے اور اب یہ دونون اڈیشن مصر و یورپ اور ہندوستان مین بھی ملتے ہین،

شاید دسمبر کے معارف مین ہم نے لاہور کے "عاشق اندلس" خاندان کا تذکرہ کیا تھا، جو اردو زبان مین اندلس و مغرب کی تمام علمی یادگارون کی تاریخ کو منتقل کرنا اپنا فریضۂ زندگی جانتا ہی، آج اسی خانوادہ کے ایک اور رکن مولوی نعیم الرحمان صاحب ایم اے پروفیسر عربی مدراس یونیورسٹی کا ذکر کرنا ہی، پروفیسر صاحب نے دو برسون کی محنت مین ڈوزی کی شائع کردہ تاریخ معجب کا اردو مین ترجمہ کیا، اور **خلافت موحّدین** کے نام سے اس کو ٹائپ مین شائع کیا ہی،

کتاب مین عربی اشعار بکثرت ہین، مگر مترجم نے ان کا ترجمہ نہین کیا، اور مقدمہ مین اس کیلئے معذرت کی ہی، لیکن میرے خیال مین اگر ان کا بھی ترجمہ کردیا جاتا تو اردو خوانون کو عربی شاعری کا نمونہ بھی نظر آجاتا اور شاید ان بلاترجمہ عربی اشعار کے جابجا آجانے سے جو ان کو الجھن ہوتی وہ دور ہوجاتی،

ترجمہ تمامتر سلیس، بامحاورہ اور دلچسپ ہی، کتاب کی ترتیب اور اشاعت مین نہایت خوش مذاقی کا ثبوت دیا گیا ہی، ٹائپ کی وجہ سے کتاب بھی بارونق اور مرعوب کن نظر آتی ہی، ابواب اور فصول کے بنانے مین اور پارے (پیراگراف) کے توڑنے مین بھی سلیقہ سے کام لیا گیا ہی، غرض یہ ترجمہ بہمہ وجوہ قابل قدر ہی اور اردو ادبیات مین عمدہ اضافہ ہی،

عربی نامون مین الف لام کا استعمال گو اہل یورپ کی تقلید ہی مگر اردو مین وہ ثقیل معلوم ہوتے ہین، مترجم نے دوزی صاحب کے نسخہ سے نقل کرکے اپنی تجدید محنت کے ساتھ آخر کتاب مین نامون کے اعراب کا ضبط، اشخاص و بلاد اور کتابون کے نامون کی فہرستین بھی الحاق کی ہین، مگر ایک دو جگہ تلاش کرنے سے ہمین معلوم ہوا کہ صفحات کے اعداد مین کہین کہین غلطیان ہین، مثلاً صفحہ ۱۰ مین المسالک والممالک ابوعبید بکری، المسالک والممالک ابن خروادنبہ، المسالک والممالک ابن قباض کے حوالے ہین، مگر صفحہ ۱۰ مین

صرف پہلی کتاب کا تذکرہ ہی اور بس!

امید ہی کہ اسلامی تاریخ کے قدردان، اور اردو ادبیات کی ترقی کے خواہان پروفیسر نعیم الرحمان صاحب کی اس پہلی علمی محنت کی عملی تحسین کرینگے، لکھائی چھپائی صاف عمدہ، ضخامت تقریبًا ۰۰ ۴ صفحہ، موزون متوسط تقطیع، مجلّد، قیمت عہ ر پتہ: مولوی معتقد ولی الرحمان صاحب. نصیر کالج، ربّانی روڈ لاہور،



مطبوعاتِ جدیدہ

تاریخ القرآن، مولنا حافظ محمد اسلم جیراجپوری، استاذ تاریخ جامعہ ملیہ نے کئی سال ہوئے قرآن مجید کے نزول اور جمع و ترتیب کی تاریخ لکھی تھی، وہ اڈیشن ختم ہوگیا تھا، اب انھون نے اپنی اسی کتاب کو جدید اضافون اور حذف و تہذیب کے بعد دوبارہ شائع کرایا ہی، اس دفعہ انھون نے اوّل اور آخر مین کئی ابواب بڑھائے ہین، عربی خط، وحی والہام، قرآن وحدیث کا فرق، نزول قرآن، کفار اور استہزائے قرآن، ترتیب قرآن ربط آیات، حفاظت قرآن، جمع قرآن، مصحفِ عثمان، شیعہ اور قرآن، اختلافات قرأت، اعجاز قرآن، حروف مقطعات، بحث نسخ، دیگر کتب آسمانی، تراجم قرآن، قرآن کا پایۂ علمی، مقبولیت واشاعتِ قرآن، مدنیت قرآن اس کتاب کے فصول وابواب ہین، اور ہر ایک پر مختصر گفتگو کی ہی، پہلے اڈیشن کی طرح اس اڈیشن کے متعلق بھی ہم جناب مؤلف سے عرض کرینگے کہ ہر فصل پر اس سے زیادہ مفصل اور مدلّل بحث کی ضرورت ہی، شاید مولنا نے اس کے نصاب تعلیم مین داخل ہونے کے خیال سے اختصارِ کلام کو مناسب سمجھا ہی، کتاب بہرحال اردو مین مفید ہی، اور عام طلبہ کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہئی، لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ، ۱۲۶ صفحات، قیمت عہ، پتہ: شعبہ تالیف جامعہ ملیہ، علی گڈھ،

آیات خلافت، مولوی مفتی محمد حبیب الرحمان صاحب بدایونی نے اس نام سے قرآن مجید کی ان آیتون کی تفسیر لکھی ہی، جن مین خلافت کا ذکر ہی، مقدمہ مین خلافت اسلامیہ کی مختصر تاریخ اور شرائط خلافت وبیعت لکھے ہین، عام مسلمانون کو خلافت کا مفہوم سمجھنے کے لئے یہ رسالہ مفید ہوگا، ۵۶ صفحات، قیمت ۸ر پتہ: دار التصنیف بدایون،

بادل کے بچے، علم کائناتِ جوّیہ یعنی برق و باد و ابر و برف وغیرہ طبعی مسائل کو بچون کے سمجھانے کے لئے افسانہ کی صورت مین ایک انگریزی کی ابتدائی کتاب کا ترجمہ، پروفیسر فیروز الدین صاحب مراد

استاذ طبعیات مسلم یونیورسٹی نے کیا ہی، اور "بادل کے بچے" اس کا نام رکھا ہی، اصل کتاب مین صرف اس قدر فرق کیا ہی کہ نام اسلامی اور طرز گفتار ہندوستانی کر دیا ہی جودہ باون مین سائل کی تشریح کی ہی، اسلوب بیان سہل اور بچون کے لئے دلپسند ہی، چھوٹی تقطیع، ۷۱ صفحات، قیمت عہ مترجم صاحب سے ملیگی،

آزادئ ہند، سی، الیف، انیڈریوز کے ایک انگریزی مضمون کا اردو ترجمہ سہیل نگینوی صاحب رکن دار الترجمہ جامعہ ملیہ علی گڈھ نے اس نام سے کیا ہی، جس مین بتایا گیا ہی کہ ہندوستان کی قومی آزادی کا کیا مفہوم ہی اور وہ کس طرح حاصل ہو سکتی ہی، ۲۰ صفحات قیمت شاید ۴ر شعبۂ تالیف جامعہ ملیہ علی گڈھ،

ٹریڈ یونین، لاہور مین مزدور پیشہ طبقات کو باقاعدہ منظم کرنے کا خیال چند صاحبون کو ہوا ہی، جن مین پیش پیش جناب غلام نبی خان اور غلام حسین صاحب ایم اے ہین، جو اپنے قلم و دماغ سے اس تحریک کو پھیلانا چاہتے ہین، انقلاب نام ان کا اخبار و رسالہ بھی ہی اور متعدد رسائل بھی انھون نے اس باب مین لکھے ہین، پیش نظر رسالہ مین ہندوستانی مزدورون کو متحد کرنے کی دعوت دی ہی، اور جابجا اپنی انجمنین بنانے کا مشورہ دیا ہی، قیمت ۴ر

جمہور کا سوراج، یہ رسالہ بھی، جناب غلام نبی خان صاحب کی تحریر ہی اس مین یہ دکھایا ہی کہ مزدوری پیشہ لوگ کیسا سوراج چاہتے ہین، اور ملکی حکومت کا نظام کیا ہونا چاہئے؟ قیمت ۶ر یہ دونون رسالے "اصلاح بک ڈپو" لاہور سے ملینگے،

جامعہ، جامعۂ ملیہ اسلامیہ علی گڈہ کے طلبہ کا ماہوار رسالہ ہی، ابھی صرف پہلا نمبر نکلا ہی، اس کو دیکھکر امید ہوتی ہی کہ یہ ارد و رسائل کی صف مین اچھی جگہ حاصل کر لیگا، لیکن ہم کو یہ مشورہ دینا ہی کہ جامعہ کے رسالہ کو نہ صرف کیف ما اتفق چند مضامین نظم و نثر کا مجموعہ ہونا چاہئے بلکہ کسی خاص مطمح نظر اور نصب العین کو پیش نظر رکھکر اس کے مطابق اور اسی معیار کے ساتھ رسالہ کو چلانا چاہئے، ناظرین سے درخواست ہی کہ وہ طلبائے جامعہ کی اس قلمی جد و جہد کی قدر کرینگے، ۵۶ صفحات ۲۰×۲۶ تقطیع، قیمت للعہ سالانہ، شعبۂ تصنیف جامعہ ملیہ علیگڈہ

مجلد یازدہم	ماہ شعبان ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۲۳ء	عدد چہارم

مضامین

شذرات		۲۴۱-۲۴۸
سلطان زین العابدین کشمیری	مولوی ابوالحسنات صاحب ندوی	۲۴۵-۲۷۴
نظریۂ اضافیت	پروفیسر نصیر احمد، جامعہ عثمانیہ	۲۷۵-۲۸۸
فلسفہ ترغیب	سید وہاج الدین صاحب بی اے	۲۸۹-۲۹۸
ہندوستان کی تعلیمی ترقی	•	۲۹۹-۳۰۰
بالشوزم اور اسلام	•	۳۰۰-۳۰۱
اخبار علمیہ	•	۳۰۲-۳۰۹
فکر سلیم	مولنا وحید الدین سلیم پانی پتی، جامعہ عثمانیہ	۳۱۰-۳۱۱
حضرت عائشہ صدیقہؓ	پروفیسر نواب علی ایم اے، بڑودہ کالج	۳۱۲-۰
سرگذشت الفاظ	مولوی ابوالجلال ندوی،	۳۱۳-۳۱۸
مطبوعات جدیدہ	•	۳۱۹-۳۲۰

شذرات

ہندوستان نے گذشتہ سالون مین آستانۂ **خلافت** سے اپنے ہر قسم کے تعلقات قائم کرنے پر بہت زور دیا ہی اب اس کے امتحان کا وقت آگیا ہی، دولت انگورہ نے شیخ عبدالعزیز شاویش کے زیر سیادت ایک "محکمۂ اسلامیہ دینیۂ علمیۃ" قائم کیا ہی، جسکا مقصد دنیائے اسلام کو علمی تبلیغی اور تعلیمی کوششون مین باہم ایک دوسرے سے پیوستہ کرنا ہی، اسی سلسلہ مین شیخ شاویش نے ایک دائرۃ المعارف الاسلامیہ کی ترتیب کا اعلان کیا ہی جس مین موجودہ عالم اسلامی کی تاریخ اور اس کی موجودہ علمی و اصلاحی کوششون کی تفصیل ہوگی۔ اسی تقریب سے وہ یہ چاہتے ہین کہ محکمۂ مذکور کے احاطہ مین موجودہ مسلمان قومین مختلف ملکون کے اندر اپنی مختلف زبانون مین علم و فن کا جو سرمایہ جمع کر رہی ہین، اس کو یکجا کیا جائے، یعنی اسلامی زبانون مین جو تالیفات اور تصنیفات اور کتابین ہین ان کو فراہم کرکے اسلامی زبانون کا ایک مشترک کتبخانہ آستانۂ خلافت مین جمع کیا جائے الشیخ موصوف نے اس غرض کیلئے عربی و ترکی اخبارات مین دنیا کی مسلمان قومون سے درخواست کی ہی، اور اسی سلسلہ مین **ہندوستان** کا نام بھی اونکی زبان پر آیا ہی،

ہندوستان کا علمی حلقہ جو سیاسی کاروبار سے عموماً الگ ہی اس کیلئے یہ پہلا موقع ہے کہ اس شاندار اور عظیم الشان تحریک مین حصے، کہ اسلامی دنیا مین جوش و خروش اور ولولۂ سیاسی کی جو بلندی اُسکے ملک کو نصیب ہوئی ہی، وہ علمی حیثیت سے پست نہونے پائے، اور اسلامی قومون کی برادری مین اپنی علمی کوششون کے عدم اظہار سے رسوائی نہ ہو، اور اسلامی ملکون کی علمی و دماغی جد و جہد کا جو مرقع انگورہ کی عمارت مین تیار ہو رہا ہی، اس مین ہندوستان کی جگہ خالی نہ رہجائے۔

چونکہ شیخ مذکور کا یہ اعلان عربی اخبارات مین شایع ہوا ہی اس لئے مکہ مکرمہ کے ایک ہندوستانی تاجر نے جنکو علمی ذوق ہی اور ہزارون کوس دور رہکر بھی ان کو اپنی زبان نہین بھولی ہے، اونھون نے یہ اعلان پڑھکر اپنے دل مین غیرت محسوس کی کہ اس عظیم الشان اسلامی کتبخانہ مین ہندوستان کے نام کی الماریان خالی پڑی رہین، اونھون نے ایک خط مین ہم کو لکھا ہی کہ اگر آپ اس کام کو اپنے ہاتھ مین لین اور خود اردو کی عمدہ کتابون کو منتخب کرنیکی تکلیف اٹھائین تو مین دو سو روپئے اس مد مین دیتا ہون، اونھوں نے اپنے چندہ کے بقدر اردو کتابین منتخب کر کے اونکی فہرست بھی بھیجدی ہے۔



ہمارے خیال مین اردو کی اعلیٰ اور منتخب کتابون کی فراہمی اور جلد بندی مین ڈھائی ہزار روپئے خرچ ہونگے، دو ہزار کی کتابین اور ۵۰۰ کی جلد بندی ہوگی، اس لئے علم دوست حضرات اور اکابر مصنفین سے درخواست ہی کہ وہ اس کار خیر مین شرکت فرمائین۔ ارباب مطابع اگر اپنے ہان کی عمدہ کتابین مجلد عنایت فرمائین اور مصنفین اپنی تصنیفات کا ایک ایک نسخہ عنایت کرین اور اہل استطاعت روپئے سے شرکت کرین تو ہندوستان کا یہ ایک بڑا کارنامہ انجام پائے، اہل مطابع اور مصنفین صرف وہی کتابین بھیجین جو عمدہ لکھی اور چھپی ہون، اور جن کا کاغذ اچھا ہی، اور جو کسی بلند موضوع پر ہون، عام ردی کتابین درکار نہین، کتابون کی جلدین عمدہ ہون، اور ان کے پہلے صفحہ پر صاف اور خوش سلیقگی کے ساتھ دستخط بھی کر دین، انگورہ تک براہ راست کتابون کے پہنچنے کا انتظام کر لیا گیا ہی۔

ہمارے ایک دوست اور معارف کے قدر دان آصف فیضی کیمبرج سے لکھتے ہین کہ معارف نے ڈاکٹر نکلسن پر جو کچھ لکھا تھا، ڈاکٹر صاحب موصوف نے اسکو پسند کیا، اور معارف کے ناقدانہ مباحث علمی مقالات، مستشرقانہ معلومات، اور مشرقی و مغربی علوم و خیالات کی آمیزش سے

کی اونھون نے داد دی اور اس حیثیت سے ہندوستان کی ترقی پر اپنی خوشی کا اظہار کیا، ہمارے ایک دوسرے کرم فرما اور معارف کے قدرشناس مولوی معین الدین صاحب نصاری نے کیمبرج سے معارف کے شائع شدہ مضمون "وحدۃ الوجود" پر تنقید لکھکر بھیجی ہو، اور اسی کے ساتھ، تصوف پر ڈاکٹر نکلسن کا ایک تازہ خطبۂ علمیہ اُن سے معارف مین اشاعت کی اجازت لیکر ارسال کیا ہی، جو آئندہ شائع ہوگا، ابھی برلن سے بھی ایک قدردانِ معارف کا خط آیا ہو کہ وہ جرمنی کے علمی و تعلیمی حالات سے ناظرین معارف کو آگاہ کرنیکا فرض انجام دے سکتے ہین، سفارت افغانستان مقیم لندن بھی معارف کی قدردانی کا ثبوت دے رہی ہے،

یہ تو مغرب کا حال تھا مشرق مین بھی اس کی قدردانی کا سامان ہو رہا ہو، ہندوستانی طلبہ مقیم مصر بھی معارف ہی کو اپنے ملک کا علمی نمایندہ سمجھ رہے ہین، اور ہر ہفتہ ان مین سے کسی نہ کسی کا خط آتا رہتا ہو، اسی سلسلہ مین یہ خبر بھی مسرت سے سنی جائیگی کہ معارف کے مضمون نگار مولوی ابو النصر سید احمد صاحب بھوپالی تکمیل تعلیم کی غرض سے مصر گئے ہین، اور بھی کئی طلبہ کے جانیکی امید ہو، ہمارے عربی خوان طلبہ مین یہ ولولہ و ہمت جناب نواب حافظ عبید اللہ خان صاحب بالقابہ (بھوپال) کے دست کرم کی ممنون ہے،



ہندوستان کے فارسی گو شعرائے متاخرین مین ایک ملا **غنیمت** ہین، جو بیدل وغیرہ کی صف مین ہین، ہندوستان کے فارسی گو متاخر شعرا، بیدل، غنی، واقف، غنیمت، قتیل یہی لوگ ہین، ان مین بیدل کے بعد غنیمت، غنیمت ہین، غنیمت پنجاب کے باشندہ تھے، ان کا مزار شہر گجرات (پنجاب) کے قریب واقع ہو، گجرات کے علم دوست اصحاب چاہتے ہین کہ ان کے مزار کی درستی و مرمت کیجائے،

خان بہادر محمد اشرف خان (گجرات) اپنے ایک عنایت نامہ مین معارف کو ادھر متوجہ فرماتے ہین اور اس کیلئے مالی اعانت چاہتے ہین، انکی اطلاع سے یہ سنکر افسوس بھی ہوا اور خوشی بھی ہوئی کہ اس مد مین سب سے پہلے ایک ہندو علم دوست رائے صاحب لالہ کدار ناتھ رئیس گجرات نے سبقت کی، افسوس اس کا ہوا کہ مسلمانون سے زیادہ دوسری قومین اُن کے اکابر کی قدر کو پہچانتی ہین، اور خوشی اس کی ہوئی کہ ہندو علم دوست اب تک ایک فارسی نغزگو شاعر کے مرتبہ شناس ہین،

مارچ ۲۲ء (رجب ۱۳۴۱ھ) کے معارف کے سلسلۂ شذرات مین فقہ حنفی کی ایک قلمی کتاب **اختیار** کا ذکر آیا تھا، نواب صدر یار جنگ مولنا **حبیب الرحمن** خان شروانی اس کے متعلق اپنے ایک رقیمۂ کریمہ مین ارقام فرماتے ہین،

"رجب سنہ حال کے معارف مین جونپور کے کتاب خانہ کے تذکرہ کے ضمن مین ایک فقہ کی کتاب اختیار نامی کا ذکر ہے، اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ مجھکو بھی یہان ملا ہے، اس مین کتاب کا تاریخی نام **اختیار** ہے، جس سے ۱۲۱۲ھ برآمد ہوتے ہین۔ جو سنہ تالیف ہے، چنانچہ مولوی سلامت علی خان معروف حذاقت خان دیباچہ مین لکھتے ہین،

"چون سال یکہزار و دوصد و دوازدہ از ہجرۃ النبی صلعم آغاز تالیف این کتاب است لہذا باختیار موسوم گشت" اس نسخہ مین جان نیف اور ڈبن کا ذکر نہین ہے، نسخہ پورا ہے،

مولنا موصوف کا استدراک صحیح ہے، کتاب کا نام اختبار نہین، اختیار ہے، جس سے سنہ تالیف نکلتا ہے، اس کے علاوہ چونکہ یہ کتاب مسائل کا انتخاب ہے اس لئے مناسب نام اختیار ہی ہو سکتا ہے،

خلیفہ مامون الرشید نے جب قیصر روم پر فتح پائی تو شرائط صلح مین یہ بھی تھا کہ قیصر قسطنطنیہ کے

کتبخانون سے یونانی فلسفہ کی کتابین مہیا کرے گا، چنانچہ لکھا ہے کہ گمٹی اونٹون پر فلسفہ کی کتابین لدکر قسطنطنیہ سے بغداد آئین، تاریخ واقعات کا اعادہ کررہی ہے اٹلی نے جرمنی سے تاوان جنگ کے سلسلہ مین یہ قرارداد کرائی ہے کہ جرمنی زرنقد کے معاوضہ مین اپنے ہان کی کتابین اٹلی کو دیگی، تاوان جنگ کی یہ علمی قسط سنا ہو کہ اس قدر عظیم الشان ہوگی کہ اب تک، دنیا کی کسی قوم نے اتنی کتابین کسی دوسرے ملک سے نہین لی ہین، معلوم نہین "کتبخانہ اسکندریہ" کا مؤرخ اس واقعہ کو سنکر اپنی تاریخ مین کیا لکھتا؟

حال مین مصر سے قدمائے فن کی جو نئی کتابین چھپکر شایع ہوئی ہین، ان مین دو کتابین الاحکام علامۂ **آمدی**، اور الموافقات علامۂ **شاطبی** اصول فقہ مین عجیب وغریب ہین، جن سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ فن درحقیقت قدماء کے عہد مین کس قدر مرتب اور صحیح حالت مین تھا، نورالانوار اور توضیح وتلویح کے عشاق دیکھین کہ اصول فقہ کا اصلی فن وہ ہے جو ان کتابون مین ہو وہ نہین جس پر وہ اپنے اوقات عزیز کو ضائع کررہے ہین،

اس وقت **کابل** اپنے جوان عمر، پیر عقل حکمران کی کارفرمائیون سے وسط ایشیا کا اسلامی مرکز بن رہا ہے اور وہ اس وقت صحرائے ایشیائے وسطیٰ مین ایک نخلستان کی حیثیت رکھتا ہو جدید مدارس کھل رہے ہین، مکاتب قائم ہورہے ہین طلبہ یورپ جارہے ہین، اصلاحات اور تنظیمات جاری ہورہے ہین، یہ سب کچھ ہورہا ہی مگر جو منظر ہماری آنکھین ڈھونڈھتی ہین وہ نہین ملتا، ہمارا یقین ہو کہ مسلمانون کی ترقی جدید تعلیم کے فروغ سے زیادہ قدیم تعلیم کی اصلاح سے ہوگی، عام مسلمانون مین جدید تعلیم یافتون کے فیض اثر سے زیادہ کامیابی نہ ہوگی، بلکہ علما اور ملّاؤن کی قدیم تعلیم وتربیت کی اصلاح سے ہوگی، ہمارے دل کی آرزو تھی کہ کابل مین جدید طرز کا ایک عربی کا مذہبی جامعہ (یونیورسٹی) قائم ہو جس مین حالات زمانہ سے باخبر، علوم عصری سے

آگاہ، موجودہ ضروریات اسلامی سے آشنا، سیاسیات عالم سے واقف علما پیدا ہون جن مین وسعت نظر ہو، اسلام کی موجودہ مشکلات کا جدید طرز پر مقابلہ کرنیکی جن مین قوت ہو، اگر کوئی ایسی مذہبی یونیورسٹی دار الملک کابل مین قائم ہو جائے تو وہ یقیناً ایشیائے وسطی کے مسلمانون کیلئے سرچشمۂ حیات ثابت ہو،

یہ تخیل چند سال سے ذہن مین قائم تھا، اتفاق سے لندن کے سفارت خانۂ افغانی کے ایک روشن خیال کانسلر سید **قاسم خان** کا ایک خط موصول ہوا، جواب مین اپنے خواب شیرین کا بھی تذکرہ زبانِ قلم پر آگیا، موصوف نے اپنے مکرمت نامہ مورخہ ۲۹ مارچ ۲۳ء مین اس کے متعلق جو اطلاع دی، وہ ہماری بیحد خوشی و مسرت کا باعث ہوئی ہم چاہتے ہین کہ ہمارے برادران معارف بھی اس خوشی مین شریک ہون، موصوف لکھتے ہین:-

"آپ نے اپنے خط مین نوازش فرماکر کابل مین ایک عربی درسگاہ کی ضرورت جتلائی تھی، تاکہ وہ وسط ایشیا کے علمی پیاسون کی پیاس بجھا سکے، آپکی تجویز نہایت مبارک ہے، مین آپ کو خوشی سے اطلاع دیتا ہون کہ پنج سال پہلے یہ خیال تھا کہ ایک ایسی درسگاہ قائم کیجائے اور مین اس تجویز کے طرفدارون مین سے ایک تھا، اب افغانستان کے اس روشن دور مین اس خیال کو خاص اہمیت دیجاتی ہے، امید ہے کہ اس مبارک تجویز کو عنقریب عمل مین لایا جائیگا، اور اس کیلئے کابل مین کوشش ہو رہی ہے"

یاد ہوگا کہ گذشتہ سال **نوائے کیمبرج** کے نام سے کیمبرج (انگلینڈ) کے ہندی طلبہ نے اردو کا ایک ششماہی رسالہ نکالا تھا، مگر ایک ہی نمبر نکل کر رہ گیا تھا، اب کیمبرج اور اکسفورڈ دونون درسگاہون کے

ہندوستانی طلبہ نے مل کر نوائے ہند کے نام سے دوسرا رسالہ جاری کیا ہے، اور جس کا اہتمام ہندوستان مین انجمن ترقی اردو نے اپنے ذمہ لیا ہے، اور اس وقت اوسکا پہلا نمبر ہمارے سامنے ہے جو نظم و نثر کا قابل قدر مجموعہ ہے؛

ایک زمانہ تھا جب نہ صرف یورپ کے دیر و کلیسا مین بلکہ واپس آکر وطن کے حریم پاک مین بیٹھکر بھی اپنی مادری زبان مین اظہار مدعا، حرام مطلق تھا، دیسی زبان کا بولنا ایک مقیم انگلینڈ ہندوستانی کے لئے غایت درجہ توہین سمجھی جاتی تھی، مگر لیل و نہار کا یہ انقلاب دیکھو کہ اکسفورڈ اور کیمبرج کے ہندوستانی فرزند اب اپنی ہندوستانی مادری زبان پر نازان، اور اس کی اصلاح و ترقی مین کوشان ہین، اور وطن سے ہزارون کوس دور بیٹھکر اپنے وطن کی علمی و ادبی مساعی کے لئے سرگرم عمل ہین، امید ہے کہ اب "دیسی صاحب لوگون" کیلئے دیسی زبان مین باتین کرنا، کسر شان کا موجب نہ ہوگا،

تمام دنیا کی جنس نسوانی کا جو جلسہ سوئیزرلینڈ مین آئندہ ہونیوالا ہے، اس کی شرکت کے لئے نمایندہ خواتین مشرقی ممالک سے بھی جاری ہین، مصر سے مسلمان خواتین گئی ہین اور ہندوستان سے بھی خواتین کی ایک جماعت عازم ہے، جلسہ مذکور مین جو مباحث پیش ہونگے ان مین دو مسئلے سب سے زیادہ اہم ہین، اول یہ کہ جنس نسوانی، مردون سے مستقل بالذات ہوکر اپنے ذریعۂ معاش کی آپ متکفل اور خود مختار جنس انسانی ہو؛ دوم یہ کہ ناجائز اولاد کے حقوق کو محفوظ و متعین کیا جائے واقعہ یہ ہے کہ یورپ معاشرتی حیثیت سے نزع کی حالت مین ہے، اس کی اخلاقی زندگی تن بیجان ہے، اس مردہ لاش مین قانون و حفاظت حقوق کے نام سے جان ڈالنے کی کوشش غلط "مسیحائی" کا دعوی ہے، افسوس ناک امر یہ ہے کہ مشرقی اور مسلمان خواتین جنکو ان کے رسوم معاشرت اور مذہب نے ان مصیبتون سے محفوظ رکھا ہے وہ بھی اس گمراہ کن صدائے مغرب کے پیچھے چل رہی ہین، مصر کے ایک مشہور اہل قلم نے مصری خواتین کو ان کی غلط روی پر سچائی سے ٹوکا ہے لیکن آہ یہ درت کی مقدس دیبیونکو کون ٹوکے؟

مقالات

سلطان زین العابدین کشمیر

(ماخوذ از فرشتہ)

از مولوی ابوالحسنات صاحب ندوی

سلاطین تیموریہ اوران مین بھی شاہنشاہ اکبر و جہانگیر کی اس خوش قسمتی کو کیا کہیے کہ اندنون جب کبھی ملک کے اسلامی عہد حکومت پر کچھ لکھا یا کہا جاتا ہی تو ہندوستان مین مسلمان بادشاہون کی سیاسی رواداری کی تاریخ انھی کے عہد حکومت سے شروع کیجاتی ہی، بیان کیا جاتا ہی کہ ہندو اور مسلمانون کے ساتھ عدل و انصاف مین مساوات تیموریون نے قائم کی، ہندو قوم پر ملکی مناصب کا دروازہ تیموریون سے پہلے بند تھا، فوجی اور لشکری خدمات مین سلاطین اسلام تیموریون سے پہلے صرف مسلمانون پر اعتماد رکھتے تھے اور مذہبی معاملات مین ہندؤن کے ساتھ تعصب و نارواداری تو اکبر و جہانگیر سے پہلے ہندوستان کے مسلمان بادشاہون کی عام اورسلم پالیسی تھی، یہ ایک خیال ہی جو ملک مین اعتقاد عام بنکر شایع ہوچکا ہی، لیکن دیکھنا یہ ہی کہ کیا یہ اعتقاد عام صحیح اور درست بھی ہی؟ کیا تیموریون سے پہلے ہندو ملکی مناصب سے واقعۃً محروم تھے؟ کیا ان سے پہلے فوجی و لشکری معاملات مین سلاطینِ اسلام کو ہندؤن کی وفاداری پر بھروسہ نہ تھا؟ کیا عدل و انصاف مین ہندو اور مسلمانون کے ساتھ مساویانہ برتاؤ نہ کیا جاتا تھا؟ اور کیا اکبر و جہانگیر سے پہلے شاہان اسلام ہندؤن کے مذہب کے ساتھ درا صل تعصب رکھتے تھے؟

تاریخ ہند کی خاموش زبان اس عام عقیدہ کے ہر حصّہ کی تکذیب کرتی ہی، وہ بتاتی ہی کہ ہمارن اسلامی عہد حکومت مین اول سے آخر تک صرف دو اصول حکمرانی پر عمل کیا گیا ہی، سلاطین اسلام کا ایک گروہ وہ تھا جو ملکی سیاسیات کو اپنے مذہبی جذبات وعقائد کے زیر اثر رکھتا تھا اور وہ یہ چاہتا تھا کہ قرآن مجید، احادیث وفقہ کے احکام اور خلفائے اسلام کے طرز حکومت کی پیروی کیجائے، دوسرا گروہ وہ تھا جو ضرورت وقت،

ترقی سلطنت اور اقتدار سیاست کے لئے جو کچھ مناسب سمجھتا تھا اسی پر عمل کرتا تھا، یہ دو اصول تھے لیکن ان مین سے کسی ایک کا بھی مقصد و مطلب یہ نہ تھا کہ رعایا کے ساتھ مذہبی اور قومی تعصب برتا جائے، اس سے انکار نہین کہ نوسو برس کی وسیع تاریخ مین کچھ نہ کچھ ایسے واقعات ضرور نکالے جا سکتے ہین جن کے اصلی علل واسباب پر غور کئے بغیر ان کو قومی منافرت و تعصب کی مثال مین پیش کیا جا سکے لیکن یہ قطعاً ناممکن ہو کہ اس قسم کے واقعات کو اسلامی حکومت کی مسلم اور عام پالیسی ثابت کیا جا سکے،

مسالمت، رواداری اور غیر متعصبانہ روش سیاست تیموریون سے بہت پہلے بارہا ہندوستان مین ظہور پذیر ہو چکی ہو، میرے نزدیک تیموریونکو صرف اس قدر فضیلت حاصل ہو کہ یا تو انھون نے قصداً مسالمانہ اور روادارانہ طرز عمل کو اپنے ہر ولیعہد حکومت کے لئے لازمی قرار دیا یا بخت و اتفاق سے ان مین پے درپے ایسے مدبر سلاطین پیدا ہوئے جنھون نے حالات کا صحیح اندازہ کرکے روادارانہ روش سیاست کی سختی سے پابندی کی، آج تیموریون کی دستار فضیلت مین فخر و اعزاز کا جو طرہ لگایا جا رہا ہو وہ دراصل اسی واقعہ کا نتیجہ ہو، غور کرو اکبر اور جہانگیر نے پے درپے کم وبیش پچھتر برس کی طویل مدت تک ایک ہی طرز و روش پر حکومت کی، اس طویل مدت مین ملک نے اس طرز حکومت کے واقعات کو کس قدر خوبی کے ساتھ اچھی طرح یاد کر لیا ہوگا، بخلاف اس کے جو سلاطین ان سے پہلے گذرے، ان کا یہ حال تھا کہ ایک بادشاہ ایک خاص طرز حکومت کو اپنے عہد تک قائم رکھتا تھا مگر اس کے بعد جب دوسرا آتا تھا تو وہ بالکل پہلے سے مختلف طرز حکومت کی بنیاد ڈالتا تھا یہ اسی کا نتیجہ ہو کہ آج لوگون کو تیموریون سے پہلے روادارانہ طرز حکومت کا کوئی واقعہ یاد نہین آتا حالانکہ تاریخ کے اوراق ان واقعات سے خالی نہین ہین،

علاء الدین خلجی کا طرز حکومت یہی تھا کہ وہ سیاسی معاملات مین تمام رعایا کو ایک نظر سے دیکھتا تھا، وہ ضرورت وقت اور ترقی و تحفظ سلطنت کے لئے جو کچھ مناسب سمجھتا تھا خواہ وہ موافق شرع ہو یا نہ ہو، وہی کرتا تھا اور اپنے معاملہ کو بالکل خدا پر چھوڑ دیتا تھا چنانچہ قاضی مغیث الدین بیانوی کو خطاب کرکے ایک

موقع پر اس نے یہ جملے کہے تھے،

انچہ تو میگوئی حق است لیکن مہمات دنیا خصوصاً ہندوستان	جو کچھ تم کہتے ہو سچ ہی لیکن دنیا اور خصوصاً ہندوستان کے
محض شریعت نظام در رونق نمی یابد و تا سیاستہائے عظیم	معاملات ملکی محض شریعت کے مقرر کردہ نظام پر چل نہین سکتے
بظہور نرسانم ملک آرام نمی پذیرد و تعزیرات شرعی مردم	جب تک بڑی اور موثر کارروائیان نہ کیجائین ملک مین سکون آرام
زمان براہ مستقیم نمی آیند۔ .. .. .. دازینکہ	نہین پیدا ہو سکتا اور محض شرعی احکام کے مطابق اس زمانہ کے
قصد و نیت من رفاہیت عامۂ خلق اللہ است، امید	لوگون کو راہ راست پر نہین لایا جا سکتا .. .. اور چونکہ
دارم حق سبحانہ تعالیٰ گناہم بہ بخشد و در توبہ نیز کشادہ	جو کچھ مین کرتا ہون اس سے میری نیت عامۂ خلق اللہ کی رفاہیت
است (ذکر خلجی)	اور خیر طلبی ہی اس لئے خدا سے اُمید کرتا ہون کہ وہ میرے
" " " "	گناہون کو بخشدیگا اور توبہ کا دروازہ ابھی تک بند نہین ہوا

رفاہیت عامہ خلق اللہ کے اس طالب بادشاہ نے جو قوانین حکومت مرتب کئے اور جن پر سختی کے ساتھ اس کے عہد حکومت مین عمل کیا گیا وہ آج بھی تاریخ ہند کے اوراق مین ثبت و مسطور ہین کیا اس مین کوئی دفعہ ایسی بھی نکالی جا سکتی ہی؟ جس کا مقصد و مفاد یہ ہو کہ ہندو اور مسلمان رعایا کے درمیان ان قوانین کے تعمیل و تنفید مین ایک کے ساتھ سختی اور دوسرے کے ساتھ نرمی سے کام لیا جائے،

محمد تغلق نے ہندو راجاؤن کو اعلیٰ جنگی مناصب اور دوسرے قابل ہندوؤن کو اعلیٰ ملکی عہدات پر فائز کیا، اس نے ہندو قوم کی دولت و ثروت مین کسی طرح دست اندازی کرنا کبھی روا نہین رکھا اور اس نے عدالتی کارروائیون مین ہندو اور مسلمان، امیر و غریب سب کے ساتھ مساوات پر سختی سے عمل کیا، شیر شاہ نے جہانگیر کی طرح زنجیر عدل آویزان نہین کی تاہم اس کے عدالت خانے کے دروازہ پر حاجب و دربان متعین نہ تھے وہ عدل و انصاف مین قومیت مذہب اور شخصیت کا کچھ بھی لحاظ نہین کرتا تھا اکبر سے بہت پہلے ابراہیم عادل شاہ نے اپنے تین ہزار غیر ملکی اُمرا و سرداران لشکر مین سے صرف چار سو ضروری اشخاص کو اپنے منصب پر باقی رکھکر

بقیہ تمام لوگوں کو جو نوکر خاصہ مین داخل تھے اور برابر اس کے ہمرکاب رہا کرتے تھے معزول کر کے اُن کی جگہ پر ملکی امراء و سرداران لشکر مقرر کئے، اس نے ہندؤون پر اعتماد کیا اور سلطنت کے اعلیٰ و ذمہ دارانہ مناصب ان کو عطا کئے، اس نے دفتر کی زبان تک فارسی کے بجائے دکنی ہندی کردی، یہ اور اس قسم کے بہت سے واقعات اس سلسلہ مین پیش کئے جا سکتے ہین اور واقعہ یہ ہے کہ رواداری و مسالمت کی یہ داستان بہت طویل ہے لیکن میرا مقصد اس موقع پر اس داستان کو چھیڑنا نہین بلکہ انہی سلاطین مذکور کی طرح ایک مسالمت خو روادار سلطان کے حالات و واقعات زندگی کو پیش کرنا ہے جس نے مذہب، عدالت، علم و فن کی ترویج و اشاعت اور ملکی مناصب غرض ہر چیز مین اپنی رعایا کے ہر فرقہ اور ہر گروہ کے ساتھ رواداری و مساوات کو اپنا اہم مقصد اور بنیادی طرز عمل قرار دیا یہ سلطان، فرمانروائے کشمیر سلطان شاہی خان تھا جو تاریخون مین عام طور پر سلطان زین العابدین کے نام سے مشہور ہے،

پیدائش و آغاز حکومت

شاہی خان سنہ ۸۰۰ھ مین پیدا ہوا باپ کا نام سلطان سکندر تھا جس نے بائیس سال نو مہینے[1] حکومت کرنے کے بعد سنہ ۸۱۹ھ مین انتقال کیا۔ باپ کے بعد شاہی خان کے بڑے بھائی سلطان علی شاہ نے چھ برس نو مہینے حکومت کی، علی شاہ کے بعد شاہی خان سنہ ۸۲۶ھ[2] مین سریر آرائے حکومت ہوا، اس کا تخت حکومت پر جلوہ فرما ہونا بھائی کی موت یا بھائی کی عنایت و کرم کا نتیجہ نہین بلکہ اس کی ذاتی شجاعت و جوہر قابلیت اور اہل کشمیر مین اسکی عام ہر دلعزیزی کا نتیجہ تھا، واقعہ یہ ہوا کہ اول اول جب سلطان علی شاہ نے سیر دنیا[3] کے عزم سے کشمیر چھوڑنا چاہا تو اپنے منجھلے بھائی شاہی خان کو اپنا جانشین مقرر کیا اور چھوٹے بھائی محمد خان کو اس کی اطاعت و انقیاد کی نصیحت کی، حکومت اور گھر کے معاملات کو یکسو کر چکنے کے بعد وہ اپنے خسر راجہ جمون کے پاس وداعی ملاقات کے لئے آیا، یہان راجہ جمون اور راجہ راجوری نے اس کو تخت حکومت چھوڑنے اور شاہی خان کو اپنا جانشین مقرر کرنے پر سخت ملامت

---

[1] بروایت آئین اکبری نو مہینے چھ دن [2] بروایت آئین اکبری سفر حجاز،

کی بیان نہ کی کہ وہ اسے اس فعل سے پشیمان ہوا اور تخت حکومت پر قابض ہو جانیکی خواہش کی، ظاہر ہے کہ ملک و مال اور لشکر اس کے قبضہ سے نکل چکا تھا اور پھر ان پر قابض ہو سکنا کسی قوی یاور مددگار کے بغیر ناممکن تھا اس لئے خود راجہ جموں اور راجہ راجوری مددگار بن گئے اور اب سیر عالم کا یہ آرزومند و تارک سلطنت بادشاہ پھر کشمیر اور اس کے چھوڑے ہوئے تخت و تاج پر قبضہ کرنے کے لئے اس پر حملہ آور ہوا، شاہی خان جو تخت حکومت پر قدم رکھنے کے بعد ابھی اچھی طرح اس پر بیٹھ بھی نہ سکا تھا یہ حالت دیکھکر کشمیر سے نکلا اور سیالکوٹ کی طرف روانہ ہوگیا یہ وہ زمانہ تھا جب جسرت کھکر جس کو تیمور ہندوستان سے قید کرکے اپنے ساتھ سمرقند لے گیا تھا لیکن یہ بہادر قیدی کسی طرح وہان سے نکلکر پنجاب چلا آیا اور یہان آکر پھر اپنا اقتدار دوبارہ حاصل کر چکا تھا، شاہی خان نے اسی کے دامن مین پناہ لی سلطان علی شاہ نے کشمیر کی حکومت ملجانے پر قناعت نہ کی اور بھائی کو وہان سے نکال دینے ہی پر بس نہ کیا بلکہ وہ اس کی گرفتاری کے خیال سے جسرت کھکر پر حملہ آور ہوا، جسرت اور شاہی خان نے ملکر مقابلہ کیا اور دامن کوہ مین طرفین کی فوجین صف آرا ہوئین نتیجۂ جنگ یہ تھا کہ علی شاہ نے شکست کھائی، اس موقع پر سلطان علی شاہ کی ذات کی نسبت دو روائتین ہین ایک روایت تو یہ ہے کہ وہ زندہ گرفتار ہوا دوسری یہ کہ وہ میدان جنگ سے کسی طرف بھاگ گیا، بہرحال فاتح شاہی خان اب پھر کشمیر کی طرف چلا اور سارے ملک کو اپنے قبضہ مین لے آیا، پایہ تخت مین آکر جب تخت حکومت پر جلوہ فرما ہوا تو تمام کشمیر مسرت کے ترانون سے گونج اٹھا، خود حکومت کی طرف سے جشن مسرت کے لئے جو سروسامان کیا گیا اس کی تفصیل تو معلوم نہین لیکن رعایا اور ملک نے اس مین جس طرح حصہ لیا اس کو فرشتہ لکھتا ہے،

ومردم کشمیر کہ خواہان او بودند خوشحال شدہ نقارہائے شادیانہ نواختند،	کشمیر کے لوگ جو اس کے خواہان تھے اسکی کامیابی سے خوشحال ہو کر مسرت اور خوشی کے شادیانے بجانے لگے۔

آغاز سلطنت | شاہی خان نے تخت نشین حکومت ہونے کے بعد اپنا نام سلطان زین العابدین رکھا،

اور وہ آج تک اسی نام سے مشہور ہے، سلطان زین العابدین نے اپنے چھوٹے بھائی محمد خان کو اپنا معتمد و وکیل السلطنہ مقرر کیا اور محمد خان کے انتقال کے بعد اسی کے لڑکے حیدر خان کو اسکا جانشین کیا، ملکی نظم و نسق اور تمام کلی وجزوی انتظامات وکیل السلطنہ کے قبضہ و اختیار مین دیدئے، سلطان نے تخت نشین ہوتے ہی ان تمام قیدیون کو جو سلاطین سابق کے عہد سے اس وقت تک قید خانہ کی مصیبتین برداشت کر رہے تھے بیک وقت آزاد کر دیا، اس لطف و مہربانی کی بنا پر جو وہ تمام رعایا کے ساتھ رکھتا تھا اس نے گزارہ جریب مین جو چھوٹی ہوتی تھی اضافہ اور زیادتی کردی،

لشکر کشی اور توسیع مملکت

فتح پنجاب و تبت | سلطان زین العابدین جب تمام کشمیر پر اچھی طرح قبضہ کر چکا تو اس نے مزید فتوحات کی طرف توجہ کی سب سے پہلے جسرت کھکر کے ساتھ کثیر التعداد لشکر بھیجا تاکہ اس کی مدد سے ولایت دہلی و پنجاب پر تسلط حاصل کرے، جسرت کا شاہ دہلی کے مقابلہ مین آنا اور کامیاب ہونا تو دشوار تھا تاہم اس نے تمام پنجاب پر قبضہ کر لیا، اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد سلطان زین العابدین نے تبت کی طرف فوجین روانہ کین، اس فوج نے تبت کے کچھ حصے اور اس تمام آبادی کے جو دریائے کشنہ کے کنارہ واقع تھی اکثر حصہ پر قبضہ کر لیا[1]، تبت کا بقیہ حصہ جو نامفتوح رہ گیا تھا سلطان نے اس وقت کچھ دنون کے لئے اس کی طرف سے توجہ ہٹالی اور ملکی نظم و نسق مین مشغول ہوگیا لیکن اندرونی انتظامات کو مکمل کر لینے کے بعد اس نے اپنے بڑے بیٹے شاہزادہ آدم خان کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ اس کی طرف روانہ کیا، اس زبردست لشکر مین پیادہ سوار، تیرانداز اور توپچی غرض ہر قسم کی جمعیتین شامل تھین اور یہ لشکر اپنی تعداد کے لحاظ سے کثیر اور اسباب و آلات جنگ کے لحاظ سے ہر طرح مکمل اور بہترین لشکر تھا، شاہزادہ آدم خان اس سرو سامان سے تبت پر حملہ آور ہوا اور بہت جلد آسانی کے ساتھ تمام ملک پر قابض ہو گیا، شاہزادہ کو اس فتح مین بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا

[1] آئین اکبری کی روایت ہے کہ سلطان نے تبت کے ساتھ سندھ پر بھی قبضہ کر لیا۔

اوراس نے وہ مفتوح ملک اور مال غنیمت سلطان زین العابدین کی خدمت مین پیش کرکے اس کی رضا و خوشنودی حاصل کی اور باپ کی شاہانہ نوازشون سے بہرہ اندوز ہوا،

فرشتہ کے بیان کے مطابق سلطان زین العابدین نے فتح ممالک و توسیع مملکت کے لئے ان مہمات کے سوا اور کوئی لشکر کشی نہین کی، اگرچہ اس کے عہد حکومت مین ان کے سوا اور بھی چند لڑائیان ہوئین جنین خود سلطان شریک ہوا لیکن یہ لڑائیان توسیع مملکت وکشورکشائی کی غرض سے نہین تھین بلکہ شاہزادون کی باہمی مخالفت و خانہ جنگی کی وجہ سے پیش آئین، ان خانہ جنگیون اور ان کے اسباب و وجوہ کی تفصیل آگے آتی ہی،

طرز و آئین حکومت

یہ تو اوپر معلوم ہوچکا کہ سلطان نے ملکی نظم و نسق اور تمام کلی و جزوی انتظامات وکیل السلطنہ کے قبضہ و اختیار مین دیدئے تھے لیکن عدالت اور فصل خصومات کا تعلق خود اپنی ذات سے رکھا، ممکن ہے کہ جس عدل و انصاف اور رواداری کے ساتھ وہ حکومت کرنا چاہتا تھا اس کے لئے وہ دوسرون کے طریق عدل و انصاف سے مطمئن نہ ہو یا یہ کہ زیادہ محتاط طرز عمل اختیار کرنے کی غرض سے اس نے ایسا کیا بہرحال خواہ کسی وجہ سے بھی ہو اس نے عدالتی معاملات اور فصل خصومات کے لئے اپنی ہی ذات کو عدالتگاہ قرار دیا،

اس زمانہ مین مطابع نہ تھے کہ ملک کے قوانین، حکومت کے آئین و نظام، حکام کے حدود و اختیارات اور رعایا کے حقوق چھاپکر شایع کردئے جاتے تاکہ رعایا اپنے حقوق کو پہچان لیتی اور حکام ظلم و ستم کی ہمت نہ کرسکتے، یہی ایسی مشکل تھی جس کی وجہ سے گذشتہ زمانہ مین ماتحت حکام کے لئے رعایا کو ستانے اور دبانے کے بیشمار مواقع پیدا ہوجاتے تھے، سلطان زین العابدین نے اس مشکل کو حل کرنے کی ایک بے نظیر ترکیب نکالی، فرشتہ لکھتا ہی،

قواعد و ضوابط خود را بر تختہائے مس کندہ در ہر مشہرے و دیہے گذاشت تا رسوم ظلم	سلطان نے اپنی حکومت کے قواعد و ضوابط کو تانبے کی تختیون پر کندہ کرایا اور ہر شہر اور ہر دیہات

از ولایت کشمیر بر افتد، گویند بر تختہ	ہین ان کو رکھوایا تاکہ ظلم و ستم کی نشانیان مملکت
مس نوشتہ بود کہ ہر کہ بیاید و بدین دستور کار	کشمیر سے مٹ جائین، کہتے ہین ان تختیون پر
نکند بلعنت خدا گرفتار باد،	لکھا ہوا تھا کہ جو یہان آئے اور اس دستور و قاعدہ
" " " "	کی پیروی نکرے وہ خدا کی لعنت مین گرفتار ہو،

اس طرز عمل سے حکام کے ظلم و ستم اور چیرہ دستیون کا بڑی حد تک سد باب ہوگیا، افسوس ہے فرشتہ نے ان منقوش قواعد و ضوابط کی لفظ بلفظ نقل درج نہین کی جن سے آج ان کی پوری تفصیلات معلوم ہو سکتی تھین، تاہم سلسلۂ بیانِ حالات مین کچھ نہ کچھ ان کے اجزا آگئے ہین، گو یہ چند جزوی باتین ہین لیکن ان سے ان ضوابط کی روح کا پتہ چلتا ہے وہ چند ضوابط حسب ذیل ہین،

(۱) سلطان نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ جو نیا شہر یا خطۂ ملک فتح ہو وہان کے سرکاری خزانے لشکریون مین تقسیم کر دئے جائین اور وہان کی رعایا پر اتنا ہی خراج مقرر کیا جائے جتنا پایۂ تخت کی رعایا سے لیا جاتا ہے،

(۲) پیشکش، گوناگون جرمانے اور دوسرے طرح طرح کے مصادرات جو شقہ دار و حکام رعایا سے لیتے تھے ان کا لینا ممنوع قرار دیا،

(۳) سوداگرون کو حکم دیا کہ ولایت سے جو مال لائین ان کو گھر مین چھپا کر نہ رکھین، تجارت مین اصل قیمت پر تھوڑا نفع لین غبن و خیانت اور بہت زیادہ قیمت لینے کے مرتکب نہ ہون،

(۴) جہان کہین چوری ہو اس قصبہ یا گاؤن کے رئیس اس کا تاوان ادا کرین، فرشتہ لکھتا ہے اس قانون کا یہ اثر پڑا کہ تمام ملک مین چوری کی وارداتین قطعاً بند ہوگئین،

(۵) نرخ نویسی کی رسم جو پہلے کبھی کشمیر مین نہ تھی، سیہ بٹ وزیر سلطان سکندر نے اس کو جاری کیا تھا سلطان نے اس کو بند کر دیا اور اس کا عام اعلان کر دیا،

یہ تو عام قوانین تھے جن کا تعلق مسلمان اور ہندو سب سے تھا، خاص ہندوؤن سے متعلق جو قوانین

سلطان نے نافذ کئے وہ ان سے الگ ہین لیکن ان کی تفصیل سے پہلے یہ بتا دینا ضروری ہو کہ سلطان زین العابدین کے باپ سلطان سکندر کے وقت مین ایک برہمن سیہ بٹ نام اس کا وزیر سلطنت تھا سلطان سکندر کو اس پر بڑا اعتماد تھا جس کی بنا پر وہ جو کچھ چاہتا تھا سلطان سکندر سے منظور کرالیتا تھا، اس وزیر نے اسلام قبول کیا اور اس طرح سلطان سکندر کے اعتماد سے بڑھکر اس کے اخلاص و محبت کو بھی حاصل کرلیا، اس نومسلم وزیر نے ہندو رعایا پر سخت مظالم کئے مثلاً ستی ہونے کی رسم قانوناً بند کردیگئی، قشقہ لگانا ممنوع قرار پایا، ہندؤن کو حکم دیا گیا کہ یا تو وہ اسلام قبول کرین یا کشمیر سے باہر چلے جائین، بتخانے منہدم اور ویران کر دئے گئے اور سونے اور چاندی کے بتون کو توڑ کر ان کے سکّے ڈھالے اور جاری کئے گئے اسی نومسلم وزیر کے ان متعصبانہ کارنامون کا یہ ثمرہ ہو کہ سلطان سکندر کے نام کے ساتھ "بُت شکن" کا لقب تاریخون مین عام طور پر درج نظر آتا ہو،

عدل گستر زین العابدین کا عہد حکومت آیا تو اس نے دفعتہً ان تمام حالات کو بدل دیا اس نے اعلان کردیا کہ،

(۱) مذہب مین ہر شخص آزاد ہے وہ جس دین و مذہب کی چاہے پیروی کرے،

(۲) ہندو اپنے مذہبی و قومی شعار قشقہ لگانے اور زنار باندھنے کے لئے مجاز و مختار ہین،

(۳) ستی ہونے کی رسم سے حکومت مانع نہین،

(۴) ہندوؤن سے جزیہ کی رقم وصول نہ کیجائے،

(۵) تمام قلمرو مین کہین گاؤکشی نہ کیجائے،

سلطان کے ان اعلانات نے ہندو قوم کو مطمئن کردیا اور اب وہ لوگ جو کچھ دن پہلے اپنا گھر بار چھوڑ کر کشمیر سے باہر چلے گئے تھے یہان آنے لگے اور خود کشمیر مین جن ہندوؤن نے محض جان و مال کے خوف اور ترک وطن نہ کرسکنے کے باعث بظاہر اسلام قبول کرلیا تھا وہ بھی اس بار سے سبکدوش

ہونے لگے، جو برہمن اور پنڈت سلطان سکندر کے زمانۂ حکومت مین سیہ بت کی سخت گیریون کے باعث کشمیر سے باہر چلے گئے تھے سلطان زین العابدین نے سری بہت (یہ ایک مشہور ہندو طبیب تھا اس کی طبی تربیت و ترقی سلطان زین العابدین کے شاہانہ کرم و نوازش کا نتیجہ تھی اور سلطان نے اس کو اپنا طبیب خاص مقرر کیا تھا) کے التماس کے مطابق ان کو بھی بلوابھیجا، چنانچہ وہ آئے تو سلطان نے ان کو جاگیرین بخشین اور ہندوؤن کے مقدس و مشہور معابد کیلئے وقف کے طور پر جائدادین عطا کین، سلطان زین العابدین نے بڑے بڑے پنڈتون برہمنون اور بااثر ہندوون کو بلاکر ان سے عہد لیا کہ ہرگز کبھی جھوٹ، فریب، دغا اور بیوفائی سے کام نہ لینگے، اور ان کی مذہبی کتابون مین جو احکام ہین ان کی ہرگز خلاف ورزی نہ کرینگے اس قول و قرار اور عہد و پیمان کے ساتھ اس نے ان کو آزادی و مساوات کی نعمت و برکت سے متمتع ہونے کا ہر طرح موقع دیا، سلطان سکندر کے زمانہ مین سونے اور چاندی کے تبون سے جو سکّے ڈھالے اور جاری کئے کئے گئے تھے ان مین کھوٹ تھا اس لئے سلطان زین العابدین نے ان کی بجائے خالص تانبے کے نئے سکّے ڈھالنے اور جاری کرنیکا حکم دیا یہ تانبا اس کان سے لیا جاتا تھا جس سے سلطان کے "مصارف خاصہ" کی رقم حاصل کیجاتی تھی، فرشتہ نے اس کی تشریح نہین کی کہ پرانے سونے اور چاندی کے باقیماندہ کھوٹے سکّون کی داد و ستد کو قانوناً بند کر دیا گیا تھا یا نہین،

تعزیرات اس مین شبہہ نہین کہ سلطان زین العابدین ایک رقیق القلب اور رحم دل فرمانروا تھا لیکن اس کی رحم دلی کبھی تعزیرات مین ناجائز مراعات کا سبب نہین ثابت ہوئی افسوس ہے فرشتہ نے اس بارہ مین اسکے طرز عمل پر کچھ زیادہ نہین لکھا جس سے اس کے قوانین تعزیرات کی تفصیل و تشریح معلوم ہوتی تاہم جو کچھ لکھا ہے اسی سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ وہ قصاص و تعزیرات کے معاملہ مین رورعایت یا اپنی بے موقع رحم دلی سے کام نہین لیتا تھا سلطان کے دو کوکہ (رضاعی بھائی) مسعود اور شیر نام تھے جن کو وہ بیحد عزیز و محبوب رکھتا تھا ان دونون مین باہم شدید مخالفت و خصومت تھی جو بالآخر رفتہ رفتہ ایک کے ہاتھ سے دوسرے

کے قتل پر ختم ہوئی، شیر نے مسعود کو قتل کیا سلطان زین العابدین نے باوجود فرط محبت و اعتبار شیر کے قصاص مین قتل کئے جانیکا حکم دیا، اس واقعۂ قتل کا سلطان کے دل پر سخت اثر پڑا، یہ بہت ممکن تھا کہ اس اثر سے بچنے کیلئے وہ قتل قصاص کے حکم مین کسی قسم کی ترمیم و تبدیل کی صورت پیدا کرتا، لیکن اس نے ایسا نکیا کیونکہ ایسا کرنا شیوۂ عدل و انصاف کے خلاف تھا جس روز شیر مقتول حکم قصاص ہوا سلطان نے اس کے لئے استحصال ثواب کی غرض سے ایک کرو، زر کشمیری فقیرون اور محتاجون مین تقسیم کیا،

چورون کے متعلق اس زمانہ مین عام طرز عمل یہ تھا کہ ان کو مختلف قسم کی سخت ترین جسمانی سزائین دیجاتی تھین مثلاً کوڑے، دڑے لگانا یا ان کے جسم کے کسی حصہ کو داغ دنیا وغیرہ سلطان نے اس مین یہ ترمیم کی کہ وہ کبھی چورون کے لئے اس طرح کی جسمانی سزاؤنکا حکم ندیتا تھا بلکہ یہ حکم تھا کہ پاؤن مین زنجیر ڈال کر تعمیرات کے سلسلہ مین ان سے کام لیا جائے، اس طرح سزا نے مجرم اور حکومت دونون کے لئے ایک مفید چیز کی حیثیت اختیار کر لی،

اعمال رفاہیت عامہ

عہد حاضر سے پہلے رفاہیت عامہ کے کامون مین علما پروری، توسیع علوم اور سلسلۂ تعمیرات خاص طور سے اہمیت رکھتے تھے، سلطان زین العابدین نے ان مین سے ہر ایک مین نمایان حصہ لیا، اس نے علما و فضلا کی تربیت و پرورش کی طرف خاص توجہ کی، توسیع و ترویج علوم کے مختلف طریقے اختیار کئے تعمیرات کے ساتھ اس کو خاص شغف و انہماک تھا، صنعت و حرفت کی ترقی کے لئے ارباب صنایع کی بیحد ہمت افزائی کی اور اس نے ارباب فن و کمال کو اپنے شاہانہ انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا، یہ سب کچھ صرف اس لئے تھا کہ رعایا کی رفاہیت و فائدہ رسانی کے لئے بہتر سے بہتر صورتین پیدا کی جاسکین فرشتہ کے طرز بیان سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ سلطان نے ان تمام شعبہ ہائے رفاہیت عامہ کے سلسلہ مین بہت کچھ کیا لیکن اس کے تصنیفی تجمل کا یہ نتیجہ ہو کہ آج اس "بہت کچھ" مین کے "بہت تھوڑے"

معلومات ہم تک پہنچے ہین بہرحال جو کچھ بھی ہین ان کو علٰحدہ علٰحدہ درج کیا جاتا ہی،

تصنیف و ترجمۂ کتب سلطان زین العابدین تعلیم یافتہ شخص تھا اس کی مجلس علماء و فضلاء سے بھری رہتی تھی فرشتہ لکھتا ہی کہ اس کی مجلسون مین مسلمان علماء اور ہندو فضلا دونون شریک ہوتے تھے، وہ اپنی شاہانہ نوازشوں سے دونون کو بہرہ یاب کرتا تھا، اس کی علم دوستی و علم پروری دیکھکر لوگون مین علمی ذوق و شوق پیدا ہوگیا مصنفین کی ہمتین بڑھین اور تصنیفات کا سلسلہ شروع ہوا چنانچہ سوم نام ایک شخص نے جو کشمیری زبان کا شاعر تھا اور ہندی علوم مین اپنا نظیر نہین رکھتا تھا زین حرب نام ایک کتاب لکھی جو سلطان کے حالات و واقعات زندگی پر مشتمل تھی کتاب نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھی گئی تھی، ایک اور شخص جس کا نام بودی بت تھا اس کی قابل ذکر خصوصیت یہ ہی کہ اس کو شاہنامہ فردوسی زبانی یاد تھا خود سلطان کے نام پر زین نام کتاب فن موسیقی مین لکھی اور یہ کتاب سلطان کی مجلس مین پڑھی گئی، اسی سلسلہ مین سب سے زیادہ اہم اور قابل ذکر کتاب راج ترنگنی ہے جو فرمانروایان کشمیر کے نہایت مفصل حالات اور نہایت قدیم زمانہ کے واقعات پر مشتمل تھی[1] یہ بھی سلطان زین العابدین ہی کے عہد حکومت مین لکھی گئی،

تراجم کیلئے سلطان زین العابدین نے خود حکم دیا[2] فرشتہ لکھتا ہی

«فرمود تا اکثرے از کتب عربی و فارسی	سلطان نے فرمایا اور بہت سی فارسی و عربی کی
بزبانِ ہندی ترجمہ کردند، بدین دستور	کتابین ہندی زبان مین اور اسی طرح ہندی زبان
کتاب ہندی بفارسی ترجمہ کردند	کی کتابین فارسی مین ترجمہ کیگئین،

چنانچہ مہابھارت جو ہندوؤن کی مشہور و معروف کتاب ہی اس کا ترجمہ کیا گیا چونکہ مہابھارت کا یہ سب سے پہلا ترجمہ تھا اس لئے بہت کچھ بدعبارت ترجمہ تھا، شہنشاہ اکبر کے عہد مین اس ترجمہ پر نظر ثانی

---

[1] آئین اکبری کی تصریح کے مطابق اس عہد سے پہلے کم و بیش چار ہزار سال کے واقعات و تاریخ شاہان کشمیر پر مشتمل ہے،

[2] آئین اکبری مین لکھا ہی:- "و فراوان نامہ را از عربی و فارسی و کشمیری و ہندی ترجمہ کرد"،

گیگئی اوراس کی زبان فصیح کردگئی، اور تاریخ کشمیر راج ترنگنی کا بھی اکبر کے عہد حکومت مین فارسی زبان مین ترجمہ کیا گیا،

ارباب ہنر کی تربیت

سلطان نے تصنیف و ترجمہ کے علاوہ اور دوسرے قسم کے فنون و ہنر کی ترویج واشاعت کے لئے بھی اپنی شاہانہ توجہ سے کام لیا۔ چنانچہ اس کے عہد حکومت مین کشمیر اطراف وجوانب کے ہنرمندون کا قبلۂ آرزو بنگیا، سری بھت طبیب کا ذکر اوپر گذرچکا ہے جو اس عہد کا ایک مشہور و معروف طبیب گذرا ہے، یہ تمامتر سلطان زین العابدین کا آغوش پروردۂ کرم تھا جس کو اس نے اپنا طبیب خاص بھی مقرر کر لیا تھا، اس عہد مین حبب نام ایک آتشباز پیدا ہوا جس کے کمال فن کی شہادت فرشتہ ذیل کے الفاظ مین دیتا ہے،

کہ چشم روزگار پیش ازان ندیدہ بود،	زمانہ نے اس سے پہلے کبھی اسکی مثال و نظیر کو نہ دیکھا تھا

اس نے فن آتشبازی مین عجیب عجیب کمالات دکھائے جن کو دیکھکر لوگ حیران رہجاتے تھے کشمیر مین بندوق اسی نے بنائی اوراس کو رواج دیا، یہ خود سلطان کے حضور مین دواسازی بھی کیا کرتا تھا ان فنون کے علاوہ اس کو اور بہت سے فنون مین کمال حاصل تھا اور وہ اپنے فنون و ہنر عام طور پر لوگون کو سکھاتا بھی تھا،

سلطان کو فن موسیقی سے بڑی دلچسپی تھی، بلکہ وہ خود اس فن سے اچھی طرح واقف تھا فرشتہ لکھتا ہے،

وعلوم موسیقی نیک ورزیدہ بود،	علم موسیقی سے اچھی طرح واقف تھا،

چنانچہ اس دلچسپی وواقفیت کی بناپر

وآوازہ جود او چون انتشار یافت سازندہ	جب سلطان کے جود و کرم کا شہرہ ہوا تو گانیوالے
وگویندہا کہ در علم موسیقی یگانہ زمان بودند	بجانیوالے جو فن موسیقی مین یگانہ روزگار تھے
از اطراف و نواحی روئے بکشمیر نہادند	ہر چہار جانب سے کشمیر مین آنے لگے اور کشمیر
چنانکہ کشمیر از کثرت ہند وپیان این فن رشک	اس فن کے ماہرین کی کثرت سے ملک فرنگ

ملک فرنگ شد (فرشتہ) کیلئے سرمایۂ رشک بن گیا،

چنانچہ خراسان سے ملا عودی نام ایک مشہور و معروف موسیقی دان آئے جن کو عود نوازی مین یدطولی حاصل تھا، سلطان زین العابدین نے ان کو اپنے دامنِ دولت سے وابستہ کرلیا، اس عہد مین ایک اور شخص ملا جمیل بھی گذرے ہین جو موسیقی مین کمال رکھنے کے علاوہ بہت اچھے شعرخوان و حافظ قران بھی تھے بزم سلطانی مین ان کو تقرب خاص حاصل تھا اور سلطان کے فیض کرم سے یہ سب سے زیادہ فیضیاب ہوتے تھے، ملا جمیل کے راگ کشمیر مین مدتون ضرب المثل کی طرح مشہور و معروف رہے، اسی عہد مین ایک صاحب کمال شاعر ملا محمد نام پیدا ہوئے جنکی برگوئی کا یہ حال تھا کہ جس بحر و قافیہ مین فرمائش کیجاتی بیک مجلس تھوڑی دیر مین فی البدیہ اشعار و قصائد کہتے تھے، ان کی عام علمی قابلیت اس درجہ بلند تھی کہ فرشتہ لکھتا ہے،

"در ہمان وقت ہر مسئلہ مشکل راکہ می پرسیدند جواب میداد | اور اسی وقت (شعر گوئی) مین جس مشکل سے مشکل مسئلہ کو پوچھا جاتا برجستہ جواب دیتے تھے،

شاہانہ انعام و حوصلہ افزائی | سلطان زین العابدین ان مختلف قسم کے ارباب کمال کی حوصلہ افزائی کیا کرتا تھا، اس عہد مین آج کی طرح ہر فن کیلئے علٰحدہ علٰحدہ درس گاہون کے قیام اور حکومت کی طرف سے ان کے لئے تعیین وظائف کا دستور نہ تھا، بلکہ یہی طریقہ رائج تھا کہ ارباب کمال کو شاہانہ وظائف و عطایا ملتے تھے اور وہ فارغ البال ہوکر اپنے اپنے فن کی ترقی و توسیع اور اشاعت و ترویج کرتے اور دوسرون کو ان کی تعلیم دیا کرتے تھے، فارسی تاریخی کتابون مین اس قسم کے انعامون کی تفصیل بہت کم ملتی ہے، ان مواقع پر قدیم مورخین بالعموم اجمال سے کام لیتے ہین، چنانچہ سلطان زین العابدین کے ان انعامات کے متعلق فرشتہ نے بھی اجمال ہی سے کام لیا ہے، مثلاً سوم اور بودی بٹ کے کارنامون کے تذکرہ کے بعد لکھتا ہے، "نوازشہا یافت" ملا عودی کی نسبت لکھتا ہے،

سلطان نوازشہا فرمودہ انعام بسیار داد | سلطان نے بہت نوازش کی اور بڑا انعام دیا،

ملا جمیل کے متعلق لکھتا ہے:

ہر سال چندان زر بملا جمیل می داد کہ شرح	سلطان ملا جمیل کو ہر سال اتنے روپیے دیتا تھا
ان مقدور نیست	کہ اسکا بیان کرنا آسان نہین،

اور بھی چند عبارتین اسی مجمل طرز بیان کی مسطور ہین جنکو اس موقع پر نقل کرنا ضروری نہین معلوم ہوتا،

تعمیرات و زراعت | سلطان زین العابدین کو تعمیرات و زراعت سے خاص شغف اور دلچسپی تھی فرشتہ لکھتا ہے

و اکثر اوقات او بہ تعمیر ولایات و تکثیر زراعات	اس کا زیادہ وقت شہرون اور عمارتون کی تعمیر
و برآوردن آبہا معروف میگشت	زراعت کی ترقی و تکثیر اور نہرون کے کھدوانے مین
" " " " "	صرف ہوتا تھا،

چنانچہ اس نے اپنے عہد حکومت مین شہر اور قصبے بسائے، عمارتین بنوائین، پل بندھوائے، کنوئین کھدوائے اور سرائین قائم کین، فرشتہ لکھتا ہے،

و سلطان نزدیک کوہ ماران جوئے آورده	سلطان نے کوہ ماران کے قریب نہر نکلوائی اور
شہر نو بنا کردہ آبادانی تا یخ کردہ راہ بود و	ایک نیا شہر آباد کیا جسکی آبادی کا سلسلہ کم وبیش
برین قیاس شہر ہائے دیگر معمور ساخت	دو کوس تک پھیلا ہوا تھا اس کے علاوہ اسی
" " " " "	طرح کے اور دوسرے شہر بھی آباد کئے،

کشمیر کے مشہور تالاب مین جسکا نام اولر ہے سلطان نے ایک عظیم الشان عمارت بنوائی، تالاب کے وسط مین یہ عمارت اس طرح بنائی گئی کہ پہلے لکڑی کے چوکھٹے بھاری بھاری ترشے ہوئے پتھرون سے بھر کر تالاب مین ڈالے گئے اور جب اس طرح یہ پتھر کی زمین سطح آب سے قریب قریب دس گز بلند ہو گئی تو اس پر عمارت قائم کی گئی، پانی کی سطح پر اس سنگی چبوترے کا طول و عرض دو دو سو گز تھا، سلطان نے اس عمارت کے ساتھ ایک مسجد بنوائی اور باغ لگایا اور اس عمارت کا نام زین لنکا رکھا اور ملکی مسجد

اور دوسری عمارتون کے لئے کچھ جائداد وقف کردی،

سلطان نے دوسری عمارت پایۂ تخت مین بنوائی، یہ عمارت بارہ منزل کی تھی، اس بلند و رفیع عمارت کی بعض منزلون مین بڑے ہال، پچاس متوسط کمرے اور چھوٹی چھوٹی کوٹھریان تھین، یہ پوری عمارت صرف لکڑی کی تھی، فرشتہ لکھتا ہو کہ اس وقت اس پایہ کی عمارتین مشرقی ممالک مین صرف چند تھین مثلاً سلطان یعقوب کا محل تبریز مین جسکا نام ہشت بہشت تھا یا کوشک باغ سفید ہرات مین،

سلطان زین العابدین نے اپنے حدود سلطنت مین بکثرت نہرین کھدوائین اور ان پر پل بندھوائے زراعت کی ترقی و تکثیر کے لئے بہترین کوششین صرف کین، جو نئے شہر یا قصبے آباد کرائے وہان بے وطن اور غریب الدیار لوگون کے رہنے سہنے کا تمام سروسامان کردیا، وہان علمار و فضلا متعین کئے ان مقامات پر مسافر اور نووارد لوگون کے قیام و طعام کا انتظام بھی حکومت کی طرف سے ہوتا تھا فرشتہ لکھتا ہی،

و در کابیور وغیرآن، آبہا از دور آوردہ جویہا	کابیور اور اس کے علاوہ دوسرے مقامات مین نہرین
می کند و پلہا می بست وزراعتہا بسیار میفرمود	نکلوائین پل بندھوائے اور زراعت کو بیحد ترقی
و در مواضعیکہ خود آبادان کردہ بود علمار و	دی سلطان نے جو نئے مقامات آباد کئے وہان
فضلا رو غربا را متوطن می ساخت تا مردم	علمار و فضلار اور دوسرے طبقہ کے لوگون کو بسایا
آئندہ و روندہ را طعام می دادہ باشند و ہرچہ	اس کا بھی انتظام کیا کہ اس رستہ سے آنیوالے
محتاجان را در کار باشد از نقد و جنس از ان	جانیوالے مسافرون کو وہان کھانا دیا جائے،
جنس صرف می کردہ باشندہ	اور غریبون محتاجون کو نقد یا جنس جس چیز کی
" " " " "	ضرورت ہو برابر دی جائے،

اس قسم کے انتظام کا اثر ملک کی آبادی و خوشحالی پر کیا پڑا ہوگا، اس کا کسی قدر اندازہ فرشتہ کے ان الفاظ سے ہوسکتا ہی،

دور مملکت کشمیر ہیچ زمینے بے آب و زراعت   ملک کشمیر کا کوئی حصہ بے آب و زراعت نرہا مگر ہان
نماند مگر در جائیکہ علم سلطان بآن نرسید   شاید وہ حصہ جسکا علم بادشاہ کو نہ ہوا ہو،

قحط مین رفع مصائب | سلطان زین العابدین کے آخری عہد حکومت مین سخت قحط پڑا، تمام مملکت کشمیر مین زراعت اور پیداوار کا نام ونشان تک نہ تھا، لوگون کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ سونے اور چاندی کی بڑی بڑی مقدار کے مقابلہ مین غلہ کی تھوڑی سے تھوڑی مقدار کو لینا غنیمت سمجھتے تھے، غریب اور کم استطاعت طبقہ کے لوگ کچے اور بدترین قسم کے پھلون کو بھوک کی تکلیف رفع کرنے کے لئے کھاتے اور ان کی پیدا کردہ خرابیون کی وجہ سے اپنی جانین دیتے تھے اور بہت سے لوگ ایسے تھے جو اس قسم کے پھل بھی نہ پاتے تھے اور بھوک کی شدت اور تکلیف سے بالآخر مرجاتے تھے، سلطان ان حالات کی وجہ سے بیحد ملول وغمگین رہتا تھا، اور جو کچھ تدبیرین اس مصیبت کے دفعیہ کے لئے اس کے قبضۂ واختیار مین تھین سب کو کام مین لاتا تھا۔ چنانچہ اس نے عام حکم دیا کہ شاہی و سرکاری غلہ کے انبار جس قدر اور جہان کہین ہین وہ سب رعایا مین تقسیم کردیے جائین، سلطان نے اس سال اصل خراج ملکی مین سے بھی بڑی مقدار رعایا کو معاف کردی یہانتک کہ بعض حصہ ملک مین اصل خراج مین سے صرف ایک چوتھائی اور بعض حصون مین صرف اس کا ساتوان حصہ وصول کیا گیا بقیہ خراج بالکل معاف کردیا گیا،

شہزادونکی مخاصمت و خانہ جنگی

سلطان کے تین لڑکے تھے، بڑے کا نام آدم خان، منجھلے کا حاجی خان اور چھوٹے کا بہرام خان تھا، انمین حاجی خان سب سے زیادہ ماں باپ کو عزیز و محبوب تھا اور آپس مین بڑے اور منجھلے بھائی کے درمیان سخت نزاع و اختلافات تھے، جس زمانہ مین آدم خان نے تبت فتح کیا سلطان کی نگاہ مین اسکی محبوبیت بڑھ گئی تھی چنانچہ اس کو اپنے ساتھ پایۂ تخت مین رکھا اور باہمی اختلافات کی وجہ سے منجھلے شہزادہ حاجی خان

کو وہان رکھنا نامناسب خیال کیا اور اس کو لوہر کوٹ کا حاکم مقرر کرکے وہان بھیجدیا کچھ دنون بعد بعض ناعاقبت اندیش مشیرون کے مشورہ مین آکر حاجی خان سلطان کی طلب و اجازت کے بغیر لوہر کوٹ سے کشمیر کے لئے روانہ ہوگیا یہ دیکھکر پہلے سلطان نے اس کو آنے سے منع کیا اور نصیحت آمیز طریقہ پر اس حرکت سے روکا لیکن اس کا کوئی اثر نہوا، اب سلطان نے فوجی طاقت سے کام لیا اور اس کو روکنے کے لئے فوجین روانہ کین، یہ دیکھکر حاجی خان اپنی اس حرکت پر نادم ہوا اور پشیمان ہوکر عذر خواہانہ سلطان زین العابدین کی خدمت حاضر ہونا چاہا لیکن چند خود غرض و واقعہ طلب اشخاص نے اس کو ایسا کرنے سے باز رکھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ باپ بیٹے مین جنگ چھڑ گئی، شاہزادہ آدم خان اس جنگ مین باپ کا دست و بازو تھا، دن بھر کی سخت لڑائی کے بعد حاجی خان نے شکست کھائی۔ اور وہ مغلوب ہوکر ہیرہ پور کی طرف بھاگ جانے پر مجبور ہوا، آدم خان نے اس کا تعاقب کیا اور اس کے لشکر کے بہت سے سپاہیون کو قتل کیا اور چاہتا تھا کہ جب تک حاجی خان کو گرفتار نہ کرلے اس وقت تک دم نہ لے، لیکن خود سلطان نے اس کو تعاقب کرنے سے روک دیا، سلطان نے اس فتح و کامیابی کے بعد حاجی خان کی فوج کے قیدی سپاہیون، اپنے درپردہ مخالفون اور دراندازون کے قتل کئے جانے کا حکم دیا، سلطان نے علاقہ کامراج بھی آدم خان کے سپرد کیا اور اس کو اپنا ولیعہد متعین کیا اور اس کے بعد مسلسل چھ برس تک آدم خان کا جاہ و اعتبار سلطان اور رعایا کی نظر مین ترقی کرتا گیا، لیکن پھر خود اسکی ظالمانہ حرکتون نے اس کو اس پایۂ اعتبار سے نیچے گرادیا اور وہ اس طرح کہ ولایت کامراج مین آدم خان نے طرح طرح کے ظلم و فساد شروع کئے اور جو کچھ جس کے پاس پایا چھیننے لگا، لوگون نے اس کے مظالم سے تنگ آکر سلطان زین العابدین کے دربار مین دادخواہی کی، سلطان نے پہلے اسکو بہت کچھ نصیحتین کین لیکن موثر نہوئین، اب اس کے ظلم و تمرد کی یہ حالت ہوگئی کہ خود سلطان جو احکام بھیجتا ان کی بھی پروانہ کرتا، ان سب سے بڑھکر یہ کہ اس نے قطب الدین پورہ کو اپنا مستقر قرار دیا اور کثیر التعداد لشکر جمع کرکے سلطان زین العابدین کی مخالفت شروع کی، سلطان نے اول اول نو بلطائف الحیل اسکو

اس کے ارادون سے باز رکھنا چاہا اور اسی درمیان مین اسکی حرکتون سے متوہم ہو کر منجھلے شہزادہ حاجی خان کو اطمینان و تسلی دیکر جلد سے جلد اپنے پاس آجانیکی ترغیب دی، چنانچہ جب وہ آرہا تھا تو اس کی خبر آدم خان کو لگ گئی اس نے فوراً ولایت کامراج سے نکلکر سر راہ اس سے جنگ کی اور حاجی خان کو شکست دیکر سوپور کو بہت بری طرح غارت و برباد کیا، سلطان زین العابدین کو جب ان حالات کی اطلاع ملی تو اس نے اس فتنہ کو مزید ترقی سے روکدینے کے لئے ایک کثیر التعداد اور جرار لشکر آدم خان کی سزا و تنبیہ کی غرض سے روانہ کیا، ادم خان نے بھی اس لشکر کا مقابلہ کیا اور سخت لڑائی شروع ہوگئی لیکن اس جنگ مین آدم خان کی فوج کے بہترین جوانان جنگ آزما کام آئے اور آخرکار وہ مغلوب ہو کر بھاگ جانے پر مجبور ہوا، بدقسمتی یہ کہ جب وہ اور اس کا لشکر بھاگ رہا تھا تو دریائے بہت کا وہ پل جو سوپور کے سامنے واقع تھا، ٹوٹ گیا یا سلطان نے توڑوا دیا جسکی وجہ سے تقریباً تین سو اس کی فوج کے بہترین سپاہی غرق ہوگئے سلطان زین العابدین نے اس کامیابی کے بعد سوپور پہنچکر وہان کی رعایا کو بہت کچھ تسلّی و تشفی دی، اس وقت دریائے بہت کے اس جانب سوپور مین سلطان زین العابدین اور اسکا لشکر مقیم تھا اور دوسری جانب کنار دریا آدم خان اور اس کا لشکر اسی موقع پر سلطان کے حکم کے مطابق موضع پنچہ کی راہ سے حاجی خان بار مولہ پہنچا، سلطان نے حاجی خان کی پیشوائی کے لئے چھوٹے شہزادہ بہرام خان کو بھیجا، ان دونون بھائیون مین باہم بہت محبت و الفت تھی، جب آدم خان کو حاجی خان کی آمد کی خبر ملی تو سخت خائف و غمگین ہوا، اور اب اپنی ناکامی کا یقین کر لینے کے بعد وہان سے نیلاب کی طرف بھاگ نکلا، اس کے فرار کے بعد سلطان زین العابدین شہزادہ حاجی خان کو لیکر پایۂ تخت کو لوٹا اور اس کے ساتھ بیحد التفات و محبت ظاہر کر کے اس کو ولیعہد حکومت مقرر کیا، شہزادہ حاجی خان نے بھی بہت اخلاص و ادب کے ساتھ خدمتگذاری کی اور پچھلی تقصیرات کی تلافی کر دی، سلطان نے ایک مجوہر و مرصع تلوار اس کو عنایت کی اور اس کے ساتھیون، خادمون اور سپاہیون کو منصب اور جاگیرین عطا کین لیکن آخر آخر مین سلطان نے شاہزادہ حاجی خان

سے بھی ناراض ہو گیا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ بکثرت شراب پیتا اور سلطان کی پدرانہ نصیحتون پر عمل نہ کرتا تھا، اسی زمانہ مین سلطان زین العابدین کو اسہال دموی کا مرض لاحق ہو گیا جو بعد کو برابر بڑھتا ہی رہا اور اسکی وجہ سے سلطنت کے کاروبار مین بڑا خلل پڑ گیا بعض امرائے حکومت نے درپردہ آدم خان کو آنے اور سلطان سے ملنے کا موقع دیا وہ سلطان کی خدمت مین حاضر ہوا لیکن اس نے اسکی طرف کوئی توجہ نہین کی، آدم خان نے یہان اپنے بھائیون سے ملکر صلح کر لی اور امراد اعیان حکومت سے عہد و پیمان لیا، ان امرا نے سلطان کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کی کہ سلطنت کے تمام کاروبار معطل پڑے ہین ملک تباہ و برباد ہو رہا ہے آپ شاہزادون مین سے جسکو پسند کرین اپنا جانشین مقرر فرمائین سلطان نے ان کے اس مشورہ کو قبول نہ کیا بلکہ معاملہ کو تقدیر و رضائے الٰہی پر چھوڑ دیا، اتفاق یہ کہ اسی زمانہ مین ایک مرتبہ تینون شہزادے ایک مجلس مین جمع ہوئے، چھوٹے شہزادہ بہرام خان نے اس موقع پر کچھ ایسی گفتگو کی جسکی وجہ سے آدم خان اور حاجی خان مین سخت اختلاف پیدا ہو گیا اور دونون نے پچھلی صلح و مصالحت اور عہد و پیمان کو بالائے طاق رکھدیا، آدم خان نے سلطان سے اجازت رخصت لیکر اسی وقت قطب الدین پورہ کی راہ لی ادھر آدم خان کی روانگی کے بعد حاجی خان اور بہرام خان نے ملکر اسکی بیخکنی کا تہیہ کر لیا چنانچہ اب باقاعدہ آدم خان سے جنگ شروع ہو گئی اس درمیان مین آدم خان ایک رات کو تنہا سلطان کی عیادت کے لئے اپنی فوج کو شہر کے باہر چھوڑ کر محل سلطانی مین داخل ہوا اور رات بھر دیوانخانہ مین رہا، اسی رات کو حسن خان کچھی جو کشمیر کے سربرآوردہ و مقتدر امرا و اعیان سلطنت مین سے تھا اس نے حاجی خان کیلئے دوسرے امرا و ارکان سلطنت سے بیعت لی چنانچہ اب باقاعدہ حاجی خان دیوانخانہ مین داخل ہوا اور نیز سلطانی طویلہ پر قابض ہو گیا، اس نے کثیر التعداد فوج مہیا کر لی اور قلعہ کے باہر اپنا لشکر جمع کر دیا، اس طرح حاجی خان کی کامیابی دیکھکر آدم خان بالکل مایوس ہو گیا اور اب اس نے بارہمولہ کی راہ سے کشمیر چھوڑ کر ہندوستان کی راہ لی، اسی زمانہ مین اس کے نوکرون نے بھی اس سے بیدل ہو کر اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور حاجی خان کے

کے امرا مین سے ایک امیر زین لاڈک نام نے اس آخری موقع پر بھی اس کا تعاقب کیا لیکن اس بہادر جنگجو نے اس کا خوب خوب مقابلہ کیا اور اس کے بہت سے عزیزون اور بھائیون کو تہ تیغ کرتے ہوئے کشمیر کو خالی کر دیا،

سلطان کی موت

سلطان زین العابدین بستر علالت پر تھا، اسکی حالت روز بروز خراب ہوتی جاتی تھی۔ شاہزادون کی باہمی مخاصمت و مخالفت کی خبرین اسکی روح کو اور زیادہ صدمے پہنچا کر مرض کی تقویت و استیلار کا ذریعہ بنگئی تھین، امرار و اعیان سلطنت مستعدی کے ساتھ اسکی خدمت گذاری مین مشغول تھے، وہ شاہزادون کے فتنہ و فساد کے خیال سے ان کو اسکا موقع نہ دیتے تھے کہ سلطان کی عیادت کیلئے جائین، رعایا کی تسکین وتسلی کی غرض سے کبھی کبھی سلطان کو کسی بلند و نمایان مقام پر بٹھاتے تھے تاکہ سب لوگ دور سے اس کو دیکھ سکین، اور اس طرح ملک کی حفاظت و صیانت کیلئے مناسب تدبیرون کو کام مین لاتے تھے سلطان کا مرض جب اور زیادہ ترقی کر گیا تو یہ حالت ہو گئی کہ وہ مطلقاً کوئی غذا نہ کرتا تھا اس کے حواس معطل ہو گئے تھے اکثر بے ہوش و حواس رہتا تھا چنانچہ کبھی تمام تمام رات اور تمام تمام دن بیہوش پڑا رہتا یہانتک کہ بالآخر ۸۷۷ھ مین انتر برس کی عمر اور ۵۲ برس کی مدت حکمرانی کے بعد اس جہان فانی کو چھوڑ کر عالم بقا مین پہنچ گیا، اناللہ و انا الیہ راجعون،

عادات و اخلاق اور دوسرے عام حالات

باوجود فراوانی اسباب عیش و نشاط سلطان زین العابدین اپنی اخلاقی حیثیت سے ایک پارسا مزاج و زاہد خو شخص تھا فرشتہ لکھتا ہے،

و پارسائی او بحدے بود کہ عورت بیگانہ را	اس کی پارسائی اس حد تک تھی کہ غیر کی عورت
بجائے مادر و خواہر خویش تصور مینمود و ہیچ	کو اپنی مان اور بہن تصور کرتا تھا اور کسی طرح

وجہ صورت نداشت کہ در وے نامحرم ویا دیو
مال غیر بنظر خیانت طمع کند،

بھی جائز نہ رکھتا تھا کہ کسی نامحرم عورت یا غیر کی
دولت وثروت کو خیانت اور بدی کی نگاہ سے
دیکھے اور اسکا لالچ کرے،

دنیا اور اسباب دنیا سے اسکی وارستگی کی شہادت فرشتہ ان لفظون مین دیتا ہے،

وگذشتگی و وارستگی او از دنیا بمرتبہ بود کہ
باآن علو شان وحشمت وشوکت اصلا تعلق
باسباب سلطنت نداشت و در مقام جمع
نمودن خزائن نبود،

دنیا سے وارستگی اس درجہ تھی کہ باوجود حشمت
وشوکت اسباب سلطنت سے کوئی تعلق
نہ رکھتا تھا اور وہ کبھی خزانون کے جمع کرنے
کی فکر مین نہ پڑا،

وہ نرم خو اور رحم دل تھا اس لئے اگر کبھی کسی سے خفا اور ناراض ہوتا تو یہ ضرور نہ تھا کہ اس کی سزا کرتا اس کا طرز عمل یہ تھا کہ جب کسی پر غضب وغصہ کرتا تو اس کو کسی بہانہ سے دور دراز ملک مین بھیجدیتا تھا اور اس طرح جس شخص سے وہ ناراض ہوتا اس کو اسکی ناراضی کی خبر تک نہ ہونے پاتی، اس کی نرم خوئی و رحم دلی انسانون ہی تک محدود نہ تھی بلکہ حیوانات پر بھی وہ مہربان تھا فرشتہ لکھتا ہے،

وبمہربانی کہ داشت مردم را حکم بمنع شکار
فرمود تا جانوران کشتہ نشوند،

مہربانی کی وجہ سے اس نے ممانعت کردی
تھی کہ کوئی شکار نہ کھیلے تاکہ جانور مارے نہ جائین

اس کی ایک عجیب عادت یہ تھی کہ

در ماہ مبارک رمضان گوشت نمی خورد (فرشتہ)

رمضان المبارک کے مہینے مین گوشت نہین کھاتا تھا

وہ طبعاً مسالمت پسند اور روادار تھا، اس لئے ہر مذہب اور ہر گروہ کے اشخاص کی عزت ومحبت کرتا تھا، اس کی مجلس مین مسلمان اور ہندو دونون جماعت کے تعلیم یافتہ اور باکمال افراد شریک بزم ہوتے تھے، فرشتہ لکھتا ہے:

و با جمیع طوائف مردم صحبت میداشت و	ہر گروہ کے افراد کے ساتھ صحبت رکھتا تھا اور
چون کسب علوم و فنون کردہ بود ہمیشہ	چونکہ اس نے علوم و فنون سیکھے تھے اس لئے
مجلس او پر از دانایان مسلمان و ہندو	اسکی مجلس مسلمان اور ہندو تعلیم یافتہ وار باب
می بود۔	کمال اشخاص سے ہمیشہ بھری رہتی تھی،

وہ جس طرح علماء اسلام کے ساتھ خلوص و عقیدت رکھتا تھا اسی طرح ہندو قوم کے جوگیون کی عزت و محبت بھی کرتا تھا، فرشتہ لکھتا ہی،

"و سلطان در تعظیم او و جمیع علمائے اسلام	تمام علمائے اسلام کی تعظیم کرتا تھا اور کہتا تھا
تقصیر نمی کرد و می گفت کہ اینہا مرشد	یہ ہمارے قبلہ و مرشد ہین گمراہی سے بچا کر انھون نے
و قبلۂ ما اند و ما را از ضلالت بر آوردہ	ہمین ہدایت کی راہ پر لگایا ہی، وہ جوگیون کا
بہدایت رسانیدہ اند و ہمچنین احترام جوگیان	بھی احترام کرتا تھا اور کہتا کہ یہ لوگ بے نفس
نیز می نمود کہ اینہا مرتاض و غریب اند	و مرتاض ہین، کسی گروہ کی عیب جوئی نکرتا
و نظر بعیب ہیچ طائفہ نمی کرد کہ ہمین منظور او بود	تھا کہ اس کو یہی دل سے پسند تھا،

اس کی فراست و دانائی کے متعلق فرشتہ لکھتا ہی کہ

"فراست و بزرگی بمنزلہ داشت کہ ہر نوع	اس درجہ عاقل و دانا تھا کہ جس مشکل کے حل
قضیہ و مشکلے را کہ عاقلان از حل آن عاجز	اور جس قضیہ کے فصل سے تمام عقلمند و تجربہ
می شدند سلطان در بدیہہ بفیصل می ساخت	کار لوگ عاجز رہجاتے سلطان آن کی آن
" " "	مین فیصل کر دیتا تھا،

اس کے بعد فرشتہ نے استشہاداً یہ واقعہ نقل کیا ہی کہ ایک عورت نے اپنی سوت کو بدنام و رسوا کرنے اور اس طرح اپنے دل کے آتشِ حسد کو بجھانے کی غرض سے خود اپنے ننھے سے بچہ کو مار ڈالا اور

اس کا الزام اپنی سوت کے سر رکھا، جب یہ مقدمہ دربار سلطانی مین آیا تو پہلے سلطان نے اس کو عقلائے دربار کے سپرد کیا لیکن سب کے سب اس کو فیصل کرسکنے سے عاجز رہے بالآخر سلطان نے اس کو خود اس طرح فیصل کیا کہ پہلے اس نے سوت کو جس پر الزام لگایا گیا تھا طلب کیا اور الگ لیجا کر اس سے کہا کہ اگر تو نے واقعتاً اس بچہ کو قتل کیا ہو تو سچ سچ مجھ سے اقرار کرے اگر تو نے صحیح اقرار کرلیا تو یقین رکھ کہ تجھکو معاف کردونگا ورنہ ذرہ بھی غلط بیانی سے کام لیا تو سخت ترین سزا دونگا، عورت نے جواب دیا کہ آپ جو چاہین سزا دین لیکن سچ یہ ہو کہ مین اس بچہ کے قتل کرنے والے کو نہین جانتی، دیر تک ترغیب و ترہیب کے بعد سلطان نے آخر مین اس سے کہا کہ اچھا، اگر تو نے قتل نہین کیا اور تو اس تہمت سے بری ہو تو چل اپنے تمام کپڑے اتار دے اور ننگی تمام آدمیون کے سامنے سے ہو کر اپنے گھر کو چلی جا، تاکہ تمام لوگ جان لین کہ تو اس خون کی تہمت سے بری ہے، عورت نے یہ سنکر شرم سے سر جھکا لیا اور عرض کی اگر مجھکو قتل کردیا جائے تو یہ اس بیحیائی سے ہزار درجہ بہتر ہے کیا قتل وخون کی یہ جھوٹی تہمت میری رسوائی کے لئے کافی نہین ہو؟ کہ مین اس بیحیائی و بے شرمی کے فعل کا ارتکاب کرون، یہ جواب پاکر سلطان نے اس کو چھوڑ دیا، اور مدعیہ کو بلوایا اور بالکل یہی گفتگو اس سے بھی کی اس نے کہا اگر میری سوت اس بچہ کی قتل کرنیوالی نہو تو اس کے عوض مجھے قتل کردیا جائے، سلطان نے اس سے کہا کہ اگر تو اپنے دعوے مین سچی ہو تو تمام اہل مجلس کے سامنے ننگی ہوجا، یہ سنتے ہی وہ فوراً ایسا کرنے کے لئے امادہ ہوگئی اور چاہتی تھی کہ اپنے کپڑے اتار ڈالے، یہ دیکھکر سلطان نے ایسا کرنے سے منع کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ جرم اسی مدعیہ کا ہو اس نے صرف اپنی سوت کے استیصال کی غرض سے ایسا کیا اور اس کا الزام اس کے سر رکھا اس فیصلہ کے بعد سلطان کے حکم سے چند کوڑے اس کو لگائے گئے اب اس نے قتل کا اقرار بھی کیا اور اس اقرار کے بعد وہ آخر اپنے جرم کی اس سزا کو پہنچی جسکی وہ مستحق تھی،

ایک عجیب واقعہ سلطان زین العابدین کے سلسلہ واقعات زندگی مین یہ واقعہ خاص طور پر عجیب و قابل

ذکر ہے، کہ ایک مرتبہ سلطان کو ایک سخت مرض ہو گیا جس مین نقاہت اور کمزوری اس درجہ ہو گئی تھی کہ بستر پر جنبش و حرکت کرسکنے سے بھی معذور تھا، تمام لوگ سلطان کی زندگی و صحت کی طرف سے مایوس ہو چکے تھے، اتفاق سے اسی زمانہ مین ایک جوگی آیا، اس نے سلطان کی بیماری کا حال سنکر امراء و اعیان حکومت تک رسائی حاصل کی اور ان سے کہا کہ آپ سب لوگ سلطان کی زندگی سے مایوس ہو چکے ہین مین ایک ایسا علم جانتا ہون جس کے ذریعہ سے سلطان کی بیماری کو اپنی طرف منتقل کرسکتا ہون اور اس کے بعد سلطان کو بالکل صحت ہو جائیگی، آپ لوگ مجھے پہلے سلطان کے پاس لیچلین تاکہ مین دیکھون اور کوشش کرون، یہ سنکر امرائے دربار اس کو سلطان کے پاس لے گئے، جوگی نے اس کو دیکھکر کہا کہ بیماری بہت سخت ہے تاہم مین اپنا عمل کرونگا مجھے کامیابی کی امید ہے آپ حضرات میرے ایک چیلہ کو میرے پاس رہنے کی اجازت دین اور کمرہ کو بالکل خالی کر دین اور جب تک مین عمل کرتا رہون کوئی ادھر نہ آنے پائے، امرا نے چیلہ کو آنیکی اجازت دی، کمرہ کو بالکل خالی کر دیا جوگی نے اپنا عمل شروع کیا جس کے ذریعہ سے سلطان کی بیماری جوگی کی طرف منتقل ہو گئی اب سلطان صحیح تھا اور جوگی بیمار، اس کی بالکل وہی حالت ہو گئی جو سلطان کی تھی، جوگی نے اسی حالت مین اپنے چیلہ سے کہا کہ امرا کو خبر دو سلطان کو صحت ہو گئی اور مجھے نہایت احتیاط کو ساتھ اٹھا کر میری قیامگاہ کو لیچلو، اور وہان اثنائے علالت مین کتّے، بلّی اور دوسرے حیوانات کے صدمہ و آسیب سے میری حفاظت کرتے رہو، تاآنکہ مین بھی بالکل صحیح و تندرست ہو جاؤن، یہ سنکر جوگی کے چیلہ نے امرا کو خبر کی اونھون نے آکر سلطان کو صحیح و تندرست پایا تو سب کے سب حیران و ششدر رہگئے، جوگی کو اٹھا کر اس کا چیلہ اوسکی قیامگاہ کو لیگیا اور سلطان اور اس کے امراء و اعیان حکومت نے صحت کی بیحد خوشی منائی اور بہت کچھ صدقات اور خیرات محتاجون اور فقیرون مین تقسیم کی۔

ہمعصر سلاطین و امرا سے تعلقات

سلطان زین العابدین کی نیکنامی اور حسن شہرت نے اس کے معاصر سلاطین و امرا کو اسکا مشتاق

وگرویدہ بنادیا تھا چنانچہ فرشتہ نے تصریح کی ہے کہ وہ اس کے ملنے کے آرزومند رہتے تھے، اس کے تعلقات اخلاص و دوستی کے دائرہ مین ہندوستان کے باہر کے سلاطین وامرا بھی داخل تھے اور ان مین سب سے زیادہ مخصوص واستوار روابط معاصرت خاقان سعید ابوسعید شاہ سے تھے ان دونون کے درمیان ہدایا و تحائف کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا خاقان ابوسعید خراسان سے عربی گھوڑے، عمدہ خچر، اور قوی ہیکل اونٹ بھیجا کرتا تھا اور اوسکے سلطان زین العابدین اس کے مقابلہ مین زعفران، کاغذ، مشک، عطروگلاب، سرکہ، کشمیری شالین اور شیشے کے برتن خاقان کے پاس بھیجا کرتا تھا،

اس قسم کے تحائف مین سے وہ دو جانور خاص طور پر قابل ذکر ہین جو راجہ تبت نے سلطان زین العابدین کو بھیجے تھے، یہ جانور تبت کے ایک مشہور تالاب مین پائے گئے تھے۔ جس کی یہ خصوصیت تھی کہ اس کا پانی کبھی خراب و متغیر نہین ہوتا تھا ان جانورون کا نام راج ہنس تھا وہ نہایت خوشنما وخوبصورت تھے اور ان کی یہ عجیب وغریب خصوصیت تھی کہ ان کو دودھ مین پانی ملا کر جب کھانے کے لئے دیتے تھے تو وہ اپنی چونچ کے ذریعہ اس مین سے دودھ کے تمام اجزا کو کھا لیتے تھے اور خالص پانی کو چھوڑ دیتے تھے،

نظریۂ اضافیت

(۲)

از جناب مولوی نصیر احمد صاحب بی، ایس، سی، استاذ طبعیات جامعۂ عثمانیہ

نظریۂ اضافت پر جو عظیم الشان لٹریچر مغرب مین پیدا ہو گیا ہی اس کی ادنیٰ سی مثال ایک یہ ہی کہ دو برس ہوئے امریکہ کے رسالہ "سائنٹفک امریکن" نے اس نظریہ کو انعامی قرار دیکر اس پر متعدد مضمون لکھوائے، امریکہ کے ایک علم دوست مخیّر نے ۵۰۰۰ ڈالر (تقریباً ۱۵۴۲۵ روپیہ) کا انعام بہترین مضمون لکھنے والے کو دیا، مضمون کا انتخاب ماہرین فن کی ایک مختصر سی جماعت نے انجام دیا، نظریہ کی اس اہمیت کا لحاظ رکھتے ہوئے گذشتہ مضمون[1] "مشتے نمونہ از خروارے" ہے، اس صحبت مین ارادہ ہے کہ نظریہ کے مختلف پہلوؤن پر اور مختلف حیثیتون سے نظر ڈالی جائے،

گذشتہ صحبت مین ہم نے یہ ذکر کیا تھا کہ پروفیسر **آئنسٹین** جاپان مین مدعو کئے گئے تھے، چنانچہ اسی دعوت کی بنا پر وہ ہندوستان ہوتے ہوئے جاپان تشریف لے گئے، بمبئی مین اونھون نے اتنا قیام کیا تھا کہ وہان ایک لکچر اس نظریہ پر دے سکے، جاپان مین جب پہونچے تو اون کا نہایت پرجوش خیر مقدم کیا گیا، جس جاپانی عالم نے مناظرہ کا ارادہ کیا تھا وہ ایک نوجوان شخص ہے، اوس نے بالآخر اپنے ایک معمر استاد کی فہمائش پر مناظرہ سے احتراز کیا اور پروفیسر موصوف کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا، کہ اوس کے دلائل خود اوس کے استاد کی نگاہ مین یکسر بازیچۂ اطفال سے زیادہ نہ تھے، اور اس کے مقابلہ مین پروفیسر موصوف کے دلائل زیادہ تر مستحکم اور قوی ہین، اس تمہید کے بعد ہم اصل مضمون کی طرف رجوع کرتے ہین،

---

[1] دیکھو معارف دسمبر ۱۹۲۲ء،

اضافیت^(۱) اضافیت کا مفہوم جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیا تھا کوئی نیا مفہوم نہین ہے، فلسفی مدت سے مانتے آئے ہین، لیکن ان سب کی نظر مسئلہ کی کیفیت پر رہی، کمیت پر صرف آئنسٹین نے توجہ کی اور بالآخر ہر طرح سے مکمل کرکے اس کو ایک نظریہ کی صورت مین پیش کیا، یہی اس کا اصل کارنامہ ہی،

ہر مشاہدہ مین دو فریق ہوتے ہین، ایک مشاہِد یعنی دیکھنے والا اور دوسرا مشاہَد یعنی جو کچھ دیکھا جائے،

جو کچھ کہ ہم دیکھتے ہین وہ محض شئے مرئی پر منحصر نہین ہی بلکہ خود ہمارے حالات پر بھی منحصر ہے، یعنی ہمارے مقام، ہماری حرکت، اور ہمارے ذاتی خبط پر بھی بہت کچھ اس کا انحصار ہے، بسا اوقات محض بہ تقاضائے فطرت یا بعض اوقات بالارادہ ہم اس بات کی کوشش کرتے ہین کہ کسی طرح مشاہدہ مین سے اپنی انانیت حذف کردین اور اس ربع مسکون کا ایک ایسا نقشہ کھینچین جو جملہ مشاہدین مین مشترک ہو، جیسے کبھی کبھی سمندر کے افق پر ایک چھوٹے سے داغ کو ہم ایک عظیم دخانیہ سمجھنے لگتے ہین، یا ریل گاڑی مین بیٹھے ہوئے کھڑکی سے ایک گائے کو اپنے پاس سے پچاس میل فی گھنٹہ کی شرح سے حرکت کرتے دیکھتے ہین، اور کہتے یہ ہین کہ وہ ساکن ہی، ہم تارون والے آسمان کو حرکت کرتا دیکھتے ہین اور فیصلہ یہ کرتے ہین کہ فی الحقیقت گردش زمین کر رہی ہے، اس طرح سے گویا ہم ایک ایسا نقشہ پیش کرنا چاہتے ہین جو کسی دوسرے سیارے پر رہنے والے مشاہد کے نزدیک بھی صحیح ہو،

اگر ہم اپنے معلومات کو ایک ہمہ گیر شکل مین پیش کرنا چاہتے ہین تو سب سے پہلا کام ہمارا یہ ہونا چاہیئے کہ جملہ انفرادی حیثیات کو مٹا کر کسی خاص مشاہد کو معیار قرار دیکر اس کی اضافت مین ان حیثیات کو تحویل کرلین، دنیا کا نقشہ جو اس طرح سے حاصل ہوگا وہ بھی اضافی ہی ہوگا، کیونکہ ہم نے مشاہد کا حصہ حذف نہین کیا ہو بلکہ صرف اس کا تعین کردیا ہے،

---

۱ Idiosyncracy

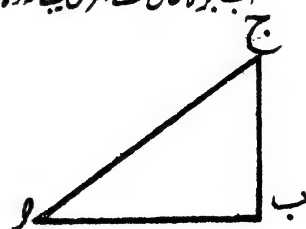
کسی مشاہد کے حصے کو حذف کرنے مین سب سے بڑی دقت جو پیش آتی ہے وہ حرکت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اگر مشاہد کو مطلقاً سکون ہو تو یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے لیکن یہ امر ممکن نہین، ہر وہ مشاہد جس کو ہم ساکن سمجھتے ہین زمین کی حرکت مین شریک ہی، اور اِس لئے متحرک ہے، حرکت کے اس عجیب غریب اثر کو ہم چند مثالون سے واضح کرنا چاہتے ہین۔

حرکت کی وجہ سے شے مین انقباض، زید و بکر دونون کسی دریا مین الگ الگ تیر رہے ہین، اگر بالفرض دریا شرقاً غرباً بہہ رہا ہے اور زید شرقاً غرباً .. اگز آئے جائے اور بکر شمالاً جنوباً اسی طرح .. اگز طے کرے، تو بتلائیے کہ دونون مین کس کو زیادہ وقت درکار ہوگا،

جاتے وقت دریا کی لہر زید کے خلاف عمل کرتی ہے اسی لیئے زید کو زیادہ محنت کرنا پڑتی ہے، لوٹتے وقت لہر زید کے موافق ہوجاتی ہی اس لیئے وہ جلد تر واپس آجاتا ہی، بکر کے راستے مین بھی لہر حائل ہوجاتی ہے کیونکہ اس کو بھی کسیقدر قوت لہر کے ساتھ ساتھ جانے سے بچنے کے لیئے صرف کرنا پڑتی ہی لیکن ہر تیراک یہی کہے گا کہ زید کو زیادہ مزاحمت پیش آتی ہے،

اس کو ایک عددی مثال سے یون سمجھئے کہ تیراک کی رفتار ۵۰ گز فی دقیقہ ساکن پانی مین ہے اور اور لہر کی رفتار ۳۰ گز فی دقیقہ ہے، تو زید کی رفتار لہر کے خلاف صرف ۲۰ گز (۵۰ - ۳۰) اور لہر کی سمت مین ۸۰ گز (۵۰ + ۳۰) گز فی دقیقہ ہوا جاتے مین زید کو ۵ دقیقے لگتے ہین اور آتے وقت ۱ ۱/۴ دقیقہ، پس کل مدت ۶ ۱/۴ دقیقہ،

اب بکر کا حال سنئے، فرض کیجئے کہ وہ نقطہ ل سے چلتا ہے اور اس کا مقصود نقطہ ب پر پہنچنا ہے تو اس مقصد کے حصول کے لیئے اس کو نقطہ ج پر نظر رکھنا چاہیئے تاکہ لہر اس کو ہٹاتے ہٹاتے نقطہ ب پر لے آئے گویا اگر پانی ساکن ہوتا تو بکر فاصلہ ل ج طے کرتا، اب



اس نے اب طے کیا ہے، تو لہر کی وجہ سے جتنا فاصلہ زیادہ طے کرنا پڑا وہ ج ب ہے، اب اگر حسب سابق بکر اور دریا کی رفتار ۵۰ اور ۳۰ گز فی دقیقہ ہو تو وج اور ج ب مین ۵۰ اور ۳۰ کی نسبت ہونا چاہئے، اب چونکہ مثلث اب ج قایم الزاویہ ہے اس لئے اقلیدس مقالہ اول شکل ۴۷ کی رو سے اب مساوی ۴۰ گز کے ہوگا، چونکہ بکر ۱۰۰ گز طے کرتا ہے اس لئے اج کا طول ۱۲۵ گز ہوا، اور اس فاصلہ کے لئے مدت ۲½ دقیقے ہوگی، واپسی کے لئے بھی ۲½ دقیقے درکار ہونگے، پس کل مدت ۵ دقیقہ ہوئی،

پانی اگر ساکن ہوتا تو مدت ۴ دقیقے ہوتی،

پس زید اور بکر ہر دو کی مسافت مین نسبت ۶¼ اور ۵ کی ہے،

یعنی نسبت = ۶¼ : ۵

$$= \frac{1}{\sqrt{1-\left(\frac{3}{5}\right)^2}}$$

کیونکہ

$$6\tfrac{1}{4} : 5$$

$$= \frac{25}{4} : 5$$

$$= \frac{25}{4} \times \frac{1}{5}$$

$$= \frac{5}{4} = \frac{1}{\frac{4}{5}}$$

$$= \frac{1}{\sqrt{\frac{16}{25}}} = \frac{1}{\sqrt{1-\frac{9}{25}}}$$

$$= \frac{1}{\sqrt{1-\frac{3^2}{5^2}}} = \frac{1}{\sqrt{1-\left(\frac{3}{5}\right)^2}}$$

$$= \frac{1}{\sqrt{1-\left(\frac{30}{50}\right)^2}}$$

نسبت کو اس طرح لکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس نسبت کا انحصار دریا کی رفتار اور تیراک کی رفتار

کی نسبت یعنی ۱/۵۰۰ پر ہے،

انہی اصولون کی بنا پر ۱۸۸۱ء مین امریکہ مین ایک بہت ہی مشہور تجربہ ترتیب دیا گیا، اِس تجربہ مین تیراک نور کی ایک لہر تھی اور ہم جانتے ہین کہ مادہ اثیر مین نور ۱۸۶۳۳۰ میل فی ثانیہ کی رفتار سے تیرتا ہے، اثیر معمل مین اس طرح جاری تھا جیسے کوئی دریا ساحل کے کنارے کنارے بہتا ہوا ایک ہلکی مجلا سطح سے جزئی انعکاس کے ذریعہ سے موج نور کے دو حصے کر دیئے گئے تھے، ایک حصہ زید کی طرح سمت دریا مین حرکت کرتا تھا، اور دوسرا اکبر کی طرح شمالاً جنوباً جب ہر دو امواج اپنے اپنے منتہی تک پہونچ گئین تو وہ آئینون کی مدد سے مقام آغاز پر واپس کر دی گئین، اِس مسابقت کا نتیجہ معلوم کرنے کے لئے خاص خاص مناظری آلات ترتیب دیئے گئے تھے، چونکہ نور موجون کا نتیجہ ہو اور ہر موج مثل آبی لہر کے اپنے اندر ایک اوج اور ایک حضیض یا ایک نشیب اور ایک فراز رکھتی ہو اسلئے دو موجون کے ملنے سے پتہ لگ سکتا تھا کہ کون جلد پہونچی اور کون دیر مین، یعنی اگر دیر مین پہونچی ہو گی تو ایک کا اوج دوسرے کے اوج سے مطابق ہونے کے بجائے اس کے حضیض پر منطبق ہو گا،

مائی کلسن اور **مارلے** انہی دو عالمون نے تجربہ کیا تھا، جب انھون نے یہ نتیجہ دیکھا کہ دونون موجین ایک ساتھ پہنچین تو اون کو بہت تعجب ہوا، یہ صحیح ہے کہ اون کو اثیر کی سمت حرکت معلوم نہ تھی لیکن وہ اسی تجربہ کی مدد سے اس کو دریافت کر لینا چاہتے تھے، اس مشکل کو انھون نے اِس طرح دفع کیا کہ سمتین بدل بدل کر تجربے کئے، یہ بھی ممکن تھا کہ کسی خاص لحظے مین کوئی لہر ہو ہی نہین لیکن زمین کی رفتار ۱۸½ میل فی ثانیہ ہے جو سورج کے گرد اپنے سفر مین لحظہ بہ لحظہ سمت بدلتی رہتی ہے، پس سال بھر مین کسی وقت بھی اثیر مین ارضی معمل کی رفتار ۱۸½ میل فی ثانیہ سے کم نہین ہو سکتی۔

اِس تجربہ مین اِس رفتار کی لہر سے بھی ایک موج کی تاخیر کا پتہ لگ جانا چاہیئے تھا، اور ۱۹۰۵ء مین **مارلے** اور **ملر** نے جب اِس تجربہ کو دُہرایا تو اِس وقت صرف ۲ میل فی ثانیہ ہی کی اثیری لہر کافی تھی،

سوال یہ ہے کہ جب دو دوڑنے والے ایسے ہون جن مین سے ایک دوسرے سے سست رفتار ہو اور اس پر بھی وہ آخری منزل پر ایک ساتھ پہونچین تو ظاہر ہے کہ ان دونون نے برابر کے فاصلے نہ طے کئے ہونگے، اس مشکل کو دور کرنے کے لئے تجربۂ بالا مین آلات کو ایک زاویہ قایمہ مین گھما دیا تاکہ جو حصہ شرقاً غرباً تھا وہ شمالاً جنوباً ہو جائے اور جو شمالاً جنوباً تھا وہ شرقاً غرباً ہو جائے، اب دوڑنے والی چیزون (یعنی ہر دو حصۂ مواج) نے راستہ بدل دیا اس پر بھی نتیجہ وہی رہا۔ یعنی مقام آغاز دونون ایک ساتھ پہونچین،

واضح رہے کہ آیندہ ہم شرقاً غرباً کو طولی سمت کہین گے اور شمالاً جنوباً کو عرضی، مذکورۂ بالا عجیب وغریب نتیجہ کی سیدھی سی تاویل یہ ہے کہ ہر راستہ جب عرضی سے طولی وضع مین رکھا جاتا ہے تو خود بخود سمٹ جاتا ہی، یس آلات کا جو حصہ بھی طولاً رکھا جاتا ہی وہ فوراً چھوٹا ہو جاتا ہی،

ہم کو یہ فرض کرنا پڑتا ہی کہ آلہ کا کوئی سا حصہ جب اثیری رو کے لحاظ سے مختلف سمتون مین گھمایا جاتا ہی تو اس کے طول مین فرق آجاتا ہی، یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مادہ کی نوعیت کا اس تجربہ پر اثر نہین پڑتا، خواہ دھات ہو، پتھر ہو یا لکڑی ہر قسم کے مادے کے لیئے ایک ہی انقباض پیدا ہوتا ہے، جو دیر ہوتی ہی وہ اثیری رو کی رفتار اور نور کی رفتار کی نسبت پر منحصر ہے، اس سے وہ انقباض بھی جو اس دیر کی تلافی کردیتا ہی متعین ہوجاتا ہے، سب سے پہلے اس توجیہ کو فٹزجرال[1] نے پیش کیا تھا، بعد مین لارمر اور لورینز کی تحقیقات نے اس کی کافی تصدیق کی،

بہت سی صورتون مین یہ انقباض بہت ہی قلیل ہوتا ہی،

ہم دیکھ چکے ہین کہ جب رو کی رفتار تیراک کی رفتار سے ۱۲ اور ۵ کی نسبت مین ہو تو تعویق کی تلافی کے لیئے $\sqrt{1-\left(\frac{12}{5}\right)^2}$ کے انقباض کی ضرورت ہی، زمین کی مداری رفتار نور کی رفتار کا $\frac{1}{10000}$ ہے، پس اس سے $\sqrt{1-\left(\frac{1}{10000}\right)^2}$ یا $\frac{1}{200,000,000}$ (۲۰ کروڑ مین ایک حصہ) انقباض پیدا ہوتا ہے، اس کے

---

[1] انگریزی مین Fitzgerald ہے۔

معنے یہ ہوئے کہ زمین کا قطر سمت حرکت مین ۲½ انچ کم ہوجاتا ہی،

مائیکلسن اور **مارلے** کا تجربہ اثیر مین ہماری حرکت کا پتہ لگانے مین ناکامیاب رہا،

کیونکہ جس اثر کی امید تھی یعنی نوری موج کی تعویق وہ آلات کے مادے کے خود بخود انقباض سے پوری ہوگئی،

اس سے بہتر برقی اور مناظری تجربات کیے گئے لیکن ان مین بھی اس تعویق کا پتہ نہ لگا، کیونکہ کہین نہ کہین

اس کی تلافی ہوجاتی ہی، ہمارا اب یہ عقیدہ ہی کہ اشیار کی ماہیت ہی کچھ ایسی ہی کہ یہ تلافی خود بخود ہوجاتی ہی،

پس اثیر مین ہماری حرکت کا پتہ لگانا امر محال ہی، خواہ ہم ساکن ہون یا روشنی کی رفتار جیسی رفتار سے متحرک

ہون ہمارے مشاہدات پر اس کا کوئی اثر مترتب نہ ہوگا،

چند تجربات جو کیے گئے ہین ان سے اس عام نتیجہ کا اخذ کرنا جسارت معلوم ہوگا، بالخصوص اس وجہ سے

کہ ہم محدود رفتارون سے تجربہ کرسکتے ہین، اگر رفتارین عظیم ہون تو اختلاف بیّن طور پر معلوم ہوسکتا ہے لیکن

اس تلافی کو تقریبی خیال کرنے کے بجائے قطعی خیال کرنے کے دیگر دلائل بھی ہین، نظری حیثیت سے اس تلافی کا

پتہ برقاطیسی اصولون مین لگتا ہے جہان یہ بالکل صحیح ہی، جو کلیہ اوپر بیان ہوا اوس کو "محدود اصول اضافیت"

کہتے ہین جو حسب ذیل ہے،

"کسی تجربہ سے اثیر کی اضافت سے یکسان رفتار کا پتہ لگانا ناممکن ہی" اصول اضافیت کے لوازم

بہت ہی انقلاب انگیز ہین، ایک مثال لیجئے، اگرچہ یہ مثال مبالغہ معلوم ہوگی، لیکن ہم نہین کہہ سکتے

کہ یہ مبالغہ ہی یا واقعہ ہی، فرض کیجئے آپ اوپر کی جانب اثیر مین ۱۶۱۰۰۰ میل فی ثانیہ کی رفتار سے چڑھ رہے

ہین، اگر آپ اس بات کا دعویٰ کرین کہ یہی آپ کی رفتار ہی تو کسی شخص کو بھی اس کے خلاف کبھی

کوئی شہادت نہ ملیگی، اس رفتار پر فرجرالی انقباض ½ یعنی نصف ہی، پس ہر شئے جب انتصابی وضع مین

رکھی جائیگی نصف رہ جائیگی،

آپ پلنگ پر لیٹتے ہین، آپ ۶ فٹ ہین، اب سیدھے کھڑے ہوجانے سے آپ ۳ ہی فٹ

رہ گئے، آپ اِس پر یقین نہین کرتے، آئیے ہم ثابت کرین، ایک گز لیجئے، جب اس کو انتصابی وضع مین رکھین گے تو نصف منقبض ہو کر نصف گز رہ جائیگا، اب اگر آپ اِس سے ناپین تو آپ کی پیمایش ۲ نصف گز ہوگی، لیکن آپ کہین گے کہ جب مین گز کو گھماتا ہون تو اوس کے طول مین فرق نہین آتا، واقعہ یہ ہو کہ آپ جو کچھ دیکھ رہے ہین وہ آپ کی آنکھ پر گز کا خیال ہے، آپ یہ تصور کرتے ہین کہ یہ خیال ہر دو وضع مین ایک ہی جگہ لیتا ہو، لیکن آپ کی آنکھ کا شبکیہ[1] بغیر آپ کے علم کے انتصابی وضع مین منقبض ہو گیا تھا، پس انتصابی طولون کا انداز و آپ کی نگاہ مین پہلے سے دگنا ہو گیا، جو آلہ بھی آپ استعمال کرین گے سب مین یہ حال ہوگا، چونکہ ہر شئے اسی انداز پر بدل رہی ہے اس لئے معلوم ہوتا ہو کہ کوئی چیز بھی نہین بدلتی،

یہ ممکن ہے کہ برقی اور مناظری طریقے ایجاد کئے جائین، لیکن اِس صورت مین دلیل بہت پیچدار ہو جائیگی، کیونکہ برقی قوتون اور نوری موجون پر ایثر کی ایک تیز رو کے اثر کا لحاظ کرنا پڑیگا، لیکن اِن سب کا ایک ہی انجام ہوگا، یعنی ان سے پتہ کچھ نہ چلیگا، اس کی ایک مثال لیجئے، آنکھ کے شبکیہ کی تبدیلی سے بچنے کے لئے فرش پر چت لیٹ جاؤ، اور ایک مناسب وضع مین رکھے ہوئے آئینہ کی مدد سے کسی کو دیکھو کہ وہ ایک سلاخ کو افقی حالت سے بدلکر انتصابی حالت مین کھڑا کر رہا ہے تم کو طول مین کوئی تبدیلی نظر نہ آئیگی، اِس صورت مین شبکیہ کا کوئی تصور نہین ہے، لیکن آئینہ مین تم جو کچھ دیکھ رہے ہو کیا وہ اصل حقیقت ہے؟ ایک مستوی ساکن آئینہ مین تو رویت ٹھیک ہوتی ہو، نور کی شعاعین آئینہ پر جس زاویہ پر پڑتی ہین اُسی زاویہ پر واپس جاتی ہین، لیکن اگر آئینہ تیزی سے حرکت کرے تو یہ کلیہ بدل جائیگا، صحیح حسابات سے پتہ لگتا ہو کہ متحرک آئینہ خیال مین پیچ وخم پیدا کردیگا، جس سے طول کے تغیرات بالکل چھپ جائینگے،

ایک ریاضی دان کو اِن تمام تفصیلات کی ضرورت نہین، وہ جانتا ہے کہ قوانین فطرت ہمیشہ اپنے اندر تلافیان نہان رکھتے ہین، اِس لیے ہر صورت مین تلافی ہونی چاہیئے، پس اگر ان اثرات کے دریافت کرنے کا

---

[1] آنکھ کا وہ حصہ جس پر عکس کا خیال مرتسم ہوتا ہو، انگریزی مین اوس کو Retina کہتے ہین،

اشارۃً بھی ذکر کیا جائے تو وہ اس مغالطہ کو معلوم کرنے کی کوشش کرے گا جو یقیناً اس مین موجود ہی ممکن ہی کہ اثیر مین ہماری حرکت اس قدر تیز نہ ہو جتنا کہ ہم نے فرض کیا ہے اور ممکن ہے کہ طولی تغیرات بہت ہی کم ہون لیکن اصلی منشاء یہ ہی کہ یہ امور مشاہدہ مین نہین آتے، اس وجہ سے نہین کہ یہ بہت قلیل ہین (اگر وہ فی الواقع قلیل ہون) بلکہ اس وجہ سے کہ محسوس ہونا ہی ان کی فطرت مین نہین،

حرکت کے اثرات طول پر دو طرفہ ہین جس کی توضیح کے لیے فرض کرو کہ آلہ پرواز مین اسقدر ترقی ہو جائے کہ انسان ...۱۶۱۰۰ میل فی ثانیہ کی رفتار سے حرکت کرنے لگے، ہم یہ فرض کرلین گے کہ وہ کسی آرام دہ سواری مین ہی جس مین وہ اِدھر اُدھر حرکت کر سکتا ہی اور جملہ اُمور انجام دے سکتا ہی، نیز یہ کہ اس کا طول پرواز کی سمت مین ہے کیونکہ وہ اوپر جارہا ہے، اگر ہم چڑھتے وقت اس پر ایک اڑتی نظر بھی ڈال سکین تو ہم کو تین فٹ کا ایک انسان نظر آئے گا جس کی چوڑائی اور موٹائی معمولی انسان جیسی ہوگی، لطف یہ کہ اس کو مطلق خبر نہ ہوگی کہ اس کی ہیئت کذائی ایسی ہوگئی ہے، اگر اس وقت وہ کسی آئینہ مین اپنے آپ کو دیکھے تو اس کو اپنی صورت حسب معمول نظر آئیگی، اس کا سبب یہ ہے کہ شبکیہ مین انقباض پیدا ہوگیا ہی یا سریع السیر آئینے نے اس کو بگاڑ دیا ہی لیکن جب وہ نیچے کی طرف ہمارے اوپر نظر ڈالتا ہی تو اس کو ایک عجیب الخلقت انسانی نسل نظر آتی ہے، جن کو اس کے خیال کے مطابق گویا کسی نے چپٹا کر دیا ہے،

ایک آدمی کو وہ دیکھتا ہے کہ اس کا سینہ ۱۰ انچ سے بھی کم نظر آتا ہے اگر دوسرا آدمی پہلے آدمی کے ساتھ زاویہ قایمہ پر کھڑا ہے تو اس مین "طول اور عرض بغیر عمق" کے نظر آتا ہے جب وہ گھومتے ہین تو ان کی ہیئت بدل جاتی ہے جیسے پرانے زمانے کے × محدب آئینون مین دیکھنے والون کی صورتین بگڑ جاتی ہین،

ان ہیئتون (Appearances) کی یہ دو طرفگی یعنی ہر ایک دوسرے کو منقبض سمجھے، بہت مشکل سے ذہن نشین ہوسکتی ہے، یہ یہ لیجئے یہ ایک اجتماع ضدین (Paradox) ہے زید بالشتیون کو بہت ہی پستہ قد سمجھتا ہے اور بالشتیے زید کو دیو سمجھتے ہین، یہ فطرتی بات ہے، اگر زید کو بالشتیے

پستہ قد نظر آئے تو بالشتیون نے بھی زید کو پستہ قد سمجھا، یہ خیال پُرانے زمانے مین ماننے کے قابل نہین تھا، اس کو موجودہ سائینس ہی نے جائز قرار دیا ہے، یہ دوطرفگی اصول اضافیت کا ایک لازمی نتیجہ ہے طیارچی کو ان اشیاء مین جو اس کی اضافت سے تیزی سے حرکت کر رہی ہین، ایک انقباض نظر آئیگا جیسے ہم کو ہماری اضافت سے متحرک اشیا منقبض نظر آتی ہین، اور جیسے ایک اثیر مین ساکن مشاہد اثیر کی اضافت سے حرکت کرنیوالی اشیار مین ایک انقباض پاتا ہے،

اب تبلائیے کون سچا ہے؟ ہم یا کہ طیارچی؟ یا دونون مغالطے مین ہین؟ یہ معمولی معنون مین مغالطہ نہ ہوگا کیونکہ دونون مشاہدات کی تصدیق ہر طبیعیاتی آزمایش یا علمی حساب سے ہوسکیگی، کوئی شخص نہین جانتا کہ کون سچا ہے اور نہ کوئی کبھی جانے گا، کیونکہ ہم یہ نہین معلوم کر سکتے کہ اگر دونون مین سے کوئی ساکن ہے تو کون؟

نہ صرف حیز یعنی مکان بلکہ زمان مین بھی یہ تغیرات واقع ہوتے ہین، اگر ہم غور سے طیارچی کو دیکھین تو ہم یہ نتیجہ اخذ کرینگے کہ اس کی حرکات بہت ہی سست ہین اور اس کے ساتھ متحرک سواری کے وارداتِ مین اسی طرح کی دیر ہوگی، گویا کہ زمانہ اپنی رفتار بھول گیا، اگر وہ اور ہم دونون سگار پی رہے ہون تو اوس کا سگار ہمارے دو سگارون کے برابر چلے گا، یہان پر اخذ کا لفظ عمداً استعمال کیا گیا ہے، زمان مین اس سے بھی زیادہ تعویق نظر آئیگی، جس کی تاویل آسان ہی کیونکہ ہمارے اور طیارچی کا درمیانی فاصلہ نہایت تیزی سے بڑھ رہا ہے اور روشنی کے اثرات کو ہم تک پہنچنے مین زیادہ عرصہ درکار ہوتا ہے،

لیکن یہان پھر دوطرفگی پیدا ہو جاتی ہے، طیارچی کی رائے مین ہم ۰۰۰ ر۱۶۱ میل فی ثانیہ کی رفتار سے روان ہین اور تمام باتون کا لحاظ کرکے وہ ہم کو سست تبلاتا ہے، ہمارا ایک سگار اوس کے دو سگارون کے برابر جلتا ہے، اچھا اب دیکھنا چاہیئے کہ ان ہر دو خیالات مین کیونکر تطبیق ہوسکتی ہے، فرض کرو کہ جب طیارچی ہمارے پاس سے گذرتا ہے تو ہم دونون ایک طرح کے سگار ایک ہی وقت مین جلاتے ہین،

۳۰ منٹ کے بعد ہمارا سگار ختم ہو جاتا ہے، اس واقعہ کی اطلاع نور کے ذریعہ ۱۸۶۰۰۰ میل فی ثانیہ کی رفتار سے طیارچی تک پہنچیگی جو ۱۶۱۰۰۰ میل فی ثانیہ کی رفتار سے متحرک ہی، اور جسکو ۳۰ منٹ کا وقفہ بھی مل چکا ہی اس تک پہنچنے کیلئے ۹۰ منٹ درکار ہونگے جس سے کل مدت سگار جلانے کے بعد ۱۲۰ منٹ ہوئی، اسکی گھڑی بھی دوسری چیزونکی طرح نصف رفتار پر چل رہی ہے، جس کی وجہ سے اطلاع پہنچنے تک ۱۲۰ منٹ صرف ہوئے، طیارچی کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ سگار ختم ہونے کا یہ وقت صحیح نہین ہے، اس کو روشنی کے ذریعے اطلاع پہنچنے تک کی مدت کا لحاظ کرنا چاہیئے، اِس کے سامنے اِس مسئلہ کی صورت یون ہے کہ ایک طیارچی ایک مجہول مدت کے لئے ۱۸۶۰۰۰ میل فی ثانیہ کی رفتار سے ہم سے دور جا رہا ہے تب وہ ایک اطلاعی اشارہ بھیجتا ہے، جو اسی رفتار سے واپس آتا ہے، کل مدت ۱۲۰ منٹ ہی، تو سوال یہ ہے کہ مجہول مدت کیا ہو گی؟ حساب کا جواب یہ ہی کہ وہ مدت ۶۰ منٹ کی ہو گی، پس وہ فیصلہ کرتا ہے کہ ہمارا سگار ۶۰ منٹ تک جلتا رہا یا اس کے سگار کی مدت سے دوگنی مدت تک، اس کا سگار گھڑی کی رو سے ۳۰ منٹ تک جلتا رہا، اور وہ ہماری رائے مین ہمارے سگار سے دونا جلا کیونکہ اس کی گھڑی نصف رفتار پر چل رہی تھی،

یہ تحلیل ہمارے نقطۂ نظر سے ہے نہ کہ طیارچی کے لحاظ سے، کیونکہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نتیجہ نکالنے مین غلطی پر تھا اور ہم صحیح نتیجے پر تھے، لیکن حقیقت کس کو معلوم،

اِس تضاد کا اصلی سبب یہ ہے کہ ہم سمجھتے ہین کہ اثیر مین ہم ساکن ہین اور طیارچی یہ سمجھتا ہے کہ وہ ساکن ہے چنانچہ ہماری نظرون مین تو اشارہ روشنی اس تک ۱۸۶۰۰۰ میل اور ۱۶۱۰۰۰ میل کے فرق یعنی صرف ۲۵۰۰۰ میل کی رفتار سے جا رہا ہے لیکن وہ یہ سمجھتا ہے کہ تقریبًا ساکن ایتھر مین وہ نور کی طبعی رفتار سے متحرک ہی، یہ لحاظ رہے کہ ہر مشاہد کے پاس انہی دلائل کی صحت کے لیئے کافی آلات موجود ہین۔

اگر ہم طیارچی سے یہ کہین کہ اس کی تیز رفتاری کی وجہ سے نور کی رفتار اس کے لئے صرف ۲۵۰۰۰ میل فی ثانیہ ہو گی، تو وہ جواب دے گا کہ "مین نے اپنی سواری کے دو مقامات مقررہ سے نور کے گذرنے کی

مدت دریافت کرلی ہے، جس سے مجھ کو نور کی رفتار ۱۸۶۰۰۰ میل فی ثانیہ معلوم ہوئی۔ پس میرا وقت صحیح ہے"

اس کی گھڑیان اور پیمانے ہمارے نقطۂ نظر سے خلاف معمول کام دے رہے ہین، پس کوئی تعجب نہین کہ اس کے مطابق نور کی رفتار ہمارے نتیجے سے مختلف ہو، لیکن اس کو ہم یہ کسی طرح باور نہین کرا سکتے کہ ہمارا طریقہ قابل ترجیح ہے،

اگرچہ عملاً ایک فضول سا مسئلہ ہے، تاہم یہ معلوم کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ جب طیارچی کی رفتار نور کی رفتار کے مساوی ہوجائے تو اوس کے واردات کیا ہون گے، سمت پرواز مین طول اور بھی چھوٹے ہوجائینگے، یہان تک کہ جب نور کی رفتار حاصل ہوجائیگی تو وہ کچھ بھی نہ رہین گے، اس وقت طیارچی اور اوس کے ساتھ کی تمام اشیاء کے لئے صرف دو ہی بعد رہ جائینگے، اب سوال یہ ہوتا ہے کہ صرف دو ہی بُعدون مین اعمال حیات کیونکر انجام پا سکتے ہین، اس کے جواب کی زحمت گوارا کرنے کی ضرورت نہین کیونکہ کوئی عمل وہان ہوتا ہی نہین زمانہ بالکل اپنی حرکت روک دیتا ہے، یہ ارضی مشاہد کا خیال ہے، طیارچی خود کوئی غیر معمولی امر محسوس نہین کرتا، اس کو بھی پتہ نہین لگتا کہ اس کی حرکت بند ہوگئی ہے، وہ تو صرف گویا اس لمحہ کا انتظار کر رہا ہے جبکہ وہ ایک دوسرا قدم اُٹھائیگا، زمانہ کی حرکت بند ہوجانے کے معنے صرف یہی ہین۔ کہ اس کو اس امر کا احساس نہین ہوتا کہ اس لمحہ کے آنے کے لئے کوئی طویل مدت بھی درکار ہے،

ثوابت وسیارون کے نہایت ہی دور و دراز فاصلون کا مفہوم قائم کرنے کے لئے یہ مثال اکثر قائم کی جاتی ہے کہ ایک سیاح کو جنہین نور کی رفتار سے روان مانا جائے، نوجوان سیاح تخت طلسمی پر بیٹھتا ہے اور پوری ایک صدی کے لئے سامان خورد و نوش رکھ لیتا ہے، اب وہ مثلاً "کلب الجبار"[1] تک پہونچتا ہے تو

[1] ایک ستارہ کا نام،

...۱ برس کا ایک مرد ضعیف ہو جاتا ہی لیکن یہ صحیح نہین، یہ درست ہے کہ ارضی حسابات کی رو سے تو وہ واقعی ...۱ برس تک سفر کرتا رہیگا لیکن وہ سیاح جب اپنی منزل مقصود پر پہنچیگا تو اس کی وہی عمر ہو گی جو قبل از سفر تھی، یہان تک کہ اس کو کھانے کی خواہش بھی نہ پیدا ہو گی، جب تک کہ اس مین نور کی رفتار ہے اس کو حیات ابدی اور نشاط سرمدی حاصل ہی اب کسی صورت سے اسکی سمت حرکت بدلجائے اور وہ زمین پر واپس آئے تو یقیناً وہ دیکھیگا کہ یہان صدیان گزر گئی ہین اگرچہ اس کیلئے تو ایک دن بھی نہین گذرا، اس نے تو محض لمحہ بھر سفر کیا،

چونکہ سیاح کی اضافت سے ہماری زمین کی رفتار نور کی رفتار کے مساوی ہی، اس لئے اس بناء پر یہ خیال ہو سکتا ہی کہ ارضی تماشا بدہمیشہ جوان رہیگا اور سیاح بوڑھا ہوتا جائیگا، ظاہر ہے کہ اگرچہ یہ دونون مل سکین تو ہر دو اشکال مین سے کبھی ایک کی تصدیق یا تردید ہو سکتی ہے، لیکن ایک دوسرے سے ملنے کیلئے لازمی ہی کہ ایک کی رفتار کی سمت کسی مافوق الفطرت طریقہ پر یا نہایت ہی زبردست جاذبیت کے تحت بدلی جائے تاکہ دو طرفگی قائم نہ رہے، پس اوپر جو ہم نے دلیل قائم کی وہ صحیح ہے،

ہم نے ان دوراز کار باتون مین جو اتنا وقت صرف کیا اس کا منشا صرف یہ تھا کہ ان خیالات کو ہم عام فہم صورت مین پیش کر سکین، ورنہ لازم آئیگا کہ اس فن کی جو مخصوص اصطلاحات ہین ان کو استعمال کیا جائے بسا اوقات اضافیاتی کی نسبت لوگ یہ قیاس قائم کرتے ہین کہ اس کو اجتماع ضدین کا خاص شوق ہی لیکن یہ خیال ایک غلط فہمی پر مبنی ہی، تضاد اسی وقت لازم آتا ہی جبکہ تجرباتی انکشافات کو طبعیات قدیمہ کا جامہ پہنایا جاتا ہی، ایسے ہی موقع پر اضافیاتی انگشت نمائی کرتا ہی، خود اس کی کوششون کا ثمرہ یہ ہی کہ اس کے نزدیک طبعیات کا ایک ترمیم شدہ نظام قائم کرنے کی اشد ضرورت ہی جب وہ قائم ہو جائیگا تو تمام واقعات اپنی اپنی جگہ بغیر کسی تضاد کے بیٹھ جائینگے،

مختصراً یہ کہ جب کسی سیارے کی رفتار اثیر مین بہت عظیم ہو تو نہایت غیر معمولی تغیرات اشیاء کے

طول میں پیدا ہوتے رہتے ہیں اور جملہ فطری اعمال میں ایک طرح کی سستی پیدا ہو جاتی ہے گویا کہ زمانہ ساکن ہونیوالا ہے یہ امور سیارے پر رہنے والے کسی مشاہد کو معلوم نہ ہونگے لیکن اگر کوئی خارجی مشاہد ہو جسکی رفتار اس سیارے کی اضافت سے بڑی ہو تو وہ ان اثرات کو محسوس کرسکیگا۔ اور پھر کامل دوطرفگی پیدا ہو جائیگی یعنی ہر مشاہد سمجھیگا کہ دوسرے سیارے پر اس قسم کے تغیرات عمل میں آرہے ہیں لیکن ہمارے پاس ایسی کوئی دلیل نہیں جس سے ہم ایک کو سچا قرار دیں اور دوسرے کو غلط،

غالباً جو شخص بھی ان نتائج پر غور کریگا وہ یہی خیال کریگا کہ یہ انوکھا پن اور یہ اعجوبگی ہمارے ہی نقطۂ نظر میں کسی نقص یا سقم کا نتیجہ ہے ایک سیارے پر تغیرات ہوتے رہتے ہیں اور فطری قوانین کے بموجب تلافی مافات ہوتی رہتی ہے اس طرح پر کہ سیارے پر رہنے والا شخص ان کو محسوس نہیں کرسکتا تو کیا ہم کو یہ سمجھنا چاہئے کہ ان مظاہر کے پردے میں کوئی حقیقت ہے جو ان تغیرات کا باعث ہے؟ یا کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ پیچیدگی ہماری ہی پیدا کردہ ہو، کیونکہ ہمارے طرز بیان میں وہ خوبی نہیں ہے جس سے ہم واقعات کی ایک سادی اور فطری تصویر کھینچ سکیں۔

خلاصہ اس بحث کا یہ ہے کہ اب تک انسان یہ سمجھتا تھا کہ حقیقت تک پہنچنے کے لئے اس کے راستے میں خارجی اشیاء حائل ہیں لیکن اس کی نظر اس پر نہ پڑی کہ اس مستوری کا باعث خود اس کی ذات ہے یہان تک کہ اگر وہ خودی کا پردہ اٹھا سکے تو حقیقت عریان ہو جائے، گویا موجودہ سائنس کے اس نظریہ نے ہم کو یہ بتلایا کہ حقیقت ہمارے ہی اندر پوشیدہ ہے اور ہم کو ایسے وسائل اختیار کرنے چاہئیں کہ جن سے ہم اس تک پہنچ سکیں، اس مقصد کے حصول کیلئے اب تک جتنے وسائل بھی اختیار کئے گئے ان میں یہ خامی تھی کہ وہ واقعات زیر بحث کا پورا پورا نقشہ نہیں کھینچ سکتے تھے نظریہ اضافیت اسی خامی کو دور کرنے کے لئے معرض وجود میں آیا ہے، اب زمانہ خود بتلادیگا کہ آیا یہ خامی دور ہوئی یا نہیں یا ہنوز روز اول است" کا مضمون ہے،

(باقی آیندہ)

فلسفۂ ترغیب

خود ترغیبی یا ترغیبات ذاتی کی ابلہ فریبیان

از مولوی دیباج الدین احمد صاحب بی اے دارالمعلمین حیدرآباد دکن

خود ترغیبی مین جذبات کا حصہ گذشتہ صحبت مین ہم عمل ترغیب کی نفسیاتی تشریح کر چکے ہین، اور یہ ثابت کر چکے ہین کہ ہر عمل ترغیب کے عناصر ترکیبی تین ہوتے ہین، یعنی جذبہ، ذہن (استدلال) اور تخیل اس باب مین یہ دیکھنے کی کوشش کیجائیگی کہ ترغیبات ذاتی مین ان تینون کا کیا حصہ ہوتا ہی اور تالیف قلب "خود فریبی" تشفی ضمیر وغیرہ مین ان سے کیا کام لیا جاتا ہی، سب سے پہلے ہم "جذبات" سے بحث کرتے ہین،

جذبات کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہی کہ وہ ہر صورت اپنی تشفی چاہتے ہین، اس مقصد کے لئے وہ ہمارے نفس پر اتنے حاوی ہو جاتے ہین کہ اس مین ان کے خلاف استدلال پیش کرنے کی تاب نہین رہتی، اور نہ یہ اختیار ہی باقی رہتا ہی کہ جذبات کے تائیدی خیالات و افکار کو اپنے سامنے سے ہٹا کر مخالف خیالات سامنے لائے. جذبہ کی اس خصوصیت کا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ لبا اوقات ایک ہی شخص کی ترغیب دو متضاد جذبات کے زیر اثر ہوتی ہی، لیکن وہ اس تضاد کو نہین دیکھ سکتا. بالفاظ دیگر یون کہو کہ محال اجتماع ضدین جو منطق و معقولات کا ایک اہم اصول ہی، جذبات و وجدانات کیلئے کوئی اہمیت نہین رکھتا یہ دونون اس اہم منطقی اصول کی پابندی سے بالکل مستغنی رہتے ہین، اس کی تشریح آگے آتی ہی،

اگر تم اپنے گرد و پیش نظر ڈالو، اور لوگون کے جذبات کا بنظر غائر مطالعہ کرو تو تم کو معلوم ہوگا کہ وہ لوگ جو فنون لطیفہ کی ایک خاص حس رکھتے ہین یعنی بعض اوقات ایسے ارذل اور ادنی درجہ کے

جذبات کے زیر اثر ہوتے ہین جو بالحاظ جنس لطف سے متضاد ہین، تاریخ شاہد ہو کہ عیسائی اقوام سے، جو کل بنی نوع انسان کی محبت کی دعویدار ہین بدترین مظالم سرزد ہوئے ہین، انقلاب فرانس کے وقت جو قتل عام ماہ ستمبر مین ہوا، اور جس سے تاریخ یورپ کے صفحات آج تک خونین ہین، اس مین انقلاب پسندون کے جذبات دو متضاد صورتون مین ظاہر ہوئے تھے افاضل مصنف تمدن عرب موسیو لی بان اپنی کتاب "نفسیات جماعات" مین اوسکایون بیان کرتے ہین :-

"ایک طرف جذبۂ انتقام اس قدر مشتعل تھا کہ محبوسین بلا تفریق عمر وحیثیت تہ تیغ کئے جارہے تھے، تو دوسری طرف جذبۂ ہمدردی بھی کچھ کم نمایان نہ تھا، فوجی عدالتین قائم کی جارہی تھین، مقدمات کی سماعت ہوتی تھی، اور اگر کوئی شخص بری الذمہ قرار دیا جاتا، تو مجمع مین عجیب منظر ہوتا تھا، ہر شخص اس سے بغلگیر ہوتا تھا، تالیان بجا کر اظہار مسرت کیا جاتا تھا، اور فرط انبساط سے بےخود ہوکر مجمع مبارکباد کے نعرے لگاتا تھا"

اس مثال مین تم دیکھتے ہو کہ ہمدردی اور انتقام کے جذبات جو بالاصل ایک دوسرے سے متضاد ہین، ایک ہی وقت مین حادی ہو سکتے ہین، اسی طرح سے انکسار اور عجب کے جذبات بھی ایک ہی وقت مین لوگون کے دلون مین موجزن ہوتے ہین، لیکن وہ ان کے فرق کو نہین سمجھ سکتے، اس کی مثال عیسائی راہبون، اور ہمارے ہندوستانی سنیاسیون مین اکثر ملتی ہو، ایک طرف تو یہ افراد سخت سے سخت ریاضت جسمانی کرتے ہین جس سے معلوم ہوتا ہو کہ انکسار مجسم ہین، لیکن دوسری طرف انکے قلوب کو ٹٹولو تو اس مین ایک خاص افتخار کا جذبہ پایا جاتا ہو، اپنی قوت باطنی اور تقدس کے متعلق خیالات پائے جاتے ہین، اور تمام افراد انسانی اور اپنی ذات کے درمیان کسی خاص فرق کے وجود کا احساس ہوتا ہو، حقیقت یہ ہے کہ نفس انسانی کا متبائن جذبات کے زیر اثر ہونا، لیکن اس تبائن کو نہ دیکھنا، کم وبیش فطری ہو، "خلوت" اور "جلوت" کا فرق صرف طبقہ "زہاد" سے مخصوص نہین ہو، بلکہ عام طور پر

حیات انسانی مین بھی یہی دیکھنے مین آتا ہی، طبقہ اوسط سے قطع نظر، خود طبقہ اعلی کے نیک اور ناموس افراد مین بھی متضاد جذبات کے یہی کرشمے نظر آتے ہین، یہ اور بات ہو کہ سوانح نگار کا حسن ظن یا جذبۂ حرص وآز، تصویر کے تاریک رخ کو عمدًا یا سہوًا نظر انداز کر دے، لیکن پھر بھی بعض منصفانہ تصانیف وسوانح ایسے ہوتے ہین کہ جن مین مصنف کا فطری تجسّس کبھی کبھی پردہ اٹھا کر ہمارے سامنے واقعات کو اصلی رنگ مین پیش کر دیتا ہی اور ہم دیکھتے ہین کہ اکثر نامی گرامی لوگون کے قلوب کس قدر مختلف جذبات کے آماجگاہ رہ چکے ہین، یاد رہے کہ اس انکشاف حقیقت سے مشاہیر عالم کی شہرت پر داغ نہین آسکتا متضاد جذبات کے زیر اثر رہکر افعال کرنا، اور ان مین کوئی تضاد محسوس نہ کرنا، کسی فرد کیلئے باعث شرم نہین ہوسکتا، یہ نفس انسانی کی جبلی بیچارگی ہی، اس سے کوئی بری نہین،

حضرت انسان کی ان دورخی ترغیبات کی مثالین دیکھنے کیلئے قدیم صحائف اور سوانح کی ورق گردانی کی ضرورت نہین، خود حال کے واقعات اس کے شاہد ہین، جن لوگون نے قیصر جرمنی کی زمانہ جنگ سے قبل کی تقریرین پڑھی ہین اور پھر ان کے افعال کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہین کہ ان کے اقوال اور افعال کس قدر مختلف جذبات کے زیر اثر سرزد ہوتے تھے، کہین ایثار وہمدردی کا دعوی تھا، تو کہین جبر واستبدادیت پر فخر کا اظہار، ایک موقع پر خود کو نعوذ باللہ خدا کا قائم مقام کہتے ہین، تو دوسرے موقع پر اسی خدائے بزرگ برتر کے روبرو ہر فعل کی جواب دہی اپنے اوپر فرض خیال کرتے ہین، یہ خیال کرنا غلطی ہے کہ قیصر کا مقصد اس سے دھوکہ دینا تھا اس سے آئندہ سطور مین بحث کیجائیگی، یہ تو محض ایک مثال تھی ورنہ عام طور پر یہ کہا جاسکتا ہو کہ بہت کم انسان ایسے ہین جنکے نفوس ان مختلف ایمامیت کیفیات کے مورد نہ رہ چکے ہین،

ہم ابھی کہہ آئے ہین کہ اگر کوئی شخص متضاد جذبات سے مغلوب ہو کر متضاد افعال کرے تو اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ وہ بالارادہ دھوکہ دینا چاہتا ہے، خود فریبی بے شک ہوتی ہی، لیکن یہ

فریب دہی کو مستلزم نہین ہو ایسی صورتون مین نفس کی حالت نیم شعوری ہوتی ہو، اس باب کے شروع مین ہم بتا چکے ہین کہ جذبات کا خاصہ یہ ہو کہ وہ محض اپنی تشفی چاہتے ہین، اور ان خیالات کو جو کسی طرح اس تشفی مین مانع ہون، سرے سے نفس کے سامنے آنے ہی نہین دیتے، بس جب نفس پر جذبات کا اس قدر زبردست تسلط ہو تو کسی شخص کا قبیح افعال کے ارتکاب کے باوجود اپنے آپ کو نیک تصور کرنا مقام تعجب نہین ہو سکتا، اگر ایسا نہو تا، تو کوئی شخص بھی مغلوب الجذبات ہو کر ایسے افعال نہ کرتا جن کا مذموم ہونا فسانے سے استدلال سے ثابت ہو جاتا ہو، اور کم از کم "خودکشی" اور "قتل عمد" تو انسانی جرائم کی فہرست سے بالکل ہی خارج ہو جاتے،

متلون المزاجی یہ حقیقت کہ بعض اوقات ہم پر ایسے جذبات حاوی ہوتے ہین جن سے ہم ناواقف ہوتے ہین، یا جن کی قوت کا اندازہ ہم صحیح طور پر نہین کر سکتے، ایک دوسری حقیقت کو بھی بے نقاب کرتی ہو یعنی اتنا سمجھ لینے کے بعد متلون المزاجی کی توجیہ بہت آسانی سے کیجا سکتی ہے، ہماری ترغیبات کی کایا پلٹ کیون ہوتی ہو؟ محض اس وجہ سے کہ ہم کسی خاص جذبہ سے متاثر ہو کر کوئی نیت کرتے ہین یا کوئی کام ہم سے سرزد ہوتا ہو، لیکن دوسرے موقع پر کسی دوسرے جذبہ کے زیر اثر ہم اپنی نیت بدل ڈالتے ہین یا سابقہ طریق عمل کے خلاف جاتے ہین، جب ایک مسرف شخص لوگون کے کہنے سننے سے اسراف سے دست بردار ہوتا ہو، اور چند روز تک کفایت سے کام لیتا ہو، تو اس کا یہ فعل غالباً شرم وندامت یا پھر محبت خاندانی کی وجہ سے ہوتا ہو، لیکن دوسرے وقت جب یہی شخص اپنی وسعت سے زیادہ خرچ کرتا ہو اور ایک بیش قیمت لباس فدیہ کرتا ہو، تو اس صورت مین اسکا فعل جذبۂ عیش پسندی، یا تفوق کی وجہ سے سرزد ہوتا ہو، یہ تلون کی صریح مثال ہو، اور تم دیکھتے ہو کہ تلون کا باعث صرف مختلف جذبات کا تسلط ہو، تائب ہونا، اور توبہ کا توڑنا، دونون صورتین ایک ہی ہیولے سے ظاہر ہوتی ہین، اور وہ "ہیولیٰ" کیا ہو؟ یہی مختلف جذبات کی ہنگامہ آرائی،

نیت اور اعمال کے اس فوری انقلاب کو اکثر ناول نویس و ڈراما نویس دلچسپ پلاٹ کی

شکل مین ظاہر کرتے ہین، کبھی ناول کا ہیرو (لطل) ان باپ کے تشدد سے عاجز ہو کر ترک وطن کرنیکا ارادہ کرتا ہوا نظر آتا ہے، ضروری سامان فرار بھی مہیا کر لیا جاتا ہے، لیکن عین وقت پر جب گھر کے باہر نکل کر وہ در و دیوار پر ایک الوداعی نگاہ ڈالتا ہے، تو یہ سب منصوبے ٹوٹ جاتے ہین، اور وہ اپنا عزم فسخ کر دیتا ہے، ڈرامون مین بھی اکثر یہی کیفیت نظر آتی ہے، ہمارے سامنے قاتل اپنے جذبات تنفر، حقارت، اور انتقام کا اظہار کرتا ہوا نظر آتا ہے، اور خنجر بکف دشمن کی خوابگاہ مین داخل ہوتا ہے، تاکہ اس کا کام تمام کر دے، جب پردہ اٹھتا ہے تو ہم اوسے خوابگاہ مین موجود پاتے ہین، دشمن سو رہا ہے، اور پوری طرح اس شخص کے قابو مین ہے، لیکن عین موقع پر کسی دوسرے جذبہ سے متاثر ہو کر یہی "قاتل" اپنا خنجر پھینکدیتا ہے، اور دشمن کے قدمون پر گر کر اس کے احسانات کا اعادہ کرتا ہے، اپنی شرمندگی کا اظہار کرتا ہے اور خود کو سچا اور جان نثار خادم ثابت کرتا ہے، ناولون اور ڈراماسے تمثیلات تلاش کرنے کی ضرورت نہین، اگر تم اپنے قلوب کو ٹٹولو تو یہی حالت نظر آئیگی، اکثر اوقات رات کے سناٹے مین تم کیا کیا منصوبے نہین باندھتے؟ کن کن باتون سے توبہ نہین کرتے کن کن کامون کا عزم بالجزم نہین کرتے، ایسا کرتے وقت تمہاری نیت صادق اور تمہارا ارادہ پختہ ہوتا ہے، لیکن روز روشن مین جب واقعات کا سامنا ہوتا ہے، تو یہ سب منصوبے خواب فردا کی طرح تشریف لیجاتے ہین،

گفتی کہ چہ شد قاعدۂ مہر و محبت رسم کہنے بود، بعہد تو در افتاد

جب لوگ اس طرح کسی صریح ترغیب کے خلاف عمل کرین. تو تم کو سمجھ لینا چاہئے کہ ان کے جذبات کو تحریک دینے والی قوت کوئی بہت زبردست قوت ہے جس سے وہ خود واقف نہین ہین، یہ تمام فعل تقریباً نفس کی لاعلمی، یا پھر یون کہو کہ نیم شعوری حالت مین ہوتا ہے، یہ نیم شعوری تحریکات افعال انسانی پر بہت کچھ اثر ڈالتی ہین، انہی کی وساطت سے انسان وحشیانہ اور ممنوع افعال کرتا ہے. اور پھر ان کو حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے، تم کو یہ سنکر شاید تعجب ہو کہ بغض و حسد کے جذبات سے

متاثر ہو کر اکثر مائین اپنی بیٹیون کے ساتھ ظلم و تشدد سے پیش آتی ہین ، لیکن چونکہ یہ اندرونی ، نیم شعوری جذبات ان کے ادراک ذہنی سے بہت دور ہوتے ہین ، اس لئے وہ اپنی زیادتی و ظلم کی توجیہ یون کرتی ہین کہ ایسا کرنا آگے چل کر ان ہی کے کام آئیگا "۔

خود ترغیبی مین استدلال کا حصہ ، حیلہ و مکاری نفس

ہم دیکھ چکے ہین کہ اکثر اوقات ہمارے قلوب پر غیر مشخص اور ناقابل تشخیص جذبات کا غلبہ ہوتا ہے ، نیز یہ کہ ہمارے طرز عمل کی محرک اکثر اوقات دو متضاد قوتین ہوتی ہین لیکن چونکہ یہ قوتین شعوری نہین ہوتین ، اس لئے ہم ان کا تضاد نہین دیکھ سکتے ، اور نادیدہ و نادانستہ انھین کے حسب حال فعل کرنے لگتے ہین ، ممکن ہے کہ تمہارے دل مین یہ شک پیدا ہو کہ جب ہمارے اکثر افعال ، بالخصوص قابل اعتراض افعال نفس کی لاعلمی مین ہوتے ہین ، تو پھر انسان پر اس کے افعال کی مسئولیت عائد کرنا کیا معنی رکھتا ہے ؟ غالباً یہی خیالات تھے جو خیام کے دل مین پیدا ہوئے اور اس رباعی کی شکل مین ظاہر ہوئے ،

عشق ار چہ بلاست ۔ آن بلا حکم خداست   بر حکم خدا ملامت خلق چراست

چون نیک و بد خلق بتقدیر خداست   پس روز پسین حساب بر بندہ چراست

اس مین شک نہین کہ اگر نفس انسانی کی حالت واقعی اس بیچارگی اور بے بسی کی ہوتی جیسا کہ اکثر لوگ فرض کرتے ہین ، تو یقیناً زمانہ مین خیر و شر کا موجودہ معیار نہ قائم رہتا اور اخلاقیات ، کا منشا ہی سرے سے فوت ہو جاتا ، لیکن حقیقت یہ ہے کہ نفس کی حالت قطعاً لاعلمی کی نہین ہے ، خود ترغیبی کی جو مثال ہم نے سطور بالا مین دین وہ خود فریبی کے ذیل مین بخوبی آتی ہین ، لیکن یاد رہے کہ اس قسم کی نادانستہ خود فریبی شاذ ہے ، اکثر صورتون مین جب ہم اپنے آپ کو حالت نیم شعوری مین کسی فعل کے کرنے پر مائل پاتے ہین ، تو ہمارا نفس اس سے تھوڑا بہت واقف ضرور ہوتا ہے ، باوجود فطرت انسانی کی خامی ، اور نفس کی جبلی بیچارگی ہم اس کو کامل طور پر دھوکہ کبھی نہین دے سکتے ، اور نہ ہمیشہ اس کی آنکھون پر پٹی باندھ

سکتے ہین، اگر تم اپنے آپ کو نیک خیال کرتے ہو، اور پھر بھی کوئی برا فعل کرو تو (خواہ اس فعل کا محرک کیسا قوی سے قوی جذبہ کیون نہو) تمھارے قلب مین آغاز فعل سے قبل، دوران فعل مین، اور اتمام فعل پر ایک قسم کی "خلش" ضرور ہوتی ہی، "نفس لوامہ کی یہ چٹکیان محسوس تو ضرور ہوتی ہین، لیکن ان کا علاج، اور اس باطنی ناصح کا منہ بند کرنے کی تدبیرین بھی فوراً سوچ لی جاتی ہین، اور یہین سے خود ترغیبی" یا خود فریبی" مین استدلال کا حصہ شروع ہوتا ہی، مکائد نفس کے آغاز کی حد یہی ہی،

دیکھو جب کبھی ایسا موقع پیش آتا ہی تو تم اپنے شکوک کو رفع کرنے اور عقائد اور اعمال مین جو تخالف پایا جاتا ہی اوس سے بری الذمہ ہونے کے لئے اپنے دل مین بحث ومباحثہ کا سلسلہ شروع کر دیتے ہو، صاف لفظون مین یون کہو کہ بہر نوع اور بہر نہج اپنے آپ کو حق بجانب ثابت کر دکھاتے ہو خواہ یہ تصفیہ تمھارے ضمیر کے خلاف ہی کیون نہ ہو، اور ظاہر ہی کہ ضرور ہوگا اس لئے کہ فیصلہ کا عمل یکطرفہ ہے اور بجائے منصفانہ استدلال کے، ایک معینہ نتیجہ نکالا جارہا ہی اس کی مثال بھی ہم کو اپنے قلوب سے مل سکتی ہی. جب ہم خودغرضانہ جذبات سے اندھے ہو کر کسی فعل کی نیت کرتے ہین، اور اس کی مخالفت ہمارا ضمیر کرتا ہی، تو اس وقت ضمیر کو کن کن طریقون سے مطمئن نہین کیا جاتا؟ کیا کیا جھوٹی منطقین پیش نہین کیجاتین، "واقعی وہ اسی کا مستحق تھا" "اگر اس کو نقصان ہوا تو میرا کیا قصور" "اگر اس نے دیدہ و دانستہ میرا کہنا مان لیا تو میری کیا خطا" یہ اور اسی قسم کے دوسرے جملے استعمال کرکے ہم اپنے "باغی" ضمیر کو اطمینان دلاتے ہین اور بالآخر فرض کرلیتے ہین کہ اب اس کی تشفی ہوگئی،

جتنا زیادہ کسی شخص کا ضمیر پختہ ہوتا ہی اسی قدر زیادہ اُسے کسی منافی ضمیر فعل کے کرتے وقت سمجھانا پڑتا ہی، یہ سمجھانا استدلال کی وساطت سے ہوتا ہی، ایک عام ترین طریقہ ایسے موقعون پر اپنے نفس کو سمجھانیکا یہ ہوتا ہی کہ "مقصد یا نتیجہ" کی بھلائی کو "وسائل کی خرابی کے لئے بطور سند جواز کے پیش کیا جاتا ہی، اس سے آئندہ سطور مین بحث کیجائیگی اور اسی موقع پر یہ دیکھنے کی کوشش کیجائیگی

کہ لوگون کا یہ خیال کہ نتیجۂ خیر کے حاصل کرنے کیلئے وسائل و افعال بد بھی جائز ہین کس حد تک درست ہی دوسرا طریقہ اپنے نفس کو دھوکہ دینے کا یہ اختیار کیا جاتا ہی کہ دوسرون کی نظیرین پیش کیجاتی ہین، غرضکہ مسکائد نفس مین عجیب و غریب دلائل کا استعمال کیا جاتا ہی جو بسا اوقات متزلزل بنیاد پر قائم ہوتے ہین، اور اس طرح اپنی نظرون مین اپنی وقعت کو برقرار رکھا جاتا ہی، ایک کہنہ مشق جعلساز کا ضمیر دھوکہ دیتے دیتے کمزور ہوجاتا ہی، اور اسے سمجھانا آسان ہوتا ہی، ایک ہمیشہ کے متدین شخص کا ضمیر پختہ ہوتا ہی، اور اس کو بد دیانتی کی طرف راغب کرنے کیلئے طرح طرح کی جھوٹی ترغیبات سے کام لیا جاتا ہی یہی وجہ ہی کہ اول الذکر نڈر ہو کر بد دیانتی کرتا ہی، اور مؤخر الذکر بہلی "بد دیانتی کے وقت بہت کچھ پس و پیش کرتا ہی، جب ہم ان بیشمار باطل ترغیبات پر نظر ڈالتے ہین جو ضمیر کی تشفی اور اپنے افعال بد کو حق بجانب ثابت کرنے کیلئے انسان اپنے نفس کو دیتا ہی تو ہم اس خیال سے باز نہین رہ سکتے کہ قدرت نے نیک کرداری کا نقش قلوب انسانی پر کتنا گہرا بیٹھایا ہی، کہ اس کو مٹانے کے لئے ہزار ترکیبین کرنا پڑتی ہین، ہزار ہا جھوٹی دلیلین پیش کیجاتی ہین، تب کہین جاکر ہم اپنے ضمیر کو افعال بد کی طرف راغب کرسکتے ہین جرمنون نے دوران جنگ مین اپنے افعال کو حق بجانب ثابت کرنے کیلئے جو بے شمار ترغیبات اپنے قلوب کو دین، اور جو متعدد طریقے اختیار کئے اس سے کم از کم اتنا پتہ چلتا ہی کہ بحیثیت مجموعی ان کا ضمیر نہایت پختہ ہی کہ جس کو تشفی دینے کیلئے اس قدر طول عمل کی ضرورت لاحق ہوئی اگر جرمن قوم فطرۃً دغاباز ہوتی، تو کم از کم اپنی نظرون مین اپنے افعال کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے او سے اس قدر اجتہاد کی ضرورت نہوتی،

افعال بد کے ارتکاب کے بعد اپنی اخلاقی کمزوریون کو حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کرنا، اپنے ضمیر کو ترغیب دینا کہ کوئی فعل ہم نے قابل اعتراض نہین کیا ہی، زندگی مین جدہر دیکھو یہی نظر آتا ہی، حکمائے سو، اور علمائے حیل اپنے مطلب کے لئے کلام الٰہی کی بھی غلط تاویلین کرنے لگتے ہین سوداگر اپنی گران فروشیون کے متعلق ضمیر کے اعتراض کو یہ کہکر رد کرتے ہین کہ، ہم کو بھی تو مالک دکان، کارخانہ دار،

چنگی والے لوٹتے ہین، پھر ہم خریدارون سے زیادہ قیمت کیون نہ وصول کرین"، بدچلن اشخاص اپنے ضمیر کی تشفی بدین الفاظ کرتے ہین کہ "دنیا مین بہت سے آدمی ہم سے بھی خراب حالت مین موجود ہین" قزاق اپنے مال غنیمت کی حلت کا فتوی یون دیتا ہو کہ "یہ مال اونہی سے لیا گیا ہو جن کو یہ خفیف نقصان گران نہین گذر سکتا"

> مکائد نفس مین زیادہ تر اس عقیدہ سے مدد لیجاتی ہو کہ "انجام خیر" کے حصول کیلئے "وسائل شر" بھی جائز ہین

اور گذشتہ سطور مین اشارۃً یہ ذکر کیا جاچکا ہو کہ اکثر باطل ترغیبات اور افعال بد کے جواز مین اس خیال کو پیش نظر رکھا جاتا ہو کہ "انجام خیر" کے حاصل کرنے کیلئے وسائل شر بھی جائز ہین، مکائد نفس کی جتنی مثالین ہماری نظر کے سامنے آتی ہین، ان مین غالب حصہ اسی خیال کے معتقدین کا ہوتا ہو جو بقول شاعر،

"انجام" مین ہو اگر "بھلائی" ہو پہلے "بدی" تو کیا برائی؟

پر ایمان لائے ہوئے ہین، اس عقیدہ کی صحت کو جانچنا ہمارا مقصد ہوگا، غور کرو اور بتاؤ کہ کیا اکثر ایسا نہین ہوتا کہ لوگ دنیا کو دکھانے کیلئے ایک کار خیر کو اپنا نصب العین بنا لیتے ہین، اور اس پردہ مین دل کھولکر برائیان کرتے ہین، اور اگر کوئی اعتراض کرے تو جواب یہ دیتے ہین "کہ جس کو تم افعال بد کہہ رہے ہو، وہ ایک اعلی نصب العین تک ہماری رہبری کرتے ہین، اور چونکہ نصب العین اعلی ہو، لہذا یہ وسائل کیونکر برے ہو سکتے ہین"، انفرادی حیثیت سے قطع نظر، ہمارے ہندوستان کی قومی زندگی مین اس قسم کی مثالین کثرت سے ملتی ہین کیا کچھ برس قبل "آور ڈے" (our day) کے موقع پر ہندوستانی طلبا اور "طالبات" کو یہ کہکر ناٹک کرنے کی ترغیب نہین دی گئی کہ "اس ذریعہ سے جو روپیہ حاصل ہوگا وہ مجروحین جنگ کی امداد مین صرف ہوگا، اور چونکہ یہ مصرف نہایت اچھا ہے اس لئے وسائل حصول زر سے بحث نہ کرنا چاہیئے"؟ کیا وطن کے شیدائیون نے یہ کہکر ہندوستانی خواتین کو "ترک پردہ" کیلئے آمادہ نہین کیا کہ "یہ تمھاری آئندہ ترقی، اور روشن خیالی کا ایک زینہ ہو، اور چونکہ "انجام" نیک ہو، لہذا یہ "ذریعہ" بھی مستحسن ہو"؟ کیا تمدن جدید کے ہواخواہون نے "ترک روش قدیم"

کے جواز کا فتوی یہ کہکر نہین دیا کہ "یہ ارتقائے قومی کا ایک زبردست آلہ ہے" ہم یہ نہین کہتے کہ نفس کو دھوکہ دینے کا طریقہ صرف ہندوستان تک محدود ہے خود یورپ کی اقوام متمدنہ بھی زمانہ جنگ مین دشمن کی لہلہاتی ہوئی کھیتیون کو تاراج کرتی ہین، ان کی عورتون کے ناموس پر حملہ کرتی ہین، اور تشفی ضمیر کیلئے اس ناپاک خیال سے مدد لیتی ہین کہ "دشمن کو ہر طرح ذلیل کرنا شیوۂ حب الوطنی ہے لہذا یہ افعال بھی قابل اعتراض نہین" کسی انگریز نے دوران جنگ مین جرمنون کی منطق ان الفاظ مین بیان کی ہے کہنے کو تو "جرمنون کی منطق" ہے، لیکن

خوشتر آن باشد کہ سرّ دلبران　　گفتہ آید در حدیث دیگران

کا اطلاق اس مقولہ پر کما حقہ ہوسکتا ہے بہرحال وہ منطق یہ ہے:

"تم کو ہر وقت اپنے وطن کی فکر رکھنا چاہئے، اصل سعادت یہی ہے قتل کرو، چوری کرو، جاسوسی کرو، غرضکہ جو کچھ جی مین آئے کرو، اگر وطن کی خاطر ہے، تو ہرگز قابل اعتراض نہین ہوسکتا، انجام کی بھلائی پر نظر رکھو، وسائل کے شر و خیر سے بحث نہ کرو"

(باقی آیندہ)

خلافت عثمانیہ اور دنیائے اسلام

مصنفہ

مولنا سید سلیمان ندوی

اس مین تاریخی اور اثری حوالون، اور مورخین یورپ کے بیانات سے یہ ثابت کیا ہے خلافت عثمانیہ ہمیشہ دنیائے اسلام کی نمائندہ رہی ہے اور دنیائے اسلام نے اسکی اس حیثیت کو تسلیم کیا ہے، اور خلافت کی حیثیت سے دولت عثمانیہ نے بلاد اسلامیہ کی کیا کیا خدمتین انجام دی ہین، قابل دید رسالہ ہے قیمت عمر

"منیجر"

تلخیص و تبصرہ

ہندوستان کی تعلیمی ترقی،

مسٹر جے مارٹن نے ایک مضمون رائل سوسائٹی آف آرٹس کے لئے لکھکر بھیجا تھا اس مین ہندوستان کی تعلیمی ترقی کے متعلق بحث کی گئی تھی،

ہندوستان کی مردم شماری کے اعداد مین جن اعداد کا نہایت شوق سے مطالعہ کیا جاتا ہی ان مین ایک ترقی تعلیم کا عدد بھی ہی صوبون کی حکومتون نے اس طرف خاص توجہ کی ہی اور جب جب موقع ملا ہی ادھر اپنا التفات بڑھایا ہی، ابتدائے صدی مین فی میل ۱۲۹ تعلیم یافتہ تھے ۱۹۱۱ء مین ۱۴۰ ہوئے اور اب ان کی تعداد ۱۶۱ ہی، عورتون کی تعلیم مین بھی ترقی ہی چنانچہ ۹ سے ۱۳ اور ۱۳ سے ۲۲ ہوگئی ہی، برطانوی ہند مین ۱۹۱۰-۱۱ء مین تمام طلبہ کی تعداد ۶۳۵۰۰۰۰ تھی لیکن اب ۸۳۷۶۰۰۰ ہی، ۱۹۱۸-۱۹ء کے عام وبائی مرض انفلوئنزا کی وجہسے جس مین تقریبًا ۱۲۵۰۰۰۰۰ آدمی ضائع ہوئے اور نوجوانون کی بڑی تعداد تھی اس ترقی مین بہت بڑی رکاوٹ پیدا ہوگئی ہی، مختلف صوبون مین ان کے حالات کے مطابق ترقی کم یا زیادہ ہوئی ہے برما جہان تقریبًا بکثرت مدارس ہین، اس حیثیت سے اول ہی، یہان تقریبًا ۵۰ فیصدی مرد تعلیم یافتہ ہین، بنگال و مدراس مین لـہ ہی اور بمبئی مین اس سے بھی کم:

بڑودہ کی لازمی تعلیم نے جو ۳۰ برس سے وہان جاری ہی، کچھ زیادہ نمایان کامیابی حاصل نہین کی ہے؛ ۱۹۱۱ء مین بڑودہ مین فی میل مین ۱۶۲ مرد اور ۸ عورتین تعلیم یافتہ تھین اور گجرات کے برطانوی اضلاع مین ۲۰۶ مرد اور ۱۶ عورتین اب بڑودہ مین ۲۱۰ مرد اور ۴۰ عورتین اور برطانوی گجرات مین ۲۲۳ مرد اور ۲۴ عورتین ہین؛

سب سے زیادہ تشفی بخش حالت تعلیم نسوان کی ہے جس مین ۱۳ سے ۲۲ کا اضافہ ہوا ہے، لیکن پس ماندہ صوبے ابھی تک بہت پیچھے ہین، چنانچہ صوبہ متوسط، بہار واڑلیسہ، راجپوتانہ ایجنسی، کشمیر، حیدرآباد اور شمالی ہندوستان مین جہان مسلمان زیادہ تر آباد ہین یہ تعداد بہت کم ہے، اس حیثیت سے بڑودہ نے خاصی کامیابی حاصل کی ہے، پہلے ہر ۱۰۰۰ عورتون مین ۲۰۰۵ تعلیم یافتہ تھین لیکن اب ۴۰۲ ہین۔ اس سلسلہ مین میسور اور کوچین کی ریاستون نے بھی ترقی کی ہے۔

قومی حیثیت سے نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ بیس سالون مین عیسائی عورتون نے ۱۰۴ سے ۱۰۱۳ تک ہندو عورتون نے ۵ سے ۱۶ تک اور مسلمان نے ۴ سے ۹ تک ترقی کی ہے،

کیا تعلیم نسوان کے مسلمان حامی اس طرف توجہ کرینگے؟

بالشوزم اور اسلام

حال ہی مین فرانس کی تبلیغی جماعت نے جو مراکش مین کام کر رہی ہے، اس نام سے دو جلدون مین ایک کتاب شائع کی ہے اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ ترکون کو اشتراکیت کا حامی بنا کر ان کی خونخواری و ظلم کے غلط افسانہائے ماضی کی اشاعت کیجائے، تاہم اس سلسلہ مین بہت سی باتین ضمنی طور پر آگئی ہین، جو بزم معارف مین یقیناً دلچسپی سے پڑھی جائینگی اور ان سے اشتراکی تبلیغ کی سرگرمیون کا بہت کچھ حال معلوم ہوگا،

"بالشوکون نے جس منتظم و مستقل طریقہ سے تبلیغ کے کامون کو مشرق کے ایک بڑے حصہ مین انجام دیا ہے ان کو دیکھکر کوئی شخص داد دئے بغیر نہین رہ سکتا، دو سال قبل انھون نے مبلغین کے لئے ایک یونیورسٹی قائم کی تھی، یہ جامعہ مشہور روسی اشتراکی برانڈ و کے ماتحت ہے، گذشتہ سال اس مین ۷۰۰ لڑکے تھے، یہ طلبہ، ۵۰ مختلف قومون کے، ۵۰ مختلف زبان والے لوگ ہین، ان کی محدود قومیت کو مٹانے کے لئے ۵۰ یا ۶۰ قومون کے لڑکون کو ایک ساتھ رکھا گیا ہے؛ ۴ یا پانچ سال کی تعلیم کے عرصہ

مین اون کو عملی تعلیم کے لئے مختلف حصون مین بھیجا جاتا ہو، جامعہ نے مختلف زبانون مین کتب و رسائل شائع کئے ہین جو طلبہ اور عام پروپگنڈا کے کام مین آتے ہین، جامعہ کی شاخین تاشقند، باکوا ور اوکسنک (سائبیریا) مین قائم ہین اُن مین تاشقند کی شاخ سب سے زیادہ کامیاب ہو، جہان اس وقت ۳۰۰ لڑکے ہین عورتون کے لئے بھی خاص انتظام ہو، اور اس مین ۵۰ عورتین تعلیم پاتی ہین، اس کے علاوہ فوج کیلئے ہر جگہ مدارس ہین،

اس کے ساتھ ہی مستشرقین روس کی علمی انجمن ہو، یہ اشتراکیین کا مرکز ہے، اور اس کا اخبار نوی وستک (مشرق جدید) نہ صرف ایشیا بلکہ افریقہ اور جنوبی امریکہ کی تمام نوآبادیات، اور مظلوم اقوام کی حمایت کرتا ہے تاشقند مین ایک مجلس منتظم کی گئی ہو، جس کا مقصد یہ ہو کہ وہ ایشیا روسطی، خیوا، بخارا، ایران، افغانستان، اور ہندوستان کے حالات کا مطالعہ کرے،

السنۂ شرقیہ کا لزراف انسٹیٹوٹ، اب مطالعہ مذاہب کے مباحث کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہو،

ماسکو کے مدرسۂ حربی مین، ترکی، فارسی و ہندوستانی کی تعلیم کے لئے ایک شاخ قائم کیگئی ہے اس سلسلہ مین تقریباً ہر دیہات و شہر مین مدرسہ قائم کئے جا رہے ہین،

روس مین اخبارات نہایت کثرت سے شائع ہوتے ہین اور ان مین باہمی کچھ بھی اختلاف ہو لیکن مغربی تمدن کے خلاف سب متحد اللسان ہین"

ہم اب تک جانتے تھے کہ صرف ماسکو ہی مین بالشوک حکومت ہو لیکن اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ ذیل ریاستون مین بھی اسی کے اصول پر حکومت ہوتی ہو، جمہوریۂ تاتار، جمہوریہ کریمیا جسکا دارالسلطنت سمفروپول ہو، جمہوریہ داغستان، جمہوریہ شمالی کوہ قاف، جمہوریہ اذربائجان، جمہوریہ تشکر، جمہوریہ قرغیز، جمہوریہ اشکباد، جمہوریۂ خوارزم، جمہوریۂ بخارا، اور جمہوریہ ترکستان"

اخبارِ علمیہ

ماہرین نجوم ستارون کی پیمائش مین مشغول ہین، حال مین تین ستارون کی پیمائش کی گئی ہے، ان مین سے ایک ۰۰۰۰۰۰۰۳ میل ہو دوسرا ۰۰۰۰۰۰۲ میل اور تیسرا ۰۰۰۰۰۰۰۳ میل،

امریکہ مین ایک انجمن جراثیم کی تحقیقات کے لئے قائم کی گئی ہو، اس انجمن نے تقریباً ہر قسم کے جراثیم جمع کر لئے ہین جن کی تعداد ۷۵۵ ہو اور تمام ممالک کے طلبہ وہان جا کر تجربہ کرتے ہین،

اسی سلسلہ مین یہ بھی معلوم ہوا کہ انفلونزا کے جراثیم بھی دریافت ہو گئے ہین اور یہ مہلک مرض اب شاید اس قدر خوفناک اثر نہ پیدا کر سکے،

مختلف رنگون سے مختلف عوارض کے علاج کے تجربے کئے گئے تو ان مین بہت کامیابی ہوئی، ایک سپاہی جو شیل سے زخمی ہونے کی وجہ سے دماغی امراض کا شکار ہو گیا تھا ایک زرد رنگ کے کمرے مین رکھا گیا اور چند دنون بعد اسے کامل صحت ہو گئی،

انگلستان کے ۲۱۴۵ مشاہیر مین ۱۲۷۰ پادریون کے لڑکے ہین، اسی طرح امریکہ کے ۱۲۰۰۰ ممتاز لوگون مین ۱۱۰۰ کو مبلغین کی اولاد ہونیکا شرف حاصل ہی،

جنگ کے بعد سے پشمینہ اس قدر کثرت سے استعمال ہونے لگا ہو کہ بہت سے جانورون کے

معدوم ہو جانیکا خطرہ پیدا ہو گیا ہی، چنانچہ گذشتہ تین سالون مین، ۱۰۷۸۹۹۲ جانورون کی کھال صرف امریکہ مین بکی ہین،

الکزنڈر ابرہم بیل نے اپنی زندگی کا آخری حصّہ بندرون کو گفتگو کی تعلیم دینے مین صرف کیا اور اس مین بہت کچھ کامیابی حاصل کی، اس کا خیال تھا کہ بندر اب ہمارے بہترین خادم ہو سکتے ہین،

افریقہ کے سرکاری کمیشن کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر وہان قلت آب کی یہی حالت رہی تو اس برأعظم کا ایک بڑا حصہ انسانی آبادی کے ناقابل ہو جائیگا،

فرانسیسی محکمہ تحقیقات جرائم نے انگوٹھون کے نشانات کو صحیح تر و جلد تر دریافت کرنے کے لئے ایک نیا آلہ ایجاد کیا ہی، اس کا نام ایپی ڈکٹسلیسکوپ ہی،

حال کے تین غبارون کے اڑانے مین جو ہیلیم گیس استعمال کی گئی ہی، وہ ۵۴ برس پہلے، آفتاب مین دریافت ہو چکی تھی،

مسٹر جی، ایچ، جے، کنگڈن نے دوران تقریر مین بیان کیا کہ صابون کی تاریخ ۲۵۰۰ برس سے شروع ہوتی ہی، اور یہی وجہ ہی کہ صابون سازون نے تمام دنیا کو اس کے ضروریات کے لیے چھان مارا ہی اور اب مجبور ہو کر مضر چیزین ملا رہے ہین،

انگلستان مین، آلو چھیلنے کی ایک مشین ایجاد ہوئی ہی جس مین بہت جلد آلو کے چھلکے الگ ہو جاتے ہین

فرانس مین اسباب تعمیرات کی گرانی سے تنگ آکر لوگون نے گھاس کے مکانات بنانے شروع کئے ہین، پہلے ان کو چٹائی کی طرح بنایا جاتا ہی، پھران پر پلاسٹر کر کے سفیدی کی جاتی ہی اور وہ کوٹھی کی طرح نظر آتے ہین،

فرانسیسی اطبا، آجکل دق کے لئے علاج شمسی پر زیادہ زور دے رہے ہین، ڈاکٹر ارمنڈ دلیسلی کا بیان ہی کہ جنوبی فرانس کے مختلف شفاخانون مین اس علاج سے بہت سے مریض شفایاب ہوئے ہین

سنہ ۱۹۱۷ء سے ایک نئی بیماری یعنی مرض خواب کی شکایت سنی جا رہی ہی، اس سنہ مین یہ مرض آسٹریا مین نمودار ہوا، سنہ ۱۸ء کے بہار مین، انگلستان و فرانس پہونچا، سنہ ۱۹ء مین اطالیہ و امریکہ مین نمودار ہوا، اور اب تمام دنیا مین پھیلا ہوا ہی،

فرانس کے ایک نوجوان ماہر کیمیا نے ایک دھات بنائی ہی، جو اپنی خصوصیات اجزاء کے لحاظ سے سونا معلوم ہوتی ہی،

موجودہ علم جراحت کے معجزہ کی خبر دانا سے آئی ہی، یہان ایک ماہر حیوانات نے ایک کیڑے کا سر کاٹ کر اوسی جنس کے دوسرے کیڑے کے سر پر لگا دیا، اور دونون کیڑے زندہ ہین،

ایک مشہور فرانسیسی ماہر حیوانیات، کا بیان ہے کہ گذشتہ مہیب جنگ مین مدافعت وحفاظت کی جتنی صورتین پیدا کی گئین تھین، وہ کسی نہ کسی جانور مین موجود ہین، چنانچہ ایک قسم کی مچھلی کے منھ سے دھوان نکلتا ہے اور وہ اس کے پردہ مین دشمنون سے چھپ جاتی ہے،

ڈاکٹر کریچٹ نے، دعویٰ کیا ہے کہ انھون نے حال مین جانور کا خون آدمی کے بدن مین پہونچا کر بہت کچھ کامیابی حاصل کی ہے حالانکہ عام خیال یہ تھا کہ دونون کے خونون مین بہت فرق ہے اور جانور کا خون انسانی خون کے جراثیم کو برباد کردیتا ہے،

ارنج فری اسٹیٹ کے جنگلون مین ایک قسم کا جنگلی سیب پیدا ہوتا ہے، اب اس کے عرق سے پٹرول کے قسم کا تیل نکالا جانیوالا ہے، یہ تیل بہت سستا ملیگا،

حال ہی مین فاسل پتھرون مین ایک، دیوزاد جانور کی صورت کا پتہ چلا ہے جو دو پیرون پر چلتا تھا اور اس قدر خوفناک تھا کہ انسانی آبادی کا اس سے بچنا ایک امر محال معلوم ہوتا ہے، یہ فاسل پٹگونیہ مین نکلا اور اساتذہ طبقات الارض کا خیال ہے کہ ۵۰۰۰۰ سال کا ہے

جرمن ڈاکٹر فریسی نے ۱۳۲، مختلف امراض کے بیمارون پر الکحل کی قوت ہاضمہ کے متعلق تجربہ کیا اوس کا خیال ہے کہ الکحل اس حیثیت سے بہت مفید ثابت ہوئی ہے،

دنیا کا سب سے تیزرو دریا ستلج ہے، جو ابتدا سمندر سے ۱۵۲۰۰ فٹ بلند ہے لیکن ۱۸۰ میل کی

مسافت مین ۱۲۰۰۰ فٹ نیچا ہو گیا ہے ؀

امریکہ کے قدیم باشندون کے متعلق جتنی چیزین امریکن انڈین عجائب خانہ مین ہین، شاید کہین نہین ہین ان کی مجموعی تعداد ۸۰۰۰۰۰ تک پہونچ چکی ہے؀

اب تک ہم جس شخص کے متعلق سنتے کہ وہ دل کی بیماری مین مبتلا ہے، اس کی حیات سے تقریبًا مایوس ہو جاتے۔ لیکن اب ڈاکٹر جے۔ ایچ۔ ہوتان نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ دل کی ہر قسم کی بیماری کو اچھا کر سکتے ہین ؀

تحقیقات سے معلوم ہوا کہ انسان اور پھیپھڑے سے سانس لینے والے جانورون کا اولین مسکن براعظم ایشیا، تھا ؀

مسٹر سی۔ این پیکاک نے انجمن متعلق حفاظت اسنہ کے سامنے تقریر کرتے ہوئے بیان کیا کہ اگر ہم اسی طرح اپنے دانتون سے بےخبر رہے تو ڈھائی سو برس بعد ایک آدمی کے منھ مین بھی دانت نہ رہینگے

جانورون مین سب سے زیادہ عمر کچھوے کی ہوتی ہے، مارسلیز کے عجائب خانہ حیوانات مین ایک کچھوا ہے جو نپولین کے زمانہ قید مین جزیرہ ہلنا سے لایا گیا تھا، ایک اور کچھوا بھی موجود ہے جس کی عمر کا اندازہ ۵۰۰ سال کیا جاتا ہے۔

مسٹر مین سنٹر انگلستان کی معمر ترین خاتون ہی، اس نے حال ہی مین اپنی ۱۰۷ وین سالگرہ منائی ہی،

انگلستان نے گذشتہ تین سالون مین مندرجہ ذیل پونڈون کا سونا اپنے افریقی مقبوضات کی کانون سے حاصل کیا ہی،

سنہ ۱۹۲۰ء	۳۸۶۶۲۹۲۳	پونڈ
سنہ ۱۹۲۱ء	۳۶۵۷۷۷۷۲	"
سنہ ۱۹۲۲ء	۳۲۴۶۳۴۶۱	"

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا دلچسپ ہوگا کہ انگلستان نے ان تین سالون مین مندرجہ ذیل قیمتون کا سونا امریکہ روانہ کیا ہی،

سنہ ۱۹۲۰ء	۵۲۸۳۳۴۲۳	پونڈ
سنہ ۱۹۲۱ء	۵۵۴۵۶۳۴۰	"
سنہ ۱۹۲۲ء	۲۶۶ ۳۲۶۴۵	"

انگلستان کے ذمہ امریکہ کا جو قرض ہی اوسکی تعداد مع سود ۹۰۰۰۰۰۰۰۰ پونڈ ہے اور یہ قرض ۶۲ سال کی مدت مین اس طرح ادا ہوگا کہ ۱۰ سال تک ۳۱۵۰۰۰۰۰ پونڈ دئے جائینگے اور پھر ۵۲ سالون تک ۳۶۰۰۰۰۰۰ پونڈ،

ڈیلی میل لندن، کی تعداد اشاعت دنیا کے تمام اخبارات سے زائد ہی گذشتہ سال کے اعداد ہمارے بیان کی تصدیق کرینگے،

جنوری ۲۲ء	۱۵۳۲۷۰۹
فروری "	۱۶۲۰۲۷۷
مارچ "	۱۶۶۹۴۱۴
اپریل "	۱۷۰۲۶۹۴
مئی "	۱۷۵۵۴۹۸
جون "	۱۸۱۷۹۴۷
جولائی "	۱۸۶۷۷۹۷
اگست "	۱۹۱۰۱۱۷
ستمبر "	۱۹۰۷۳۳۵
اکتوبر "	۱۹۰۷۹۵۵
نومبر "	۱۸۶۹۲۵۰
دسمبر "	۱۸۳۶۵۶۸

اس مین وہ پرچے شامل نہین ہین جو مفت دیے گئے یا بچ رہے، کیا کبھی ہمارے اردو صحائف کی مجموعی تعداد اتنی ہو پہنچیگی،

گذشتہ سال امریکہ مین آتشزدگی سے جو نقصانات ہوئے اون کی تعداد ۱۰۷۰۰۰۰۰ پونڈ ہے، اس مین سے ۵۷۰۰۰۰ پونڈ کے نقصانات صرف سگریٹ کے بے پرواہی سے پھینک دینے سے ہوئے

میڈم کولنتائی دنیا کی پہلی خاتون ہے جو روس کی طرف سے ناروے کی سفیر مقرر ہوگئی ہے،

لندن مین ۱۹۲۱ء مین ۵۰۵۵، آتشزدگیان ہوئین، ۴۳، جانین ضایع گئین، اور ۱۰۸۷۴۳۲ پونڈ کا نقصان ہوا، ۱۹۲۲ء مین ۰۳، ۷، آتشزدگیان ہوئین ۹۸ آدمی مرے اور ۰۸۸،۰۷، پونڈ کا نقصان ہوا،

میڈم ہرسین باشندۂ ارگنٹائن، دنیا کی سب سے زیادہ تیراک خاتون ہے، وہ مسلسل ۲۱ گھنٹہ ۲ منٹ پانی مین رہی ؛

اندنون اگرچہ ریڈیم کی قیمت یک بیک ۱۶۰۰ پونڈ فی گرین سے ۹۰۰۰ پونڈ ہو گئی ہے، پھر بھی ایک اونس کی قیمت ۵۳۰۰۰۰۰ پونڈ ہے،

گذشتہ مردم شماری مین خاص لندن شہر کی آبادی ۴۴۸۳۴۱۶ ۵ تھی اور یہ تعداد نواح شہر کو ملا کر ۷۴۸۰۲۰۱ تک پہونچ جاتی ہے، اس کے مقابلہ مین دنیا کے دوسرے شہرون کی آبادی یہ ہے،

نیویارک	۵۶۲۰۰۴۸
برلن	۳۸۰۱۲۳۵
پیرس	۲۹۰۶۴۷۲
چیکیگو	۲۷۰۱۷۰۵
ٹوکیو	۲۱۷۳۱۶۲

گذشتہ جنوری مین لندن مین ۹۰،۱۰ غیر ممالک کے آدمی آئے اور ۱۵۱۲۱ گئے،

ادبیات

فکرِ سلیم

جناب مولنٰا وحید الدین صاحب سلیم پروفیسر اردو جامعہ عثمانیہ

جناب مولنا وحید الدین صاحب سلیم پانی پتی، ہماری زبان کے ان استادان فن سے ہین، جنکی کوشش و ہمت سے اردو زبان، سادہ انشا پردازی کی زبان بنی ہے، سرسید مرحوم کے ادبی پرتو فیض سے انھون نے بہرہ مندی حاصل کی تہذیب الاخلاق اور حسن کے بعد اردو کا تیسرا قابل ذکر اردو رسالہ معارف علی گڈہ انھین کی کوششون کا ثمرہ تھا اور اس کے بعد علی گڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ اور مسلم گزٹ کی ادارت یکے بعد دیگرے ان کے ہاتھ آئی اور اب وہ جامعۂ عثمانیہ مین اردو کے پروفیسر ہین۔

جب مرحوم بچہ کے والدین کو اس کے ہمنام بچون سے محبت ہونا فطرت ہے، تو ہم کو مدت سے شکایت تھی کہ معارف علی گڈہ کا اڈیٹر، معارف اعظم گڈہ کو کیون بھولا ہے؟ بارے سالہا سال کے بعد آج یہ شکایت رفع ہوتی ہے،

مدت ہوئی ہے مدحِ حسینان کئے ہوئے
نورِ سخن سے دل کو چراغان کئے ہوئے

عرصہ ہوا ہے وصفِ بہار جمال سے
روئے ورق کو رشکِ گلستان کئے ہوئے

برسون ہوئے ہین تذکرۂ سوزِ عشق سے
بزم سخنوری کو درخشان کئے ہوئے

آتا ہے کس تہکوہ سے وہ رشکِ آفتاب
ظلمتکدے دلون کے چراغان کئے ہوئے

جاتا ہون کوئے یار سے (دیکھو اگر مجھے)
برپا ہجومِ اشک سے طوفان کئے ہوئے

بیٹھا تھا رات مین بھی کسی جلوہ گاہ مین — ہر دیدۂ مسام کو حیران کئے ہوئے
کرتا تھا رات وہ مرے دل کا مطالعہ — شیرازۂ وفا کو پریشان کئے ہوئے
بیٹھے ہین ہم تصوّرِ گیسوے یار مین — اس زندگی کو خواب پریشان کئے ہوئے
خون کرکے لیچلا ہون دل و جان کو اپنے ساتھ — دیدارِ روئے یار کا سامان کئے ہوئے
اشکون کو میرے چشمِ حقارت سے تو نہ دیکھ — پنہان یہ آستین مین ہین طوفان کئے ہوئے
مرتے ہیں اس ادا پہ کہ کچھ لوگ جل بجھے — سینے مین سوزِ عشق کو پنہان کئے ہوئے
کرلو زیارت ان کی کہ یہ زاہدانِ خشک — آبادیان ہین حسن کی ویران کئے ہوئے
سن نغمہ گوشِ ہوش سے، گزرے جو بادِ صبح — تارِ شعاعِ مہر کو لرزان کئے ہوئے
کس حسنِ دلفریب کا ہی یہ نشہ کہ ہے، — عالم کی ذرہ ذرہ کو رقصان کئے ہوئے
ہے کون شہسوار کہ چوگانِ نور سے — لاتا ہی کوئے مہر کو غلطان کئے ہوئے
بجلی کی طرح وہ مرے دل سے گذر گیا — اپنے سمندِ ناز کو جولان کئے ہوئے
سچ مانیے کہ یہ سروسامان کا ہی خیال — یارون کو ہی جو بےسروسامان کئے ہوئے
کیا لوگ ہین جو ہین درِ دلدار پر پڑے — حرمان کو اپنے درد کا درمان کئے ہوئے
کیا لوگ ہین وہ جن کی جبین پر شکن نہین — اور دل مین حسرتون کو ہین مہمان کئے ہوئے
تلوارین کھا کے ہنستے ہین وہ حق پرست جو — ہین دل کو مستِ جلوۂ ایمان کئے ہوئے
وہ نوبہارِ حسن ابھی اس راہ سے گیا — ہر نقشِ پا کو روضۂ رضوان کئے ہوئے
اعجازِ عشق کا ہی کہ ہی اس جہان مین وہ — لب تشنگی کو چشمۂ حیوان کئے ہوئے
دے سر جھکا تسلیم کہ وہ نوبہارِ حسن — آتا ہی تیغِ ناز کو عریان کئے ہوئے

عائشہ صدیقہ رضہ

(از جناب سید نواب علی صاحب نواب پروفیسر بڑودہ کالج)

خدا کے محبوب کی حبیبہ ترا ہے پیارا لقب حمیرا
وہ حسن صورت وہ نور معنی جہان مین تجھ سا ہو گا پیدا

گواہ عصمت ہے رب اکبر یہ سورۂ نور سے ہے اظہر
کیا ہے "تطہیر" نے مطہر خطاب "طیبات" پایا،

مثال آئینہ صاف سینہ علوم دین کا تھا اک خزینہ
رموز و اسرار کی امینہ، بڑا ہے لاریب تیرا رتبہ

یہ رنگ لائی تری محبت نبی کی ہو گی جلیس جنت
ہے مغفرت کی تجھے بشارت ہے تو نے "رزق کریم" پایا

وہ اجتہادی خطا کا قصہ جمل کا ناگفتہ بہ قضیہ
جو چشم باطن سے ہم نے دیکھا پسند تیرے کمال کا تھا

نہ لومۃ لائم کا کچھ خطر تھا نہ سر مین سودائے مال و زر تھا
یہ حب مولا کا سب اثر تھا، کہ تھی نہ دنیا کی تجھکو پروا

ترا تفقہ ترا تبحر، ہے جس کا مشکل بہت تصور
حسود کو اس کا ہے تحسر، عدو کو رنج روح فرسا

نہ تھی جو اولاد تیرے کوئی کہ جس سے ہوتی تھی سرخروئی
تو حق نے دلجوئی تیری یون کی لقب دیا ام مومنین کا

خموش نواب اب کہ کیونکر ہو وصف محبوبۂ پیمبر
خدا اور اس کا رسول بہتر ہے جانتا اور مدح کرتا

حیات امام مالک

سرگذشت الفاظ

از

مولوی ابو الجلال ندوی

ابن جنی نے عربی زبان کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام خصائص ہے، ابن جنی کا زبان کے متعلق یہ خیال تھا کہ الفاظ اپنے معانی پر ایک خاص مناسبت سے دلالت کیا کرتے ہیں، معانی اپنی دماغی تشکل مین صرف ان کیفیات کا مجموعہ ہین جو کسی شے سے عالم منتزع ہو کر دماغ مین جمع ہین، الفاظ کے حروف کو ان کیفیات کے ساتھ خاص مناسبت ہوتی ہے، ابن جنی کا یہ بھی خیال ہے کہ دنیا بھر کے الفاظ کی اصلین سنی ہوئی آوازون سے منقول ہین، خصائص الفاظ اور معانی کی مناسبت پر اوس نے ایک خاص باب باندھا ہے، جس مین اس امر کا دعویٰ کیا ہے کہ اس فن کی ابتدا خلیل وسیبویہ نے کی اور جماعت نے قبول کیا، خصائص مین ابن جنی نے ثابت کیا ہے، کہ الفاظ کے اصلی حروف کی ترتیب اُلٹ دو، تب بھی کچھ کچھ ذوق کے ساتھ معانی مین یگانگت رہے گی، لفظ کے حروف کو مشابہ حروف سے بدل دینے مین یگانگت باقی رہے گی، حروف کی خاصیتین، ان معنوی فروق کی وجہ ہوا کرتی ہین،

ابن جنی کی یہ کتاب اب ہمارے کتبخانون مین موجود ہے، آج سے چند سال پہلے صرف اس کے قلمی نسخے ملجاتے تھے مگر نواب عماد الملک بہادر کی عنایت سے یہ چھپکر شائع ہو چکی ہے،

عربی مین فن اشتقاق کے موجد درحقیقت معتزلہ ہین، حدوث و قدم قرآنی کے متعلق گفتگو نے طول کھینچا تو زبان کا مسئلہ آگیا، زبان کے متعلق، معتزلہ کا خیال ہے کہ الفاظ کو آدمیون نے باہم ملکر

لے مصنفہ جناب احمد دین صاحب بی اے، ایل ایل بی وکیل لاہور قیمت عہ

اور اصطلاح کے طور پر وضع کیا، اس پر سخت اعتراضات وارد ہوئے، اہم ترین اعتراض یہ تھا کہ آخر پہلے واضع نے لفظ اور معنے کے تعلق کو کیونکر بتایا، لفظ اور معنے کا تعلق اسقدر گہرا ہے کہ عام حالتون مین ایک انسان کے ذہن مین جب تک لفظ کا تصور نہ ہو معنے کا تصور ہوتا ہی نہین، اس بنا پر عباد بن سلیمان نے رائے قایم کی کہ "لفظ اور معنے مین طبعی مناسبت ہوتی ہی اور وہی مناسبت باہمی وضع کا باعث ہی،

اس عقیدہ کو ثابت کرنے کے لیے طرفداران عباد نے عربی زبان کو بنیاد قرار دیکر الفاظ اور معانی کی مناسبتون پر غور کرنا شروع کیا تو اونھون نے یہانتک ترقی کر لی تھی کہ ایک شخص نے دعوی کیا کہ مین تمام الفاظ کی وجہ مناسبت بتا سکتا ہون، چنانچہ ایک عجمی لفظ اذغاع کے معنے پوچھے گئے (علامہ سیوطی فرماتے ہین یہ لفظ پتھر کا مرادف ہی) معتزلی عالم نے جواب دیا کہ مین اس لفظ مین انتہائی یبوست جانتا ہون، اسکا مفہوم میرے خیال مین پتھر ہے،

ابتدا ان کے مباحث صرف کی کتابون مین لکھے جاتے تھے، امام رازی فرماتے ہین کہ اشتقاق کی تین قسمین ہین (۱) اشتقاق صغیر یعنے صرف (۲) اشتقاق کبیر جس مین الفاظ کے ترتیبی انقلابات سے بحث ہوتی ہی (۳) اشتقاق اکبر جس مین لفظ کے حروف اور اون کی نوعیتون کے اعتبار سے یگانگت معنوی ظاہر کی جائے،

علم اللسان کو اہل مغرب کی ایجاد بتایا جاتا ہی مگر عربی ادب ولغت کے ماہرین بدلائل بتا سکتے ہین کہ علم اللسان کا بنیادی پتھر اسی اشتقاق کبیر اور اشتقاق اکبر کو سمجھنا چاہیئے، جس کا نام اہل فارس کی زبان مین علم اصول اللغہ ہے،

اُردو زبان کا خزانہ اس قسم کے جواہرات سے خالی ہے، حالانکہ یہ فن ہمارے آباؤ اجداد کا دماغی ترکہ ہے، جسے ہمارے قبضہ مین ہونا چاہیئے، اُردو دان جماعت کو اس فن سے پہلے شمس العلماء مولانا محمد حسین آزاد مرحوم نے سخندان فارس لکھکر واقف کیا،

حال مین مذکورہ بالا عنوان سے اسی فن پر ایک کتاب شایع ہوئی ہے، مصنف کتاب نے خود

تسلیم کیا ہو کہ انکا اخذ زیادہ تر پادری ٹرینچ کی مطالعہ الفاظ ہو" اصول اسی کتاب سے اخذ کیے ہین، مثالون کے لیے لاطینی، فرانسیسی انگریزی الفاظ کے بجائے اردو فارسی، عربی الفاظ لئے ہین، لیکن کہین کہین آزاد مرحوم کی تحریروں سے بھی استناد کیا ہے،

کتاب ۷ حصون پر منقسم ہے، پہلی فصل مین الفاظ کی پیدایش کے طریقون سے بحث کی گئی ہو، دوسری فصل مین یہ ثابت کیا گیا ہو کہ الفاظ انسان کی نازک خیالیون کا خزانہ ہین" اس مفہوم کو مصنف نے ان الفاظ مین ادا کیا ہو، زبان متحجر نازک خیالی ہو، تیسری فصل مین زبان متحجر اخلاق اور چوتھی فصل مین الفاظ کو متحجر تاریخ قرار دیا ہے، پانچوین فصل مین جدید الفاظ کی پیدایش کے طریقے بیان کئے، چھٹی فصل مین مترادف الفاظ کی بحث، ساتوین مین عام اصولی باتین ہین،

مصنف نے شروع صفحہ مین لکھا ہو "بلکہ ہمین یہ بتانا ہو کہ صرف الفاظ مین بلا لحاظ کسی فقرہ بندی یا عبارت کے اخلاقی اور تحریری حقائق، انسانی جذبات اور ولولون کے بیشمار ذخیرے پڑے ہین،" صفحہ ۲ مین فرماتے ہین "الفاظ بجائے خود ایک کتاب کا مضمون لئے ہوتے ہین"

اس سے قیاس ہوتا ہے کہ جناب مصنف صرف ان الفاظ سے بحث کرنا چاہتے ہین جو منفرد ہین، لیکن دوسری فصل مین اپنے دعاوی کے اثبات کے لیے جو الفاظ پیش کیے ہین وہ سب مفرد نہین ہین، اکثر و بیشتر مرکب الفاظ ہین، جن کا ہر جز اپنے معنے پر الگ الگ دلالت کرتا ہو، مثلاً۔ سمنبر، گلعذار، گل اندام، مہ لقا، تاج خروس، بستان افروز، چھوئی موئی"

لیکن اس فصل کے علاوہ دوسری فصلون مین منفرد الفاظ سے بحث کی گئی ہے، یون تو کتاب اردو سے دلچسپی رکھنے والون کے لیے سرتاپا مفید ہے بلکہ ۲، ۴، ۵ فصلین خاص دلچسپی رکھتی ہین، تیسری فصل مین مصنف نے ثابت کیا ہو کہ الفاظ مین علاوہ ان معانی کے جنکو ہم روزمرہ کی بول چال مین مراد لیتے ہین، ہمارے اخلاقی عروج و زوال کی تفسیرین بھی مضمر ہین، شاطر، عیار، غلام، لونڈی، چھوکرا، چھوکری،

عداوت وغیرہ الفاظ اچھے معانی سے بُرے معانی کے لیے مخصوص ہوگئے، اِس سے مصنف نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ بولنے والے کے اخلاقی انحطاط کے ساتھ ان الفاظ کے معانی مین بھی ذلت پیدا ہو جاتی ہو، دیانت، شرارت سلامت روی کے الفاظ علاوہ معانی معہودہ کے کچھ اخلاقی حقائق ظاہر کرتے ہین، شیخ، سادہ، منطقی، حجت کو اب جن معانی مین استعمال کیا جاتا ہی، ان سے ہمارا اخلاقی زوال ظاہر ہوتا ہے، عیش، طیش ہنت، انسانیت کے الفاظ مین اِن کے معانی کی حقیقت مضمر ہے،

غرض دعاوی کی صحت اور طریقۂ بیان کی دلچسپی کے لحاظ سے پوری کتاب قابل تعریف ہی، آزاد سیدھی سے سیدھی بات کو استعارات کے رنگ مین شوخ بنا دیتے ہین، مصنف نے اس طرز ادا کو اُڑانے کی کوشش کی ہی، اور کامیاب کوشش کی ہے مثلاً، کہنا یہ ہے کہ "امرتسر" دو لفظون سے بنا ہے، امرت، اور "سر" اِس مفہوم کو وہ اِس طرح ادا فرماتے ہین،

"امرتسر مین دربار صاحب کے زرین مندر کا تقدس آب تالاب (سر) اپنے امرت (آب حیات) سے تاریخ مین شہر امرتسر کے بقائے دوام کا کفیل ہے"،

مہر النسا کی ترکیب اِس طرح ظاہر کی ہے،

اور عورتون مین مہر النسا کی نور افشانی کی طرف ہم نے کبھی رخ نہ کیا،

اِنسان کے اخلاقی انحطاط کا ثبوت اِن الفاظ مین دیا ہے،

"غلام ابتدا مین لڑکا تھا، ایسا ہی آزاد جیسا کہ ہم اور تم لیکن انقلاب زمانہ نے آزادی چھین کر اسے ذلیل وخوار کر دیا ہے"،

ساری کتاب اسی قسم کے دلچسپ انداز مین لکھی گئی ہے، لیکن آزاد کی صحیح تقلید نہ ہو سکی، مثلاً امرتسر کی تشریح مین "دربار صاحب کے زرین مندر کا تقدس آب تالاب" کی بھاری ترکیب اس نازک طریقۂ ادا سے میل نہین کھاتی،

مجموعی حیثیت سے مصنف کی تلاش ومحنت قابل داد ہے، اردو جیسی زبان کے معروف الفاظ کو لیکر علم اللسان کے دقیق مسائل کو پرلطف بنا کر پیش کرنا بہت قابل تعریف ہے، لیکن ہمکو چند باتون مین مصنف کے ساتھ اتفاق نہین خسیس (بخیل) کی تشریح مین آپ فرماتے ہین،

اور اس طرح روپیہ جمع کرنے والے کو بتایا کہ اوس کی ہستی ایک خس سے زیادہ حقیقت نہین رکھتی "۔

گویا خسیس فارسی لفظ خس (گھر) سے بنا ہے، حالانکہ یہ لفظ خالص عربی زبان کا ہے، جسے ایرین زبانون سے تعلق نہین، مادہ خسّ ہے، جس کا ترجمہ ہو دکمی کرون)، یہ لفظ ہمارے اس اعتقاد کو ظاہر کرتا ہے کہ بخل مین برکت نہین،، فرماتے ہین" پیالہ کو عربی مین کاس کہتے ہین یہ وہی کاسئہ فارسی ہے،" یہ عبارت بول رہی ہے کہ کاس فارسی لفظ کاسہ سے ماخوذ ہے، حالانکہ یہ لفظ خالص عربی ہے، عربی علم الاشتقاق نے طے کردیا ہے کہ ایک سے الفاظ یکسان معانی ظاہر کرتے ہین، چنانچہ کاُس۔ پیالہ۔ یا آبخورہ کو کہتے ہین۔ بشرطیکہ اوس مین پانی یا شراب ہو" کاُص۔ بہت کھانا۔ بہت پینا۔ کاش (کھانا کھانا)

غلام کا لفظ اپنے معروف معنے مین اخلاقی تنزل کا ثبوت نہین ہو بلکہ ہماری بلندخیالی کا ثبوت ہی، غلام کا اصلی مفہوم بالغ ہے، پھر کثرت استعمال نے اِس لفظ کو لڑکے کے لئے مخصوص کردیا، اہل عرب غلام کو غلام نہین کہتے تھے بلکہ عبد کہتے تھے، اِسلام نے اِس انسانی توہین کو گوارا نہ کیا، آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ اپنے خادمون کو عبد نہ کہو غلام (بیٹیا) کہا کرو، تو اس لفظ کی ابتدا پیار کے جذبہ اور بنی نوع کی مساوات کے خیال پر مبنی ہی،

آپ نے فرمایا کہ " جب عبارت مین پانی کی سی روانی ہو اسے تسلسل عبارت کہتے ہین" اس عبارت سے معلوم ہوا کہ آپ تسلسل مین پانی کی روانی پاتے ہین۔ یہ خیال درست نہین، البتہ "عبارت" کے لفظ مین روانی موجود ہی، کیونکہ حرف حلقی اور ب م کا مجموعہ بشرطیکہ اسمین کوئی حرف شدید نہو، محبت یا پانی پر دلالت کرتا ہے (ع۔ب۔ر) کا مجموعہ ہمیشہ حرکت اور پانی جیسی حرکت پر دلالت کرتا ہے، تسلسل کو شاید آپ نے (ماءِ سلسل)

سے ماخوذ قرار دیا ہے، حالانکہ یہ لفظ سلسلہ بمعنے زنجیر سے مشتق ہے، تسلسل کا لفظ روانی عبارت ظاہر نہین کرتا، بلکہ ایک بات سے دوسری بات کا تعلق بتاتاہی،

آپ نے دعویٰ کیاہی کہ منفرد الفاظ مین تاریخی واقعات کا ذخیرہ ہوتا ہے، اس کے ثبوت مین، مدینہ مہاجرین، انصار، ہجرت کے الفاظ پیش کیے ہین، حالانکہ یہ الفاظ دعوی کی دلیل نہین، اِن الفاظ کا صحیح مفہوم سمجھنا تاریخ جاننے پر مبنی ہی، یہان ایسے الفاظ کی ضرورت تھی جن کا اشتقاق تاریخ ظاہر کرتا، مثلاً اسی لفظ مدینہ کو لو، اس سے تاریخ تمدن ظاہر ہوتی ہے، جتنے الفاظ کا پہلا حرف م دوسرا حرف (ت۔ط۔د) ہو تیسرا حرف کوئی بھی ہو۔ امتداد او کھچاؤ ظاہر کرتے ہین چنانچہ مد۔مط۔مت تینون لفظ کشید گی ظاہر کرتے ہین، مدن۔ (طول قیام کو کہتے ہین) اسی لفظ سے مدون (کسی جگہ ایک مدت تک بسنا) نکلا، اسی مدون سے لفظ (مدینہ) اور تمدن نکلا ہے، تو اب معلوم ہوا، مدنیت اور تہذیب کی اصل یکجائی بو دو ماندہی،

آخر مین ہم جناب مصنف کی ایک شکایت کرینگے، اُردو دان طبقہ کو انجیل سے زیادہ قرآن کے ساتھ دلچسپی ہی، آغاز زبان۔ اس کی ترقی اور تنزل کی حقیقت آپ نے انجیل کے حوالے سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، اس سے زیادہ بہتر قرآن اور حدیث تھی، جس سے ہمارے ذہنون مین مضمون کی وقعت زیادہ ہوسکتی تھی، زبان دلچسپ ہی لیکن بعض مواقع پر پنجابی صیغون اور ترکیبون نے بہت کچھ کمی کر دی ہے،

کتاب چھوٹی تقطیع کے ۲۴۰ صفحات پر ہی لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت عار، پتہ مولوی احمد دین صاحب بی اے وکیل لاہور،

مطبوعات جدیدہ

ریاض الاظہر فی احوال سید البشر حاجی محمد محی الدین صاحب تاجر کتب بنگلور نے مولوی محمد باقر صاحب مرحوم کی مذکورہ بالا نام کتاب کو حضرت سیماب اکبرآبادی سے اردو مین منظوم کراکر شایع کیا ہے، یہ کتاب منظوم سیرت رسول صلعم ہے، آنحضرت صلعم کے ولادت سے وفات تک کے حالات مع غزوات وغیرہ نہایت ہی صاف و شستہ نظم مین ادا کئے گئے ہین، یہ ریاض ۱۲ چمنون پر منقسم ہے، انوار رسالت، نوید رسالت، طلوع رسالت، نسیم نبوت، شمائل نبوت، تکمیل نبوت وغیرہ، میلاد کے لئے اچھی کتاب ہے، ضخامت ۱۵۰ لکھائی چھپائی اچھی، قیمت مجلد عہ پتہ :- حاجی محی الدین تاجر کتب نمبر ۳۹۹ موچی بازار بنگلور،

انتخاب مخزن حصہ دوم، مخزن مرحوم اردو کی زمانہ تک خدمت انجام دینے کے بعد سانس توڑ چکا ہے، یہ مجموعہ اسی کے دور آخر کے منتخب مضامین کا گلدستہ ہے، اوسکا حصۂ اول اس کے عروج ہی کے زمانہ مین چھپ چکا تھا، اس حصہ کو شیخ مبارک علی صاحب تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ نے شایع کیا ہے، انتخاب نظم و نثر دونون اچھا ہے، قیمت عہ ضخامت ۲۰۰ صفحہ شیخ سے طلب کیجئے،

انتخاب مضامین جوہر، جامعہ ملیہ کے طلبہ نے تعلیم صحافت کے لئے ستمبر ۲۱ء مین ایک قلمی ہفتہ وار اخبار الرشید نکالا تھا اس کے بعد بہ تقاضائے حسن عقیدت اس ذات گرامی کے نام پر جو آج بیجاپور مین ہے، اس کا نام بدل کر جوہر رکھا گیا، جوہر نے مقبولیت حاصل کی اور طلبہ و اساتذہ کے علاوہ بیرونی اصحاب نے بھی اس مین حصہ لیا، اب وسکے مضامین کا انتخاب شایع کیا گیا ہے، یہ مضامین مختلف علمی، تاریخی، اور سیاسی موضوع پر ہین، آخر مین نظم کا دلچسپ حصہ بھی ہے، لکھائی چھپائی اعلےٰ ضخامت ۱۴۰ صفحات قیمت عہ

فرسٹ ایڈ ٹو دی انجرڈ، ڈاکٹر مرزا کریم خان خدیو جنگ بہادر کی مذکورہ بالا نام کی

کتاب کا دوسرا اڈیشن ہے، اس مین جنگ یا ہنگامی صدمات کے لئے ضروری علاج و ہدایات ہین، یہ بوائے اسکاٹ یا دوسری امدادی انجمنون کے اراکین کے لئے بہت مفید ہے، چھوٹی تقطیع کے تقریباً ۱۵۰ صفحون پر چھپی ہے، آخر مین انگریزی الفاظ کے معنی بھی دئے ہین، مصنف سے ۱۲؍ سکۂ عثمانی یا ۱۰؍ کلدار پر مل سکتی ہے،

قبضۂ فجی، مشہور اشتراکی روسی حکیم ٹالسٹائی کا ایک رسالہ ہے جسے مرحوم مدرلینڈ کے پریس نے انگریزی مین شایع کیا ہے، قیمت ۳؍ صداقت پریس پٹنہ سے مل سکتا ہے،

اعظم ترین انسان مسٹر عبدالسلام خان سی پی کے ایک نوجوان انگریزی دان مسلمان ہین، انھون نے مختلف غیر مسلم مورخین کے اقوال سے یہ ثابت کیا ہے کہ جناب رسالت مآب صلعم کی ذات سب سے اعظم ترین تھی، ایک نوجوان کی یہ محنت ضرور قابل ستائش ہے، لیکن کاش کہ خود ان کے دل مین بھی اپنے پیمبر کی کچھ عزت ہوتی، کہ نام کے بعد درود و سلام کا کوئی لفظ لکھ دیتے، رسالہ انگریزی زبان مین ہے، ضخامت ۶۰ صفحات قیمت ۸؍ مسٹر عبدالسلام خان، مدرس انجمن اسلامیہ اسکول ناگپور،

سرسید کی دینی برکتین، عرصہ ہوا مولوی عبدالحلیم صاحب شرر نے حیدرآباد کے ایک مجمع کے سامنے اس مضمون پر ایک تقریر کی تھی اور وہ رسالہ کی صورت مین چھپ گئی تھی، اب حافظ قمرالدین اینڈ سنز تاجران کتب موچی دروازہ لاہور نے اسے چھوٹی تقطیع پر شایع کیا ہے، قیمت ۴؍

شاہین و دراج مولوی راشدالخیری صاحب کی فسانہ نگاری تعارف سے مستغنی ہے، دارالاشاعت پنجاب لاہور نے سلسلۂ کہکشان کی ساتوین کڑی کے طور پر اسے شائع کیا ہے، فسانہ دلچسپ، عبرت انگیز اور سبق آموز ہے، تکرار و کثرت ترادف کا عیب اس مین بھی موجود ہے، کتاب چھوٹے سائز کے ۹۰ صفحات پر ہے، لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت ۸؍ دارالاشاعت سے طلب کیجئے،

رودادِ انجمن اردو جامعہ الہ آباد، الہ آباد یونیورسٹی مین انجمن اردو کے قیام کا ذکر آچکا ہے یہ رپورٹ اسکی افتتاحیہ کاروائی کے حالات پر مشتمل ہے، اسکا بہترین حصہ مسٹر اے یوسف علی صاحب کا اردو پر عالمانہ خطبہ ہے،

مجلد یازدہم	ماہ شوال سنہ ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ مئی سنہ ۱۹۲۳ء	عدد پنجم

مضامین

شذرات	.	۳۲۲ - ۳۲۸
معجزات	مولانا عبدالسلام ندوی	۳۲۹ - ۳۳۶
روسو	صاحبزادہ ظفر حسین خان صاحب	۳۳۷ - ۳۴۴
مبادی فلسفۂ اخلاق	جناب آزار	۳۴۵ - ۳۵۴
نفسیات ترغیب	سید وہاج الدین صاحب بی اے	۳۵۵ - ۳۶۳
دیوان مخفی	مولوی محمد محفوظ الحق صاحب ایم اے	۳۶۴ - ۳۷۵
مسیحیت اور اسلام	.	۳۷۶ - ۳۷۹
دیوار چین	.	۳۸۰ - ۳۸۱
اصحاب الفکر فی الاسلام	.	۳۸۱ - ۳۸۲
اخبار علمیہ	.	۳۸۳ ۳۹۰
مصطفیٰ کمال	سجاد انصاری بی اے ال ال بی.	۳۹۱ - ۳۹۲
غزل	مولوی محمد محوی صاحب صدیقی	۳۹۲ - ۳۹۴
کلام حسرت	سید حسرت موہانی	۳۹۴ - ..
تجارب الامم	ڈاکٹر محمد شفیع پروفیسر اورینٹل کالج	۳۹۵ - ۳۹۶
وحدۃ الوجود	مولوی معین الدین انصاری متعلم کیمبرج	۳۹۶ - ۳۹۸
مطبوعات جدیدہ	.	۳۹۹ - ۴۰۰

شذرات

اعلیٰ حضرت فرمانروائے دکن کی حکومت کو اسلامی ہند کی علمی و تعلیمی امور مین جو عمیق دلچسپی ہے، اس کا اثر یہ ہے کہ اس وسیع ملک کے طول و عرض مین جہان کہین بھی خیر و برکت کا کوئی چراغ روشن ہے، سرکار نظام کا دست انور اسکی ضیاء افروزی کے لئے بلند ہے، ندوۃ العلماء اور اُسکے دار العلوم کو ایک مدت سے اپنی قسمت کا گلہ تھا کہ اونکی اہمیت اور عظمت کے باوجود، حیدرآباد مین اوس کے ہمدردون کی کافی تعداد موجود ہونے کے باوجود، ارکان ندوہ کی پیہم عرضداشتون اور اپیلون کے باوجود، اور خود سرکار آصفی کے التفات کرم اور توجہات منت کے باوجود، اب تک اُنکو دولت آصفیہ کے فیض سے محرومی ہی رہی، چند سال ہوئے ندوہ کے بلند نظر بھکاریون کا کشور دکن کے داتا سے یہ سوال تھا کہ ۵۰۰ ماہوار اور پچاس ہزار یکمشت رقم تکمیل عمارت کے لئے عطا ہون مگر سر دست صرف ۳۰۰ ماہوار منظور ہوئے جن کے لیے وہ شکر منت اور خلوص و عقیدت کی دعاؤن کی نذر، آستانۂ اقدس مین پیشکش کرتے ہین، اور اس بڑے داتا سے دست بدعا ہین کہ وہ اس کے دامن کو جس نے ہمارے کشکول کو چاندی کے ٹکڑون سے بھرا ہے، اپنے مہر و کرم کے لازوال خزانہ سے بھر دے،

اجرش دہد خدائے کہ کرد است یاوری
باآن کسان کہ ناصر و یاور نداشتند

پچھلے پرچہ مین انگورہ کی علمی مجلس اور اوسکی علمی تحریک کی نسبت جو کچھ سپرد قلم ہوا تھا وہ

ایک دوست مقیم مکہ معظمہ کی تجویز کی بنا پر تھا۔ ۲۵ اپریل ۲۳ کو انگورہ سے شیخ عبدالعزیز شادیش کا ایک مکتوب کرم مورخہ ۱۲ اپریل ۲۳ء موسومۂ اڈیٹر معارف بدست ہوا جس مین شیخ موصوف نے اپنی مجلس کا مختصر حال تحریر فرما کر علم دوست یاران ہند سے مدد کی درخواست کی ہی۔ یہ علمی مجلس ٹرکی کے صیغۂ امور شرعیہ کے ماتحت ہی اور اس کا نام "تدقیقات و تالیفات اسلامیہ ہیئیت علیہ سی" ہی

شیخ موصوف کے خط کا ملفظ ترجمہ حسب ذیل ہی:

"ہماری انجمن" اسلامی اکاڈمی" کو اردو کی ہر قسم کی کتب تاریخی، مذہبی، اقتصادی معاشرتی، سیاسی کی اس لئے ضرورت ہے کہ ہم کو اپنے برادران ہند کے خیالات و آراء سے واقفیت ہو، اس لیے مین اپنی مجلس کی طرف سے آپ سے درخواست کرتا ہون کہ اُسکے لیے اردو، فارسی، عربی، انگریزی کتابین مہیا کیجئے، ہم آپ کے پاس اپنی مجلس کا تازہ لٹریچر بھیجتے رہینگے، از راہ عنایت اپنا رسالہ معارف جاری کر دیجئے،

ہم کو اپنے ناظرین اور اس تحریک کے ہمدردون سے پوری توقع ہی کہ وہ اس مختصر لیکن اہم تجویز کو کامیاب بنانے مین ہماری مدد کرینگے، اور زرچندہ، نوعیت چندہ کی تخصیص لکھکر دفتر مین بھیجینگے ہم چاہتے ہین کہ ذیقعدہ کے ختم تک اس فرض سے سبکدوش ہو جائین، ضروری کتابون کی فہرست عنقریب شائع ہوگی از راہ کرم پچھلے معارف کے متعلقہ شذرات کو اس وقت سامنے رکھ لیجئے۔

خواتین عالم کی کانفرنس جو امسال اٹلی کے پایۂ تخت روما مین منعقد ہو رہی ہے، (گذشتہ پرچہ مین غلطی سے سوئزرلینڈ لکھ گیا ہی) اس کے اغراض و مقاصد کی تفصیل اس ہفتہ کی مصری ڈاک مین

آگئی ہے، جو متعدد دفعات پر مشتمل ہی، عورتون کی عقلی وادبی ترقی، مردون کے ساتھ قانونی مساوات عورتون کو مردون کے ناجائز مظالم سے بچانا، ازدواجی تعلقات کی اصلاح، عورتون کو مردون سے بے نیاز ہو کر اپنا مستقل وجود قائم کرنا کہ وہ مردون کے دست کرم کی ممنون، اوران کے دوش منت پر بار نہ ہون، لیکن غور کرو کہ اسلام کے ان احکام کی موجودگی مین مسلمان خواتین کو کسی ایسی جمعیت کی ضرورت ہی؟ یا اس باب مین مزید قانون کی حاجت ہی،

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ — عورتون کے مردون پر نیکی کے ساتھ وہی حقوق ہین جو مردون کے عورتون پر ہین،

خطبۂ حجۃ الوداع مین ہزارہا مسلمانون کے مجمع مین پیغمبر اسلام نے اعلان فرمایا،

فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ اِنَّ لَكُمْ عَلٰى نِسَائِكُمْ حَقًّا وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ حَقًّا — لوگو! عورتون کے حقوق کے باب مین خدا سے ڈرو، ہان، تمھارا حق عورتون پر ہے اور اُن کا حق تم پر ہی،

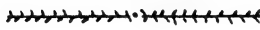


ہان اس مین شک نہین کہ وہ حقوق کی قانونی مساوات کے ساتھ ساتھ مردون کی عورتون پر کسی قدر اخلاقی واعزازی برتری کا قائل ہی، ٹھیک اس طرح جس طرح ایک چھوٹے عزیز کا مساوات حقوق کے باوجود اپنے بڑے عزیز کے ساتھ برتاؤ ہوتا ہے،

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ — مرد، عورتون کے نگران کار اور سر پرست ہین،

عربی مین قام علی الشئ کے معنی ہوتے ہین" کسی چیز کی دیکھ بھال، حفاظت، اور اوسکی اچھائی اور برائی کی نگرانی اور اوسکی اصلاح و ترقی کی کوشش"، یہ ایک لفظ" قَوَّامُوْنَ" ان تمام لطیف مطالب کی تشریح کر رہا ہے جو قانون کے دفاتر مین نہین سما سکتا،

انھین اشارات سے معلوم ہوگا کہ اسلام کی نگاہ مین عورتون کی عزت مثل پھول کے ہے، جسکی حفاظت کی خاطر کانٹون کی صف کی حاجت ہے، اور یہی مردون کا سب سے خوشگوار فرض ہے، پیغمبر اسلام نے ایک موقع پر "عورت" کو "شیشہ" سے تعبیر کیا ہے، جس سے عورت کے متعلق اسلام کے خیال کی لطافت اور نزاکت کس قدر بلیغانہ انداز مین واضح ہوتی ہے،



اسی کا اثر ہے کہ اسلام نے عورتون کو بیرون خانہ کی زحمت سے بچایا ہے، اور نفقہ کے فرض کا بار مرد کے دوش و بازو پر ڈالا ہے، کہ یہ نازک پھول صرصر حوادث سے پژمردہ نہو، اور یہ لطیف شیشہ مشکلات روزگار کی ٹھوکرون سے چور نہ ہو، اسی لئے اگر ایک معتد بہ زمانہ تک شوہر اپنے اس فرض سے غافل رہے تو عورت کو حق پہنچتا ہے کہ وہ عدالت شرعی مین جا کر اپنے وجود کو اس مشئوم ہستی سے علحدہ کرالے، اور پھر وہ کسی اور سعید روح سے اپنا پیمان محبت باندھے،

اسلام نے جو اخلاقی اور اعزازی برتری مردون کو عطا کی ہے اوس کے فلسفہ کی خود تشریح کردی ہے،

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ — مرد عورتون کے نگران اور سردھرے ہین

کیون؟ اول اس لئے کہ صنف اوّل کو صنف دوم پر فطری ترجیح اور فوقیت ہے، جسکا مشاہدہ نباتات اور حیوانات تک مین ہورہا ہے، اسی نکتہ کو قرآن پاک نے یون ادا کردیا،

بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ — اس لئے کہ خدا نے ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا کی ہے

دوم اس لئے کہ مرد مشکلات روزگار کا خود سینہ سپر ہوکر، اپنی گرانمایہ زندگی کو خطرات مین ڈال کر سخت محنتون، زحمتون، اور جفاکشیون کو سہکر، سامان حیات تیار کرتا ہے اور اس کے

نتیجہ مین وہ عورتون کو شریک کرتا ہے، اس لئے انصاف یہ ہو کہ اوس کو کسی قدر اعزازی ترجیح ملنی چاہئے،

وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ اور اس لئے کہ مرد اپنی کمائی عورتون پر صرف کرتے ہین

یورپ، بدقسمت یورپ، عیسائی یورپ، تمدن جدید کا بیمار یورپ ان عادلانہ اور منصفانہ فرائض و حقوق زناشوئی سے محروم ہے، ناچار وہ ان کو غیر فطری تدابیر سے حاصل کرنا چاہتا ہے، اگر انجمن خواتین کی تحریک یورپ مین کامیاب ہوگئی تو سمجھ لیجئے کہ اس دن سے عورت فطرت کی ایک مستقل نوع قرار دیجائیگی، اور پھر یہ کہنا مشکل ہوگا کہ عالم کے تسلسل اور بقا کیلئے ہر دو انواع انسانی کا اتصال مکانی ممکن بھی ہو سکے گا یا نہین، بلکہ صلاح یہ ہے کہ خواتین یورپ جب زندگی کے مشکلات و خطرات کو مردون سے بے نیاز ہوکر مردانہ وار خود گوارا کرنے کے لئے تیار ہو رہی ہین، تو مردانِ یورپ بھی زنانہ وار بقائے نسل انسانی کی ذمہ داری خود تنہا گوارا کرلین، اور خودداری کے ساتھ اس معاملہ مین صنف ثانی کی امداد و اعانت سے انکار کردین، کیا، "کواری مریم" کی پرستار بیٹیان، اور بن باپ کے پیدا ہونے والے خدا کے فرزند اس باہمی معاہدہ پر اپنی پسندیدگی کی عملی مہر ثبت کرینگے،؟



یورپ کی عیسائی عورتون کا اقتصادی حیثیت سے کوئی مستقل وجود نہین، وہ کوئی جائداد نہین رکھ سکتی ہین، اونکی تمام جائداد اونکے شوہرون کی ملکیت ہو مگر اسلام اس حیثیت سے اون کو مستقل وجود بخشتا ہو اور ایک اخلاقی و اعزازی برتری کے علاوہ تمام حقوق مین اونکو مساوی قرار دیتا ہے،

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰہُ بِہٖ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَاءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبْنَ۔

خدا نے جو ایک کو دوسرے پر ترجیح دی ہے اوسکی تمنا نہ کرو اپنی کمائی کے مالک مرد ہین، اور عورتین اپنی کمائی کی،

یورپ کی مادر تمدن کا سب سے پہلا فرزند امریکہ ہے، دیکھنا چاہیے کہ جہان ایجادات و اختراعات، تمول و عیش پسندی، تکلف و تصنع، آرائش و آسائش کے ہزارون عجائبات و طلسمات پیدا ہوئے، کیا قلوب کی تسکین، نفوس کی راحت، اور بیتاب روحون کی سکینت کا بھی کوئی سامان پیدا ہوا، کہا جاتا ہو کہ مشرقی ممالک مین وہ امن و امان، راستون کی درستگی، مسافرون کے آرام و حفاظت، ڈاکوون اور چورون کی بیخکنی اور حصول دولت، اور دفع افلاس کے وہ اسباب نہین جو آج مغرب کے گوشہ گوشہ مین ہین، لیکن با این ہمہ نتیجہ کیا ہے؟

ایک اخبار راوی ہے کہ گذشتہ بارہ ماہ مین صرف ایک ملک ولایات متحدہ امریکہ مین ایک لاکھ بیس ہزار جانین، خودکشی کے دیوتا کے بھینٹ چڑھین، ان خودکشی کرنے والون مین ۹ لاکھ پتی تھے، ۶۴ دولتمند اور ۸۸ مہاجن، ۲۸۰ کالجون کے طلبہ، ۵۰ پروفیسر، ۱۹ پادری، ۵۲ جج اور قانون پیشہ اصحاب، ۸۴ ڈاکٹر اور ۱۰۰ بڑے بڑے کارخانون کے مالک او منتظمین تھے، ان خودکشی کرنے والون کے اصناف پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ ان مین نوع انسان کی ہر صنف داخل ہے اور بڑی تعداد ان مین ارباب جائداد و دولت کی ہے، اور اہل علم اور علمائے دین کی تعداد بھی کم نہین، معلوم ہوا کہ اس تمدن کے دور حکومت مین نہ تو دولت

وجائداد تسکین بخشتی ہے، نہ علم و مذہب! مشرق کو قلب کی تسکین اور روح کی طمانیت، تسلیم و رضا، صبر و قناعت اور ایمان و یقین سے حاصل ہوتی ہے، اور یہ وہ جنس ہی جو مغرب کی بڑی بڑی تجارتگاہون، عالی شان کارخانون اور معمور دکانون مین نہین ملتی! مشرق کے غیر مامون سے غیر مامون ملک کو لے لو اور ہم کو نشان دو کہ کس ملک کے ڈاکوؤن اور چورون نے ایک لاکھ بیس ہزار جانین ایک سال مین برباد کی ہین، چین مین سو پچاس آدمیون کو ابھی ڈاکوؤن نے لوٹ لیا اور چند کو مار ڈالا اس پر یورپین اخبارون مین تلاطم برپا ہے، لیکن سوا لاکھ مقتولین کے لیے آنسو کا ایک قطرہ بھی تم نے بہتے دیکھا! فیا للعجب

ہم آہ بھی کرتے ہین تو ہو جاتے ہین بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہین تو چرچا نہین ہوتا

جناب مظہر علی اور مولنا آزاد سبحانی صاحب کی طرف سے، اخبارات مین شردھانندجی کی ملاقات اور اسلام اور آریہ سماج مین مصالحت کی جو گفتگو شائع ہو رہی ہے، ہم اوس کے متعلق اپنی عادت کے خلاف، اپنی ناراضی کو نہین چھپا سکتے، یہ کیا ذلیل خوشامد ہے جو آج اسلام کی طرف سے اوس کے بہادر فرزند اوس کے حریف کی اسلئے کر رہے ہین کہ وہ اوس کے قتل سے باز رہے، شردھانندجی مسلمانون کی غفلت مین اپنی کوششون کا جو فائدہ اچانک اُٹھا سکتے تھے اُٹھا چکے، اب لامحالہ اون کو سپر ڈالنا ہے کہ آیندہ زمین اون کے لیئے ہموار نہین، ایسی حالت مین اون سے چند مسلمانون کا جا کر منت سماجت کرنا اسلام کی غایت درجہ توہین ہے، اور اہانت آمیز قبول احسان ہے، مسلمانون کو تو اوس وقت تک دم نہین لینا ہے جب تک وہ اپنے تمام کھوئے ہوئے بھائیون کو نہ پالین، اس وقت ممکن ہی کہ شردھانندجی مسلمانون پر احسان دھرتے ہوئے اپنے خطرناک کھیل سے باز آجائین، لیکن دیکھنا کہ چند ہی سال کے بعد

مسلمانون کو اس ہنگامی مصالحت کی خبر سے غافل دیکھکر وہ نئی زمین درست کرکے اپنا دوبارہ حملہ ضرور شروع کرینگے، آخرمین سوامی جی کو تسکین دینا ہے کہ گو ہندوستان کے محدود جغرافی حصہ مین وہ چند اعداد کی کامیابی حاصل کرلین مگر سال کے آخرمین جب وہ پورے حدود ہند مین اپنی میزان بیٹھائین گے، کہ امسال کیا اونھون نے کھویا، اور کیا پایا، تو اوس وقت ادن کا گھاٹا اونکے منافع سے زیادہ ہوگا، اور مجموعی طورسے ہندوٗن کی آبادی مین کوئی زیادتی نظر نہ آئیگی،

فتنۂ ارتداد کے سلسلہ مین یہ تاریخی حقیقت بے نقاب ہونی چاہئے کہ ہندوستان مین بہائو نو مسلم راجپوت اورنگ زیب عالمگیر کی خونی تلوار کے زخم خوردہ نہین، بلکہ اکبر جہانگیر اور شاہجہان کے لطف وکرم اور اسلام کی سادگی، مساوات اور اخوتِ عامہ کی تلوار کے گھائل ہین اورنگ زیب کی تلوار کو ٹوٹے ہوئے دو ڈھائی سو برس گذر چکے مگر اب بھی وہ کون سی تلوار ہے جو آج بھی ہندوستان کی نامسلم آبادی کو زخمی اور مجروح کررہی ہے، کیا آریہ مبلغین کو اب بھی ہندوستان مین اورنگ زیب کی تلوار بے نیام چمکتی نظر آتی ہے، اگر آتی ہے تو یہ خاکِ دولت آباد کے مدفون لاش کی سب سے بڑی کرامت ہے،



مقالات

معجزات

اور

اسباب خفیہ

از مولانا عبد السلام ندوی

انسان کے علم و یقین کا سرچشمہ صرف مشاہدہ بلکہ تکرار مشاہدہ ہی، جدید تہذیب و تمدن، اور فلسفہ و سائنس نے دنیا کے نظام مین جو حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا ہی، جو عجیب و غریب چیزین پیدا کر دی ہین، اور جن اختراعات و ایجادات کا انبار لگا دیا ہی، وہ بظاہر معجزہ معلوم ہوتی ہین، لیکن ہم اون کو معجزہ نہین سمجھتے اس کے برخلاف جب ہمارے سامنے قدیم دور کے عجائبات آتے ہین، تو ہم کو موجودہ علل و اسباب پر قناعت نہین ہوتی، بلکہ اون کے لیے علت و معلول کا ایک نیا سلسلہ قایم کرتے ہین جو ہمارے دسترس سے باہر ہین، ہم زمانۂ قدیم کی سر بفلک عمارتون کو دیکھتے ہین تو ہم کو نظر آتا ہی کہ یہ کام معمولی دست و بازو کا نہین ہو سکتا، جن لوگون نے ان عمارتون کو تعمیر کیا ہی، وہ معمولی تن و توش کے لوگ نہ ہونگے، بلکہ قدرت نے اون کے ڈیل ڈول کو ہم سے بہت کچھ مختلف پیدا کیا ہوگا، ہم کو صحیح تاریخی واقعات کی بنا پر معلوم ہے کہ عوج بن عنق کوئی غیر معمولی شخص نہ تھا، تاہم صرف ہماری اس توہم پرستی نے اوس کو عجیب الخلقت بنا دیا ہی، آخر اس اختلاف حالت کا کیا سبب ہی؟ اس کا جواب صرف یہ ہی کہ آج جو کچھ ہو رہا ہی

اوس کے علل واسباب ہمارے پیش نظر ہین، اور زمانۂ قدیم مین جو کچھ ہوا، اوس کے اسباب ودواعی ہماری ظاہر بین نگاہ کے سامنے نہین ہین، اس بنا پر ہم اون کے لئے غیر معمولی اسباب کے فرض کرنے پر فطرۃً مجبور ہین،

معجزہ ان سے بھی زیادہ عجیب وغریب چیز ہی، وہ اون لوگون سے صادر ہوتا ہی، جو اپنے زمانے مین درحقیقت غیر معمولی انسان تھے، وہ نظام فطرت مین ایک ایسا عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیتا ہی جس کے علل واسباب کا ہم کو مطلق علم نہین ہوتا، اس بنا پر اگر اوس کو نظام فطرت اور سلسلہ علل واسباب سے بالاتر خیال کیا جاتا ہی، تو یہ کوئی تعجب انگیز امر نہین، بلکہ فطرت انسانی کے بالکل مطابق ہی، لیکن اس عجز ونیاز کے ساتھ کبھی کبھی انسان کی فطرت نہایت مغرور بھی ہو جاتی ہی، وہ اپنے آپ کو تمام اسرار کائنات کا کلید بردار سمجھتی ہی، اور جو چیزین اس سلسلہ سے الگ نظر آتی ہین، اون کا کلیۃً انکار کر دیتی ہی، اسلام مین جب معجزات پر علمی حیثیت سے بحث شروع ہوئی تو انسانی فطرت کی اس ناہمواری نے افراط وتفریط کی صورت مین ظہور کیا، اور معجزات کے متعلق تین گروہ پیدا ہو گئے،

(۱) حکمار کے نزدیک معجزات کا صدور کسی حالت مین نہین ہو سکتا،

(۲) اشاعرہ کے نزدیک ہر حالت مین ہو سکتا ہی،

(۳) معتزلہ کے نزدیک مخصوص حالتون مین معجزات کا صدور ہو سکتا ہی،

اس اختلاف کا مبنی صرف یہ ہی کہ دنیا مین کوئی سلسلہ علل واسباب ہی یا نہین؟ اور اگر ہے تو اوسکو توڑا جا سکتا ہی یا نہین؟ حکمار کے نزدیک چونکہ دنیا کا نظام ایک خاص اسلوب اور ایک خاص انداز پر چل رہا ہی جس کی خلاف ورزی کسی حالت مین ممکن نہین، اسلئے معجزات کا صدور (جن کا وجود اس قدرتی نظام کے مخالف ہوتا ہی) کلیۃً ناممکن ہی،

اشاعرہ کا گروہ بالکل حکمار کا حریف مقابل ہی، اون کے نزدیک دنیا مین کوئی سلسلہ علل واسباب

قایم نہین ہی، اِس بناپر معجزات کا صدور ہر حالت مین ہوسکتا ہی، اور اوس سے نظام فطرت مین کسی قسم کی تبدیلی واقع نہین ہوتی،

معتزلہ نے ایک معتدل روش اختیار کی ہی، اون کے نزدیک دنیا مین سلسلۂ علل و اسباب قایم ہی، لیکن خداوند تعالیٰ مخصوص اوقات مین اِس سلسلہ کو توڑ دیتا ہی، اور اسی حالت مین معجزات کا ظہور ہوتا ہی، لیکن اِس مسئلہ کے فیصلہ کے لیے ہم کو سلسلۂ علل و اسباب کے وجود و عدم سے قطع نظر کرکے خود معجزات کی تاریخ اور نوعیت پر غور کرنا چاہیے معجزات کا ظہور جس زمانے مین ہوا ہی، اوس مین لوگ اگرچہ سلسلۂ علل و اسباب سے کلیۃً نا آشنا نہ تھے تاہم کسی نے اون کا انکار اس بنا پر نہین کیا کہ وہ اس سلسلہ کے مخالف ہین اونکا اعتراض صرف اِس قدر تھا کہ ان معجزات کا ظہور جس روحانی طاقت سے ہوا ہی، وہ ساحرون کی قوت نفسیہ سے ممتاز نظر نہین آتی، یہی وجہ ہی کہ یہ لوگ انبیاء کو ساحر کے لقب سے پکارتے تھے، لیکن جو لوگ خود ساحرون کی انتہائی قوت کا تجربہ رکھتے تھے، اون کو علانیہ اس مین امتیاز نظر آتا تھا، اِسی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو گروہ سب سے پہلے ایمان لایا وہ انہی ساحرون کا گروہ تھا، اس لحاظ سے ہم کو معجزہ کے اثبات کے لیے سلسلۂ علل و اسباب کے انکار کی ضرورت نہین، ہم کو صرف اس قدر ثابت کرنا کافی ہی کہ دنیا مین روحانی طاقت کا وجود ہی اور نظام فطرت پر اوس کا اثر پڑ سکتا ہی، اگر دنیا مین اِس قسم کی کوئی طاقت ہی تو وہ خود سلسلۂ علل و اسباب کی ایک کڑی بن سکتی ہی، اور اوس کے ذریعہ سے جو اُمور واقع ہوسکتے ہین اون کو نظام فطرت کے مخالف نہین کہا جاسکتا، انبیاء کے اکثر معجزات کے ظہور کا سبب یہی روحانی طاقت ہوتی ہی، چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہین،

وظهور معظم المعجزات يكون من اسباب	اکثر معجزات کا ظہور تین سبب سے ہوتا ہی، ایک یہ کہ وہ
ثلاثة احدها كونه من المفهمين فان ذلك	شخص مفہمین سے ہو، کیونکہ یہ بعض واقعات کے انکشاف
يوجب انكشاف بعض الحوادث ويكون	قبول دعاء اور ظہور برکات کا سبب ہوتا ہی، اور برکت

سببا لاستجابة الدعوات ونزول البركات	یا تو اس طرح ہوتی ہی کہ کسی چیز کے نفع مین اضافہ ہوجاتا ہی،
فیما بورك علیه والبركة اما زیادة نفع	مثلاً کفار کو یہ تخیل پیدا ہوجاتا ہی کہ لشکر بہت بڑا ہی، اسلئے
الشی بان یخیل الیھم مثلاً ان الجیش	وہ لوگ پست حوصلہ ہوجاتے ہین، یا یہ کہ طبیعت غذا کا
کثیر فیفشلوا او یصرف الطبیعة الغذاء	استحالہ خلط صالح کی طرف کر دیتی ہی، اور اس حالت مین آدمی کو
الی خلط صالح فیکون کمن تناول ضعف	معلوم ہوتا ہی کہ اوس نے دوگنی سہ گنی غذا کھائی، یا کسی چیز کی
ذلك الغذاء او زیادة عین الشی بان تنقلب	مقدار اس طرح بڑھ جاتی ہی کہ قوت مثالیہ کے حلول سے مادہ
المادة الھوائیة بتلك الصورة لحلول قوة مثالیة	ہوائیہ کا انقلاب اوس صورت مین ہوجاتا ہی، اس قسم کے
ونحو ذلك من الاسباب التی یعسر احصاءھا	اور بھی اسباب ہین، جن کا شمار نہین کیا جاسکتا، دوسرے
والثانی ان تکون الملاء الاعلیٰ مجمعة الی تمشیة	یہ کہ فرشتگان ملاء اعلیٰ پیغمبر کی کامیابی پر اتفاق کرلیتے ہین
امرہ فیوجب ذلك الھامات واحالات و	اس کی وجہ سے بہت سے الہامات، بہت سے تغیرات و
تقریبات لم تکن تعھد من قبل فینصر الاحباء	حالات پیش آتے ہین جو پہلے دیکھے نہین گئے تھے، اسلئے
ویخذل الاعداء ویظھر امر اللہ ولو کرہ	اوس پیغمبر کے دوستون کی تائید ہوجاتی ہی، اوس کے
الکافرون، (حجة اللہ البالغہ صفحہ ۶۷)	دشمن ذلیل ہوجاتے ہین، اور خدا کا دین غالب ہوجاتا ہی

شاہ صاحب نے ان معجزات کا اصلی سبب اگرچہ پیغمبر اور ملاء اعلیٰ کی روحانی طاقت کو قرار دیا ہی تاہم وہ کلیتہً سلسلۂ علت و معلول سے علحدہ نہین کئے جاسکتے، قلیل التعداد فوج کا زیادہ نظر آنا، خلط صالح کی طرف غذا کا استحالہ ہوجانا، مادہ ہوائیہ کا دوسری صورت مین منقلب ہوجانا، دوستون کا غالب اور دشمنون کا مغلوب ہوجانا اکثر اسباب طبعی ہی کا نتیجہ ہوتا ہی، البتہ یہ چیزین کبھی کبھی ایک ایسی غیر معمولی صورت مین نظر آتی ہین، کہ ہم اون کو سلسلۂ علل و اسباب سے بالاتر خیال کرتے ہین، چنانچہ شاہ صاحب تفہیمات آلہیہ مین لکھتے ہین،

انما المعجزات والکرامات امر اسبابیة	معجزات اور کرامات اسبابی امور مین داخل ہین، البتہ ان کی

غلب علیہ السیوع فبائنت ساعو الاسبابیات،	کمال اس قدر غالب ہوگیا ہو کہ تمام اسبابی چیزون سے الگ ہوگئی ہین،

لیکن ان دو صورتون کے علاوہ معجزات کی ایک تیسری صورت بھی ہی جس کا وجود بالکل علت و معلول کے سلسلہ کے ساتھ وابستہ ہوتا ہی چنانچہ شاہ صاحب لکھتے ہین،

والثالث ان تحدث حوادث لاسبابها الخارجیة من مجازاة العصاة وحدوث الامور العظام فی الجو فجعلها اللہ تعالیٰ معجزة له بوجه من الوجوه اما التقدم اخبارها او ترتب المجازاة علی مخالفة امره او کونها موافقة بما اخبر من سنة المجازاة او امر مما یشبه ذلك	اور تیسری صورت یہ کہ حوادث کا وقوع مثلاً نافرمان لوگون کی سزا، اور فضا مین غیر معمولی چیزون کا پیدا ہونا، اسباب خارجی کی بنا پر ہو، لیکن خداوند تعالیٰ اون کو کسی نہ کسی طرح پیغمبرون کا معجزہ بنادے، مثلاً یہ کہ پیغمبر نے پہلے سے اوس کی خبر دی ہو، یا یہ سزا اوس کے مذہب کی مخالفت پر دی گئی ہو، یا وہ سزا جزا کے اوس اصول کے موافق ہو، جس کی خبر پیغمبر نے دی ہی، یا اوس کے مشابہ کوئی دوسری صورت ہو،

طوفان نوح، صرصر عاد، زلزلہ ثمود، سنگساری قوم لوط انہی اسباب خارجی کا نتیجہ تھی، لیکن چونکہ ان انبیاء نے پہلے سے ان کی خبر دیدی تھی، اسلئے اون کو اونکا معجزہ قرار دیا گیا، ایک عجیب بات یہ ہی کہ جن لوگون کو اس عذاب آلٰہی سے نجات دی گئی، اون کو بھی اسباب خارجی ہی کا محتاج ہونا پڑا، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اسی غرض کے لیے پہلے ہی سے کشتی تیار کر لی تھی،

حقیقت یہ ہی کہ ہم اگرچہ معجزات کے علل و اسباب کو نہین بتا سکتے، تاہم ہمکو یہ معلوم ہے کہ معجزات کا صدور اونہی خصوصیات کے ساتھ ہوتا ہی، جو دنیا کی تمام مسببات و معلولات کے لیے لازمی ہین، دنیا کی تمام چیزون کا وجود اوس وقت ہوتا ہی، جب اون کے اسباب جمع ہوجاتے ہین، موانع و عوائق اوٹھ جاتے ہین،

اون کے لوازم موجود ہوجاتے ہین، اون کے تمام اضداد کا انتفاء ہوجاتا ہی، معجزات وخوارق کا صدور بھی اسی اصول کے موافق ہوتا ہی، طوفان نوح آیا تو اونہی اسباب ولوازم کے ساتھ آیا جن کے ساتھ عموماً طوفان آتا ہے،

ففتحنا ابواب السماء بماء منهمر وفجرنا الارض عيونا، — ہم نے برسنے والے پانی کے ذریعہ سے آسمان کے دروازے اور زمین کے چشمے کھولدیئے،

چنانچہ علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہین،

کسائر ما يحدثه الله من الامور الخارقة للعادة فانه لا يحدث شيئا الا باحداث اسبابها — تمام وہ امور جو خارق عادت ہوتے ہین، بغیر اسباب وارتفاع موانع کے نہین پیدا ہوتے،

یہی وجہ ہی کہ انبیاء سے صرف وہی معجزے صادر ہوئے، جو سلسلۂ علل واسباب کے تحت مین داخل ہوسکتے تھے، اور جو چیزین بالکل محال تھین، مثلاً جمع اضداد اور اجتماع النقیضین وغیرہ اون کو کسی پیغمبر کا معجزہ قرار نہین دیا گیا، محالات ہی کی تخصیص نہین، بلکہ معجزات کے لیے صرف امکان عقلی بھی کافی نہین، بلکہ امکان عادی کی ضرورت ہی، بہت سی چیزین ایسی ہین جو عقلاً ممکن ہین اور اون کے فرض کرلینے سے کوئی محال لازم نہین آتا، بااینہمہ اون کو کسی پیغمبر کا معجزہ قرار نہین دیا گیا، دریا کے پانی کا دودھ ہوجانا، کسی پہاڑ کا یاقوت یا سونا بن جانا عقلاً محال نہین، لیکن وہ کسی پیغمبر کا معجزہ قرار نہین دیا گیا، اس کے بخلاف دریا کا خشک ہوجانا، پہاڑ سے چشمہ کا ابلنا، انبیاء کے معجزات مین داخل ہی، کیونکہ امکان عقلی کے ساتھ اون کے وقوع کا بھی امکان تھا، اور یہی امکان وقوعی ہے جو اشیاء کو سلسلۂ علت ومعلول کے ساتھ وابستہ کردیتا ہے، ورنہ عقلاً تو چند چیزون کے سوا کوئی چیز محال نہین،

اصل یہ ہی کہ ہم کو بہت سی چیزون کا سبب معلوم ہوتا ہے، لیکن اون کے وجوہ تاثیر سے ہم

بے خبر ہوتے ہین، ہم کو یہ معلوم ہو کہ مقناطیس لوہے کو جذب کر لیتا ہو، لیکن ہم کو اس کی مطلق خبر نہین کہ وہ کیون، اور کس طرح جذب کرتا ہو؟ با اینہمہ ہم اس کو سلسلۂ علل و اسباب سے الگ نہین سمجھتے، بعینہٖ اسی طرح ہم کو معجزات کے اسباب معلوم ہین، ہم یہ جانتے ہین کہ دریائے قلزم کے خشک ہونے، اور پہاڑ سے چشمہ کے پھوٹنے کا سبب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا تھا، لیکن اگر ہم اوس عصا کے خواص و تاثیر سے واقف نہین ہین، تو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ ہم ان معجزات کو سلسلۂ علل و اسباب سے بالکل الگ کر دین،

انقلاب الامم

طبع دوم

از مولانا عبد السلام ندوی

موسیو لی بان فرانسیسی کی مشہور تصنیف (جماعتون کے کیفیات نفسیاتی، اور قومون کی ترقی و تنزل کے اسباب و بواعث) کا ترجمہ چھپکر تیار ہے، یہ دار المصنفین کے حلقۂ اشاعت کی پرانی کتاب ہے، چند سال سے ناپید تھی، اور شائقین کی طلب جاری تھی، اب اس کا دوسرا اڈیشن شائع ہوا ہے، لکھائی، چھپائی، کاغذ عمدہ، قیمت عہ

منیجر

روسو
کے
ایک رسالہ کا ترجمہ
مقدمۂ مترجم

از صاحبزادہ ظفر حسین خان صاحب سب ڈپٹی انسپکٹر ڈاکس پیلی بھیت

ہمارے "فلسفی دوست" ظفر حسین خان صاحب، جن کی خصوصیت خاص یہ ہے کہ وہ اب تک فیصلہ نہ کر سکے کہ فلسفہ اور ادب مین ترجیح کس کو ہے، آج مدت کے بعد ہماری مجلس مین تشریف فرما ہوتے ہین، اور آتے ہین تو اس شان سے کہ اپنے عہدہ او منصب کے منافی فلسفہ کی تبلیغ واشاعت کرتے ہوئے، یعنی روسو کے اس رسالہ کا ترجمہ لیکر جس مین اس نے علوم و فنون کی دھجیان اڑائی ہین،

روسو کو کون نہین جانتا کہ یہ فرانس کا مشہور انقلاب پسند صاحب قلم تھا، جو نہ صرف سیاست مین بلکہ تعلیم، تمدّن، علوم ہر چیز مین انقلاب کا داعی اور مبلغ تھا، اس عہد مین جب ہمارا ملک خود ایک انقلابی دور سے گذر رہا ہے دوسرے ممالک کی اس منزل سفر کے حالات سے باخبر رہنا مناسب ہوگا،

اصل رسالہ تو مستقل چھپے گا، اس وقت معارف کے ذریعہ پہلے روسو کے اردو دان ناظرین سے تعارف کرانا چاہتے ہین، اور اس غرض سے مترجم کا مقدّمہ ہدیۂ ارباب بصیرت ہے، مقدمہ کے زیر بحث مسائل مین سے دو "اچھوت الفاظ" کی "شدھی" کا مسئلہ قابل ذکر ہے،

ہمارے دوست سوقی، عامیانہ اور غیر فصیح ہندی الفاظ کے عدم استعمال کے اصول کو تسلیم نہین کرتے؛ ان کا دل ان پنچ اقوام کے الفاظ پر اتنا ہی دردمند ہے، جس قدر سنا ہے کہ سوامی شردھانند جی کا دل اچھوت نومسلمون کی حالت زار پر کڑھتا ہے، لیکن ہمارے دوست معاف کرین کہ ہم ان کی اس تحریک کو فتنۂ ارتداد ہی سے تعبیر کرینگے،

غم عشاق نہو۔ سادگی آموز بتان   کس قدر خانۂ آئینہ ہے ویران مجھ سے

روسو کو "تعلیم" اور "سیاسیات" کے ساتھ وہی نسبت ہی جو کوپرنکس کو ہیئت سے اور کینٹ کو الہیات سے ہی۔ اس نے بھی، ان دونون کی طرح، متعارف نقطہ نظر کو یکسر الٹ دیا ہے اور آج دنیائے سیاست و تعلیم کا بیشتر حصہ جو کچھ دیکھتا ہی، روسو ہی کے زاویہ نگاہ سے دیکھتا ہی،

دیباچہ کے حدود تفصیل کے متحمل نہین ہو سکتے، سردست صفحات ذیل کی وساطت سے روسو کا محض تعارف کرا دینا مقصود ہے، اگر ملک و قوم نے چاہا تو آئندہ اس کے اصول تعلیم و فلسفہ سیاست مدن کا ترجمہ بھی پیشکش ہو سکیگا کہ اصل روسو یہی ہے، یہ رسالہ جو اس وقت ناظرین کے ہاتھ مین ہی کہنا چاہئے کہ اُس کی ایک قلم برداشتہ تحریر ہے، جس مین منطقی ترتیب و استدلال پر خطیبانہ پیرایۂ بیان کو مقدّم رکھا ہی، یہ اس کے انوکھے خیالات کا سب سے پہلا مستانہ مضمون ہے،

اصلاً یہ ایک انعامی مضمون تھا، جس کے سرعنوان کا اعلان، فرانس کی ممتاز بزم علمی، یعنی، انجمن دیژان[1] کی طرف سے ہوا تھا اور اہل قلم کو دعوت انعام دیگئی تھی، روسو نے، اس کے اندر، دل کھول کر علم و فضل کے پرخچے اُڑائے اور چونکہ مضمون انجمن کے معتقدات کا چبھتا ہوا رد تھا، اس لئے روسو کو مطلق توقع نہ تھی کہ اسے انعام ملیگا، لیکن انجمن دیژان نے مضمون کو قدر کی نظر سے دیکھا اور ۱۷۵۰ء مین روسو کو انعام ملا، یہ سب سے پہلا خراج تحسین تھا جو روسو نے مشاہیر

[1] Academy of Dijon

فرانس سے وصول کیا، یہ رسالہ روسو کا نام منظر عام پر لے آیا اور اس کی شہرت کا سنگ بنیاد ثابت ہوا، اس کے ابلیلے خیالات سے واقف ہونے کے لیے تو ناظرین کو رسالہ کے صفحات کی جانب رجوع کرنا چاہئے، یہان صرف اس قدر کہنا کافی ہو کہ روسو کے دل مین عرصہ سے جو مواد پک رہا تھا وہ راہ پاکر اس مضمون مین پھوٹ نکلا: تمدّن جدید کے اطوار جو تمامتر بناوٹ اور رنگاوٹ پر مشتمل ہین، اور فطری سادگی اور سچائی سے خالی ہین، روسو کے نظر مین ۱۷۴۹ء سے کھٹک رہے تھے، جب کہ اس کا تعلق وینس کے سفارت خانہ سے تھا، اور یہ پھوڑا نوکِ نشتر کا منتظر تھا جو آخرکار انجمن دیژان کے عنوان مضمون نے بہم پہونچا ہی دیا،

اس رسالہ کا شائع ہونا تھا کہ محفل علم و ادب مین ہل چل مچ گئی اور فقہا، علما، ادبا، غرضکہ ہر طبقہ سے اس کی تردید مین آوازین بلند ہونے لگین، حتّٰی کہ شاہ پولینڈ نے بھی گویا اپنے مرتبہ سے اُتر کر، روسو کی تردید مین رسالہ لکھا، لیکن اس تنقیدی لے دے نے روسو کے نام کو اور چمکا دیا! شاہ پولینڈ کی تنقید نے روسو کا تعارف یورپ کے فرمانرواؤن سے کیا، پادریون کے فتوؤن نے اسے ارکین کلیسا سے روشناس کرایا، اہل ادب کی نکتہ چینیون نے، دنیائے ادب مین شہرت دی اور اخبار نویسون کی چیتھاڑنے گھر گھر روسو کا نام پہنچا دیا،

لیکن یہ شیرِ بیشۂ حکمت[1] اپنے دل مین خوش تھا کہ اوسکی شہرت اور اس کے خیالات کی اشاعت کا گویا غیب سے سامان ہو رہا تھا، اور اپنے عقاید کی تبلیغ تو وہ سودا تھا، جس کو ہزار عزتون کی قیمت پر خریدنے مین بھی اُسے کبھی پس و پیش نہ ہوا،

افشائے رازِ عشق مین گو ذلتین ہہین لیکن اُسے جتا تو دیا جان تو گیا

مادرِ فطرت کا سیدھا سادا بچہ "فطری انسان" جس کو تمدّن نے زبردستی گو دلیکر "مصنوعی انسان"

[1] فرانس کے ادبی حلقون مین اس کو اکثر "شیر نر" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا،

بنا دیا ہے مختلف اسالیب مین روسو کا موضوع قلم رہا ہی، یہانتک کہ اس کے فلسفہ "فطرتیت" کے زد سے کوئی شعبۂ علم محفوظ نہ رہا، کیا تعلیم، کیا سیاسیا، کیا اقتصادیات سب پر رفتہ رفتہ "فطرتیت" چھا گئی،

اجارہ عمرانیہ[۱] جو مذہب سیاسیا مین صحیفہ آسمانی کا مرتبہ رکھتا ہی وہ معرکتہ الآراء رسالہ ہی جسمین نظریہ فطرتیت کا رنگ پختہ ہو کر اور نکھر گیا تھا، اوسکی قوت اثر اور حسن قبول کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہی کہ انقلاب فرانس اسی کا ایک کرشمہ تھا، اور جس طرح اجارہ عمرانیہ نے حکومت کے واسطے بس ایک ٹھیکہ دار کی حیثیت مقرر کرکے شہنشاہیت اور "ظل الٰہیت" کے ستون کو چور چور کر دیا تھا، اسی طرح دنیائے تعلیم کے درمیان، روسو کا دوسرا نوشتہ امیل[۲]، بھونچال بنکر آیا اور قدیم درسگاہون کی جڑین ہلا دین۔ امیل، ناول کے پیرایہ مین روسو کے فطری اصول تعلیم کا دلکش مرقع ہی اور سچ یہ ہے کہ وہ زبان جسکا دامن ان جواہر سے خالی ہو بڑی بدنصیب ہے، آج یورپ کی کوئی زندہ زبان نہین ہی جس مین اجارہ عمرانیہ اور امیل، کا ترجمہ نہو گیا ہو اور ان کی مقبولیت کا بیسوین صدی عیسوی مین بھی وہی عالم ہے جو اٹھارہوین صدی عیسوی مین تھا۔ صرف انگلستان کے متعدد دار الاشاعت مختلف سلسلون مین، اس کے نت نئے اڈیشن شائع کر رہے ہین۔ سچ ہے۔

ہرگز نمیرد آن کہ دلش زندہ شد بہ عشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

روسو کے واقعات زندگی تو ایک مستقل تصنیف کے طالب ہین، اس مقدمہ کے تنگنائے ظرف مین کیونکر سما سکتے ہین، لیکن ہان سمندر کوزہ مین بھرا جا سکتا ہے تو کہہ سکتا ہون کہ سنہ ۱۷۱۲ء مین فرانس کو اس ولادت کا شرف حاصل ہوا اور دیگر اعلیٰ قابلیتون کی طرح اس نے بھی افلاس کے گود مین پرورش پائی، یعنی جنیوا کے ایک گھڑی ساز کے ہان اسکی روح نے جنم لیا، لیکن آگے چل کر تاریخ شاہد ہے کہ یورپ پر اس کے قلم کی وہ دھاک بیٹھی کہ تخت و تاج تک اس کے سامنے لرزان تھے

---

[۱] Social contract

[۲] Emile ہیرو کا نام ہے

چنانچہ حکومت وقت کے ہاتھون وہ بہت ستایا گیا اور اپنے مذہبی وسیاسی عقاید کے کارن فرانس سے جلاوطن ہوا پڑا تعصب وافترا پردازی کی بن آئی، دشمن کو مغلوب پاکر، طرح طرح کے افسانہ اپنے دل سے گڑھکر اسکی عصمت پر داغ لگایا، میڈم ڈی ویرن وغیرہ علم دوست رئیس زادیون کے نظر لطف کو، حریف دوسرے پرایہ مین لے اڑے، اور اسے خوب مطعون کیا، عرفی نے کسی ایسے ہی موقع پر اپنا دل سمجھایا تھا ؎

ستم تہمت جہال نہ برباد تو رفت　　　یوسف این را متحمل شد و مریم برداشت

اگرچہ روسو نے اپنی زندگی کا سارا کچا چٹھا اپنے "اعترافات"[1] مین خود کھول دیا ہے اور اپنی سیرت وکردار کی اخلاقی نکتہ چینی مین دشمن کی صاف گوئی سے زیادہ کام لیا ہے اور یہ اخلاقی جرأت تسلیم کرنا چاہئے کہ بجائے خود ایک فضیلت اخلاق ہے، لیکن اس کے دشمنون نے اسکا نامۂ اعمال جس قدر سیاہ دکھانا چاہا ہی، اس مین یقیناً مبالغہ کا شایبہ مستتر ہے،

دیگر علمی مشاغل کے علاوہ، فرانس کی مشہور عالم دائرۃ المعارف کی ترتیب وتالیف کے ساتھ روسو کا تعلق، نیز، قابل ذکر ہے،

جلاوطنی کی سزا کاٹنے کے بعد فرانس واپس آیا، لیکن اب حکومت کی سخت نگرانی مین رہتا تھا، اظہار خیالات کو قدم قدم پر پابندی کا سامنا تھا، بات منھ سے نکالنا دشوار تھی، لیکن حریفون کے دل مین، فرانس کے اندر اس کی "خاموش موجودگی" بھی کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی!

قفس مین ہون گر اچھا بھی نجانین میرے شیون کو　　　مرا ہونا برا کیا ہی نواسنجان گلشن کو

اکتا کر انگلستان چلا گیا، جہان کچھ عرصہ ہیوم کا مہمان رہا اور پھر فرانس کی مٹی نے کھینچ بلایا اور چند روز اور کشاکش دہر جھیلنے کے بعد ۱۷۷۸ء مین، آپ کو حکومت کی طرف سے، اور حکومت

[1] Confessions

کو اپنی طرف سے ایمن کر دیا؛

(۲)

روسو، اگر آج زندہ ہوتا تو اس کو اپنی خوش نصیبی پر آپ رشک آتا کہ اگر اس کا اصل رسالہ فرانس کی ایک ممتاز انجمن کی بارگاہ علم مین مقبول ہوا تھا تو اس کا ترجمہ ہندوستان کی ممتاز بزم فضل یعنی دار المصنفین کی جانب سے شایع ہو رہا ہی

صید از حرم کشد خم جعد بلند تو

انصاف کا خون ہوگا، اگر اس موقع پر روسو کا مترجم، دار المصنفین کی اس علمی رواداری کے اعتراف مین، ادائے شکر سے قاصر رہے، اگر دل کا راز بتا نا کچھ بیجا نہ ہو تو کہا جا سکتا ہو کہ جذبات کا تقاضا تو بیانتک تھا کہ یہ ترجمہ بانی انجمن ہذا کے نام نامی کے ساتھ معنون کر دیا جاتا، لیکن مشکل یہ تھی کہ "علم کے پرچون" کا ایک علامہ کی ذات کے ساتھ انتساب، عقیدت مندی کی نظر مین، گو یا علم کے دیوتا سے گستاخانہ تمسخر کا، کم از کم، پہلو رکھتا تھا، پس اس احتیاط نے ضبط جذبات فرض کر دیا! ورنہ یہ ترجمہ علامہ شبلی نعمانی کے برگزیدہ نام کے ساتھ منتسب کر دیا جاتا،

چند کلمے مجھے ترجمہ کے متعلق، مختصراً عرض کر دینا ہین اور بس، اس لیے کہ مین خود، روسو اور ناظرین کے درمیان، زیادہ دیر حائل رہنا، پسند نہین کرتا،

یون تو ترجمہ نویسی کا گو یا یہ ایک فیشن ہے کہ مترجم اپنے مقدمہ کے کچھ حصّہ مین تو زیر ترجمہ کتاب کی مخصوص دشواریون کا رونا روتا ہے اور باقی حصّہ، مذہب ترجمہ سے متعلق اپنے خاص اشخاص عقائد کی تلقین و تبلیغ مین صرف کرتا ہی، کرنا تو مجھے بھی کچھ ایسا ہی ہے، لیکن نہ اس قدر کہ بار خاطر ہو جاؤن، مجھے صرف دو باتین کہنا ہین اور بس یہی اس مسئلہ مین میرے رسوخ اعتقاد کی بنیادین

(۱) ترجمہ کا معیار، مترجم خاکسار کے نزدیک یہ ہے کہ جو کیفیت اصل کے پڑھنے سے ذہن پر

طاری ہوتی بعینہ وہی کیفیت، ترجمہ کے پڑھنے سے طاری ہوسکے، اس مقصود کے حصول مین، مترجم کو پوری آزادی ہو کہ وہ اپنی زبان کی ساخت، صرف و نحو، محاورات کی مناسبت سے، زیر ترجمہ عبارت کے الفاظ کے دروبست اور ترتیب مین جو چاہے تصرف کرے، یہ تو آزادی کے حدود ہین، لیکن اس آزادی کے ساتھ پابندی اس امر کی لازم ہو کہ مصنف کے خیالات کے ساتھ اپنے خیالات آمیز نہ کئے جائین یعنی مصنف کا مفہوم ٹھیک ٹھیک ادا کرنے مین زبان مین جو چاہے تصرف کر لیا جائے لیکن اس کے خیالات مین تصرف نہ کیا جائے اس لئے کہ دراصل محل ترجمہ یہی "خیال" ہے نہ کہ "زبان"

اس نظریہ کی عملی تفریع یہ ہوگی کہ ترجمہ کے اغراض کے لحاظ سے، سموچے جملہ کو خیال کی "اکائی" مان لینا چاہئے، نہ کہ جداگانہ الفاظ کو، بلکہ فقرات تک کو نہین،

یہ ترجمہ کا آئیڈیل[1] ہے جو مترجم ہذا کے پیش نظر رہا ہے، لیکن، براہ کرم، اس کے یہ معنی ہرگز نہ لیے جائین کہ مترجم کو اس سے کما حقہٗ عہدہ برآئی کا دعویٰ ہے، یہ قول ہربرٹ اسپنسر کے آئیڈیل کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ ایک ایسا اعلیٰ ذہنی نمونہ ہو جو اگرچہ شمع ہدایت کا کام دیتا ہے لیکن خارج مین اُسکا وجود نہین پایا جاتا،

(۲) دوسری بات قابل گذارش یہ ہو اور یہ ترجمہ کی لائن سے ہٹی ہوئی، زبان کے متعلق ایک عام بات ہے، کہ دورجدید کے بعض اہل قلم ٹھیٹ ہندی بَرن کے الفاظ کا استعمال اصطلاحی مضامین کی پایۂ تمکنت سے گرا ہوا سمجھتے ہین جبکا لازمی وبال، اُردو کی گردن پر یہ آکر پڑا کہ جس طرح آج کل کے انگریزی خوان تین حصہ انگریزی اور ایک حصہ اردو ملا کر بولتے ہین، دوسرے فریق نے اس کے جواب مین عربی کی اس قدر بھرمار کی کہ اردو کو عربی بنادیا، اگر ایک فریق کہتا ہے کہ "رینی سیزن[2] نے ساری کام اسٹاپ[3] کردی" تو دوسرا فریق اس کے جوڑ مین بولتا ہے کہ "تقاطر امطار علی الاتصال مزاحم نقل و حرکت (ہے)"!!

میرا مطلب یہ ہرگز نہین کہ اردو مین عربی کے نئے الفاظ استعمال ہونا بند ہو جائین،

[1] اعلیٰ تخیل، نصب العین یا مطمح نظر، [2] برسات، [3] بند کردیا،

ضرور استعمال کئے جائین، بشرطیکہ کھپ سکین، اردو مین ہر زبان کے الفاظ جذب کرنے کی صلاحیت ہے، مقصود اصلی یہ ہے کہ ہندی نژاد الفاظ کے ساتھ "ترک موالات" کی ادبی پالسی مین، ترمیم کی جائے اور ادب کے دائرہ مین بھی "ہندو مسلم یونٹی"[1] کا پرچار ہو، چنانچہ اردو لٹریچر کے لیڈرون کے آیندہ پروگرام مین ایک مد، "اچھوت ذات کے لفظون کو فروغ دینا، بھی، ہونا چاہئے،

شاید رد سو کے عین مذاق خیال کی بات بیان، زبانِ قلم سے نکل گئی،

وارستگی بہانۂ بیگانگی نہین
اپنے سے کر نہ غیر سے وحشت ہی کیون نہو

شیخ مصحفی کی مثنوی بحر المحبت

مرتبہ مولوی عبد الماجد صاحب بی اے

قدیم اساتذۂ اردو کے غیر مطبوعہ کلام کا ایک صفحہ بھی کہین ملجائے تو غنیمت ہے شیخ مصحفی کی یہ مثنوی اب تک نہین چھپی تھی، ملک کے مشہور مصنف مولوی عبد الماجد صاحب نے نہایت محنت سے اس کو مرتب کیا ہے اس پر حواشی چڑھائے ہین، مقدمہ لکھا ہے، مثنوی مین استاد مصحفی نے ایک دلچسپ افسانہ لکھا ہی، معارف پریس مین چھپی ہے، قیمت ۱۲ر

" منیجر"

---

[1] اتحاد،

مبادی فلسفۂ اخلاق

ازجناب "آزاد"

(۱)

نیکی یا حسن خلق کا ابتداے تمدن سے محمود و مستحسن ہونا مسلم ہی، مگر اس کا معیار ہر زمانہ مین اور ہر قوم مین مختلف رہا، چنانچہ آج بھی حکماے اخلاق کے دو گروہ موجود ہین، ضمیرین، اور افادیین، جو اس مسئلہ مین مختلف ہین، مضمون ہذا مین انہی دونون گروہون کے مسلمات پر تنقید کرنیکی کوشش کیجائے گی،

ضمیرین اور **افادیین** مین جو اصل اختلاف ہی وہ یہ ہی، کہ ضمیرین یہ اعتقاد رکھتے ہین کہ افعال انسانی کا فارق محض ایک حاسہ ہی جو قدرت سے ودیعت ہوا ہی، اسی کا نام **ضمیر** ہے وہ اپنی کارفرمائی مین لذت والم، مسرت وغم وغیرہ جذبات انسانی سے مستغنی ہی،

افادیین اِس بات کے قائل ہین کہ افعال انسانی جذبات اِنسانی کے تحت صادر ہوتے رہتے ہین، اور امر فارق ان کی حیثیت افادی ہے،

اب ہم ضمیرین کے اعتقادات کی تنقیح کرتے ہین تاکہ فلسفۂ افادیت اچھی طرح ذہن نشین ہوجائے،

فرقۂ ضمیرین نے تمام اخلاق کی بنیاد جس چیز پر قایم کی ہی، اور جس کو وہ نیکی اور بدی کا فارق بتاتے ہین، اوس کی تعریف یہ کی ہی کہ "وہ ایک حاسہ ہے جو ہمیشہ اِنسان کو نیک کام کی طرف راغب کرتا رہتا ہی، اور جو مسرت اور الم دونون کیفیات سے مستغنی ہی، اِس تعریف مین تنقیح طلب امور یہ ہین، یہ حاسہ اِنسان مین پیدا کب ہوتا ہی؟ مسرت اور الم سے استغنا کے کیا معنی؟ تنقیح اول کا جواب ضمیرین نے یہ دیا ہی کہ اس کی تخلیق اِنسان کی تخلیق کے ساتھ ساتھ ہے مگر تنقیح دوم کا ہم کو

کہین تشفی بخش جواب نہین ملتا، جواب اول کو بھی اگر صحیح مان لیا جائے تو ہم کو بہت سی بدیہی باتون کا انکار کرنا پڑیگا، مثلاً یہ ہم دیکھتے آئے ہین، کہ ایک جاہل محض سے ایک عالم، اخلاق مین افضل و اعلیٰ ہی جو اس مفروضہ کے خلاف ہی، کیونکہ اس کے ماننے سے تو یہ لازم آتا ہی کہ اس جاہل کو بھی اس عالم کے سے اخلاق سے متصف ہونا چاہیئے تھا، اس لیئے کہ ضمیر کی تعلیم دونون کے لیئے ایک ہی،

ایک ڈاکو اور ایک محنت سے جائز طور پر کمانے والے مین ہم فرق اور تمیز کرتے ہین، مگر یہ ماننے سے کہ ہر انسان مین ضمیر ہی نیک راستہ بتاتا ہی، ہم سخت خلجان مین پھنس جاتے ہین، کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ یہ ضمیر ڈاکو کو راہ ہدایت نہین دکھاتا، حالانکہ اس کے افعال ضمیر ین کے نزدیک بھی بد ہین، ہمارے مسلّمات جن کو ہم آسمانی کہتے ہین، اور جن کا پھیلانا حق تصور کرتے ہین، اون کے نہ ماننے والے کو ہم "کافر" کہتے ہین، مگر اس مفروضہ کے بعد ہم چپ ہین، کیونکہ ظاہر ہی کہ اس کافر کے پاس بھی ایک چراغ ہدایت موجود ہی،

ان مثالون سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ یا تو ضمیر کئی ہین جو نیک اور بد سے تمیز ہوتے ہین، اور اونکا نقصان محض قدرت کے ہاتھ ہی، اور انسان بالکل مجبور و لاچار ہی، یا یہ حاسّہ دوسرے حاسّون سے مل کر ترتیب پاتا ہی، اور پختگی کے بعد ضمیر کہلاتا ہی، ان مین احتمال اوّل نہایت ضعیف اور بے دلیل ہی، ضعف اس کا یون ثابت ہی کہ آج ایک شخص کو زاہد و متقی دیکھتے ہین جو کل تک تمام بدترین اخلاق کا منبع رہا ہی، یا ایک ایسے شخص کو جس کو ہم نے نہایت پرہیزگار دیکھا تھا آج فسق و فجور مین مبتلا پاتے ہین، یہ محض فرض ہی فرض نہین ہی، بلکہ اس طرح کی ہزارون مثالین ہمارے سامنے ہین، پس جب یہ احتمال غیر ثابت ہی کہ ضمیر متعدد نہین اور نہ نیک و بد ہونے مین متاثر ہین تو ضرور ہی کہ ہمارا دوسرا احتمال صحیح ہو یعنی "ضمیر نام ہی کئی حاسّون کے مجموعہ کی پختگی کا"

اب افعال انسانی کو لذت و الم سے مستغنی ماننے کی کیفیت یہ ہی کہ زاہد سے پوچھو تو ریاضت

کیون کرتا ہی، عمرسے سوال کرو کہ تو سخاوت کیون کرتا ہی، جواب ملیگا ہم اِس کے عادی، اور ایسا کرنے مین ہمین مسرّت حاصل ہوتی ہی یا نہ کرنے مین قلب کو تکلیف ہوتی ہی، اگر کوئی یہ جواب دے کہ ایسا کرنا فرض ہی اور ہم فرض جانکر کرتے ہین، تو بھی مسرّت اور الم ثابت ہی، اس لئے کہ ادائے فرض سے مسرّت ضرور ہوتی ہی، اور ترک فرض سے تکلیف لابدی ہی،

ایثار اور خود غرضی مین کیا فرق ہی؟ ایک ایسے شخص کو جو رات دن اپنی قوم کی مشکلین دور کرنے مین سعی کرتا رہتا ہی، ہم خود غرض کہتے ہین، مدّعی کے پاس اِس کا کیا ثبوت ہی کہ وہ ایثار ہی خود غرضی نہین، یقیناً اِس موقع پر وہ اِس کے اون کارنامون کو بیان کریگا جو اِس نے قوم کے لیئے کیئے ہین پس اِس نے یہ کارنامے قوم کے فائدے کے لیئے کیئے تھے جن مین وہ خود بھی داخل تھا، یا اوس نے فرض جانکر قوم کی خدمت کی، فرض کے تصور سے ہماری وہی تقریر جاری رہیگی، یعنی ادائے فرض سے یقیناً اس کو مسرّت حاصل ہوئی، اور یہی ثابت ہوگا کہ اِس نے حصول فوائد اور مسرّت کے لئے یہ کارنامے کیئے اور آگے بڑھ کر ضمیر مین سے یہ سوال ہوسکتا ہی کہ تمہارے نزدیک نیکی کیون مستحسن ہی، اور زہد اور پرہیزگاری کے وعظ تم کیون کرتے ہو؟ یقیناً اس کا جواب یہی ملیگا کہ نیکی نہایت عمدہ فضیلت ہی، جس کے حصول کے لیئے ہم وعظ کرتے ہین کہ بنی نوع انسان ایک دوسرے کی قدر جانین، اور متحدہ طور پر اپنے آپ کو فائدہ پہونچائین، اِس حالت مین ظاہر ہی کہ نیکی کا مقصد حصول فوائد ہی،

اِس عقدہ کا حل فطرت اِنسانی کے مشاہدہ سے بھی ہوتا ہی، مثلاً ایک کم عمر لڑکے کو لو اور اوس سے کہو کہ "بیٹا آؤ ہم تمہین پڑھنے کیلئے بٹھادین کہ پڑھنے سے اِنسان شریف ہوجاتا ہی، لڑکا ٹکر ٹکر تمہارا مُنھ دیکھے گا، اور خاک بھی نہ سمجھے گا کہ تم کیا کہہ رہے ہو، اگر اس مفہوم کو تم یون ادا کرو کہ بیٹا پڑھنے لکھنے سے اِنسان گھوڑا گاڑی پر چڑھتا ہی، اچھے کپڑے پہنتا ہی، بہت سا روپیہ اوس کو ملتا ہی، اور امیر آدمی کہلاتا ہی، لوگ اوسکی عزت کرتے ہین" تو یہ خیالات اس کے ننھے سے دماغ مین پہونچکر عجیب اثر کرتے ہین، اور آیندہ کے

مسرت بخش خیالات اوس کو بیخود کر دیتے ہین، اور بے اختیار چہرے سے مسرت ظاہر ہونے لگتی ہے، اور آیندہ کا تصور کرکے وہ اُچھلنے کودنے لگتا ہی، یا اوسی لڑکے سے کہدو کہ" تم مدرسہ جایا کرو، اور جب تم مدرسہ سے واپس ہو گے تو ہم تمہین مٹھائی کھانے کو پیسے دیا کرینگے"، پھر دیکھو وہ صبح اُٹھکر کس طرح تم سے پیسون کا اقرار لیتا ہی اور مدرسہ سے واپس آنکر اُن پیسون کا کیسا گرما گرم تقاضا کرتا ہی، گویا اس معصوم کے نزدیک تعلیم کی قدر چند پیسہ روز کی ہی، قرآن پاک کو دیکھو جس سے بڑھکر مسلمانون کے لئے کوئی معلم اخلاق نہین، لذائذ جنت اور شدائد دوزخ کی کیسے موثر الفاظ مین تصویر کھینچی ہے، اور کس کس طریقہ سے نیکی کی ترغیب دی ہی، کہ انسان بیخود ہو جاتا ہی، غرض یہی فطرت انسانی ہی جس سے ہم کو یہ سبق ملتا ہی، کہ سرشت انسانی مین ترغیب و تحریص کس درجہ موجود ہی، اور یہین سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ انسان ایسا کوئی کام نہین کرتا جس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو، ضمیر کا بھی بہ حیثیت ایک مستقل حاسہ کے بہتر خاتمہ ہو جاتا ہی، اور ثابت ہوتا ہی کہ ضمیر مستقل طور پر کوئی چیز نہین ہی، البتہ حوادثات خارجی سے متفرق جذبات کے تحت اس حاسہ کی تکوین ہوتی ہی، جو اس درجہ طبیعت مین راسخ ہو جاتا ہی کہ پھر انسان کو اپنے اچھے اور بُرے کامون مین معیار کا کام دیتا ہی،

اب رہا یہ سوال کہ حاسہ انسان مین پیدا کیونکر ہوتا ہی؟ اِس کا جواب مشکل ہی جس کو ہم انشاء اللہ کئی عنوانات کے تحت آیندہ حل کرینگے، مگر اگلی بحث کو سمجھنے کے لئے بطور مقدمہ کے ذیل مین ہم مسئلۂ اخلاق کی مزید تحلیل کرتے ہین،

اخلاق حقیقت مین اوس روحانی وضع قطع کا نام ہی جس کو وہ مختلف حالات کے تحت اختیار کرلیتا ہی، مثلاً (۱) جب انسان اپنے موافقین اور بے تکلف دوستون مین ہوتا ہی تو اوس کے اخلاق کچھ اور ہوتے ہین (۲) جب کسی اجنبی سے باتین کرتا ہوتا ہی تو کچھ اور طرز اختیار کرتا ہی، (۳) معاملات مین اپنے ماتحتون کے ساتھ اوس کا سلوک کچھ اور رہتا ہی، (۴) مگر حقیقت مین وہ کچھ اور ہی ہوتا ہی جس سے

ہم خوش حالی اور مصیبت، غیرت و حمیّت، غضب وجوش رحم وانصاف وغیرہ موقعون پر روشناس ہوتے ہین،

اِنسان کی یہ چارون حالتین اس کے گردوپیش کے واقعات پرمنحصر ہین، جیسے حالات ہونگے اوسی طرح کے اِنسان اخلاق بھی دکھاتا ہی، لیکن چونکہ اِن چارون قسمون مین چوتھی حالت کو اہمیّت حاصل ہی اور اصلی چیز اِن ظاہری نقش ونگار مین وہی ہی، لہٰذا اس کے سمجھ لینے سے ہم اور حالتون کو اچھی طرح جان سکینگے، اخلاق کی تربیت دوطریقون پر ہوتی ہی، ایک **تقلید** سے دوسرے **اجتہاد** سے عقل جب تک کافی طور پر نشوونما نہین پالیتی واقعات گردوپیش سے نتیجہ اخذ نہین کرسکتی، اس وقت تک اِنسان محض تقلید کا بندہ رہتا ہی، اور جب عقل وشعور مین زیادتی ہوتی ہی، اور علم بڑھتا ہے تو وہ تقلید سے حاصل کی ہوئی باتون کو اپنے علم اور تجربہ پر کستا ہی، جو باتین اپنے علم کے نقیض معلوم ہوتی ہین اونھین ترک اور جو مطابق معلوم ہوتی ہین اونھین اختیار کرتا ہی حتٰی کہ اس کو علم الیقین حاصل ہوجاتا ہی اسی کی مدد سے وہ اپنی زندگی کا نظام اخلاق ترتیب دیتا ہی، اور ساری عمر اسی پر کاربند رہتا ہے، یہی وہ حاسہ ہی جس کو چاہو ضمیر کہو، چاہے علم الیقین،

(۲)

نفس اِنسانی کی تحلیل، نفس اِنسانی مشاہدہ اور تجربہ کے بعد دوجزو مین منقسم معلوم ہوتا ہی، ایک مدرکات، دوسرے جذبات، اور جذبات مین بھی دوقسمین ہین، ایک مفرد، دوسرے مرکب، مفرد جذبات وہ ہین جو ہر انسان مین یکسان پائے جاتے ہین، جیسے لذت والم، مسّرت وغم، محبت وخوف، غضب وانانیت وغیرہ، اور مرکب وہ جو حوادث دنیا اور مفرد جذبات سے عبارت ہین جیسے رحم وانتقام، غرور وانکسار وغیرہ، جذبۂ رحم۔ جذبۂ الم اور محبت سے اِن حالات کے تحت جن کے تحت شخص مرحوم ہو، خود اپنی حالت کو تصور کرنے سے ترتیب پاتا ہی، ہمدردی اور ایثار اسی جذبہ کی ترقی یافتہ صورتون کا نام ہے، جذبۂ انتقام۔ غم وغصہ۔ انانیت اور شخص منتقم منہ کے طرز سلوک کے تصور سے پیدا ہوتا ہے،

شقاوت قلبی اکثر اسی جذبہ کی ترقی یافتہ صورت ہوتی ہی، غرور - انانیت، مسرت و غضب سے حوادث گردوپیش کے ترتیب پاتا ہے، ظلم جبر- اور سنگدلی اِس جذبہ کے نتائج ہین، انکسار- جذبۂ غم، خوف اور سلب انانیت کا نام ہی، بے حسی، لاپروائی اور خوش آمد وغیرہ اسی جذبہ کی انتہا ہی، جب جذبات کے متعلق اِس قدر دریافت کرلیا تو اب مُدرکات کو دیکھتے ہین کہ وہ کیا کام کرتے ہین، غور کرو تو معلوم ہوگا کہ اِنسان مادّی اور غیر مادّی چیزون کا ادراک پانچ طریقون سے کرتا ہی، دیکھکر، سونگھ کر، چکھ کر، چھو کر، اور سُنکر، یہ آلۂ مدرکات ہین جن کو حواس خمسہ بھی کہتے ہین، اس کے علاوہ نفس انسانی مین ایک اور چیز بھی ہی جس پر یہ تمام مدرکات نقش ہوتے ہین، اور ایک خاص قوت کے تحت ترتیب پاتے اور بطور نتیجہ کے ایک رائے قایم کرتے ہین، وہ چیز جس پر یہ مدرکات نقش ہوتے ہین **ذہن** ہی، جو چیز نقش ہوتی ہی وہ **علم** ہے، جو قوت علم کو محفوظ رکھتی ہی وہ قوت **حافظہ** ہی اور جو قوت علم کو ترتیب دیکر نتیجہ مستخرج کرتی ہی وہ **فکر** ہے، اور ان تمام پرزون کو ایک مشین کی صورت مین منتظم کرکے ہم اوس کو **عقل** کا نام دیتے ہین،

جب مدرکات اور جذبات کے متعلق اس قدر معلومات ہم نے حاصل کرلین، تو اب یہ نتیجہ نکالنا کچھ دشوار نہین، کہ جذبات مرکب کی ترتیب مدرکات کے ہاتھ مین ہی، اور مدرکات کو غذا دینا خود اِنسان کے ہاتھ ہے، اب پھر غور کرو، ایک اِنسان بچپن سے بڑھاپے تک کن کن اثرات سے موثر ہوتا رہتا ہی، جزئیات کو نظر انداز کرکے ہم بطور کلیہ ذیل کے نتائج پر پہونچین گے،

(۱) والدین اور خاندان کا اثر،

(۲) مذہب کا اثر،

(۳) صحبت کا اثر،

(۴) معلومات و تجربات کا اثر،

اب ہم ان چارون اثرات کی علٰحدہ علٰحدہ عنوانات کے تحت نفس انسانی مین اثر پذیری دیکھتے ہین،

(۳)

اثرات خاندانی، ایک نوزائیدہ بچہ کو لو اور اوس کے حرکات وسکنات کا غور سے مطالعہ کرو، اوس مین جو جذبات دیکھوگے وہ الم وخوف ہونگے، کچھ دنون بعد پھر دیکھو تو غصہ، مسرت اور محبت وغیرہ پاؤگے، اسی طرح غضب انانیت، غم، لذت وغیرہ کو مشاہدہ کروگے، اور پھر جیسے جیسے اِس مین تمیز آتی جاتی ہی اور وہ اپنے عزیزون کے حرکات وسکنات دیکھتے دیکھتے عادی ہو جاتا ہی تو بے تکلف اون کی نقلین اوتارنے لگتا ہی اور یہین سے اخلاق انسانی کی داغ بیل پڑتی ہی،

سرشت اِنسانی مین چونکہ لذت حاصل کرنے کی ایک زبردست تحریص ہوتی ہی، اسلئے بچہ سمجھ آنے کے بعد پھر اوس فعل کو بے تکلف کر گذرتا ہی، جس مین کچھ بھی اسکو مسرت معلوم ہو، مسرت حاصل کرنے کی جلدی اور مسرت کی مقدار کا تصور اوس کے دماغ مین ایک عجیب اثر پیدا کرتا ہے، کہ وہ عقل کے اُس ذراسے اشارہ کو جو واقعات سابقہ کی ترتیب کے بعد بطور تنبیہ کے پیش کرتی ہی، کچھ پروا نہین کرتا اور اِس فعل کا مرتکب ہو جاتا ہی، چونکہ اون کامون سے جو انسان کی "ارتقا، تمدن وتہذیب کے لئے ضروری ہوتے ہین" زیادہ اون کامون مین جو "تہذیب وتمدن کے قاطع ہین" بچے کو جلد مسرت حاصل ہوتی ہی، اسلئے وہ انھی کی طرف جن کو ہم بُرے یا بدافعال سے تعبیر کرتے ہین جھک جاتے ہین، دوسری وجہ یہ ہی کہ وہ قوانین جو ارتقائے تمدن وتہذیب کے لیۓ وضع کۓ جاتے ہین، تمام تر عقل کے جوہر ہوتے ہین اور بچہ کی عقل مین اسقدر بالیدگی نہین ہوتی کہ وہ اون کو احاطہ کرسکے، اسلئے جو فعل اس کو فوراً نفع بخش معلوم ہوتا ہی اوسی کو وہ کر بیٹھتا ہے، اور جب اسکے اس فعل پر اوس کو تنبیہ نہین کی جاتی تو وہ اس فعل کو پھر کرتا اور پھر کرتا ہی، یہانتک کہ وہ عادی ہو جاتا ہی، اس درجہ پر پہونچکر اگر تعزیر کی جاتی ہی تو نتیجہ الٹا نکلتا ہی اور جذبہ انانیت اور غم کے ماتحت ایک نیا جذبہ پیدا ہو جاتا ہی جس کو ضدیا ہٹ کہتے ہین، اس جذبہ کے استقلال کے بعد پھر وہ تمام عمر نہ صرف اپنے لۓ بلکہ سوسائٹی کے لیۓ مضر ہو جاتا ہی، ایسی مثالین ہم کو کثرت سے

اون گھرانون مین ملتی ہین جن گھرانون کے ذمہ دار ممبر دولت کے نشہ مین یا محبت اور لاپروائی کے باعث اپنی اولاد کو شتر بے مہار کی طرح اوائل عمر ہی سے آدمیون پر چھوڑ دیتے ہین،

ہم ایک پرائمری اسکول مین جاتے ہین، اور سب سے نیچے کے درجے مین جہان عموماً کم عمر لڑکے ہوتے ہین ایک کونے مین بیٹھ جاتے ہین، اتنے مین اُستاد اون کے پچھلے سبق کے متعلق سوالات کرتا ہی، تو ہم دیکھتے ہین کہ بعض لڑکے فوراً بلا تکان خوشی خوشی اور صحیح صحیح ان سوالون کے جوابات دیتے ہین، اور بعض سوچ سوچ کر اور اٹک اٹک کر کبھی صحیح اور کبھی غلط، اور بعض بالکل ہی چپ رہتے ہین، پھر ہم دیکھتے ہین اُستاد اون لڑکون کو جنھون نے سوالون کے غلط جوابات دیئے یا ایک سرے سے دیئے ہی نہین، تنبیہ کرتا ہی، اِس تقریر کو بھی ہم بغور معائنہ کرتے ہین، اِن مین سے بعضون کو دیکھتے ہین، کہ وہ اس تنبیہ سے بہت متاثر ہوتے ہین، اور آنکھون مین آنسو بھر لاتے ہین مگر ضبط کرتے ہین، اور بعضون کو دیکھتے ہین کہ چیخ چیخ کر روتے ہین، اور بعضون کو عذر کرتے دیکھتے ہین، اور بعض ایسے بھی دیکھتے ہین کہ اس تنبیہ کے بعد ہنسنے لگتے ہین، اور اپنے ساتھیون سے مخول کرتے ہین، اِس مطالعہ فطرت سے ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہین کہ جذبات انسان مین یکسان نہین ہوتے، بعض مین بعض جذبات نمایان پاتے ہین۔ بعض مین کم اور بعض مین بالکل پست، بعض کے مدرکات کو بہت تیز پاتے ہین، بعض کے متوسط، بعض کو ذہین پاتے بعض کو غبی اور انھی جذبات کے تحت رجحان انسانی مین بھی اختلاف پایا جاتا ہی، مثلاً جنھین ہم احدی نکمے اور کم حوصلہ پاتے ہین اون مین قوت فکری اور جذبات مسرت و انانیت نہایت پست ہوتے ہین، لہذا حسب حال اونکا رجحان بھی اوسی طرف جاتا ہی جس طرف کہ ان چیزون کی ضرورت نہین ہوتی جیسے خدمت گاری، کفش برداری، دریوزہ گری وغیرہ جنھین ہم چالاک اور محنتی پاتے ہین اون مین قوت فکری اور جذبات مسرت و انانیت متوسط ہوتے ہین، ایسے لوگ ہم کو دفتری لائن مین نظر آتے ہین، جیسے سررشتہ دار، منتظم، ناظر وغیرہ جن کی عقل خوب تیز اور بات کرنے مین اوس کی تہ کو پہونچ جاتے ہین،

خوش مزاج اور بہت بولنے والے ہوتے ہین، اون کی قوت فکری تیز ہوتی ہی، حافظہ کارآمد ہوتا ہی، مسرت کا اون پر غلبہ رہتا ہی، ایسے لوگ ہر کام کو اہمیت دیگر کرنے والے ہوتے ہین، اون کی مثالین ہم کو، وکیلون، بیرسٹرون، یا کسی گروہ کے نمایندون مین ملتی ہین، جن کو ہم مطمئن، سنجیدہ، بے حس اور ہمیشہ فکر مین ڈوبے ہوئے دیکھتے ہین، اون مین جذبۂ انانیت کسیقدر الم کی آمیزش سے پایا جاتا ہے، اُن کی قوت فکری بھی بہت تیز ہوتی ہی، اِن مین مسرت بھی پائی جاتی ہی، مگر بہت کم، ان کی مثالین ہم کو گوشہ نشین فلاسفرون، منفیون، یا کسی قوم کے اون بڑے لوگون مین ملتی ہین جن کو ہم قائد یا رہبر کہتے ہین اور کسی قدر تغیر کے ساتھ یہی خصوصیات ہم کسی مذہب کے پیشواؤن مین بھی پاتے ہین، اور انہی خصوصیات کو گہرے رنگ مین ہم اون لوگون مین بھی دیکھتے ہین جو سادھو، جوگی یا چلہ کش فقیر کہے جاتے ہین، اسی طرح جب ہم کسی کو خوب چالاک اور بڑی لچھے دار گفتگو کرتا ہوا دیکھتے ہین اور جو بہت بنا کے اپنے آپ کو مخاطب کے سامنے پیش کرتا ہی تاکہ اس کا مخاطب اس سے خوش ہو جائے، یہ وہ لوگ ہوتے ہین جو ذہین تو ہوتے ہین مگر اون کے جذبات انانیت اور مسرت مین حوادثات زمانہ ایک خاص قسم کا سوبج اور بے حسی پیدا کر دیتے ہین، اِن لوگون کو اکثر ہم دلّال اور پیشہ ور تاجر پاتے ہین، اسی طرح جب ہم کسی کو سنت اور فرائض سے لاپروا، بے غم، جس کی آنکھین ہر وقت نیم باز رہتی ہین اور جو اپنی ظاہری وضع قطع کا خوب خیال رکھتا ہی اور چال ڈھال، بات چیت مین خوب تصنع برتتا ہی، وہ اکثر شہوت پرست اور عیاش ہوتا ہی،

غرض ہر پیشہ اور ہر فن اور طبیعت انسانی مین اِس قسم کا فرق دیکھتے ہین، اور چونکہ یہ جذبات فطری ہوتے ہین اسلئے اِن کا دبانا ناممکن ہی، البتہ بچپن کی تربیت اور علم کی مدد سے ہم انہی جذبات کو عمدہ طریقہ پر ڈھال سکتے ہین، والدین کو چاہیے کہ اپنی اولاد مین اِن باتون کا بڑا خیال رکھین، جب کسی جذبہ مین زیادتی دیکھین فوراً اوس کے مخالف جذبہ کو برانگیختہ کر دیا کرین، جیسے کسی لڑکے مین جذبۂ غضب نمایان ہو تو چاہیے کہ تقریر سے مثالون سے نصیحت سے غرض جس طرح ممکن ہو سکے جذبۂ الم کو اُبھارین

تاکہ لڑکے کی طبیعت مین سکون ہوجائے، اسی طرح غبی اور سست لڑکے کی قوت فکری کو، مردہ دل اور کم حوصلہ مین جذبہ انانیت کو، مغرور کے جذبات غم کو اُبھارتے رہین، مگر اس کا خیال رکھین کہ اون کے فطری رجحان کے بالکل خلاف بھی نہ کرین، اسلیئے کہ اس سے بھی نقصان ہوتا ہی، ایک اچھا وکیل مقدس مسجد کا ملا نہین بن سکتا، ایک سنجیدہ اور متین آدمی دلاّلی اور تجارت نہین کرسکتا، تنہائی پسند آدمی ملٹری کے لئے موزون نہین ہوسکتا وغیرہ، ان خلاف طبع پیشون کی مثالین ہم کو اون لوگون مین ملتی ہین جو اپنے موجودہ پیشہ سے بیزار رہتے ہین اور اوس مین مطلق ترقی نہین کرسکتے اور اُن کے جذبات ادنھین اُبھار اُبھار کر دوسرے پیشون کی طرف لیجاتے ہین،

علم الکلام

مولانا شبلی مرحوم کی وہ مشہور تصنیف جس مین علم الکلام کی تاریخ اور اوس کے عہد بہ عہد کی ترقیان اور تدریجی رفتار، اور ہر دور کے اکابر متکلمین کے مسائل و مجتہدات پر تبصرہ ہے، مدت ہوئی کہ ناپید ہوگئی تھی، اب مطبع معارف نے نہایت عمدہ کاغذ پر اہتمام کے ساتھ چھاپا ہے، قیمت عہ

منیجر

فلسفۂ ترغیب

(۲)

خود ترغیبی یا ترغیبات ذاتی
کی
ابلہ فریبیان

از جناب مولوی وہاج الدین احمد صاحب بی اے دار المعلمین حیدرآباد دکن

اب تک ہم اس عقیدہ کے طریق استعمال اور اس کی مثالون سے بحث کرتے رہے: آؤ اب یہ دیکھین کہ خود اس نام نہاد 'عقیدہ' مین حقیقت اور صداقت کہان تک پائی جاتی ہے، اس عقیدہ کو اپنے دماغ کے سامنے لاؤ، اور غور کرو کہ "انجام خیر کے لئے وسائل شر بھی جائز ہین" ان الفاظ سے کیا مفہوم نکلتا ہے، ذرا سے تفکر سے تمھاری سمجھ مین آجائیگا کہ اس عقیدہ کو تسلیم کرنا، ایک دوسرے خیال کو بھی مستلزم ہے، اور وہ یہ کہ "برائی سے بھلائی پیدا ہو سکتی ہے" خواہ یہ کہنا ہی کہ وسائل شر سے انجام خیر پیدا ہو سکتا ہے، اس دوسری "حقیقت" کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے، اس کے بعد دوسری بات جو ذہن مین آتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر سب لوگ اس خیال کے حامی ہو جائین "کہ شر سے خیر ظہور پذیر ہوتا ہے"، تو دنیا مین کوئی بدترین فعل ایسا نہ رہے کہ جسے اس کی روشنی مین حق بجانب ثابت نہ کیا جا سکے، "ظلم و تشدد" اس خیال کے موید ین کے نزدیک مذموم نہین ہو سکتے، اس لئے کہ ان سے اگر بجا ہین تو خطا وار کیفر کردار کو پہونچتے ہین، اگر بیجا ہین تو "مظلوم" مین حریت اور بیداری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے"، بقول حشر

تونے وہ ٹھوکر لگائی چشم ملت کھل گئی،

اسی طرح چوری کو بھی افعال قبیحہ کی فہرست سے خارج کیا جا سکتا ہی، اس مین دو فائدہ ہین ایک طرف تو چور کا جو شاید حاجتمند ہی، کام نکلتا ہی، اور دوسری طرف لوگون کو اپنی چیزون کی حفاظت کا زیادہ خیال ہوتا ہی، غرض اس نرالی منطق سے ہر بد سے بدتر فعل بھی اچھا ثابت کیا جا سکتا ہی، حتی کہ قمار بازی، اور شراب خواری کے جواز کا فتویٰ بھی دیا جا سکتا ہی،

نعوذ باللہ من شرور انفسنا

اب دیکھنا یہ ہی کہ یہ خیال کہ شر سے خیر ظہور پذیر ہوتا ہی کس حدتک اور کن معنون مین صحیح ہے، مثال کے طور پر "ظلم و تشدد" کو لو، فرض کرو کہ ہمارے ایک دوست تاریخی واقعات سے یہ ثابت کرتے ہین کہ طاقتور اقوام کے ظلم و تشدد نے چھوٹی اقوام مین بیداری کی روح پیدا کی ہی، اس حدتک ہم ان کے ہمخیال ہین، لیکن آگے چل کر اسی بنا پر وہ ہم سے یہ منوانا چاہتے ہین کہ "ظلم و تشدد" قطعی طور پر مذموم نہین ہین، اس کا صرف ایک جواب ہی، اور وہ یہ کہ "ظلم و تشدد" بجائے خود قطعًا مذموم و قابل نفرت ہین، اگرچہ اس سے اتفاقیہ طور پر اچھے نتائج بھی ظاہر ہوتے ہین، یاد رکھو کہ

خدا شرے بر انگیزد کہ خیر ما دران باشد

کا یہ مفہوم ہرگز نہین ہی کہ ہر شر مین بالاصل خیر موجود ہی، ہم مانتے ہین، اور تجربہ بھی بتاتا ہی کہ برائیون کے سابقہ اور انکی مقاومت سے اکثر لوگ اپنے عیوب درست کر لیا کرتے ہین، لیکن اس خیال کا تجزیہ کرو تو یہ حقیقت کھلتی ہی کہ "ظلم و تشدد" سے کسی نتیجۂ خیر کا ظاہر ہونا محض اتفاقی ہی، ممکن ہی کہ نہ ہو، اور دوسرے یہ (اور یہ بہت اہم ہے) کہ اگر کبھی اچھا نتیجہ ظاہر ہو جاتا ہی، تو یہ ظلم و تشدد سے نہین بلکہ ان کے مقابلہ اور مقاومت کی بدولت ظاہر ہوتا ہی پس ہمارے دوست کا یہ کہنا کہ ظلم و تشدد بالاصل باعث خیر ہے غلط ہی اور خیر و شر کی درمیانی حد فاصل کو مٹا دیتا ہی، ہر ظالمانہ فعل کی صفت اصلی ظلم ہی، اور ہمیشہ رہیگی الصدق

حسن و الکذب قبیح کا حلیہ تمام خیر و شر پر یکسان طور سے حاوی ہو،

"ظلم کے نتائج، بلحاظ اس کے حقیقی معنون کے، دوسرون کو جسمانی یا روحانی تکلیف دینا ہو، مثلاً ایذائے بدنی، یا غصہ، تھسر، غم اور اسی قبیل کے جذبی ہیجانات پیدا کرنا، یہ سب باتین جیسی کچھ خراب ہین ظاہر ہی ہے، ظلم کی اس حقیقت کے باوجود اگر اس سے اتفاقیہ طور پر کسی اچھے نتیجہ کا ظہور ہو تو ہم یہ نہین سکتے کہ خیر کا مخرج کوئی ظالمانہ فعل ہو، بلکہ یون کہو کہ اس خیر کا ظاہر ہونا شخص مظلوم کی صفات اخلاقی پر منحصر ہے بے قصور افراد پر جو ظلم کیا جاتا ہو اس سے ہرگز کسی نتیجہ خیر کے نکلنے کی امید نہین ہو سکتی مجرمون پر جو ظلم و تشدد کیا جاتا ہو، اس سے البتہ اچھا نتیجہ پیدا ہو سکتا ہو، لیکن اس فرقہ مین بھی ایسے افراد موجود ہوتے ہین جنکو ظلم بجائے راہ راست پر لانے کے، اس سے اور برگشتہ کر دیتا ہو، ان باتون کے علاوہ ایک اور بات بھی باقی رہتی ہو اور وہ یہ کہ ظلم کا اثر اگر مظلوم پر اچھا بھی ہو تب بھی ظالم پر اس کا اثر کسی طرح اچھا ہو سکتا ہے، کسی فعل کا اثر صرف مفعول کی ذات تک محدود نہین ہوتا، بلکہ فاعل بھی اخلاقی یا جسمانی یا ذہنی حیثیت سے اس سے متاثر ہوتا ہو،

اس بحث مین "ظلم" کو محض بطور مثال کے لیا گیا ہو، ورنہ ہر "شر" پر انہین نتائج کا انطباق صحت کیساتھ کیا جا سکتا ہو، ہم دیکھتے ہین کہ (۱) کبھی شر سے خیر کا ظہور پذیر ہونا محض اتفاقی ہو (۲) یہ خیر (اگر ہو) شر کا نتیجہ نہین بلکہ شر کی مقاومت کا نتیجہ ہوتا ہو (۳) اس خیر کا ظاہر ہونا مشروط ہے یعنی جس ذات پر شر وارد ہو رہا ہو، اس کی صفات اخلاقی پر منحصر ہو (۴) شر اگر جس ذات پر کیا جائے اسکے لئے اچھا بھی ہو، تب بھی شر کرنے والی ذات کیلئے یہ ہرگز اچھا نہین ہو سکتا، ان باتون کو اگر تم سمجھ چکے ہو تو تمھین معلوم ہو جائیگا کہ یہ خیال کہ "کہ شر سے خیر ظہور پذیر ہوتا ہو، اور اس کے ساتھ ہی یہ خیال کہ "وسائل شر" حصول خیر کیلئے جائز ہین"، کس حد تک غلط ہو، چند خاص مثالون سے ایک عام نتیجہ اخذ کرنا، ایک اہم منطقی غلطی ہو، دو چیزون مین علاقہ سببیت اس وقت تک ثابت نہین ہو سکتا

جب تک کہ ان مین توالی و تواتر نہو، یعنی علت کا ظہور پذیر ہونا، معلول کے ظہور کو مستلزم نہو، شر اور خیر مین یہ بات نہین پائی جاتی۔

اس عقیدہ کی کہ "انجام خیر کیلئے وسائل شر بھی جائز ہین" ایک اہم غلطی تو ہم دیکھ چکے، یعنی شر کو خیر کا مخرج فرض کرنا، ایک اور غلطی ابھی باقی ہے، اور وہ "انجام" اور "وسائل" کے معنون، اور انکی حقیقت کے متعلق ہے، پس یہ ضروری ہوا کہ ہم ان دونون الفاظ کا صحیح تصور اپنے ذہن مین قائم کرین عرف عام مین کسی کام کے "انجام" یا "مقصد" سے وہ خیال مراد ہوتا ہے، جو فاعل کے ذہن مین تو ہے لیکن جسکی تکمیل ابھی باقی ہے، لفظ "وسائل" سے عام معنون مین وہ افعال مراد لئے جاتے ہین جو فاعل کے خیال (مقصد) کو عملی طور پر ظاہر کرنے کیلئے کئے جاتے ہین، گویا ان تعریفات مین وسائل کو افعال اور مقصد کو خیال یا فکر مانا گیا ہے، لیکن یہ تعریفات ناقص ہین۔ "انجام" محض خیال نہین ہے جو موجود فی الذہن فاعل ہو، انجام اور وسائل مین یہ تخالف قرار دینا غلطی ہے، حقیقت یہ ہے کہ انجام مین بھی وہی فعلیت پائی جاتی ہے، جو وسائل مین موجود ہوتی ہے، اور دونون صورتون مین فاعل کے ذہن مین ان ہر دو (انجام و وسائل) کے متعلقہ کامون کا تصور قبل از قبل موجود رہتا ہے، یہ تجریدی بحث شاید اچھی طرح تمھاری سمجھ مین نہ آئے، اس لئے اس کی مثال یون سمجھو کہ تم حصول صحت کیلئے حیدرآباد سے اوٹاکمنڈ جانا چاہتے ہو، اس مین تمھارا انجام یا مقصد "اوٹاکمنڈ جانا ہے" گھر سے نکل کر حیدرآباد کے اسٹیشن تک جانا اور ٹکٹ خریدنا، یہ وسائل ہین۔ اب تم دیکھتے ہو کہ اوٹاکمنڈ جانا اور ٹکٹ خریدنا دونون کے دونون "افعال" کے زمرہ مین داخل ہین اولاً دونون تمھارے ذہن مین بطور "خیال" کے پیدا ہوئے، اور پھر بحیثیت افعال کے سرزد ہوئے؛

ایک دوسری مثال تو فرض کرو کہ برسرپیکار قوم نے مفتوحہ قوم کے ملک پر قبضہ کر لیا ہے، فاتح افواج کا "مقصد" مفتوحین کو اطاعت پر مجبور کرنا ہے۔ اس "مقصد" کے حصول کے لئے جو وسائل استعمال

کئے جاتے ہین، وہ فوجی اور غیر فوجی باشندون کا قتل عام، اور غارتگری وغیرہ ہین۔ مثال اوّل کی طرح اس مین بھی تم دیکھتے ہو کہ "مقصد" اور "وسائل" دونون یکسان زمرۂ "افعال" مین داخل ہین۔ دونون مین لازماً فعلیت پائی جاتی ہے مختصر یہ کہ 'انجام' اور 'وسائل' کے متعلق جو تصورات عام دماغون مین قایم ہین وہ مغالطہ آمیز ہین، ہم یہ نہین کہتے کہ ان دونون مین فرق نہین ہے، نہین فرق ضرور ہے، لیکن وہ فرق نہین جو "خیال" اور "فعل" مین پایا جاتا ہی، بلکہ وہ فرق جو "جزء" اور "کل" مین ہوتا ہے، جن کو تم وسائل کہتے ہو، وہ بالاصل افعال ہین جو بطور 'جزء' کے دوسرے فعل (کل) مین داخل ہین، یہ فعل 'کل' عرف عام مین 'انجام' یا 'مقصد' کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہی، اگر یہ بحث واضح طور پر سمجھ مین آگئی ہے، تو اتنی بات ہر شخص مان لیگا کہ "کل" کے متعلق جو رائے قائم کیجائے اس مین اس کے 'اجزا' کا لحاظ ضرور رکھنا چاہئے، پس اگر فعل "جزوی" (یعنی وسائل) غیر منصفانہ اور شر آمیز ہو تو فعل کل (مقصد یا انجام) کب بے انصافی اور شر کی آمیزش سے پاک ہو سکتا ہے،

حاصل کلام یہ کہ ان وسائل بد کو جائز قرار دینا جن سے "انجام خیر" حاصل ہوتا ہو سخت غلطی ہی وسائل بد کی وساطت سے جو انجام بھی فراہم ہوگا لامحالہ بد ہوگا اول الذکر کا عیب دوسرے مین لازمی طور پر سرایت کر جائیگا۔ ترغیبات باطل (بالخصوص خود فریبی یا مکائد نفس) کا ایک بڑا حصہ اسی اجتہادی غلطی کی وجہ سے ظاہر ہوتا ہی، اور یہ امر نہایت ضروری ہے کہ ہر شخص اس غلطی سے واقف ہو جائے تاکہ آئندہ اپنے نفس کو دھوکہ نہ دے اور باطل ترغیبات کا (خواہ اوسکی ذاتی ہون، یا دوسرون کو وہ ترغیب دے رہا ہو، یا دوسرے اُسے ترغیب دے رہے ہون) شکار نہ ہو، مذکورہ بالا بحث سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ ہم خیر و شر کو ایک دوسرے سے مستبعد، اور بے نیاز تصور کرتے ہین، ہمارے حق مین ناانصافی ہوگی۔ خیر بے شک خیر ہے اور شر ہمیشہ شر رہیگا۔ لیکن چونکہ ہر دو کا محل وقوع مشترک ہی یعنی حیات انسانی، اس لیے ان کا باہمی انضمام بھی ممکن ہی

اور یہی اُمید کہ جد وجہد سے شر کو خیر مین تبدیل کیا جا سکتا ہے تمام دنیا کے مصلحان قومی کی جان فشانیون اور ان تھک کوششون کا واحد سہارا ہے،

خود ترغیبی یا خود فریبی: اس باب مین اب تک ہم ان تناقضات جذبی و ذہنی سے بحث کرتے رہے ہین متخیلہ کا حصّہ جو ہمارے نفس کو مغالطہ مین ڈال کر ہماری ترغیبات کو ایک خاص رخ مین لیجاتے ہین، لیکن ہمارے تخیلات کی خود سرانہ پرداز بھی اکثر اوقات خود ترغیبی مین بہین مدد دیتی ہے اور اپنے اعتقادات وخواہشات کو حق بجانب ثابت کرنے مین بھی ہم اس سے مدد لیتے ہین۔ جب کوئی اعتقاد تمھارے نفس پر مسلط ہو کر عمل ترغیب کے لئے نقطۂ آغاز کا کام دیتا ہے، تو اس وقت جذبات، اور دلائل سے جس طرح کام لیا جاتا ہے وہ تو تم کو معلوم ہی ہو چکا، لیکن قوت متخیلہ بھی اپنا عمل شروع کرتی ہے، تمھارے معتقدات کے حسب حال خیالی تصویرین پیش کر کے گذشتہ اور موجودہ سے آئندہ کی مبالغہ آمیز تصویر کھینچکر، رائی کا پہاڑ بناتی ہے اور تمھارے نفس کو تمھاری اساسی خواہشات ومعتقدات کا ہم آہنگ بنا دیتی ہے،

جذبات کی طرح، تخیلات کا یہ پر فریب عمل کم وبیش نیم شعوری حالت مین ہوا کرتا ہے جب کبھی تمھارے تخیلات تمھاری ذات کے متعلق ہوتے ہین، تو اس وقت تمھارا نفس ان سے واقف نہین ہوتا، لیکن جونہی کہ نفس ان سے واقف ہو جاتا ہے، ویسے ہی متخیلہ کا بنا کردہ قلعہ زمین پر آ رہتا ہے، اکثر اوقات تم خیالی دنیا مین کہان سے کہان پہونچ جاتے ہو، کبھی خوش آیند خیالات مین ڈوبے ہوئے، تم اس طرح بیٹھے رہتے ہو گویا کہ تمھاری خیالی تصویرین فی الواقع حقیقی ہین، کبھی ناخوشگوار خیالات کا تسلّط ہوتا ہے، تو ایسا معلوم ہوتا ہو کہ فی الحقیقت یہ سب کچھ تمھارے تجربہ مین آرہا ہے، لیکن یہ کل عمل تمھارے نفس کی لاعلمی مین واقع ہوتا ہے، اور کسی شخص کے کمرہ مین داخل ہونے، یا کسی آواز کے کان مین پڑنے سے تم چونکتے ہو اور لاحول ولا قوۃ پڑھتے ہوئے،

خیالی تصویرون سے دست بردار ہوکر حقیقت کے مقابلہ کے لئے تیار ہوجاتے ہو، تم نے شاید بچپن مین اس آدمی کی کہانی سنی ہو جو خیالی پلاؤ پکاتا ہوا، گھی کا گھڑا سر پر رکھکر بازار مین جارہا تھا، خیالی دنیا مین اس نے کیا کیا مرتبے نہین حاصل کئے اور انہی خیالات مین اس قدر منہمک ہوا کہ گھی کا گھڑا پھینکدیا، اس کی آواز سنکر اسے ہوش آیا، عمل تخیل کے نیم شعوری ہونیکی یہ بہت اچھی مثال ہے،

جس طرح ہمارے ذاتی تخیلات، نفس کی بے خبری مین ہم کو ترغیب دیتے ہین، اسی طرح سے ہمارے وہ تخیلات بھی جو دوسرون کی ذات کے متعلق ہوتے ہین، نفس کی نیم شعوری حالت مین واقع ہوتے ہین۔ اور ہوش اس وقت آتا ہے، جب ہمارے تخیلات حقیقت سے متصادم ہوتے ہین، اس وقت نفس چونک کر ہوشیار ہوجاتا ہے اور

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

کہتا ہوا حقیقت کے مقابلہ کے لئے تیار ہوجاتا ہے اس کی مثالین بھی کم وبیش ہر شخص کے تجربہ مین آتی ہین، دیکھو جب کسی شخص کی نسبت تمھین "حسن ظن" ہوتا ہے تو اس کا کوئی خراب فعل نظر نہین آتا، اگرچہ متعدد مرتبہ تمھارا نفس تم کو ہوشیار کرے کہ اس شخص مین اتنی خوبیان نہین ہین، جتنی کہ تم کو نظر آتی ہین، تب بھی تمھارا تخیل اس کو اچھا ہی دیکھتا ہے، بالکل یہی حال "سوء ظن" کا ہے اگر ایک مرتبہ تمھارا اعتقاد کسی شخص کے متعلق یہ ہوجائے کہ وہ برا ہے، تب اوسکا اچھا سے اچھا فعل، تمھاری متخیلہ کی وساطت سے برائی کا پہلو لئے ہوئے معلوم ہوتا ہے، اس شعر مین

باسایہ ترا نمی پسندم عشق است وہزار بدگمانی

بدگمانی کی جو تصویر کھینچی گئی ہے، وہ ہمارے نقطۂ نظر سے تخیل کے ترغیبی عمل کی بہت اچھی مثال ہے، "سایہ کو رقیب سمجھکر "معشوق" کی طرف سے بدگمان ہونا، عاشق کی نیم شعوری نفسی حالت کو مستلزم ہے، اگر عاشق، "سایہ" کو سایہ سمجھ لے اور اسکی حقیقت سے واقف ہوجائے، تو تخیل

کی یہ فریب دہی بھی جاتی رہے، ذیل کی مثالون سے تخیل کا یہ پر فریب عمل اچھی طرح سمجھ مین آجائیگا،

ا۔ب ایک بالطبیعتہ نیک خاتون تھین، ان کے پاس کچھ عرصہ سے ایک ملازمہ نوکر تھی یہ ملازمہ انتہا درجہ کی جلد باز اور بے سلیقہ تھی اور کوئی دن ایسا نہ ہوتا تھا جب ایک یا دو چینی کے برتن اس کے ہاتھ سے نہ ٹوٹتے ہون، ا۔ب اپنی ملازمہ کو جدا کرنا نہ چاہتی تھین، اس لئے وہ نقطی ملامت کر دیا کرتی تھین، ان کا پر فریب متخیلہ ہمیشہ اس ملازمہ کی ایسی تصویر پیش کیا کرتا تھا، جو باسلیقہ، اور محنتی تھی۔ اور ا۔ب کا خیال تھا کہ اونکی ملازمہ بھی ایک نہ ایک دن راہ راست پر آکر اونکی خیالی تصویر کی طرح باسلیقہ بنجائیگی۔ مالکہ انھین خوش آئند تخیلات مین مصروف تھین کہ ایک دن قیمتی ظروف کا پورا ٹوکرا ملازمہ نے گرا دیا۔ اس واقعہ سے ا۔ب بیدار ہوئین۔ ان کی خیالی تصویر غائب ہو گئی، اور ملازمہ برطرف کر دیگئی،

عین اسی موقعہ پر س۔ب نامی دوسری خاتون کو ایک ملازمہ کی ضرورت ہوئی، انکی پہلی ملازمہ سلیقہ شعار تھی، اور حفاظت سے کام کیا کرتی تھی، لیکن س۔ب کا متخیلہ اس ملازمہ کی معمولی فروگذاشتون کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا کرتا تھا۔ ایک دن اتفاقاً اس ملازمہ کے ہاتھ سے کوئی برتن گر کر ٹوٹ گیا۔ تو س۔ب کے تخیل نے اس واقعہ کو یہان تک بڑھایا کہ خیالی دنیا مین ان کو پورا اساس البیت اس ملازمہ کے ہاتھون برباد ہوتا ہوا نظر آیا، دوسرے دن اس ملازمہ کا بھائی اپنی بہن سے ملنے آیا، س۔ب صاحبہ کے تخیل نے اس واقعہ کو اتنی اہمیت دی کہ ان کو یقین ہو گیا کہ ان کی خانہ داری کی چیزین اس بھائی کے ہاتھ فروخت کیجاتی ہین، اب انھون نے اپنی ملازمہ کو برطرف کر دیا، اور اسکی جگہ ا۔ب صاحبہ کی ملازمہ کو رکھا، اس ملازمہ نے آتے ہی نقصان کرنا شروع کیا۔ اس روح فرسا حقیقت نے، س۔ب کے تخیل کو دور کر دیا، اور اب انھین اپنی پہلی ملازمہ کو بے قصور برطرف کرنے پر سخت تاسف ہوا،

مذکورہ بالا مثالین اس قدر عام ہین کہ انکی صداقت مین کوئی شبہہ باقی نہین رہتا، اکثر والدین اپنے بچون کو خراب عادتین اختیار کرتے ہوئے دیکھتے ہین، لیکن ان کی محبت اونھین یہ کہنے پر مجبور کرتی ہے "بچہ ہین، آگے چل کر سنبھل جائینگے" اکثر اساتذہ اپنے کسی شاگرد کی طرف سے بدگمان ہوتے ہین، تو اس غریب کی انتہائی محنت بھی اونھین لاپرواہی نظر آتی ہے حتی کہ شاگرد کی ہمت بھی پست ہوجاتی ہے، اور وہ بالآخر ناکامیاب رہتا ہے، ضرورت اسکی ہے کہ لوگ اس قسم کی پرفریب "ترغیبات" کو قبول نہ کرین،

رسائل خلافت

مصنفہ

مولانا سید سلیمان ندوی

خلافت عثمانیہ اور دنیائے اسلام — اس مین تاریخی اور اثری حوالون اور مورخین یورپ کے بیانات سے یہ ثابت کیا ہے کہ خلافت عثمانیہ ہمیشہ دنیائے اسلام کی نمائندہ رہی ہے اور دنیائے اسلام نے ہمیشہ اس کی اس حیثیت کو تسلیم کیا ہے، اور خلافت کی حیثیت سے دولت عثمانیہ نے بلاد اسلامیہ کی کیا کیا خدمتین انجام دی ہین قابل دید رسالہ ہے قیمت ۸؍

خلافت اور دنیائے اسلام، مولانا کے سفر یورپ کے نتائج ہین، اس مین دکھایا ہے کہ اس وقت سیاسی حیثیت سے اسلامی ممالک کس حالت مین ہین اور خلافت کے مسئلہ مین اپنی اپنی جگہ پر وہ کیا جد وجہد کر رہے ہین، اور ان مین سیاسی انقلابات کہان تک پیدا ہوئے ہین، قیمت ۶؍

"منیجر"

زیب النسار اور دیوانِ مخفی

از

محمد محفوظ الحق - ام - اے۔

عام طور پر مشہور ہو کہ "دیوان مخفی" زیب النسار کی یادگار ہے، اور عوام پر کیا خواص کا بھی اب تک یہی ایمان ہو، چنانچہ جتنے جدید تذکرے یا تاریخین ہین عموماً اُن سب مین یہ دیوان اسی کے نام منسوب ہے اس طرح "تذکرۂ شمع انجمن" "صبح گلشن" "ریاض الافکار" "تذکرۃ الخواتین" وغیرہ مین اس دیوان کو زیب النسا بیگم ہی کی یادگار بتایا گیا ہو اور عرفاً و تقلیداً یورپین مستشرقین (مثلاً ڈاکٹر اسپرنگر[1] ڈاکٹر ریو[2]، مسز وسٹبروک[3] وغیرہ) نے بھی اس دیوان کو زیب النسار کے نام منسوب کیا ہو، علاوہ برین جتنی سوانحعمریان یا مضامین اس فاضلہ کے متعلق لکھے گئے ہین عموماً اُن سب مین "دیوان مخفی" کی داد زیب النسار کو دی گئی ہے، لیکن یہ امر تحقیق طلب ہو کہ کیا واقعی یہ بیگم دیوان ہذا کی مؤلفہ ہے؟ اس امر کا جواب یکایک نفی یا اثبات مین نہین دیا جا سکتا اور نہ زمانہ کے فیصلہ کو فوراً دو لفظون مین مسترد کیا جا سکتا ہے، بلکہ اس کے متعلق کماحقہٗ تحقیق کرنی ہو گی اور اس دریافت و تحقیق کا جو نتیجہ ہو گا اُس کو پیش نظر رکھکر اس سوال کا جواب دینا ہو گا کہ "دیوان مخفی" زیب النسار کا کلام ہے یا نہین؟ اس لئے اب مین اس تحقیق کی طرف متوجہ ہوتا اور پہلے

---

[1] فہرست کتب قلمی موجودہ کتب خانہ شاہ اودھ ص۱۱۴

[2] فہرست کتب فارسی (قلمی) موجودہ برٹش میوزیم لندن ص۷۰۲

[3] اس خاتون نے "دیوان مخفی" کی اوّل پچاس غزلون کا انگریزی ترجمہ معہ دیباچہ، وزڈم آف دی ایسٹ سیریز (Wisdom of the East Series) مین "دیوان زیب النسا" کے نام سے شائع کیا ہے،

"بیرونی" شہادتین پیش کرکے دکھانا چاہتا ہون کہ دیوان مذکور کو زیب النسار کے نام منسوب کرنے کیلیے کوئی "تاریخی" ثبوت موجود نہین۔

اس مین کلام نہین کہ اس بیگم کے کمالات علمی کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہو اور یہ بھی واقعہ ہے کہ وہ علم و فن مین یکتا تھی اور علما، فضلا، اور شعرا کی قدر کرتی تھی، چنانچہ خود مآثر عالمگیری اس کے متعلق یون گویا ہے[1]:-

"و از تحصیل علوم عربی و فارسی بہرۂ تمام اندوختہ و از اقسام خطوط نستعلیق و نسخ و شکستہ نصیبۂ وافی حاصل کردہ و از بسکہ ہمت قدسی نہمت آن قدر شناس رتبۂ علم و ہنر بجمع کتب و تصنیف و تالیف مصروف بود و عنان توجہ بترفیہ حال ارباب فضل و کمال معطوف، در سرکار علیہ کتابخانہ گرد آمدہ بود کہ بنظر ہیچ یکے در نیامدہ باشد و بسیارے از علما و فضلا و صلحا و شعرا و منشیان بلاغت وثار و خوشنویسان سحر نگار باین ذریعہ کامیاب افضال آن صدر آرائی مشکوی عزت و جلال بودند، چنانچہ ملا صفی الدین اردبیلی بموجب امر علیہ در کشمیر سکونت گرفتہ بخدمت ترجمۂ تفسیر کبیر کہ مسمی بزیب التفاسیر است[2] اقدام داشت و دیگر رسائل و کتب بنام نامیہ ترتیب یافتہ است"

---

[1] مآثر عالمگیری مؤلفہ محمد ساقی مستعد خان مطبوعہ کلکتہ (۱۸۷۱ء) ص ۵۳۸

[2] اس تفسیر کے متعلق عام طور پر یقین کیا جاتا ہو کہ اب ناپید ہے، لیکن یہ ایک حد تک غلط کیونکہ اس کے اجزا اب بھی باقی ہین، چنانچہ بوڈلین لائبریری (اکسفورڈ) مین اس ضخیم تفسیر کا پانچوان حصہ موجود ہے اور ۶۱۶ صفحات پر ختم ہوا ہی، خاتمہ پر یہ تاریخ درج ہی

خرد بہر تاریخ گفتا کہ شد ؎ ز لطف ازل جلد پنجم تمام

اس سے پتہ چلتا ہو کہ یہ حصہ ۱۰۸۱ھ مین مکمل ہوا، اور بوڈلین لائبریری مین جو نسخہ ہو وہ بھی ۱۰۸۱ھ کا لکھا ہوا ہی، اس لیے ڈاکٹر ایتھے کا (جنھون نے اس کتبخانہ کی فہرست تیار کی ہی) خیال ہے کہ یہ نسخہ خود مؤلف کے ہاتھ کا لکھا ہے،

اسی طرح دوسری ہمعصر تاریخین مثلاً مرآت العالم[1] اور تاریخ عالمگیری[2] المعروف بہ مرأت جہان نما بھی اُسکے کمالات علمی کو سراہتی ہین، لیکن تعجب ہو کہ نہ صرف ان تاریخون بلکہ اس عہد کی دوسری تاریخون اور تذکرون مین بھی اسکی شاعری یا اُس کے "تخلص" کا کہین ذکر تک نہین۔ اگر وہ واقعی صاحب دیوان ہوتی، اور مخفی تخلص کرتی تو شیر خان لودی (مؤلف مرات الخیال) اور افضل الدین سرخوش (مؤلف کلمات الشعرار) جیسے معتبر اور معاصر تذکرہ نویس اسکا ذکر کئے بغیر نہین رہتے، پھر یہ کہ صرف عالمگیر کی آفیشیل ہسٹری (مآثر عالمگیری) اگر خاموش رہتی تو خیر لیکن حیرت تو یہ ہے کہ عالمگیر نامہ (مؤلفہ خافی خان) اور منتخب اللباب (مؤلفہ کاظم بن امین آمنشی) نے اس امر کے متعلق سکوت اختیار کیا ہی، اس لیے سمجھنا چاہئے کہ اگر زیب النسار اس فن (شاعری) کو بھی سراہتی اور وہ واقعی صاحب دیوان ہوتی تو اُسکے معاصر اس لطیف ذکر مین بھی پیش پیش رہتے لیکن تعجب ہے کہ وہ تو اشارۃً بھی اس امر کے متعلق کچھ نہین کہتے لیکن ہمارے جدید تذکرہ نویس اور مؤلفین حیات زیب النسار اس بیگم کا تخلص مخفی اور اسکو دیوان مخفی کا مؤلف کہکر ع بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را کے مصداق بن رہے ہین، آخر اسکی وجہ کیا؟ یہان اس کے جواب کا موقع نہین، لیکن اس قدر ضرور متحقق ہے کہ کوئی مستند "بیرونی" شہادت دیوان مذکور کو زیب النسار کے نام منسوب کرنے کیلئے نہین پیش کیجا سکتی،

اب اگر اس دیوان کو بغور دیکھا جائے تو اُسکا انداز خود کہدیگا کہ اس بیگم پر وہ زیب نہین دیتا لیکن مزید برآن بعض "اندرونی" شہادتین ایسی ہین جنکو پیش نظر رکھکر ہرگز یہ دیوان زیب النسار کی یادگار نہین سمجھا جا سکتا، لیکن قبل اس کے کہ مین "اندرونی" شہادتون پر بحث کرون اور دیوان ہذا سے اسناد پیش کرون مجھے یہ بتا دینا ضرور ہے کہ دیوان مذکور کے قلمی و مطبوعہ نسخے عام طور پر

---

[1] مرات العالم قلمی موجودہ بوہار لائبریری کلکتہ ص ۲۰۵

[2] مرات جہان نما قلمی " " " ص ۵۰۸

ملتے ہین، اور بظاہر اُن مین چندان اختلاف نہین، چنانچہ مضمون ہذا کی تحریر کے وقت "دیوان مخفی" کے پانچ نسخے میرے پیش نظر ہین جن مین تین قلمی اور بقیہ دو مطبوعہ ہین، مطبوعہ نسخون مین ایک نولکشور پریس کا ہے اور دوسرا مجیدی پریس کانپور کا چھپا ہوا ہے، لیکن ناظرین کی سہولت کے لئے مین نے یہی بہتر سمجھا کہ کسی مطبوعہ نسخہ کا حوالہ دون، اس لیے آئندہ اوراق مین جو حوالہ (متعلق بصفحات) ہوگا وہ زیادہ تر کانپور کے مطبوعہ نسخہ سے (جو نولکشور سے زیادہ صحیح ہے) ہوگا۔

اس ضمنی بیان کے بعد اب مین ان "اندرونی شہادتون" کو پیش کرتا ہون جن کا ذکر مین نے گذشتہ صفحات مین کیا ہے وہو ہذا:

"دیوان مخفی" منسوب بہ زیب النساء کے ص ۱۱۸ پر ہے ؎

بوعلی روزگارم از "خراسان" آمدم | از پئے "اغراض" بر درگاہ "سلطان" آمدم

حیرتے دارم کہ یارب اندرین گرداب ہند | طوطی فکرم پئے شکر ز رضوان آمدم

بسکہ در یادِ وطن نادیدہ ماتم داشتم | تا بدامان دلم چاک گریبان آمدم

یہ اشعار صاف کہتے ہین کہ یہ "مخفی" کوئی اور ہے جو اپنے "اغراض" لیکر خراسان سے ہندوستان آیا ہے، لیکن زیب النساء تو ہندوستان مین پیدا ہوئی اور یہین مری، اُس کو خراسان سے کیا نسبت ؏

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا،

یہی مخفی دوسری جگہ اپنے وطن کو صاف طور پر بتا دیتا ہے کہتا ہے (ص ۱۰۷) ؎

تو از ملک خراسانی با صطرخ از وطن داری | بخواب شب اگر دیدی غم ہندوستان بینی

صرف ان اشعار پر موقوف نہین بلکہ اس "دیوان" مین بیسیون شعر آپ کو ایسے ملین گے جن سے یہ امر اچھی طرح واضح ہو جائیگا کہ یہ مخفی کوئی اور ہی غریب الوطن ہے جو وارد ہند ہے اور تمنا ئے وطن مین مضطرب ہے، اس مضمون کے بعض اشعار ملاحظہ ہون ؎

[ص۳۶] محنیا چند بدل حسرت دیدار وطن | عنقریب است کہ در خاک فنایت وطن است

[ص۳۹] گرفتارے کہ مرغ دل بزیر پیرہن دارد | زخون دیدہ دامان رالبہ زرشک چمن دارد

زخان ومان چو بگذشتی چہ درگلشن چہ درگلخن | گرفتار محبت ہر کجا افتد وطن دارد

دل غم دیدۂ مخفی زبار غم ہمی نالد | فغان از ناتوانی ہائے جان خویشتن دارد

[ص۶۱] نادان اگر نبودے در ملک ہند مخفی | اجزائے عمر خود را شیرازہ گم نمی کرد

[ص۶۵] بر چہرۂ مراد خود آن را نقاب گیر | مخفی بیا بعرصۂ دیوان ملک ہند

[ص۶۵] در دل اہل دلے شاید کند مخفی اثر | در نشاپورک نوائے راست را آہنگ ساز

[ص۷۲] زجرم معصیت مخفی بسی آلودہ دامانم | نگیرد از خجالت دامنم را در سقر آتش

[ص۹۵] آفرین بر جگرم باد کہ در کشور ہند | سکۂ نقد سخن رائج ایران زدہ ام

[ص۱۰۳] وجود بیوجود من بمن ہموارہ در جنگ است | کہ مشت استخوانش را برم سوئی خراسانش

[ص۱۰۴] دل آشفتۂ مخفی بفن خود ارسطو لیست | بہند افتادہ است اما خراسانست یونانش

درین کشور زبونیہائے طالع ناقصش دارد | وگرنہ در ہنر ہندی نباشد ہیچ نقصانش

[ص۱۱۱] امشب شب عید است و من بمحاق اندر | مخفی نظرم سوئی خراسان و عراق است

یقین ہے کہ اشعار بالا کو پڑھکر، زیب النسار کو مخفی کے نام سے منسوب کرنے کی کوشش نہیں کیجائیگی بلکہ ماننا ہوگا کہ یہ مخفی کوئی اور ہے، جو ہندی نہیں بلکہ ایرانی ہے، اوسکا وطن باصطرخ ہے، اور خراسان سے ہندوستان آیا ہے، اور یہاں آنیکی غرض جلب منفعت ہے، چنانچہ خود کہتا ہے، ع

از پئے "اغراض" بر در گاہ "سلطان" آمدہ

اب یہ امر دریافت طلب ہے کہ یہ "سلطان" ہے کون؟ اس کا جواب بھی خود دیتا ہے، سہ

بر در سلطان عصر حیف ندارم دگر | تا کہ رساند بعرض مقصد ارکان آمدہ

ثانیٔ صاحبقران بادشہ انس و جان آنکہ فلک سر نہد بر خطِ فرمان او

یہ صاحبقرانِ ثانی "شاہجہان" ہے، جس کے عہد مین مخفی ہندوستان آیا، لیکن اس غریب الوطن کو یہان کی ہوا راست نہین آئی اور دوران قیام مین طرح طرح کی مصیبتین اٹھائین، جب یہ مصیبتین ناقابل برداشت ہوگئین تو مجبوراً وطن مالوف کو لوٹ جانے پر آمادہ ہوا۔ چنانچہ کہتا ہے ؎

وجودِ بیوجودِ من بمن ہموارہ درجنگ است کہ مشت استخوانش را برم سوئی خراسانش

مگر یہان کی سرزمین شاید بہت سخت گیر تھی کیونکہ عرصہ تک اس کو پکڑے اور جکڑے رہی۔ اسی غربت مین اس بیچارے پر ایک نئی مصیبت نازل ہوئی، وہ یہ کہ دشمنون نے اس کے خلاف سازشین کرنا شروع کین، اور یہ غریب الوطن اُن ریشہ دوانیون کا شکار ہوا، اور بالآخر نوبت قید تک پہنچی۔ اس "قید خانہ" مین بیٹھکر مخفی نے بہت سی غزلین کہین، اور اُن مین اپنا دکھڑا رویا۔ بعض اشعار ملاحظہ ہون (ص ۲۳) ؎

عشق سودائے جنونم باز دامنگیر شد رشتۂ دانائیم در پائے من زنجیر شد

شد جنان کوتاہ عمرِ عافیت در دورِ ما کز فراقِ دیدنِ روئے جوانی پیر شد

مژدہ دہ بادِ صبا از ما بارباب نشاط کز سرِ تنگ ما زمین ہند چون کشمیر شد

نیست امید رہائی تا بروز رستخیز خاک غربت ہر کرا در ہند دامنگیر شد

دوسری جگہ کہتا ہے (ص ۳) ؎

کشاید ہر کہ بند دد ہر بر دیت مخور مخفی غم و مردانہ می باش

اور غالباً اسی اسیری سے تنگ آکر اس نے یہ شعر بھی کہا ہے (ص ۲۲) ؎

از گدایانِ توام "شاہ خراسان" مددے کہ چو مرغان حرم در حرمت جاگیرم

لیکن یہ شعر بعض حیثیتون سے اہم ہے، کیونکہ اس سے مخفی کے مذہب پر روشنی پڑتی ہے،

اور یہ امر اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ وہ اثنا عشریہ تھا کیونکہ "شاہ خراسان" سے یقیناً حضرت امام رضا مراد ہین[1]، اور زیب النسار چونکہ سنی (اور اورنگ زیب کی بیٹی) تھی اس لیے یہ شعر اوسکی طرف منسوب نہین کیا جا سکتا۔

اسی سلسلہ مین چند شعر اور ملاحظہ ہون ؎

دردا کہ از قید ستم آزاد نگشتم | یک لحظہ زغمہائے جہان شاد نگشتم

شکوہ از بیگانگان و آشنایان چون کنم | مخفیا روز ازل بخت زبونم دادند

وگر مخفی چہ فکر نام و ننگ است | حریفان چون ترا بدنام کردند

لیکن لطیفہ یہ ہے کہ اُس مخفی (خراسانی) کی اسیری کی غزلین زیب النسار کے واقعۂ

[1] امام رضا کو عموماً اسی لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور فارسی و اُردو شاعری مین اس کی مثالین عام ہین، اس وقت اُردو فارسی کی صرف ایک ایک مثال پر اکتفا کرتا ہون۔ حضرت عطار لسان الغیب مین فرماتے ہین ؎

"شہ من" در خراسان چون دفین شد | ہمہ ملک خراسان انگبین شد

بوقت کودکے من سیزدہ سال | بمشہد بودہ ام خوش وقت خوشحال

مرزا دبیر ایک مرثیہ مین کہتے ہین ؎

کیا "شاہ خراسان" کی زیارت کا شرف ہے | فردوس کا رُخ زائر مولا کی طرف ہے

مدفون جہان موسیٰ کاظم کا خلف ہے | اُس خاک کا جو ذرہ ہے سو دُر نجف ہے

اس تختہ دیبا پہ اگر عرش برین ہے

حقا وہ زمین ہے وہ زمین ہے وہ زمین ہے

اسیری[1] کے ساتھ منسوب کی گئی ہین، اور مؤلف "حیات زیب النسار" تو اُن کو زیب النسار ہی کی زبان سے پڑھتے ہین، یہ روایت مان لی جاتی لیکن اشعار بالا کو اگر گذشتہ اشعار کے ساتھ پڑھا جائے تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ اُن مین جو شکایت کیگئی ہے اُسی کار ناان غزلون مین بھی ہے پھر مندرجہ ذیل اشعار سے جن مین مخفی، خانِ دوران فیروزہ خان سے ہم وطنی کا واسطہ دیکر قید سے رہائی کی درخواست کر رہا ہے بالکل واضح ہو جاتا ہی کہ یہ "مخفی" زیب النسا نہین بلکہ کوئی اور ہے، (ص۱۰۱) ؎

سپہر منزلتا صاحبا بداد آور　　شکوہ دولت و فیروزہ خانِ دورانی
زروی لطف تبقصیرِ من قلم درکش　　کہ باتو ہست مرانسبتِ خراسانی

اب اگر دیوان کے اور اشعار کو دیکھا جائے تو اُن سے معلوم ہوگا کہ مخفی کی یہ درخواست قبول ہوئی اور وہ رہا کر دیا گیا۔ کہتا ہے (ص۱۰۱) ؎

بہ تہمت کردہ در زندان مرا دشمن، بحمد اللہ　　بزور صبر بشکستم کلیدِ قفلِ زندانش

مکن آشفتگی کن یادِ ایامِ گرفتاری　　کہ از زندانِ دلگیری برون آوردرفیقانش

مشو دل شاد اے مخفی زمرگِ دشمنانِ خود　　بیاد آور ازان روزے کہ خود را دمیان بینی

اس قید سے رہائی کے بعد مخفی بنگالہ چلا آیا، چنانچہ ایک شعر مین کہتا ہے ؎

جستجو کردم بسی مخفی چو در گردابِ ہند　　نشۂ آسودگی جائے بجز بنگالہ نیست

لیکن دوسرے اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ شاعر کو جب زمین ہند تنگ نظر آئی تو اوسکی نگاہین

---

[1] سنہ ۱۰۹۱ھ مین شہزادہ اکبر باغی ہو کر راجپوتون سے مل گیا، عالمگیر کو شبہہ ہوا کہ زیب النسار بھی اس سازش مین شریک ہی، چنانچہ اسی بنا پر اُسکو قلعۂ سلیم گڑھ (دہلی) مین نظر بند کر دیا۔

بیت الحرم پر پڑنے لگین، اور وہین امان کی صورت نظر آئی چنانچہ ایک شعر مین "رسول عربی" کو مخاطب کرکے کہتا ہے (ص ۱۱۱) ؎

بستہ ام از دل و جان نیت طوف حرمت
گر دہد پیک اجل فرصت ازین طوفانم

یا رسول عربی جذبۂ شوق، کہ چو ابر
سالہا شد بہ تمنائے درت گریانم

یہ تمنا بالآخر پوری ہوکر رہی، اور مخفی کو زیارت کعبہ نصیب ہوئی کہتا ہے ؎

از در حجرۂ تو تا بدر روضۂ خلد
صف زدہ خیل ملک بہر شفاعت بنگر

مخفیٔ عاصی و عاجز تو دار د اُمید
نیست جز در گہ تو پشت و پناہی دیگر

این سیہ رو بامید عطا آمدہ است
بامیدت ز کجا تا بکجا آمدہ است

ص ۱۷۰

مقصد تو ئی ز کعبہ ور نہ نکردے ہرگز
مخفی ز بہر خانہ قطع این قدر منازل

ص ۱۷۱

اگر در گلشن عشرت ندارم راہ ای مخفی
بحمد اللہ کہ باے گوشۂ بیت الحرم دارم

مندرجۂ بالا اشعار کو پڑھکر اب کون کہہ سکتا ہے کہ یہ مخفی زیب النساء ہے اور یہ "دیوان" اسکی یادگار ہے،؟ بلکہ یقین ہے کہ وہ لوگ بھی جو ضرورت سے زیادہ "قدامت پسند" واقع ہوئے ہین، ان بدیہیات سے انکار نہین کرینگے۔ لیکن اس جگہ مین یہ واضح کردینا چاہتا ہون کہ دیوان مذکور مین ایک غزل اور ایک رباعی ایسی ضرور ہے جو بہرحال اس مخفی کے نام منسوب نہین کیجاسکتی اُس غزل کا مقطع ہے ؎

دختر شاہم ولیکن رو بفقر آوردہ ام
زیب و زینت بس ہمینم نام من زیب النساست

اس مقطع مین مخفی تخلص کا نہ ہونا اس شبہہ کو اور بھی متیقن کرتا ہے کہ زیب النسار مخفی تخلص نہین کرتی تھی بلکہ اگر وہ واقعی غزلین کہتی تھی تو اُن مین اپنا نام دیتی تھی۔ لیکن ہمین تو اسی مین شبہہ ہے کہ وہ غزلین کہتی بھی تھی یا نہین،

اور مذکورہ رباعی یہ ہے ؎

بلبل از گل بگذرد گر در چمن بیند مرا　　بت پرستی کے کند گر برہمن بیند مرا

در سخن پنہان شدم مانند بو در برگ گل　　ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

ایشیاٹک سوسائٹی (کلکتہ) کے کتب خانہ مین "دیوان مخفی" کا ایک قابل قدر قلمی نسخہ ہے، جو بعض حیثیتون سے دیوانِ مذکور کا بہترین مصور نسخہ سمجھا جاتا ہے، اس مین یہ مشہور رباعی بھی درج ہے ؎

بشکند دستے کہ خم در گردن یارے نشد　　کور بہ چشمے کہ لذت گیر دیدارے نشد

صد بہار آخر شد و ہر گل بفرقی جا گرفت　　غنچۂ باغ دلِ ما زیب دستارے نشد

لیکن آخر الذکر دو رباعیون کے متعلق بھی شبہہ ہے کہ وہ زیب النسار کی ہین یا نہین، کیونکہ یہ دونون رباعیان ناصر علی وغیرہ کے سلسلۂ واقعات مین شامل ہین اس لیے اُن کی صحت مین شبہہ ہوتا ہے اور بعید از قیاس نہین کہ قصہ نویسون نے اپنے فسانون کو چمکانے کے لئے اُن کو زیب النسار کے نام منسوب کر دیا ہو۔ بہر کیف یہ دو رباعیان اور وہ ایک غزل اگر زیب النسار کی مان بھی لیجائے تو اس دیوان کا بقیہ کلام کسی طرح کلام زیب النسار مانا نہین جا سکتا۔ اور اس ایک غزل اور ان دو رباعیون کا دیوانِ مذکور مین ملنا اس امر کا ثبوت ہو کہ لوگون نے محض خوش عقیدگی کی بنا پر "دیوان مخفی" کو زیب النسار کا کلام سمجھکر، ان اشعار کو بھی جو اُس کے نام منسوب تھے یا خود اس کے تھے، اس مجموعہ مین شامل کر لیا،

جب یہ امر متحقق ہو کہ "دیوان مخفی" کلام زیب النسار نہین تو اب یہ دریافت کرنا ہے کہ یہ مخفی ہو کون؟ اس نام کے بہت سے شاعر ہوئے ہین لیکن دیوان مذکور اُن مین سے کسی ایک کے نام منسوب کیا

جا سکتا کیونکہ اس صورت مین بعض "تاریخی" دقتین پیش آجاتی ہین اور "اندرونی" شہادتین اس کے خلاف ہوتی ہین اس لیے ہمین ایک ایسے شاعر کی تلاش ہے جو "شاہجہان" کا ہمعصر ہو،

اکثر تذکرون اور کتب تواریخ، مثلاً مرأت آفتاب نما، مجمع النفائس، ریاض الافکار، تذکرۂ تقی اوحدی، صبح گلشن، اور ریاض الشعراء وغیرہ مین اُس عہد کے ایک شاعر، مخفی رشتی کا ذکر آتا ہے کہ وہ امام قلی خان، حاکم فارس کے دربار مین رہ چکا تھا۔ والہ داغستانی ریاض الشعرا مین اوسکی نسبت یون تحریر کرتا ہے [۱]:-

"مولانا مخفی رشتی، — شام مرزا مغفور در تذکرۂ تحفۃ السامی این قطعہ را از وے ذکر کردہ ...... و مرزا طاہر نصرآبادی نیز در تذکرۂ خود ذکر وے باین طرز نمودہ کہ در عہدت امام قلی خان سلگیر بگی، بہ فارس می بود، چون بسیار حقیر جثہ بود بکوکنار عادت مفرطے داشت کہ آن نیز علاوہ ضعف سبب کاہش بدنش گشتہ بود۔ روزی خان بوے کہ بیشتر موجب کاہش جسم شما مداومت کوکنار است، وے در جواب بعرض رسانید: بسبب کوکنار نیست، جہت آن این است کہ از بس مردم در صدر مکاتیب بیک دگری نویسند "مخفی نمانا" ولہذا بنفرین خلق باین صورت شدہ ام؛ و تقی اوحدی در تذکرۂ کعبہ عرفان نوشتہ کہ درین اوقات در ہند باشد۔ جمع دراحوال اقوال اینہا باین نحو می تواند شد کہ از زمان شاہ طہماسپ مغفور تا زمان شاہ عباس مبرد بایران بودہ شد ولہذا از مصاحبت امام قلی بند آمدہ باشد،

دوسرے تذکرون کا بھی کم و بیش یہی بیان ہے اور ان سب سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مخفی عرصہ تک امام قلی خان کی مصاحبت مین رہا اور عہد شاہجہان مین ہندوستان آیا۔ شاہجہان نے ۱۰۳۷ھ سے ۱۰۶۸ھ (مطابق ۱۶۲۷ء تا ۱۶۵۸ء) تک شاہی کی، اور امام قلی خان نے ۱۰۲۳ھ (مطابق

[۱] ریاض الافکار قلمی موجودہ بوہار لائبریری ص ۵۹۶

۱۱۱۳ھ) مین قضا کی، اس لیے اس حاکم فارس کے بعد مخفی کا عہد شاہجہان مین ہندوستان چلے آنا بالکل قرین قیاس ہے اور اسکا ثبوت مندرجہ بالا اشعار مین موجود ہے جسکا ایک مصرعہ ہے ع ثانی صاحبقران بادشہ انس و جان، اس لیے یہ بات بہت زیادہ متیقن ہے کہ یہی مخفی "دیوان مخفی" کا مالک ہی اور اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ تمام قدیم تذکرہ نویسون نے مخفی رشتی کے حالات لکھنے کے بعد اوس کا جو کلام نقل کیا ہے وہ موجودہ دیوان مین موجود ہے اس لیے یہ امر یقینی ہے کہ موجودہ "دیوان مخفی" بحیثیت مجموعی اسی مخفی رشتی کا ہے اور چونکہ دربار ہند مین وہ غریب پوچھا نہ گیا اس لیے اُس کا کلام اورون کی طرح مشہور نہ ہو سکا اور ایک حد تک مخفی مگر محفوظ رہا. وہ دیوان ادھر کے غیر محقق مصنفین کے ہاتھ لگا اور اُسے دیکھے اور سمجھے بغیر غالبًا محض مخفی کی رعایت کی بنا پر اس بیگم کے نام منسوب کر دیا!!

عجب نہین کہ اس انکشاف سے ہمارے "شاعرانہ" جذبات کو صدمہ پہنچے اور ہمارے حسن عقیدت مین کچھ کمی ہو جائے، لیکن بدیہیات سے انکار نہین کیا جا سکتا، اور گو ہمارے دماغ مین زیب النسار کے خد و خال کی تصویر کیسی ہی ہو، لیکن یہ ماننا ہو گا کہ "تاریخی" زیب النسار ہمارے نگارخانۂ خیال سے بالکل مختلف ہی، اور گو یہ امر افسوسناک ضرور ہے کہ آج اوسکی تالیفات و تصنیفات کا ایک ورق بھی موجود نہین، لیکن یہ اس سے زیادہ قابل افسوس ہو کہ کسی غیر کی تالیف کی داد ایک "غیر مستحق" کو دیجائے،

لیکن ناظرین کو سنکر حیرت ہو گی کہ "دیوان مخفی" کی داد تو زیب النسار کو مل ہی رہی تھی، اب کچھ عرصہ سے "مونس الارواح" کی تالیف کی داد بھی اوسکو دی جا رہی ہے۔ اور اس انکشاف جدید کا سہرا آگرہ کے "مجلہ علمیہ ادبیہ" کے رئیس القلم حضرت نیاز فتحپوری کے سر ہے۔ لیکن ہمارے مولنا کو شاید معلوم نہین کہ "مونس الارواح" جہان آرا (دختر شاہجہان) کی "مشہور" تالیف ہی، اور در اصل اس اخلاص و عقیدت کا ثمرہ ہے جو اس فاضلہ کو حضرت نظام الدین اولیا سے تھی؛ اس لیے "مونس الارواح" کو زیب النسار کے نام سے منسوب کرنا سخت ظلم ہے، اور جہان آرا کے ساتھ سراسر نا انصافی!

تلخیص و تبصرہ

مسیحیت اور اسلام

صدیون سے مسیحیت اور اسلام کے تعلقات خونی چلے آتے ہین، دنیا کی پر امن زندگی کی تخریب مین یہ عنصر بھی ایک بڑی حد تک کام کرتا نظر آتا ہی تاہم ہلال و صلیب متحد ہو سکتے ہین، انکا اتفاق ایک خوشگوار امکان ہے اور ایک قابل مضمون نگار کا خیال ہو کہ ان دونون کا اختلاف کوئی لازمی شے نہین، اور اگرچہ ایک دوسرے کو بدنام کرنے کے لئے بہت کچھ کہہ سکتے ہین تاہم وہ ایک دوسرے سے ایک بڑی حد تک عفو و درگذر بھی کر سکتے ہین" دی لٹریری ڈائجسٹ نے ان الفاظ کے ساتھ جس مضمون نگار کا تعارف کیا ہو وہ پروفیسر آرنلڈ جے ٹائنبی ہین، وہ لندن یونیورسٹی مین بازنطینی اور جدید یونانی زبان، ادبیات اور تاریخ کے استاد ہین، اونھون نے "یونان و ترکی کا مغربی مسئلہ" کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی ہو، اور پیرس کی مجلس صلح کے ایک رکن تھے، ان کے خیال مین اگر اسلام نے مسیحیت کے ساتھ ناانصافی کی ہے تو مسیحیت بھی ہمیشہ اسلام کے مقابلہ صحیح عیسائیت نہین رہی ہے مذکورہ بالا اخبار لکھتا ہے،

"اکثر اشخاص کو ان دونون نامون کے باہمی تعلقات مین وہ وسیع خلیج نظر آتی ہے جو شاید کبھی بھی عبور نہین کیجا سکتی، لیکن پروفیسر آرنلڈ جے ٹائنبی، کا جنھون نے مشرق اقصے اور اس کے اہم مسائل کا مطالعہ کیا ہے، خیال ہو کہ "حضرت عیسیٰؑ اور آنحضرت صلعم کی اخلاقی و فلسفیانہ تعلیمات جو ان کے خلفاء اور جانشینون کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہین، ایسی نہین ہین کہ ان کے اتحاد و اتفاق مین سد راہ ثابت ہون" اختلاف کی وجہ پروفیسر موصوف کے نزدیک یہ ہے کہ مذہب کے درخت مین

مختلف عقائد کی شاخون کا عجیب طریقہ سے اضافہ کردیا گیا ہے" نیویارک کے رسالہ ایشیا مین، اسی موضوع پر لکھتے ہوئے پروفیسر موصوف نے چند تاریخی مثالین بھی نقل کی ہین جن مین بتایا ہے کہ اسلام عیسائیت کو کیون اس کا مجرم سمجھتا ہے کہ اس کے پیرؤن نے اس کی اصلی تعلیم فراموش کردی، مثلاً مسلمانون کو صلیبی جنگ کے متعلق عجیب وغریب جوش و طرز عمل کی کوئی وجہ سمجھ مین نہین آتی، وہ ۱۰۹۹ء کے عیسائیون کے اس طرز کا جو انھون نے بیت المقدس کی فتح پر روا رکھا تھا، حضرت عمرؓ اور صلاح الدین کے شریفانہ ورحیمانہ برتاؤ سے مقابلہ کرتے ہین، وہ اندلس کے مسلمانون کی دردناک شہادت کو پیش کرتے ہین، جس سے ایک مسلم بھی جان بر نہ ہوسکا اور اس کے ساتھ ایشیائے کوچک کے قتل عام، جبری تبدیل مذہب کے افسانے پیش کرتے ہین" تاریخ اس قسم کے باہمی مظالم کے واقعات سے پر ہے، اور ہر جماعت کا خیال ہے کہ "دوسری جماعت کی بربادی دنیا کو گلزار بنادیگی، اسلام، دنیا کو مسیحی بنانے مین ایک بڑی رکاوٹ ہے اور مسیحیت، اس عالم کو مسلم کرنے مین ایک روک" اور غلط فہمی کی دوسری یہی وجہ ہے، ہر مذہب تمام دنیا پر محیط ہوجانا چاہتا ہے، اور مضمون نگار کی رائے مین یہ ناممکن ہے، ہان اسکی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ بزور ایسا کیا جائے، لیکن اس صورت مین یہ فعل نفس ان مذاہب کی رُوح کے خلاف ہوگا، پروفیسر لکھتا ہے کہ "درحقیقت" اس مقصد کے حصول کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ یہ مذاہب جس مشن کو لیکر آئے ان کو پیش نظر رکھکر دونون اختلاف کی تلوار کو میان مین رکھکر ایک دوسرے سے مل کر کام کرین"

اب سوال یہ ہے کہ کیا دونون جماعتین اس روحانی نقطۂ نظر سے ٹھیک اترتی بھی ہین یا نہین، تاریخ کی روشنی مین پروفیسر ٹائلبی یہ دکھانے کی کوشش کرتے ہین کہ مسیحیت کے پاس اپنے اظہار استحقاق کے لئے اسلام سے زیادہ سرمایہ نہین ہے، ان کے خیال مین دو صدیون پہلے تک "مغربی مسیحیت تمام دوسرے مذاہب سے کم آزاد اور زیادہ ناقابل برداشت تھی، مزید بران

اسپین نے میکسیکو اور پیرو کے قدیم تمدن کو اسی بیدردی سے برباد کیا جس طرح وہ جزیرہ نما آئبیریا مین اسلام کو تباہ کر چکا تھا، اور جاپان اور حبش کو پرتگالیون کا وہ تلخ تجربہ ہوا کہ بالآخر اُن کو ان حملہ آورون کو نکالدینا پڑا، لیکن اس کے بعد سے مسیحیت مین ایک نفسی انقلاب ہوا اور مبلغین نے مسیحی عقاید کی تعلیم کے بجائے غریبون کی حاجت روائی، بیمارون کی تیمارداری، اور حضرت عیسیٰؑ کی سچی تعلیم کے ذریعہ اپنا مقصد حاصل کرنا شروع کیا، پروفیسر موصوف کو اسی قسم کا انقلاب اسلام مین بھی نظر آتا ہی، اور اسکے ثبوت مین، عورتون کی بہتر حالت، امتیاز رنگ کی دوری، اور رسم غلامی کی تنسیخ پیش کرتے ہین؛

رنگ کے مسئلہ پر ہمارا خیال ہی کہ اسلام مسیحیت کو سبق دے سکتا ہی، اس حیثیت سے وہ اسلام سے بہت بری طرح پیچھے ہی اور اسی طرز عمل کا نتیجہ، افریقہ کے گرم ممالک مین جہان چالیس سالون سے انھون نے اپنے کاروبار جاری کر رکھے ہین صاف نظر آتا ہی، اور حقیقی مسیحیت کو کوئی جگہ نہین ملتی، اگرچہ یہان مسیحی فرقہ نے مسلم سپاہیون، تاجرون اور حاکمون کو مغلوب کر لیا ہی، لیکن اسلامی مبلغین نے ان کی مشنریون کو شکست دے رکھی ہی، کیونکہ جو شخص بھی ان کے حلقہ مین داخل ہوتا ہی وہ اسے بلا خیال رنگ و روغن سینہ سے لگا لیتے ہین اس کے برخلاف مسیحی ان کو اپنے سے دور رکھکر، گھر مین بیٹھے بیٹھے عیسائیت کی تعلیم دینا چاہتے ہین؛ اس حیثیت سے پروفیسر ٹائنبی اسلام کو راہ اصلاح پر چلتے ہوئے دیکھتے ہین اور خیال کرتے ہین کہ بالآخر دونون مل جائینگے، ان کا عقیدہ ہی کہ

"اگر صرف یہی صورت حال رہتی تو ایک خوشگوار نتیجہ یقینی تھا، لیکن دوسرے عناصر اس طرح کام کر رہے ہین کہ اس رفتار مین رکاوٹ پیدا ہونے کا خطرہ ہی، اس مین پہلی چیز یہ ہے کہ مغربی اثر، اسلامی کاشتون مین گلون کے ساتھ کانٹا بھی بو رہا ہے۔ مثلاً شراب نوشی اور اس کے ساتھ اسکے ترک کی سعی، معاشرتی مصائب اور کثرت ازدواج، گندگی اور صفائی، سرمایہ داری کی برائیان اور اس کے منافع، اور سب سے زیادہ بدترین قومیت کا مہمل خیال، ایسی چیزین ہین، جو ان کے محاسن

کی تاب کو ایک حد تک دھندلی کردیتی ہین، ان کے خیال مین اس اتحاد کے لئے سب سے زیادہ خطرناک شے "اتحاد اسلامی" کی تحریک ہی، اور یہی وہ چیز ہے جو خود مغرب سے حاصل کردہ ذرائع ڈاک وتار، جہاز اور ریل، تنظیم وترتیب عام سے مغرب کو برباد کرنا چاہتی ہی، یہ تحریک جنگ کو لازمی کیون بناتی ہی؟ اسکا جواب آسان ہی، اسلام ابھی تک مغرب کو دوستانہ اطمینان کی نظر سے نہین دیکھتا، اور پروفیسر موصوف اسی سے متاثر ہوکر تحریر فرماتے ہین،

"مسیحیت و اسلام کے اتحاد کے متعلق آخری علاج ہمارے ہاتھ مین ہی، اب تک ہم جتنی بھی رواداری کام مین لائے اسکا نتیجہ ظاہر ہوچکا ہی، لیکن اس رواداری کی بندشون اور خامیون نے اس کے برخلاف نتائج پیدا کرکے بے اطمینانی اور بے اعتمادی کی روح کو اتحاد اسلام کی صورت مین ظاہر کردیا ہی"

"جب کبھی اسلامی ومسیحی اغراض کے تصادم کا مسئلہ پیش ہوتا ہی، ہم خالص جانبدارانہ طریقہ اختیار کرلیتے ہین، ہم عیسائیون کی غلط کاریون کو سراہتے اور مسلمانون کے مصائب کو فراموش کردیتے ہین، ہم عیسائیون کی چھوٹی تکالیف کو عظیم اور مسلمانون کی خامیون کو ناقابل عفو جرم بتاتے ہین"

"مختصراً ہم اس عجیب پرجوش فرقہ کے ارکان ہین جو مذہبی تعصبات سے بالا ہونیکا مدعی ہے، لیکن ہماری آزادی ورواداری کیا ہے؟ اس کو ہم اپنے قوانین تک محدود رکھتے ہین اور ہمارے دل رحم سے خالی ہین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پس یہ صورت حالات قائم رہیگی اور اس کا تتبع غیر مفید ہوگا"

"ہم کو اس بے فائدہ تیراندازی سے کام نہ لیکر صحیح نشانہ پر نظر رکھنا چاہیئے، اسکی بہترین صورت یہ ہی کہ ہم اپنے دلون کو ٹٹولین کیونکہ مسئلہ کا حل صرف اسی پر موقوف ہی، اور یہی فیصلہ کرسکتے ہین کہ آیا مسیحیت و اسلام مین جنگ رہیگی یا صلح"

دیوار چین

دنیا کے ان قدیم عجائبات مین سے جنکو بظاہر پائداری اور استحکام کی غیر فانی زندگی حاصل ہی، ایک دیوار چین بھی ہی، افریقہ کے ایک گوشہ کو اگر اپنے اہرام پر ناز ہی، تو ایشیا کے اس دور دراز حصّہ کو اپنی کہنہ دیوار پر فخر ہے،

یہ دیوار چین کے شمال کو محیط ہی، اور منچوریا اور منگولیا (مغولستان) کے ملکون کو چین سے الگ کرتی ہی، اس دیوار کی تعمیر کی سب سے بڑی وجہ یہی سمجھ مین آتی ہی کہ شاید چینیون کو مغلون، اور تاتارون کے حملہ کا خوف برابر طاری رہتا تھا، اس لیے اس خطرہ کو ہمیشہ کے لیے دور کرنے کی خاطر یہ دیوار حدِ فاصل قائم کیگئی، اس خیال کی بنا پر سرسید مرحوم کا یہ نظریہ قائم ہی کہ **یاجوج وماجوج** سے مراد مغل وتاتار، اور **سدّ** سے مراد، یہی دیوار چین ہی اور **ذوالقرنین** چین کے ایک بادشاہ کا نام تھا،

یہ دیوار چین کے شمال، سمندر سے ایک ہزار دو سو پچاس میل دور ہی، پتھر اور اینٹ سے اسکی تعمیر ہی، اسکی بلندی ۲۰ فیٹ، چوڑائی نچلے حصّہ مین ۲۵ فٹ، اور اوپر مین ۱۵ فیٹ ہے، اسکی تعمیر مین جو مسالہ لگا ہی وہ اس قدر ہے کہ اُس سے کرۂ زمین کے چارون طرف چھ فیٹ کی چہار دیواری قائم کیجا سکتی ہے اس پر جو مصارف آئے ہونگے ان کے متعلق یہ اندازہ کیا گیا ہے، کہ اتنے صرف مین ایک لاکھ میل کی ریلوے تیار ہو سکتی ہی، اور پچاس لاکھ مزدور اس کے بنانے مین مشغول رہے ہونگے ان مین سے پہلے دس سالون مین ۵ لاکھ مرگئے،

اس ہولناک دیوار کے بانی ہونیکا شرف کس تاجدار کو حاصل ہی محققین اس کے جواب مین اختلاف رائے رکھتے ہین اور اسی طرح اسکی تعمیر کی تاریخ کی تعیین مین بھی اختلاف ہے، بعض علماء کی رائے ہے کہ یہ شہنشاہ چہیا و نفنا، کے عہد مین بنی ہے جو چین مین سب سے پہلا شہنشاہ تھا، اسی نے ۲۲۱ سنہ قبل مسیح

مین اس کو بنوایا تھا، دوسرونکی رائے ہی خاندان قسن کے پہلے شہنشاہ کے عہد مین ۲۰۰ قبل مسیح مین بنی لیکن دلائل سے جو امر زیادہ مرجح معلوم ہوتا ہی وہ یہ ہی کہ یہ تیسری صدی قبل مسیح کے اوائل مین تعمیر ہوئی ہے،

اصحاب الفکر فی الاسلام

کچھ مدت ہوئی کہ بمبئی کرانیکل کے ایک مضمون کے حوالہ سے فرانس کی ایک تازہ اسلامی تصنیف کا ذکر معارف مین آیا تھا، اب دمشق کے مجمع علمی عربی کے ماہوار رسالہ (شعبان ۴۰ھ) مین اس ضخیم تصنیف کا ذکر کسی قدر تفصیل سے آیا ہی،

فرنچ مستشرق بیرن کارادی دو Baron Carra de Vaux فرانس کے مشہور غیر متعصب علماء مین ہی جس کے قلم کی تحریرین اسلام اور مشرق کے متعلق مغربی الزامات اور شکوک کے دور کرنے مین ہمیشہ مصروف رہی ہین، مستشرق موصوف نے ایک وسیع سلسلۂ تصنیف "اصحاب الفکر فی الاسلام" Les penseurs de Islam یعنی اسلام مین ارباب دماغ" کے نام سے قائم کیا ہے جس مین اسلام کی سیزدہ صد سالہ تاریخ کے سلاطین، فاتحین، سپہ سالاران عساکر، علماء مؤرخین، فلاسفۂ متکلمین، اطباء، غرض ہر وہ صنف جس نے اسلام مین کچھ بھی امتیاز اور شہرت، کسی فن یا کارنامہ مین حاصل کی ہی، ان کے سوانح و حالات درج ہونگے،

یہ پورا سلسلہ پانچ جلدون مین تمام ہوگا، جن مین سے اپریل ۱۹۲۲ء تک دو جلدین شائع ہو چکی تھین، غالباً ایک سال کے عرصہ مین اوسکی کوئی اور جلد بھی شائع ہوئی ہوگی پہلی جلد مین ممتاز خلفاء اور سلاطین کے تذکرے ہین، اور بعض مسلمان مؤرخون کے حالات ہین، اور ایک مضمون اسلام کے "فلسفۂ سیاست" پر ہے

دوسری جلد مین عرب جغرافیہ نویسون، اور مسلمان علمائے ریاضیات وطبیعیات کے حالات ہین

مصنف نے ابن خلدون اور جاحظ کے حالات پوری تفصیل سے لکھے ہین، اور ابن خلدون کے کارنامون کی پوری داد دی ہی، اور یورپ کے علمائے حال کا ہمرتبہ اوسکو قرار دیا ہی، لیکن عربی شاعری پر مصنف کی نظر نہایت کوتاہ ہی اس لیے اُس پر نہایت اختصار سے کام لیا ہی،

دوسری جلد مین ریاضیات اور طبعیات کی اُن کتابون کا ذکر بھی کیا ہے، جن کو عربون نے دوسری زبانون سے ترجمہ کر دیا تھا، عربون کو علم ہیئت مین جو کمال حاصل تھا، اور اُن کی جن تصنیفات کا یورپ مین بزمانۂ قرون وسطیٰ ترجمہ ہوا، اور ہیئت و فلکیات کے جو آلات اونھون نے بنائے تھے، اور جو بعد کو یورپ مین رواج پذیر ہوئے، اُن کا بھی کافی مدح و ستائش کے ساتھ تذکرہ ہے،

کس قدر حیرت کی بات ہو کہ یورپ کی زبانون مین ہر سال اس قسم کے عنوانات پر مفید و محققانہ تصنیفات کا سلسلہ قائم ہے، لیکن خود اسلامی زبانون مین، خواہ وہ عربی ہو، ترکی ہو، فارسی ہو، اُردو ہو، کوئی ایک سلسلہ بھی ایسا نہین جو اپنے زباندانون کے لیے ضروری معلومات فراہم کر سکے، جی چاہتا ہو کہ اسلامی زبانون کی ایک مشترک علمی مجلس و کانفرنس کہین ان مقاصد کے لیے منعقد ہوتی، اور کسی ایک زبان مین اصل تالیف کا کام ہوتا اور بقیہ زبانون مین اس کے تراجم پھیلائے جاتے، لیکن "خواب خوش" سے زیادہ اس آرزو کی وقعت نہین ؟

اخبار علمیہ

فطرت کی پیدا کردہ جاندار مخلوق مین سب سے زیادہ، غیر فطری اور عجیب، وہ جانور ہی، جو علمی دنیا مین Ornithorynchus paradoxes کے نام سے یاد کیا جاتا ہی، معلوم ہوتا ہی کہ فطرت نے تمام پرندون اور جانورون کی خصوصیات ایک حیرت انگیز طریقہ سے اس مین جمع کردی ہین، یہ جانور تقریباً ۱½ الفیا ہوتا ہی، یہ خشکی کا جانور ہی لیکن پانی مین بھی رہ سکتا ہی، اس کے پیر اس قسم کے ہین کہ ان سے وہ تیر بھی سکتا ہی، اور زمین بھی کھود سکتا ہی، اس کے ایک لمبی دم ہوتی ہی، مگر دمدار جانورون کی طرح دانت رکھنیکے بجائے اس کے ایک لمبی، چپٹی، ہڈی دار چونچ ہوتی ہی، جانورون کی طرح بچے دینے کے بجائے وہ انڈے دیتا ہی، مگر جس طرح بچے انڈے سے نکل کر دانا چگنے لگتے ہین، اس کے بچے نہین چگتے بلکہ دودھ پیتے ہین، اور لطف یہ کہ اس کے کوئی تھن نہین ہوتا، بلکہ بچے جسم کے جس حصہ پر بھی چونچ لگادین دودھ آنے لگتا ہی، دنیا مین کوئی بھی چارپیر کا ایسا جانور نہین جس کے بالون کی جگہ پر ہون، ڈاکٹر ڈبلو، ٹی، ہارنڈے نے حال ہی مین اس عجیب المخلوقات پر عالمانہ خطبہ دیا ہی:

گرزیا اسٹریا کی مقامی مجلس نے یہ تحریک پاس کی تھی کہ ہر ہفتہ جس قدر اشخاص پولیس کو نشہ مین متوالے ملین، ان کے نام عام اعلانات کی جگہ چسپان کردئے جائین، اس قسم کی پہلی فہرست شایع ہوگئی ہے، اور امید ہی کہ اس صورت سے شراب نوشی مین بہت کچھ کمی ہوجائیگی،

بعض تنہا رہنے والون کو یہ شکایت تھی کہ جب ان کو کام سے جانا پڑتا ہے، تو وہ اپنا کمرہ

بند کرکے جاتے ہین، اور واپسی پر ان کو بند گندی ہوا کا مقابلہ کرنا ہوتا ہی، لیکن اب انجنیرون نے اس قسم کی کھڑکیان تیار کرلی ہین جنکا ایک حصہ اس طرح کھلا رکھا جاسکتا ہی کہ باہر کا کوئی آدمی اس کو کھول نہین سکتا اور ہوا بھی نہایت آسانی سے ہر وقت آجاسکتی ہی،

گذشتہ مارچ مین دنیا کی سب سے مشہور ایکٹرس سارہ برنہارڈ کی ۷۸ سال کی عمر مین موت ہوئی، مرتے وقت اس نے اپنے کفن کے متعلق بھی دریافت کیا جو ۴۰ سال سے ہر وقت اس کے پاس رہتا تھا،

حال ہی مین لندن کے جوہری بازار مین ایک موتی بکا ہی جو وزن مین ۱۰۰ گرین تھا اور اس کی قیمت ۴۷۰۰۰ پونڈ تھی؛

کپتان کک ۱۸ وین صدی کا مشہور سیاح گذرا ہی، گذشتہ ماہ مین اوسکی کتابین اور روزنامچے فروخت کئے گئے، ان کی خرید کے لئے لوگ آسٹریلیا سے بھی آئے تھے، چنانچہ کپتان موصوف کے ایک روزنامچہ کی قیمت ۵۰۰۰ پونڈ ادا کیگئی،

ریاستہائے متحدہ امریکہ کی سرکاری رپورٹ سے معلوم ہوتا ہی کہ گذشتہ ۱۲ مہینون مین ۱۵۵۳۰ آدمیون نے خودکشی کی، ان مین ۹۰۰۰ لڑکے اور لڑکیان تھین جن کی عمر پندرہ سے کم تھی، ڈاکٹر وارن کا خیال ہی کہ نوجوانون کی خودکشی کا اصلی سبب اونکی قبل از وقت شادی ہی، اعداد بتاتے ہین ۱۶۰۰۰ لڑکون ۱۲۰۰۰ لڑکیون کی شادی پندرہ سال قبل ہی ہوگئی، اور ۴۰۰۰۰ لڑکیان ۱۴ سال کی عمر مین مان ہوگئین، ان ماؤن مین سے ۲۲۰۰ نے خودکشی کی؛

نیویارک امریکہ مین، عورتون کی ایک کمیٹی قائم کیگئی ہی جو صرف عورتون کیلئے سواریان مہیا کرتی ہے، اوران کی چلانیوالی بھی عورتین ہی ہوتی ہین،

امریکہ مین ۰۰۰۰۰۵ عورتین انکم ٹکس اداکرتی ہین، انکی مجموعی آمدنی ۵۲۹۹۱۱۴۰۵ ۲ پونڈ ہے، ۵۵۸۷۷ وہ شادی شدہ خواتین ہین جو خود مستقل آمدنی پر ٹکس اداکرتی ہین، اور اس کی تعداد ۱۹۶۷۰۰۸۵ پونڈ تک پہنچتی ہی۔

اس وقت تک دنیائے ہوا مین سب سے زیادہ تیز رفتار فرانس کا طیارچی سدی سونتی تھا جو گھنٹہ مین ۲۳۵ میل سفر کرتا ہی لیکن اب امریکہ کا بہادر ہواباز لسٹر مٹیلنڈ اس سے بھی بازی لے گیا اور عموماً ۲۴۲ میل فی گھنٹہ سفر کرتا ہی اسکی سب سے تیز رفتار ۲۸۱ میل کی ہی،

ولسیٹ منسٹر کی اسپتالی نمائش مین مجلس صلیب احمر نے موٹے آدمیون کے لئے ایک کرسی بنائی تھی، اور انکی زیادہ چربی کو بجلی کی رو کے ذریعہ فی گھنٹہ ۲ پونڈ کے حساب سے کم کیا جاتا تھا، چنانچہ کئی آدمیون کی ۲۸ پونڈ چربی تین دنون مین کم کیگئی اور اونکی صحت و قوت پر کچھ بھی اثر نہ ہوا،

فرانسیسی ماہرین مصریات کا خیال ہی کہ لکسر مین جو مقبرہ برآمد ہوا ہی وہ توتن خمین کا نہین ہی بلکہ اس کے دوسرے جانشین ہارن ہیب کا ہے، حال ہی مین پروفیسر اڈورڈ نوبلے نے پیرس کی مجلس علمی کے سامنے اس موضوع پر ایک عالمانہ لکچر دیا اور اس مین اپنے اسی دعوی کو ثابت کیا ہے، اور بتایا ہے کہ ۱۹۰۸ء مین ایک امریکن نے ہارن ہیب کے مقبرہ کے نام سے جو جگہ دریافت کی تھی

دراصل وہی نوتن خمین کا مقبرہ ہے،

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا سخت افسوس ناک ہو کہ اس انکشاف کے روح رواں لارڈ کارنیورن کا مصر ہی مین بخار سے انتقال ہوگیا، اس پر تمام حلقون مین عجیب چہ میگوئیان ہورہی ہین، چنانچہ بہت سے روحانیت کے قائل لوگون کا خیال ہو کہ فرعون کی لاش کی کوئی ہمزاد حفاظت کرتا تھا یا اس پر کچھ نقوش اس قسم کے تھے جنکا اثر لارڈ موصوف پر مہلک ثابت ہوا،

مسٹر ٹی ڈبلو، برنس نے بلجیم آفریقی علاقہ سے جنگلی آدمیون کی تصاویر شائع کی ہین، اوس علاقہ کے عام باشندے ان کے مقابلہ مین بے حقیقت معلوم ہوتے ہین، ادسکا وزن ۴۵۰ پونڈ ہے،

ہندوستان کی سب سے زیادہ دودھ دینے والی گائے ادنا ہو، اس نے ۳۶۰ دنون مین ۱۵۳۲۴ پونڈ دیا ہو، ایک ہفتہ مین ۴۲۳ پونڈ اور ۳۰ دن مین ۲۳۸۸ پونڈ دودھ دیتی ہے،

دریا کے ان غسل کرنیوالون کیلئے جو غرق ہونے کے خوف سے ہمیشہ بزدل بنے رہتے ہین، ایک خاص قسم کا کپڑا بنایا گیا ہو جو بظاہر دیکھنے مین عام سوتی کپڑون سا معلوم ہوتا ہو، لیکن درحقیقت اس مین ربڑ کی نلیان لگی رہتی ہین، نہانے والے کو ڈوبنے کے ڈر سے بے خوف کردیتی ہو،

سانٹونیو (امریکہ) مین آگ بجھانے والون کی تعلیم کیلئے خاص منارے تیار کرائے گئے ہین جن کے ذریعہ ان آدمیون کو رسیون کے ذریعہ اونچے مقامات پر چڑھنا، وہان سے اترنا اور دوسرے

خوفناک حالات کے متعلق عملی تجربے کرائے جاتے ہین، یہ صورت بہت کچھ کامیاب ثابت ہورہی ہے،

اب تک موٹر سائیکل مین کسی کو ساتھ بٹھانے کے لئے ضرورت تھی کہ ایک چھوٹی گاڑی لگائی جائے لیکن اب اسکی ضرورت بھی باقی نہین رہی، بلکہ اوسی سائیکل مین ایک سیٹ دستہ اور پائدان کا اضافہ کردیاگیا ہے اور دو آدمی نہایت آسانی سے سیر کرسکتے ہین،

داڑھی منڈنے والون کی آسانی کے لئے اب اس قسم کے استرے بنائے گئے ہین جن کے دستون سے روشنی پیدا ہوکر چہرون کو منور کردیتی ہے اور داڑھی تاریکی مین بھی نہایت آسانی سے منڈی جاسکتی ہے،

پیرس کی سڑکون کی صفائی کے لئے اب تین پہیون والی سائیکل استعمال کیجاتی ہے، اس کے پیچھے ایک بڑا برش لگادیا جاتا ہے اور وہ پہیون کے ساتھ گھومتا اور سڑک کو صاف کرتا جاتا ہے،

سکرانٹو کے باشندون نے داڑھی اور مونچھون کی حفاظت کے لئے ایک کلب قائم کیا ہے، چنانچہ اس وقت اس کے ۶۰۰۰ باقاعدہ اور ۲۰۰۰ غیر معمولی ارکان ہین، حال ہی مین ارکان کی عملی کوششون کا امتحان لینے کے لئے ایک کلب نے انعامات مقرر کئے چنانچہ پہلا انعام ڈکوٹا کے ہنس لنگسیتھ کو ملا، اسکی داڑھی صرف ۷ افٹ لمبی تھی، دوسرا انعام جس شخص کو ملا وہ ۱۲ افٹ لمبی داڑھی کا مالک تھا،

نیویارک (امریکہ) کی پولس نمائش مین ایک ایسی بندوق دکھائی گئی جو نہایت آسانی سے مٹھی مین چھپائی جاسکتی ہے لیکن اس قدر خوفناک ہے کہ بیک وقت نہایت ہی قلیل عرصہ مین بار فیر کرسکتی ہے،

امریکہ کے کارخانہ سامان حرب نے ایک شیل بنایا ہی، جو اپنے وزن، جسامت اور قوت ہلاکت مین اب تک بے نظیر ہی، اس کا وزن ۴۰۰۰ پونڈ ہی اور ایک شیل بڑے سے بڑے جنگی آہن پوش جہاز کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیسکتا ہی،

دنیا کا سب سے بلند چونے کا مینار ٹوکیو مین بنایا گیا ہی، اس سے لاسلکی تار کے متعلق کام لیا جائیگا، اوسکی بلندی ۶۰۲ فٹ ہی،

انگلستان مین دنیا کا سب سے بڑا اکھاڑا بن رہا ہی، یہ ۸۰۰ فٹ لمبا اور ۴۰۰ فٹ چوڑا ہوگا اور ۱۲۵۰۰۰ تماشا بین اس مین شریک ہو سکینگے اسکا رقبہ ۱۲۰۰ ایکڑ کا ہی،

جرمنی کے دو بھائی اور ایک بہن جو علی الترتیب ۱۸، ۱۷ اور ۱۴ سال کے ہین، مدعی ہین کہ ان کا مجموعی وزن جو ۱۲۰۳ پونڈ ہی دنیا کے ہر تین آدمیون کے وزن سے زیادہ ہی،

نیو یارک کے محکمۂ پولیس نے اونکی تعلیم کیلئے بائسکوپ کے پردون پر مجرمون اور اہل پولس کے مقابلہ کی تصاویر دکھانی شروع کی ہین، اور نو آموزون کو ہوائی پستول دئے جاتے ہین کہ ان مجرمون پر اس طرح گولی چلاوین کہ پولس والون کو مطلقاً نقصان نہ پہونچے، چنانچہ موقع دیکھکر وہ پستول چلاتے ہین، اور اس مین سے بجائے گولی کے ایک روشنی نکلتی ہی جو نشانہ پر ٹکراتی ہی اور اس سے معلوم ہو جاتا ہی کہ نشانہ صحیح تھا یا غلط،

برطانیہ اور امریکہ مین چند سالون سے دیہاتون کو جانیوالی ریلین بجلی کے ذریعہ چلائی جاتی تھین اور مالی حالت کی نزاکت کی وجہ سے بڑی لائنون کے انجن بجلی کے ذریعہ چلائے نہ جا سکتے تھے، لیکن اب برطانیہ اس قابل ہوگیا ہی، اور وہان بھی بڑے انجن بجلی کے ذریعہ چلتے ہین،

اسٹریلیا کے علاقہ سڈنی مین بچونکو تاریخی تعلیم عملی طریقہ سے دیجاتی ہی، مثلاً اگر کسی معرکہ کے متعلق کوئی سبق دیا ہوا تو لڑکون کو دو جماعتون مین منقسم کرکے مختلف جنگی پیش قدمی وپسپائی اور فتح و شکست کے ذریعہ واقعہ اُن کے ذہن نشین کیا جاتا ہی،

عالم اسلحہ سازی کی آخری ایجاد وہ ٹینک ہی جو پانی اور زمین پر یکسان چلتا ہے یہ ۱۵ فٹ لنبا اور ۶ فٹ چوڑا ہوتا ہی، اس مین ۵ ، میلیمٹر کی توپ اور آدمی ہوتے ہین،

حال مین ۲۷ فٹ لنبی شہتیر دو موٹرون پر لاد کر لائی گئی ہے،

نیویارک مین دنیا کی سب سے بڑی موم بتی بنائی گئی ہے یہ ۱۶ فٹ لنبی ۵ فٹ موٹی اور ایک ٹن وزنی ہے، یہ بتی اطالیہ کے ایک معبد مین بھیجی جائیگی، یہ ہر سال ۲ نومبر کو ۲۴ گھنٹہ جلتی رہیگی، اور خیال ہے کہ صدیون تک کام دیگی،

گاڑیون کی آمد رفت کے انتظام کرنے والون کو اکثر ادھر ادھر مڑنا پڑتا ہی اور تاریکی مین خطرہ رہتا ہے کہ کہین کوئی گاڑی ان کو کچل نہ دے اسی خطرہ کو دور کرنے کے لئے کو لو کی پولس کو ہی

قسم کی بیٹی استعمال کرنے کو دیگئی ہے جس کے ہر دو جانب سرخ روشن بٹن ہوتے ہین، اور رات کے وقت دور ہی سے ہر شخص ان کو دیکھ سکتا ہی

کلیفورنیا کے ایک شخص کا دعوی ہی کہ وہ دنیا کے سب سے بڑے مرغی کے انڈے کا مالک ہے لنبائی مین وہ ۷،۸۰ انچ ہی اور گولائی مین ۶،۷۵ انچ،

حال مین ایک مشین ایجاد ہوئی ہے جو تین منٹ کے اندر خود ہی جوتے کو پوچھتی، صاف کرتی اور پالش کرکے چمکا دیتی ہے، اس کی شکل اس ترازو سی ہی جو اسٹیشنون پر ہوتی ہے اور لطف یہ کہ جوتون کے پیرون سے نکال لینے کی مطلق ضرورت نہین،

سرکاری سٹشنری کمیشن لندن نے ۱۹۱۱ء سے تاریخ انگلستان کے متعلق ضروری معلومات وکاغذات کا ایک سلسلہ شائع کرنا شروع کیا ہی، اگر ہر سال اس کی ایک جلد شایع ہوتی رہی تو یہ سلسلہ ۱۲۳ سال مین مکمل ہوگا، یعنی ۱۹۲۳ء کی جگہ ۲۰۲۸ء،

انگلستان مین تلغراف یا ٹیلیفون کے تارون کو کھنبون کے ذریعہ پھیلانی کی جگہ اب زمین کے نیچے سے لیجایا جاتا ہی اور کچھ زمانہ بعد ایک بھی تار کا کھنبا ملک مین نظر نہ آئیگا۔

امریکہ نے اپنے جہاز کا لنگر ۳۲۳۰۰ پونڈ کا بنوایا ہی، جس کے متعلق خیال ہی کہ دنیا کا سب سے زیادہ وزنی لنگر ہے۔

ادبیات

پیامِ شوق

بہ بارگاہِ
سیف الملۃ غازی مصطفٰے کمال پاشا

از سجاد انصاری بی اے ال ال بی،

اے غنچۂ شاخسارِ ملت
اے مژدہ دہ بہارِ ملت

اے حرفِ پیامِ دورِ فیروز
اے مونس و مایہ دارِ ملت

اے جنبشِ سیفِ کبریائی
اے دستِ کشود کارِ ملت

ماہِ عزّ و جلال و تمکین
مہرِ شرف و وقارِ ملت

چمکا تری طرفہ کاریون سے
رنگِ لیل و نہارِ ملت

تیری شمشیر کی تجلّی
صبحِ شبِ انتظارِ ملت

سعیِ پیہم سے تیری آخر
نصرت ہوئی ہمکنارِ ملت

قائم تری ہوشمندیون پر
یہ دورۂ کامگارِ ملت

اے محورِ گردشِ تمنّا
اے مرکزِ اقتدارِ ملت

تو معجزۂ لبِ دعا ہے
تو پیکرِ حسنِ مدّعا ہے

جب تو رہِ جستجو مین نکلا — آوارہ و مضطر و پریشان
ہر اک نقشِ قدم سے تیرے — تھین شوق کی منزلین نمایان
ہر تار تھا رونمائے دامن — ہر چاک تھا رشکِ صد گریبان
شامِ غربت کی تیرگی مین، — اک مشعلِ طور تھی فروزان
جاہ و حشمِ سکندری تھا — تیری بے مائگی، پہ قربان
تھی بادِ خزان کی جنبشون مین — موجِ نفسِ بہار پنہان
بخشا تری بے نوائیون کو — نیرنگِ قضا نے ساز و سامان
تیری صحرا نوردیون مین — رنگینیٔ عشرتِ گلستان
ذرّہ ذرّہ ترے وطن کا — تیری تابانیون پہ حیران،
تیری نفسیر د زمندیون پر — شیرازۂ کائنات نازان
تیری نکہت فروشیون سے — ہر دشت مین ہے بہارِ بستان
ہر خار سے ہے تراوشِ گل — ہر گل مین ہے شوکتِ گلستان
ہر شام مین تابشِ سحر ہے — ہر صبح مین ہے فروغِ عرفان
صحرائے عرب کی بھی فضائین — ہین منتظرِ ضیائے ایمان

ہر خاک کو کامیاب کر دے
ہر ذرہ کو آفتاب کر دے

مین کیا ہون؟

از مولوی محوی صاحب صدیقی، صاحبِ تالیفات

فدائے لذّتِ بیدادِ آسمان ہون مین — فریب خوردۂ نیرنگیِ جہان ہون مین

مرے خروش میں مضمر ہی زندگی میری — حریفِ خامشیِ پیکرِ فغان ہون مین
بھرے ہین مجھ مین بہت درد آفرین نغمے — نوائے بلبلِ تاراج آشیان ہون مین
متاعِ یاس ہی سرمایۂ حیات مرا — حریف سود ہون دلدادۂ زیان ہون مین
ہر ایک لفظ مرا ایک درس عبرت ہی — وہ دلگداز و جگرسوز داستان ہون مین
نہان ہین برق کے شعلے مری رگ و پے مین — خموش ہون تو نہ سمجھو کہ بیزبان ہون مین
مذاقِ درد نے پھونکی ہی روحِ غم مجھ مین — گداز عشق ہون سوزِ تپ نہان ہون مین
سرور و عیش سے ناآشنا مری دنیا — جہانِ عشق مین وقفِ صد امتحان ہون مین
نہ مین سکوت شناس اور نہ آشنائی سکون — نہ نالۂ جرس و گرد کاروان ہون مین
نگاہِ حسن مین کیا قدر مجھ ستم کش کی — متاعِ کاسد و یک جنسِ رائگان ہون مین
وبالِ دوش دو عالم ہے زندگی میری — وطن کو بار ہون، احباب کو گران ہون مین
ہجومِ غم سے یہ ہی حالِ خود فراموشی — مجھے خبر نہین خود، کون ہون کہان ہون مین
فراغ خاطر و راحت کہان نصیب مجھے — کہ اپنی حسرتِ مردہ کا نوحہ خوان ہون مین
میری طرح نہ ہو برباد روزگار کوئی — رہینِ کش مکشِ رنجِ بے کران ہون مین
نہ مجھ مین قوتِ تسخیر و طاقتِ تاثیر — کسی غریب کی فریادِ ناتوان ہون مین
طلسم خانۂ عالم سے ہو چکا دل سیر — بس اب تو منتظرِ مرگِ ناگہان ہون مین
مرا چمن نہین مانوس تازگیِ بہار — جہان مین وہ گلِ افسردۂ خزان ہون مین
نہ شکوۂ فلک و شکوۂ نصیب مجھے — شہیدِ خنجرِ بیداد دوستان ہون مین
جہان مین خوگرِ مضراب درد ساز مرا — کہ وقفِ لذتِ اندوہِ جانستان ہون مین
سنو سنو! مری روداد مختصر یہ ہے — اسیرِ دامِ بلا یعنی اک جوان ہون مین

قعرِ سجن سے ایک آواز

از سید حسرت موہانی

ہیں وہ باوصف شانِ خودکامی
جانِ محبوبیٔ دل آرامی

کامیابِ کمالِ عشق ہے دل
باوجودِ حصولِ ناکامی

عاشقی میں ہی زیبِ فرقِ جنون
طرۂ افتخارِ بدنامی

ہم نے بیباک اُن کو روک لیا
پختہ کاری سے بڑھ گئی خامی

بن گیا ہی فراقِ یار میں شوق
خلشِ انتظار ناکامی

پڑکے اک بار چھوٹتی ہی کہاں
عادتِ مستیٔ مئے آشامی

حسرت اُردو میں ہے غزل تیری
پرتوِ نقشِ سعدیؒ و جامیؒ

قطعۂ تاریخ

ہمارے دوست سید حسرت موہانی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے نواسہ عطا کیا ہی، صاحبزادی کا نام نعیمہ ہے اور نواسہ کا نام رضوان الحسن تجویز ہوا ہی سید موہانی نے تولدِ فرزند کی کتنی اچھی تاریخ نکالی ہی،

حق نے بیٹا جو نعیمہ کو دیا
مرا فرزندِ روحانی ہے

سالِ پیدائشِ رضوان حسرت
"ثانیِ حسرت موہانی" ہے

باب التقریظ والانتقاد

معارف پر تنقید

(۱)

تجارب الامم کے متعلق ایک تصحیح

از ڈاکٹر محمد شفیع صاحب پروفیسر عربی پنجاب یونیورسٹی

معارف نمبر ۶ ج ۱۰ (بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۲ء) ص ۴۵۹ پر بسلسلۂ اخبار علمیہ تجارب الامم کے متعلق جو سطرین درج ہین، ان کو پڑھکر تعجب ہوا کہ ایک علمی رسالہ جو ہمارے ملک مین اتنا بلند مرتبہ رکھتا ہو اتنی غلطیان چار سطرون مین روا رکھے!

تجارب الامم، جہان تک مجھے معلوم ہی چھ جلدون مین ہی (Caetani) نے جس نسخہ کے فوٹو قسطنطنیہ سے حاصل کئے اس کے آخر مین چھٹی جلد پر کتاب کا ختم ہونا مذکور ہے، اور انسائکلوپیڈیا آف اسلام مین بھی، ملاحظہ ہو ابن مسکویہ چھٹی جلد کو آخری جلد تسلیم کیا ہی، چھٹی جلد ۳۶۹ کے واقعات پر ختم ہی اور یہی یاقوت نے معجم الادبا (ج ۲ ص ۹۱) مین لکھا ہی،

ڈخویہ نے ۱۸۷۱ء مین جو حصہ تجارب کا شائع کیا اس مین ۱۹۶ سے ۲۵۱ تک کے واقعات ہین، اور وہ بظاہر اصل کتاب کی چوتھی جلد سے لیا گیا ہی، جس مین ۱۹۱ سے ۲۸۴ تک کے واقعات ہین معلوم نہین آپ اس کو چھٹی جلد کیون کہ رہے ہین،

اسی سلسلہ مین آپ کو ضرور معلوم ہو گا کہ گب ٹرسٹ نے کائیتانی کے فوٹوگراف نسخہ سے عکس لیکر تجارب کی جلد اول ۱۹۰۹ء مین جلد پنجم ۱۹۱۳ء مین، اور جلد ششم ۱۹۱۷ء مین شایع کی،

پروفیسر مارگولیت نے سات جلدین تجارب کی شائع نہین کین، بلکہ یون کہئے کہ، جلدون مین ایک کتاب (تجارب) شائع کی گئی ہی جس مین تین جلدین عربی متن کی ہین اور تین جلدون مین انکا انگریزی ترجمہ ہے، اور ایک جلد مین مقدمہ اور فہرست ہی، عربی متن ابن مسکویہ کی تقسیم کے مطابق تجارب الامم کی پانچوین جلد کے اس حصے اور چھٹی (یعنی آخری) جلد سالم پر مشتمل ہی (واقعات ۲۹۵ھ سے ۳۶۹ھ تک کے) اس کے علاوہ ذیل ابی شجاع اور ایک ٹکڑا تاریخ صابی کا بھی شامل ہی،

آمدروز نے عربی کے متن کی تہذیب خود ہی کی، بلکہ متن مین سے ۲½ جلدین اسکی زندگی مین چھپ گئی تھین، البتہ ترجمہ مارگولیت نے کیا، اور تیسری جلد کے نصف کو پریس مین بھیجا اور پروف پڑھے، صرف ساری کتاب پر آمدروز کا پڑا،

(۲)

کیا ہندون مین عقیدۂ وحدۃ الوجود مسلمانون سے آیا؟

از مولوی معین الدین صاحب انصاری فرنگی محلی متعلم کیمبرج

محترمی و مکرمی مولانا سید سلیمان صاحب

السلام علیکم، ایک مضمون ملفوف کرتا ہون جو شاید معارف کے کام آئے، یہ ڈاکٹر نکلسن کا مضمون ہی جو موصوف نے مسلم ایسوسی ایشن کے آج کے جلسہ مین پڑھا تھا، مجھے بعض حیثیات سے یہ دلچسپ معلوم ہوا، اس لیے مین نے اس کے ترجمہ اور اشاعت کی اجازت ڈاکٹر صاحب سے لے لی، افسوس ہی کہ عدیم الفرصتی کی وجہ سے مین خود اسکا ترجمہ نہین کرسکا ورنہ ترجمہ کا بار معارف کے سر نہ ڈالتا، خیر امید ہی کہ اگر آپ پسند فرمائینگے تو اس کو جلد ہی شائع بھی کردینگے، ....

....

مولانا عبد السلام صاحب کا مضمون جو وحدۃ الوجود پر معارف مین شائع ہوا تھا وہ مین نے

بغور پڑھا تھا، ملفوظہ مضمون سے مولانا کے بعض مسائل پر ایک نئے رخ سے روشنی پڑتی ہی، مجھے مولانا کے اس قول پر بہت کچھ اعتراض ہی کہ ہندؤن مین وحدۃ الوجود کا قائل صرف ایک فرقہ تھا جسکی تعداد محدود تھی، اس کے ساتھ ہندو مغلوب و محکوم تھے اور ایک مغلوب و محدود فرقے کا اثر تمام دنیائے اسلام مین نہین پھیل سکتا تھا، بلکہ ظنّ غالب تو یہ ہی کہ خود ہندؤن نے ملتان مین باطنیون ہی سے اس عقیدہ کو اخذ کیا" کم از کم اس آخری فقرہ کی صحت کا حال تو صرف ان تاریخی حقیقت سے واضح ہو سکتا ہی کہ فرقہ باطنیہ کیا معنی خود "اسلام" بھی وجود مین نہین آیا تھا جب سے وحدۃ الوجود کا مسئلہ ہندؤن کے ہان موجود ہے۔ البتہ یہ ضرور قیاس مین آسکتا ہی کہ ہندؤن نے شاید اپنے قدیم عقائد وحدۃ الوجود کی تجدید باطنیہ کے ذریعہ سے کرلی ہو، دوسرے حاکم یا محکوم ہونا تو کسی قسم کے مبادلۂ عقائد کا مانع نہین ہی، ہندوستان مین مدت تک مسلمان حاکم رہے مگر اسی حکومت کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج ہندی مسلمانون کا کوئی گروہ کوئی فرقہ ایسا نہین جو عقائد ہنود سے متاثر نہوا ہو۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ مسلمان تصور وحدۃ الوجود کے اختیار کرنے مین آریائی قومون کے شرمندۂ احسان نہین ہین تاریخ ہنود کو اس طرح نظر انداز کرنا انصاف سے بعید معلوم ہوتا ہی۔ یہ امر کہ "تمام دنیائے اسلام" مین یہ تصور اس وجہ سے نہین پھیل سکتا تھا (کہ اگر مسلمانون نے ہندؤن سے سیکھا ہو تب بھی) ہندؤن کا وحدۃ الوجودی فرقہ "محدود" تھا ایک بےمعنی بات ہی، فرقہ باطنیہ بھی کسی زمانہ مین ایک "محدود" ہی فرقہ ہوگا جس کے تخیلات کی اشاعت اتنے وسیع پیمانہ پر ہوئی۔ جس طرح کسی اسلامی "محدود فرقہ" سے نئے عقائد سیکھ کر ان عقائد کی اشاعت کیجا سکتی ہی اسی طرح ایک غیر مسلم "محدود فرقہ" کی تعلیمات بھی مسلمانون مین رائج ہو سکتی ہین، مسلمانون کو تو ہمیشہ آریائی قومین گھیرے رہین اسپین اور افریقہ مین بھی آریائی اقوام کا ساتھ نہین چھوٹا، پھر یونانی، ایرانی اور ہندی علوم کا جو اثر ابتدا سے فلسفۂ اسلام پر رہا ہے اس کو نظر انداز کرکے یہ کہنا کہ مسلمان ان خارجی تعلیمات سے متاثر ہو ہی نہین سکتے تھے درست نہین، میرے خیال مین کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان ان عقائد سے متاثر نہ ہوئے ہون

مین جس بنا پر اس یورپین قول کا مخالف ہون کہ اہل اسلام مین وحدۃ الوجود کا تصور
در اصل بیرونی اثرات سے پیدا ہوا دہ یہ ہو کہ یہ تصور کوئی ایسا انوکھا تصور نہین ہو جو کسی قوم یا فرد قوم کے ساتھ مخصوص
کر دیا گیا ہو، بلکہ یہ ایک ذہن کی فلسفیانہ پرواز کا ادنی کرشمہ ہے جو ہر ذات متفکر کے قیاس مین بغیر خاص
تربیت یا اطلاع کے آسکتا ہی۔ اب اگر غیر آریائی مسلمانون نے آریائی قومون سے وحدۃ الوجود کے بارہ مین
کچھ سنا ہو تو وہ ان کیلئے کوئی انوکھی بات نہ ہوگی تاریخ شاہد ہو کہ اس تصور کو فلسفہ اور مذہب سے منطبق کرنے
مین مسلمانون کے بعض گروہون نے کوئی دقیقہ باقی نہین رکھا۔ اور اس اثنا مین اگر انھون نے آریائی
تعلیمات سے مدد لی ہو جیسا کہ دیگر مسائل پر غور کرنے مین مسلمان وسیع النظر رہے ہین تو کوئی حیرت کی بات
نہین۔ بلکہ میرے خیال مین اس سے نہ تو کوئی انکار کرسکتا ہی، اور نہ انکار کی حاجت ہی، اس پر بھی جو انکار کرے
تو بار ثبوت اسی کی گردن پر ہوگا۔ دوران گفتگو مین مین نے یہ خیال ڈاکٹر نکلسن سے عرض کیا، موصوف
یورپین ہین مگر اس خیال مین انھون نے بھی اہل یورپ کے قول کو ان کے تعصب پر محمول کیا، بلکہ فرمانے
لگے کہ بعض یورپ والے تو اس تصور وحدۃ الوجود کے ماسوا خود تصوف اسلام کو خارجی تعلیمات کا
نتیجہ سمجھتے ہین اور تصوف کی اصل آریائی تخیل کو قرار دیتے ہین؛ حالانکہ اگر اسلام کبھی آریائی نسلون سے
مانوس نہ ہوا ہوتا تب بھی تصوف کے جو کچھ ضمنی تصورات مسلمانون مین آج ہین تقریباً یہی رہتے" ڈاکٹر
صاحب نے بار بار اس پر زور دیا کہ مسلمانون کا تصوف اور نظریۂ وحدۃ الوجود دونون اصولاً اور لازماً آیات
قرآنی سے مستنبط ہین، گو اس مین شک نہین کہ بعض گروہ ایسے استنباط کو ایک شیطانی حرکت قرار دیتے
ہین، مگر دوسرے مسلمان صوفی اپنے اسی استنباط کو اصل ایمان سمجھتے ہین"

مطبوعاتِ جدیدہ

نیرنگِ ارض، زمین، رات دن، ہوا، بخارات، اوس، کہرا، ابر، پانی، ہوا، دریا، پہاڑ، جزیرہ، آتش فشان وغیرہ، مناظر قدرت کے طبیعی حالات پر گذشتہ سالون مین مختلف رسائل مین سید راحت حسین صاحب بی اے، بی ال چھپرا کے جو مضامین وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے عام طور پر پسند کئے گئے نیرنگ ارض مفید اضافہ اور جدید ترتیب کے ساتھ اونہین مضامین کا مجموعہ ہی جسکو مصنف نے سرکار عالیہ بھوپال کی شاہانہ فیاضی کی بدولت ایک کتاب کی صورت مین شائع کیا ہی، کتاب سہل دلچسپ اور فلسفۂ طبعیات کے مبتدیون کیلئے مفید ہو ہم طلبہ اور مبتدیان مدارس کے لئے اس کتاب کی سفارش کرتے ہین، مکاتب اور ابتدائی مدارس کے نصاب کے لئے بھی یہ کتاب کارآمد ہی، قیمت عہ پتہ: منیجر مطبع آگرہ اخبار نئی بستی آگرہ

مکتوبات آزاد، شمس العلما مولانا آزاد مرحوم کے خطوط کا مجموعہ ہے جنکو جناب آغا محمد طاہر صاحب نے ترتیب دے کر شائع کیا ہی۔ آزاد کی زبان کا کیا کہنا، یہ خطوط زیادہ تر شاگردون کے نام، محکمہ کے افسرون کے نام لکھے گئے ہین، آخر مین "گلدستۂ ادب" کے عنوان سے ان خطوط کا بھی اضافہ کیا ہے جو معاصرین نے آزاد کے نام روانہ کیا تھا، ان مین سر سید اور غالب کے بھی چند خطوط ہین، شروع مین خواجہ حسن نظامی اور حکیم سید ناصر نذیر فراق کے دو دیباچے ہین جنکو مفید تبصرہ سے زیادہ دو شخصون کے تعلقات کی پرلطف داستانین کہنا بہتر ہے، قیمت عہ پتہ: - آزاد بک ڈپو لاہور،

باپ کا گناہ، حکیم احمد شجاع بی اے علیگ نئے لوگون مین ایک کامیاب افسانہ نویس ہین۔ "باپ کا گناہ" انھین کے قلم سے نکلا ہوا ایک افسانہ ہی جس مین مصنف نے ڈرامہ کے پیرایہ مین دکھایا ہی کہ بزرگون کے گناہ اولاد کی سزا بن کر ظاہر ہوتے ہین، کتاب دلچسپ اور نتیجہ خیز ہے اور ڈرامہ کی حیثیت

سے بھی اسکی تعریف سے سکوت نہین کیا جاسکتا، بلکہ متعدد حیثیات سے اوسکو اردو ڈراما مین اصلاح اور ترقی کا نمونہ کہا جاسکتا ہی دارالاشاعت پنجاب لاہور سے طلب فرمایئے، قیمت عار

مکاتیب اکبر، اکبر مرحوم کے خطوط کا ایک مجموعہ خواجہ حسن نظامی صاحب شائع کرچکے ہین، یہ ایک دوسرا مجموعہ ہے جس مین ۱۹۰۹ء سے ۱۹۲۲ء تک کے وہ خطوط ہین جنکو حضرت اکبر نے مرزا ہادی صاحب عزیز لکھنوی کے نام لکھا تھا۔ ان خطوط مین زیادہ شعروسخن کے تذکرے یا کاتب کے حالات و واردات کا بیان ہی خطوں کی ترتیب تاریخ وار ہے، جناب مرتب نے مختصر سے مقدمہ کے ساتھ خطوط کی فہرست لگادی ہی اور ہر خط کے خلاصہ مضمون اور نوعیت کو ظاہر کردیا ہی۔ مجلد عمر غیر مجلد عہ پتہ:۔ دائرہ ادبیہ لکھنؤ،

مسائل حاضرہ، جناب غلام نبی خانصاحب اڈیٹر انقلاب ایک انقلاب پسند اشتراکی ہین و مزدورون کے بہت حامی ہین، پرامن، اور بے تشدد تحریکون کے ہم نوا نہین، تمام کانگریسی لیڈرون سے اس لئے بیزار ہین، کہ اونکے خیال کے بموجب ان پر سرمایہ دارون کی طرفداری کا الزام ہی تحریک عدم تعاون کو وہ ایک مفید چیز سمجھتے ہین بشرطیکہ مزدورونکی عام ہمدردی اس کی پشت پر ہو، اور عدم تشدد کی قید نہ ہو، زیر تنقید رسالہ (مسائل حاضرہ) انھین کی تصنیف ہی جس کے ذریعہ سے وہ ملک کو عموماً اور مزدورون اور کسانون کو خصوصاً سرمایہ داری کے خلاف انقلابی کارروائیون کی طرف دعوت دیتے ہین، ہم کو مصنف کے سیاسی عقائد کے ساتھ اتفاق نہ ہو تب بھی ان کے خیالات کو قدر کی نگاہ سے پڑھنا چاہئے اور سیاسیات ہند کے ساتھ دلچسپی لینے والون کے لئے یہ کتاب مفید ہے، بشرطیکہ مزاج بہت زیادہ جلد باز یا متاثر نہو، قیمت ۸ پتہ: اصلاح بک ڈپو لاہور،

قاعدہ اساس القرآن، گوجرانوالہ پنجاب کے ایک ذی علم بزرگ مولوی برکت علی صاحب نے فن تعلیم کے جدید اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک سہل ترین قاعدہ قرأت (اساس القرآن) تصنیف کیا ہی جسمین حروف کی شناخت حروف کے مخارج، قرآن مجید کے خاص تلفظات، قرآن پڑھنے کے مشقی اسباق لکھے ہین، قیمت ۴ر، پتہ: منشی محمد حسین بی اسے۔ بی ٹی، کارخانہ لباس گوجرانوالہ،

مجلد یازدہم | ماہ ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ جون ۱۹۲۳ء | عدد ششم

مضامین

شذرات	.	۴۰۱ - ۴۰۳
اسلامی تصوّف	پروفیسر نکلسن	۴۰۴ - ۴۰۲
دیوان حافظ اور سلاطین مغلیہ	سید نجیب اشرف صاحب ندوی	۴۱۵ - ۴۳۸
نفسیات ترغیب	سید وہاج الدین صاحب بی اے	۴۳۹ - ۴۴۴
اسلامی تعلیم و تمدن	.	۴۴۵ - ۴۴۹
جرمن اور ادبیات ہند	.	۴۴۹ - ۴۵۰
جمعیۃ نسائیہ مصر،	.	۴۵۰ ۴۵۳
اخبار علمیہ	.	۴۵۴ - ۴۶۱
ادبیات	.	۴۶۲ - ۴۶۴
جامع الاخلاق	مولوی سید مقبول احمد صاحب	۴۶۵ - ۴۷۷
مطبوعات جدیدہ	.	۴۷۸ - ۴۸۰

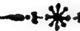
اطلاع

جن خریداروں کی میعاد جون مین ختم ہوتی ہے وہ اپنا چندہ براہ کرم بذریعہ منی آڈر مع نمبر خریداری دفتر مین بھیجدین، ورنہ جولائی کا پرچہ بذریعہ ویلیو ارسال ہوگا،

"منیجر"

شذرات

فرانس کے مشہور مستشرق موسیو لوئز ماسینان کا ایک عربی خط ناظم دار المصنفین کے نام مراکش سے آیا ہی، موصوف آجکل مغرب اقصیٰ مین مصروف سیاحت ہین، وہ آیندہ سال پیرس کی یونیورسٹی مین "اسلام مین پیشہ کی اجتماعی (سوشل) حیثیت پر" لکچر دینے کی تیاری کر رہے ہین، دریافت کیا ہی کہ کیا اس موضوع پر دار المصنفین نے بھی کچھ سرمایہ فراہم کیا ہی؟ قوم کے لیئے یہ مسرت اور انبساط کا موقع ہی کہ اوس کے ایک حقیر دار العلم کا دوسرے ممالک مین یہ اعتبار پیدا ہو رہا ہی؛



انگورہ کی علمی مجلس، "ہیئت تدقیقات وتحقیقات علمیہ اسلامیہ"، کو ہندوستان سے کتابون کے بھیجنے کی تحریک آگے بڑھ رہی ہے، اکثر مصنفین نے اپنی کتابون کا ہدیہ بھیجنا دل سے منظور کیا ہی، کتابون کی پہلی قسط غالبًا دار المصنفین، جامعۂ ملیہ، اور ترقی اُردو کی مطبوعات ہونگی، ہم چاہتے ہین کہ تمدن عرب اور تمدن ہند کا بھی ایک ایک نسخہ بھیجین، کیا کوئی صاحب دل اس کی ہمت کرینگے؟ اس سلسلہ مین ایک اطلاع ابھی اور موصول ہوئی ہی کہ یہ مجلس ہندوستان کے ایسے فضلاء کا بھی خیر مقدم کرنے کو تیار ہے جو مشرقی و مغربی علوم مین دستگاہ رکھتے ہون،



دنیا مین سامان آسایش کی کثرت جس افراط کے ساتھ بڑھ رہی ہی، اوس کا سرسری اندازہ اس سے ہوگا، کہ اس وقت رڈکفیلڈ کے بعد دنیا کا سب سے بڑا دولتمند امریکہ کا ایک موٹرون کا تاجر فورڈ ہے، بیس برس پہلے جب اوس نے اپنے کارخانہ کا آغاز کیا تھا، تو اوس کے پاس مطلق سرمایہ نہ تھا، بمشکل

چھ ہزار پونڈ قرض لیکر اپنا کاروبار شروع کیا، گذشتہ فروری مین اس کارخانہ کے پاس ۳۶۶۹۰۰۰۰ نقد موجود تھا، اور اب اوس کا نقد سرمایہ چار کرور پونڈ ہی، پچھلے سال کی اوس کی خالص آمدنی ۲۵۰۰۰۰۰ پونڈ ہوئی ہی، لیکن یہ تمامتر دولت کس کے پاس آئی؟ اوُنھین قارون زمانہ کے ہاتھون مین آئی جن کے پاس سربمہر خزانے پہلے سے موجود تھے، شہر کے غریبون اور گداگرون، مسکینون، اور مفلسون کو اِس مین سے کیا ملا؟ اگر یہ دولت کسی مسلمان کی ہوتی تو تقریبًا ساڑھے چھ لاکھ سالانہ اِس مین اُن غریبون اور مفلسون کا حق ہوتا جن کے پاس روزی کا کوئی ذریعہ نہین،



ہندوستان مین سندھ کا صوبہ اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ یہان کی سرزمین کو تصوف کی آب وہوا سے ہمیشہ ایک مناسبت خاص رہی ہے، اور اب بھی فقرا اور صوفیا کا جو استیلا یہان ہے، شاید کسی دوسرے صوبہ مین نہین، اِن مسلمان صوفیا کا اثر و اقتدار ہندو مسلمانون دونون پر برابر ہوتا ہے، ہندو بڑی خوشی سے اون کے مرید ہوتے ہین، شاہ لطیف، ساچل، سامی، دلپت، بیدل اور بیکس وغیرہ اپنے زمانہ مین یہان سلاطین کی حیثیت رکھتے تھے،



سندھ قومی کالج صوبہ کی اس خصوصیت کو شاید بپیش نظر رکھکر دو سال سے اپنے سالانہ جلسہ کے موقع پر صوفیون کی بھی ایک مجلس ترتیب دیتا ہی، اس مجلس کا نام "صوفی سنگم" ہی ۱۹۲۱ء مین یہ مجلس بڑی دھوم دھام سے سندھ کے مشہور عالم اور شاعر مرزا قلیچ بیگ کی صدارت مین ہوئی، ہندو مسلمان دونون قومون نے اس سنگم کا نہایت تپاک سے خیر مقدم کیا اور تمام صوفیون نے اِس مین شرکت کی، دوسرے سال ۱۹۲۲ء مین اس سنگم نے اور زیادہ کامیابی حاصل کی، اور ہندو مسلمانون کے دلی میل وملاپ مین اِس سے بڑا فائدہ پہنچا، اِس مختصر تجربہ کے بعد سندھ کے مشہور

ہندو مسلمان رہنماؤن کے نام سے ایک درخواست ملک مین پیش ہوئی ہو کہ ہندو مسلم اتحاد کا صحیح ذریعہ صوفیانہ خیالات ہین، کہ اِس سنگم مین آکر ہندوستان کی یہ دونون عظیم الشان قومین گنگا اور جمنا بنکر مل جاتی ہین، اسلئے اگر اس سنگم کی تحریک کو تمام ملک مین وسعت دی جائے تو یہ قومون کے سیاسی اتحاد سے زیادہ مضبوط اتحاد ملک مین قائم کردے گا، اسلئے آیندہ سال دہلی، اجمیر، سکھر، حیدر آباد سندھ یا کسی دوسرے صوفیانہ مرکز مین اِس کا اجلاس منعقد ہو، اور اوس مین ملک کے تمام ہندو مسلمان صوفی شریک ہون،

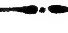
اِس تحریک کے پیش کرنے والون مین مسلمانون مین جناب غلام محمد صاحب بھرگری (سندھ کے مشہور بیرسٹر اور زمیندار) اور ہندؤن مین جیٹھمل پرسرام گلراجنی (اڈیٹر بھارت واسی) حکم چند کمار (پروفیسر سندھ نیشنل کالج) شامل ہین، لیکن جہانتک ہم کو معلوم ہو ان مین سے کوئی صاحب بذات خود صوفی نہین ہین، بلکہ صوبہ کے سیاسی کارکن اور رہبر ہین، اور اونکا منشا، اِس صوفیانہ اتحاد کی نمایش سے درحقیقت سیاسی اتحاد کے سوا کچھ اور نہین، اِس تحریک کے علمبردارون نے یہ تو دیکھا کہ یہ ذریعہ، دونون قومون کے درمیان اتحاد، رواداری اور بےتعصبی پیدا کرنے کا بہترین ہو، مگر یہ خیال نہین کیا کہ اس کے لیئے ضروری ہو کہ اِس تحریک کے کارکنون اور بانیون کے پاس بے ریا دل ہون، بےغرض ارادے ہون، صحیح اور خالص نیتین ہون، جب مقصد اصلی للّٰہیت، خلوص، اور بےنفسی ہوگی، تو ضروری لوازم کے طریق پر اِسکے اثرات، بےتعصبی، اتحاد، اور یگانگت کی صورت مین ظاہر ہونگے، لیکن پہلے ہی سے صوفیانہ خیالات کی آڑ مین، للّٰہیت، خداپرستی، انسانی اخوت نہین، بلکہ سیاسی اتحاد، مساوات حقوق، اور ایک بیرونی دشمن کے مقابلہ کے لیئے ایک متحدہ صف کا قیام مقصد ہوگا تو اوس روح وجوہر کی تلاش بیکار رہے، جو معین الدین اجمیری، نظام الدین دہلوی، یا کبیرداس اور

بابا نانک کے پیکر دن مین جلوہ نما تھا، اور جن کی منور آنکھون کو یہ نظر آتا تھا کہ

از یک چراغ کعبہ و بتخانہ روشن است



گذشتہ مہینہ اٹلی مین خواتین عالم کی جو کانفرنس منعقد ہونیوالی تھی، بخیر وخوبی منعقد ہوگئی، تمام دنیا کی چالیس تومون کی طرف سے تین سو نمایندہ خواتین جلسہ مین شریک تھین، ان ۴۰ تومون مین ۲۵ تومون کی نمایندون کو رکنیت کا شرف حاصل ہوا، تقریر کی زبان زیادہ تر انگریزی تھی، ہر انگریزی تقریر کے ساتھ ساتھ فرنچ مین بھی ترجمہ ہوتا جاتا تھا، مصری وفد بہت خوش وخرم اپنے سفر سے واپس آگیا ہی اور ملک کے اخبارون مین اپنی کامیابی کا راگ گا رہا ہی، کامیابی یہ ہوئی کہ صدر مجلس نے اپنی تقریر مین مصری وفد کا نام لیا، مصری وفد کے صدر کی تقریر دلچسپی سے سنی گئی، مصری خواتین کی کوشش سے کسی قدر سرگرم مخالفت کے بعد جو انگلش خواتین نے سیاسی مصالح کی بنا پر کی تھی یہ تجویز منظور ہوئی، کہ مصری حکومت نے ۱۹۱۰ء سے زنانہ اور مردانہ مشترک تعلیم کو جو بند کر دیا ہی اوس کو سر نو جاری کیا جائے، حیف ہی اگر مسلمان مذہب کے اکسیر کو چھوڑ کر یورپ کے زہر آلود تمدن سے اپنے مرض کا ازالہ چاہین،



ایک سال کا عرصہ ہوا کہ **معارف** نے یہ اطلاع شایع کی تھی کہ ڈاکٹر اقبال آج کل جرمن شاعر کے مغربی دیوان کے جواب مین ایک مشرقی دیوان مرتب کر رہے ہین، ایک سال کے انتظار کے بعد "ماہ عید" **پیام مشرق** بنکر نظر آیا، پیام مشرق مختلف اوزان وبحور مین مواعظ وحکم اور حقائق ومعارف کا ایک بحر زخار ہی، یقیناً یہ ڈاکٹر اقبال کے دماغ وقلم کا شہکار (ماسٹر پیس) ہی اور شاید اقبال بھی اس سے بہتر کبھی نہ کہہ سکینگے، کبھی موقع سے اس کے متعلق ہم اپنے مفصل خیالات پیش کرینگے،

مقالات

اسلامی تصوّف

ڈاکٹر نکلسن، پروفیسر کیمبرج کا خطبہ

یورپ مین مستشرقین (اورنٹیلسٹ) کا علوم مشرقیہ کی طرف شوق و ذوق، تاریخ و ادب سے شروع ہوکر اب ہمارے دینی اور روحانی علوم تک پہنچ چکا ہے، فرانس مین پروفیسر مسینان اور انگلستان مین ڈاکٹر نکلسن دو ایسے مستشرق ہین، جنھون نے اپنے مطالعہ کا موضوع اسلامی تصوف کو قرار دیا ہے، ڈاکٹر نکلسن نے اس موضوع پر متعدد کتابین لکھی اور شایع کی ہین، انکا صوفیہ کے احوال اور صوفیائے سخنور کے کلام کو بھی اونھون نے یورپ مین روشناس کیا مثنوی معنوی کے فیض و اثر کو وہ اب مغربی دنیا کے حلقہ تک پہنچانے کے لیے کوشان ہین، انھون نے اپنی عمر کے پورے تیس برس اس موضوع پر صرف کیے ہین،

ڈاکٹر صاحب نے ابھی حال مین (۲۵ فروری ۱۹۲۳ء کو) مسلم ایسوسی ایشن کیمبرج مین اسلامی تصوف پر اپنا ایک مضمون پڑھکر سنایا تھا جسکو ہمارے دوست مولوی معین الدین صاحب انصاری نے ڈاکٹر صاحب کی اجازت سے معارف مین اشاعت کی غرض سے بھیجا ہے، اور جو آج مقالات کے زیر عنوان شایع ہورہا ہے،

ہم مسلمان ڈاکٹر صاحب کے اس خیال کے ممنون ہین کہ "اسلامی تصوف" دوسرے

مذاہب کا سرقہ نہین جیسا کہ عام طور پر نا آشنائے تحقیق علمائے یورپ کا بیان ہے بلکہ وہ اسکو اسلام کی ذاتی ملکیت سمجھتے ہین، اور اس کا ماخذ وہ قرآن و حدیث کو خیال کرتے ہین لیکن اتنا مانتے ہین کہ بعد کو اس اسلامی تصوف مین دوسرے مذاہب کے تصوف کے بھی کچھ اجزا شامل ہو گئے ہین، یہ خیال صحیح ہے، لیکن افسوس ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اس نظریہ کے اثبات کے لیے پورے مواد کو استعمال نہین کیا، بانی تصوف علمائے اسلام کی کتابین، مثلاً امام قشیری کا رسالہ قشیریہ، ابو طالب مکی کی قوت القلوب، امام غزالی کی احیاء العلوم، شیخ عبد القادر جیلانی کی غنیۃ الطالبین، شیخ سہروردی کی فتوح الغیب، شیخ ابو نصر سراج کی کتاب اللمع، شیخ احمد سرہندی کی مکتوبات وغیرہ کتابون کا ایک ایک حرف اس نظریہ کے اثبات کے لیے دلیل و برہان ہے، شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ مین بذیل باب الاحسان اس باب مین جو کچھ لکھا ہے، وہ مطالعہ کے لائق ہے،

ڈاکٹر صاحب نے اپنے اس خطبہ مین کسی قدر اوس مشہور غلطی کا ارتکاب کیا ہے، جو علمائے کلام و فلسفہ سے زیادہ مسیحی مشنریز کا پھیلایا ہوا ہے، کہ اسلام کا خدا پیار اور محبت کے جذبہ سے معرّا، ایک قاہر و جابر ہولناک خدا ہے، اسلامی تصوف اور مسیحیت کے باہمی قرب کی نسبت ڈاکٹر صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ بہت کچھ قابل تنقید ہے، بعض آیات و احادیث کی صوفیانہ تشریح پر بھی ہمین اعتراض ہے، ان کے علاوہ ڈاکٹر صاحب کی چند اور باتین بھی مسلمانون کو کھٹکینگی، لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ بالآخر عقیدۃً مسلمان نہین ہین، مسلمانون کو تو بااین ہمہ اس امر کے لیے اونکا مشکور ہونا چاہیے کہ وہ اونکے اسلاف کے کارنامون کو مغرب مین منظر عام پر لا رہے ہین اور اسلام کی روح کی تصویر کشی

(روح کی تصویرکشی اگر ممکن ہو تو) وہ ان ممالک مین کر رہے ہین جنکو مادیت کے مناظر طبعی کی سیرسے ہنوز فرصت نہین،

مجھے بڑی مسرت ہو کہ آج مین آپ حضرات کو اس موضوع پر مخاطب کرنے کا شرف رکھتا ہون جس پر مین نے تقریباً اپنی عمر کے بہترین تیس سال صرف کیے ہین، جیسا کہ آپ کو معلوم ہے یہ موضوع بہت ہی وسیع و پیچیدہ ہو، اس لیے مجھے اس کے کسی ایک خاص جزتک اپنے کو محدود رکھنا چاہئے، پس آج میرا ارادہ ہو کہ آپ حضرات کے سامنے ایک طرف تو اسلامی تصوف کا اسلام سے تعلق بتاؤن اور دوسری طرف تصوف کا موجودہ خیالات سے واسطہ ظاہر کرون؛ اس موضوع کی ایک تیسری صورت، یعنی خود اسلام اور خیالات جدید کا رابطہ بھی پیدا ہوتی ہے لیکن اس وقت مین اس پر کچھ کہنا نہین چاہتا،

جیسا کہ میرا یقین ہے کہ اگر اکثر حیات بخش، وسیع اور ذاتی مذہبی تجربہ ہمیشہ ایک حد تک صوفیانہ ہوتا ہے، تو یہ کہنا شاید بیجا نہ ہو کہ اسلام کو ایک روحانی قوت سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس کے تصوف کا مطالعہ کرین۔ یہ دیکھکر سخت تعجب ہوتا ہے کہ گذشتہ صدی تک کے یورپین مصنفین اسلام ایک ایسے اہم اور نتیجہ بخش عنصر کو نظر انداز کر جاتے ہین اور اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز یہ واقعہ ہے کہ اونکی اس بدترین مثال کی ایک ممتاز مسلمان مسٹر سید امیر علی نے اپنی کتاب اسپرٹ آف اسلام کی پہلی اشاعت مین تقلید کی، اس کے دوسرے اڈیشن مین جو گذشتہ سال شایع ہوا ہے مجھے یہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ اسلام کے صوفیانہ و کشفی موضوع پر ایک چھوٹے سے باب کا اضافہ کیا گیا ہے، اور اس سے اس بات کا بالکل اندازہ نہین ہو سکتا کہ اسلام ابراہیم بن ادہمؒ اور بائزیدؒ سے لیکر غزالیؒ و جلال الدین رومیؒ تک کس قدر تصوف کا ممنون احسان ہے،

کہا جاتا ہے کہ تصوف کے خیالات غیر اسلامی عقائد سے ماخوذ ہین، مثلاً مسیحی رہبانیت یونانی مذہب و فلسفہ، ہندی ریاضت وغیرہ؛ اس مین کچھ صداقت ضرور ہے، لیکن یہ سرتاپا صحیح نہین ہے؛

میرے خیال مین تصوف ابتداءً و اصولاً اسلامی ہی، البتہ اثنائے ترقی مین جن جن چیزون سے ملا، اون سے متاثر ضرور ہوا، اولین صوفیائے کرام کے پاس قرآن مجید کے سوا کوئی دوسری کتاب نہ تھی، اور اس کا نہایت ہی غور و فکر سے مطالعہ کرتے، اوس کو حفظ کرتے، دن رات اوسکی تلاوت کرتے اور ہر سورہ، ہر آیت بلکہ ہر لفظ کے اندرونی معنی پر غور کرتے رہتے، اگرچہ ہم سرسری طور سے یہ نہین کہہ سکتے کہ قرآن شریف ایک صوفیانہ صحیفہ ہے تاہم جو شخص بھی اوس کو غور سے پڑھیگا اوس کو ایسی متعدد آئتین ملینگی جنکو نہایت آسانی سے صوفیانہ معنی کا جامہ پہنایا جاسکتا ہے،

نحن خلقناه و نعلم ما توسوس	ہم نے اسکو پیدا کیا، ہم جانتے ہین کہ اوسکی روح
به نفسه، و نحن اقرب الیه من حبل الورید	نے اس کے کان مین کیا کہا اور ہم اس کے رگ
اینما تولوا فثم وجه الله	جان سے بھی قریب تر ہین، جس طرف بھی مڑو،
کل من علیها فان و یبقی وجه	ادھر خدا کا چہرہ موجود ہی،
ربك ذی الجلال والاکرام،	دنیا کا ہر وجود فانی ہے (البتہ) صرف
" " " "	تمھارے مالک، حاکم و خدا کا چہرہ باقی ہے،

اس قسم کے الفاظ ایک صوفی کو خدا کی قریبی موجودگی کا خیال دلاتا ہے، اور وہ سمجھتا ہے کہ عقاید مذہبی کچھ بھی بتائین، جس خدا کی وہ پرستش کرتا ہے نہ وہ دور ہے اور نہ اُس تک پہنچنا مشکل، اولین صوفیہ کی اکثر عبادات اسی اصول پر قرآن سے ماخوذ ہین، اونھون نے دنیا داری کی عالمگیر وسعت کے مقابلہ مین عزلت کی زندگی بسر کی، اور صرف خدا پر اعتماد رکھا۔ رفتہ رفتہ اونھون نے عبادت خداوند کو ایک ضروری فرض ہی نہین بلکہ ذاتی ضرورت کی تسکین کے لیے لابدی سمجھا، اور یہین پہنچکر رہبانیت، تصوف ہو جاتی ہے، —— خوف خدا کی جگہ "حُبُّ اللہ" اور "خواہش وصل الی اللہ" لیتی ہے، آپ کو یاد ہوگا کہ جب مشہور اہل دل خاتون حضرت رابعہ بصریؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو رسولُ اللہ سے محبت ہے ؟ تو آپنے کیا جواب

دیا تھا، اُنہوں نے کہا، "یارسول اللہ! آپ سے کسے عشق نہین، لیکن عشق الہی نے میرے دل کو اس قدر بھر دیا ہے کہ اوس مین اب کسی کی محبت یا نفرت کی جگہ باقی نہین"۔ صوفیون کے نزدیک حبّ اللہ کامل عزلت و ترک خودی کا نام ہے، اور یہ اسلام کا نیا اصول ہے، قرآن شاذونادر ہی خدا کو وجود محبت بتاتا ہے تاہم وہ اکثر اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ خدا اپنے صابر، عاجز، متقی اور اسی قسم کے دوسرے بندون سے محبت کرتا ہے؛ یہ صوفیہ ہی ہین جنھون نے اسلام کو مذہب عشق و محبت بتایا ہے، اونکی تعلیم ہے کہ محبت بھی علم کی طرح عطیۂ الہی ہے، محبت خداوندی سب سے آگے ہوتی ہے، جنکو وہ اس کے لیے چن لیتا ہے، وہ اپنے سینون مین ایک آگ مشتعل پاتے ہین، اور جیسے جیسے ریاضت عبادت اور جذبۂ شوق بڑھتا جاتا ہے، یہ آگ زیادہ روشن ہوتی جاتی ہے، ہر وہ چیز جس سے ذرا بھی لگاؤ ہو، یا ہر وہ آرزو جو ماسویٰ اللہ ہو دل سے نکال ڈالنی چاہیے، تاکہ حبّ اللہ اس پر کامل طور سے قابض و محیط ہو جائے، اور چونکہ خدا ہر جگہ موجود ہے اسلئے صوفیہ صرف انسان ہی نہین بلکہ ہر جاندار شے سے محبت کرتے ہین، اس کی انتہائی مثال اوس درویش کا قصہ ہے جو سینکڑون میل صرف اس لئے گیا تھا کہ چونٹیون کو جو غلطی سے اوس کے ساتھ چلی آئی تھین اُن کی اصلی جگہ پر پہنچا دے،

حب و علم الہی کا قانون جو رہبانیت کی صورت اختیار کر لیتا ہے، ایک خوفناک اصول ہے، کیونکہ اُس کے ذریعہ نہایت آسانی سے مذہبی قوانین کے حدود کو توڑا جا سکتا ہے، اور اگرچہ ضروری نہین ہے کہ کثرت کی طرف انسان رجوع ہو جائے لیکن یہ اسکا دروازہ خود کھول دیتا ہے تیسری اور چوتھی صدی ہجری مین یہ شے بہت عام ہو گئی تھی، اور اس نے تصوف و اسلام کے درمیان خلیج کو وسیع تر کر دیا قشیری نیشاپوری نے پانچوین صدی کے وسط مین اپنے رسالہ کے ذریعہ صوفیون کی طرف سے ان متضاد خیالات کو متحد کرنے کی کوشش کی تھی، اور اس مین یہ دکھانے کی کوشش کی تھی بلکہ کی ہے کہ اولین صوفیہ کے تمام اصول قرآن و سنن پر مبنی تھے۔ لیکن جس شخص نے تصوف کو

صرف اسلام مین ایک محفوظ جگہ ہی نہین دی بلکہ تصوف کی بہترین تعلیمات سے اسلام مین نئی زندگی پیدا کرنے کی کوشش کی، وہ امام غزالیؒ تھے، قبل اس کے کہ وہ صوفیانہ زندگی بسر کرین جن سے اونکی تمام حیات متاثر تھی، اونھون نے اسلامی دینیات وفلسفہ کے تمام مباحث پر کامل عبور حاصل کرلیا تھا۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ بغداد مین دینیات کے استاد تھے، اس لئے جس کام کا اونھون نے بیڑا اٹھایا تھا اس کے لیے وہ موزون ترین شخص تھے، اونھون نے صرف صوفیہ ہی کے لیے نہین لکھا بلکہ تمام مسلمانون کو اپنی تحریرات کے ذریعہ مستفید کرنا چاہا، اور وہ ناقدانہ وحکیمانہ اصول اختیار کیا جو ہر دماغ پر یکسان اپیل کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کے بعد والے صوفیہ **غزالی** کو جنکی کتابین تصوف کے مباحث سے بھری ہوئی ہین صوفی نہین سمجھتے اور مشکل ہی سے کوئی اُن کا نام لیتا ہے، لیکن اس کے باوجود انھون نے وہ سب کچھ کیا جو دوسرے کبھی بھی نہ کرسکتے تھے، اوران کے زمانہ سے اسلام، مسیحیت سے زیادہ ایک صوفیانہ مذہب ہے، وہ صوفیون کے اس اصولی عقیدہ کو تسلیم کرتے ہین کہ روح خدا سے متحد ہے اور خداوند تعالیٰ اُن کے سامنے اپنے کو ظاہر کرتا ہے جو اپنی روحون کو پاک کرلیتے ہین، اُن کے خیال مین مذہب، ظاہری فرائض کی ادائیگی، اور چند عقاید پر ایمان رکھنے کا نام نہین ہے، بلکہ ذاتی ایمان جذبات وتجربات پر مبنی ہے، تاہم وہ خیال کثرت سے اپنے کو بچانیکی پوری کوشش کرتے ہین اوراسنادو روایات سے اپنے کو مسلح رکھتے ہین،

اپنی حالت جذب مین اونھون نے دل سے سوال کیا، کہ صداقت کیا ہے"؟ اور عالم رویار مین اُن کو جواب ملا کہ "وہ وحی جو رسول اللہ صلعم پر نازل ہوئی" اُن کا دعویٰ ہی کہ تمام مذہبی علم قرآن سے ماخوذ ہے؛ رسل وانبیار بنی نوع انسان کے مستند اساتذہ ہین۔ ذہنی علم یا بدیہی ہوتا ہے، یا نظری، اوراس دنیا کے متعلق ہوتا ہے یا آئندہ دنیا کے لیکن یہ نہ سمجھنا کہ عقلی و مذہبی علوم متضاد ہین، ہرایک کو دوسرے کی ضرورت ہے، اور جو دونون کو متحد کرے، عقلمند ہے، بہرکیف یہ سچ ہے کہ عقلی ونظری علوم

خواہ اس دنیا کے متعلق ہون یا آئندہ کے، حقیقۃً متضاد ہین۔ جو ایک کا ہو رہتا ہے وہ دوسرے کو فراموش کر دیتا ہے، عقلی قوت دونون پر مساویانہ طریقہ سے حاوی نہین ہو سکتی صرف انبیاء کو تمام علوم حاصل ہین، محمدؐ جمیع علوم پر قادر ہین، کہ وہ بنی نوع انسان کے ہر شعبۂ حیات کے رہبر و ہادی ہین، اس حیثیت سے آپ دیکھین گے کہ غزالی نے اسلام کی ذہنی ترقی کے متعلق جو کچھ پایا تھا، اُس سے کہین زیادہ چھوڑا ہے؛ اگرچہ اونھون نے اپنی عقل سے کام لیا ہے تاہم وہ عقلیین مین نہ تھے، اونھون نے اشعریہ کے عقاید کا ساتھ دیا اور اوسکی مردہ ہڈیون مین نئی روح پھونک دی، لیکن ان کے پاس غیر معمولی اخلاقی قوت تھی، اور وہ ان کے مذہبی جوش اور عجیب طاقت تحلیل نفسی کے ساتھ مل کر تمام چیزون کو بہالے گئی اور ایک مرتبہ پھر اسلام کو نہ صرف ان کے لیے بلکہ ہر شخص کے لیے جس کے دل و ضمیر نے اون کی دعوت پر لبیک کہا زندگی بخش و حیات آفرین بنا دیا، غزالی کا تصوف، راہبانہ، فدایانہ اور الٰہیانہ قسم کا تصوف ہے اور اُسکا مقصد حقیقی، روح کی تربیت و تکمیل ہے، وہ کبھی بھی اس قسم کے فلسفیانہ مباحث مین جن سے ہم ابن عربی مین دوچار ہوتے ہین، داخل نہین ہوتے اُن کے اصول کا ڈھانچہ ایک حد تک عہد وسطیٰ کا ہے، اور اوس کا بیشتر حصہ اب، متروک و منسوخ ہے، لیکن اون کی تصنیف عہد ماضی کی داستان پارینہ نہین معلوم ہوتی، اس کے برخلاف حال مین یورپ کے طلبائے مذہب نے اس کی طرف خاص توجہ کی ہے، اُسکی خاص وجہ، اس مین کوئی شک نہین، یہ ہے کہ وہ مذہبی مسائل کے بیان مین جدید اصول استعمال کرتے ہین اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ اس قسم کے مباحث کو نفسی اصول کے ماتحت رکھکر فطرت انسانی کے ابتدائی واقعات سے شروع کرتے ہین، اس حیثیت سے ہم انکو قرون وسطیٰ کی جگہ عہد جدید مین پاتے ہین،

اسلام کی ترقی مین، صوفیہ کی کوششون کو چند الفاظ مین بیان نہین کیا جا سکتا، میرا خیال ہے کہ ہم کہہ سکتے ہین کہ صوفیون نے اس بات پر اصرار کرکے کہ مذہب کی غائت وصول الی اللہ ہے،

اس یقین کے بغیر تمام اعتقادات و مذاہب بیکار ہین اور کہ تمام ظاہری عبادات دراصل اندرونی محسوسات و تجربات کا اظہار ہین، ایک بہت بڑی خدمت انجام دی ہے، صفائے قلب کے حصول مین اون کی مساعی ان کو اس قابل بنادیتی ہے کہ وہ اپنے الہیانہ خیالات اور اسلامی اصول کو زیادہ وسیع و پر از روحانیت بنائین۔ اور اس سے جو قابل تعریف نتائج پیدا ہوتے ہین، وہ ہر شخص شیعہ للغزالی مین دیکھ سکتا ہے،

صوفی کسی خاص فرقہ کا رکن نہین ہوتا، بلکہ وہ ایک عام برادری کا ممبر ہے، اُس کے پاس مخصوص عقاید و عبادات کے طریقے نہین ہین، بلکہ اس کو بھی وہی فرائض انجام دینے پڑتے ہین جو عام مسلمانون کو، وہ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ خدا تک پہنچنے کے اوتنے ہی طریقے ہین جتنی انسانی ارواح ہین۔ بہترین اہل طریقت نے نہایت ہی وفاداری سے اپنے اپنے فرائض ہی انجام نہین دیے بلکہ ان سے کہین کچھ زیادہ کیا ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی انھون نے اپنی روحانی آزادی کا بھی دعوٰی کیا، اور کہا کہ صداقت جماعتون کے تعصب سے بالاتر شے ہے اور اللہ عقاید و رسوم کے جھگڑون مین پڑنے سے نہین ملتا۔ قرون وسطی مین دنیا مسیحیت مین مذہبی آزادی شاذ تھی، اور اگر عالم اسلامی مین کچھ نظر بھی آتی ہے تو یہ صرف صوفیہ کے اثر کا نتیجہ ہے،

تمام اعلیٰ ترقی یافتہ مذاہب مین تصوف اس قدر لازمی عنصر ہے کہ میرا خیال ہے کہ اسلام مین اس کا ہمیشہ ایک اہم درجہ رہیگا، لیکن کیا یہ ہمیشہ اپنے ساتھ یہ معنٰی بھی رکھیگا جو آجکل اس مین سمجھے جاتے ہین، یعنی دنیاوی کامون سے علٰحدگی؟ کیا منتظم صوفیانہ زندگی جس کے رہبر درویشی فرقے ہین ہمیشہ اسلام کی خصوصیت بنی رہیگی، یا مسلمان ہمیشہ کے لئے یہ طے کر دینگے جو آجکل تصوف کے موجودہ معنٰی ہین، یعنی یہ طریقہ ہے تمام مذاہب مین داخل ہو کر دنیا کے متعلق اپنے ذاتی رویہ کو طے کرنے کا سید امیر علی غلط کہتے ہین، جبکہ وہ فرماتے ہین کہ یہ وہ طریقۂ زندگی ہے جو سوسائٹی کی بنیاد کو کمزور اور انسانی قوت کو مفلوج کرتا ہے"، ہان یہ بات عام صوفیہ کے متعلق صحیح ہو لیکن انفرادی حیثیت سے

درست ہین، ہر ملک اور ہر زمانہ مین بعض ایسے غیر معمولی وجود ضرور ملتے ہین جو اپنی زندگی صرف خدا کے لئے رکھنا اور اسی پر قربان کردینا چاہتے ہین۔ انھین مین انبیار و اولیار اور بنی نوع انسان کے روحانی پیشوا ہین لیکن اس نشۂ خداوندی کے مست بہت ہی کم ہین، لیکن ان کی اکثریت جس نے اوسکو اپنا پیشہ بنالیا ہے وہ یقیناً دنیاوی حالت کو نقصان پہنچا رہی ہے، اور ہم کو اس مین بھی شک ہے کہ آیا وہ مذہبی حیثیت سے بھی اپنا وقت صحیح طور سے گذارتے ہین، دوسری طرف یہ برادریان ہین جن مین اکثر عام اشخاص شریک ہین، اسلام کی مذہبی جماعات ہین، اور ایک حد تک مفید اثر بھی قائم کرتی ہین، ممکن ہے کہ مستقبل قریب مین موجودہ ضروریات کے مطابق اونکو قریب تر کیا جاسکے،

مین آپ حضرات کو بہت دیر تک مشغول رکھ چکا ہون، لیکن مجھے امید ہے کہ آپ مجھے اس مسئلہ پر کہ تصوف، اسلام و مسیحیت مین ایک اہم رابطہ ہے کچھ بولنے کی اجازت دینگے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہین ہے کہ جدید خیالات —— (مغربی مسیحی خیالات، اسلام کے دنیات، عقائد اور قوانین کے بہ نسبت) اسلامی تصوف کی طرف زیادہ ہمدردانہ طریقہ سے رجوع ہین، مؤخر الذکر چیزین عہد وسطی کے افکار کے نتیجے ہین، اس لیئے یورپ کے لیے ایک علمی دلچسپی رکھتی ہین، لیکن تصوف قرون وسطی کے خیالات ہی سے جواب تک عالم مسیحیت مین موجود ہین مشابہت رکھتا ہے، بلکہ ہر انفرادی قسم کے تجربات سے یگانگت رکھتا ہے جس سے مسیحی تصوف کا ہر طالب علم واقف ہے، مثلاً صوفی شہید حلاج کا اصول اس عقیدہ پر مبنی ہے کہ خدا نے آدمی کو اپنا ہمشکل پیدا کیا، —— یہ بیان انجیل مین بھی موجود ہے[1]، انسان و خدا کے اتحاد کو دکھانے کے لیے وہ لاہوت، و ناسوت کی اصطلاح استعمال کرتا ہے، اور یہی الفاظ شامی مسیحیت مین حضرت عیسیٰؑ کے مادی و روحانی حالات کو ظاہر کرتے ہین، مسیحیت کے اس اعتقاد کو کہ "حضرت عیسیٰؑ خدا کے فرزند ہین" عام مسلمانون اور صوفیون نے یکسان جھٹلایا ہے، لیکن بعض صوفیہ نے اسلام مین ایک تثلیثی اصول قائم کرنے کی کوشش کی ہے، چنانچہ ابن عربی لکھتے ہین کہ خدا کے

[1] معارف: مسلمانون کی احادیث مین بھی ہے،

اصلی نام "اللہ" "الرحمٰن" اور "الرب" ہین اور باقی سب اس کے ماتحت ہین" جبلی خدا کے وجود کو تثلیث سے مرکب بتاتا ہے،" جوہر، خالق اور مخلوقات" یہ نظریہ ہم کو ایک اہم نتیجہ تک لیجاتا ہے، کہ وجود ایک فانی غیر مخصوص ہستی ہے بلکہ اس کے اندر خود تخصیص کا اصول موجود ہے، مسیحیت خدا کی ذات کے اختلاف کا دعوی کرتی ہے جبلی کا دعوی ہے کہ اختلاف وجود کا ہے، یعنی خدا مین موجودات کے مختلف طبقات و مدارج ہین، اسی لیے یہ اصول اسلام و مسیحیت کے بین بین ہے، دوسری جگہ جہان تصوف و مسیحیت خطوط متوازی کی طرح چلتے ہین، حضرت محمد صلعم اور حضرت عیسیٰؑ کی ذات کے متعلق ہے حضرت محمد صلعم کے متعلق، صوفیہ کا خیال (جو قرون وسطی کے عام خیال کو ایک حد تک پیش کرتا ہے) مسلمانون کے ابتدائی خیال رسول سے بالکل متضاد ہے، اور حضرت عیسیٰؑ کے متعلق تمام عیسائیون کا زمانۂ حال تک جو خیال تھا اوس سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے، رسول اللہ صلعم اپنے اصحاب یا ابتدائی مسلمانون کے نزدیک وہی تھے جس نام سے قرآن شریف آپ کو یاد کرتا ہے، "بشر مثلکم" "البتہ یوحی الیہ" ضرور تھے، لیکن فطرۃً انسان ہی تھے، یہ عجیب وسبق آموز بات ہے کہ کس طرح رفتہ رفتہ ان کا وجود مقام تقدس سے بالاتر ہونے لگا تا آنکہ آجکل ایک بڑی جماعت آپ کے متعلق وہی پاک خیالات رکھتی ہے جو مسیحی حضرت عیسیٰؑ کے متعلق رکھتے ہین مین اس پر مفصل گفتگو کرنا نہین چاہتا لیکن آپ اس مسئلہ کو میری کتاب (The idea of personality Sifigne) مین دیکھ سکتے ہین، صوفیہ پیغمبر کو اس رنگ مین پیش کرتے ہین کہ وہ کامل ترین انسان ہین جن مین تمام صفات الہیہ ظہور پذیر ہوتی ہین۔ اوران کے بیان کے مطابق رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ "جس شخص نے مجھے دیکھا اس نے خدا[2] کو دیکھا" بالکل اسی طرح حضرت عیسےٰ نے فرمایا کہ "جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ کو دیکھا" اسلام مین انسان کامل کا وہی اصول ہے، جو مسیحیت مین لاگس کا ہے یہ صرف صوفیون ہی تک محدود نہین ہے شیعون کے بیان ہی چیز دوسری صورت مین جلوہ گر ہے، اور اس کے آثار تو اون سنیون کے بیان بھی موجود ہین۔ جنکا خیال ہے کہ خداوند تعالےٰ

[1] معارف: قرآن مجید مین اس موقع پر یوحی الی ہے، [2] معارف: حدیث مین حق (ح ق) کا لفظ ہے،

اوّلین چیز جو پیدا کی وہ رسول اللہ کی روح مقدس تھی، مسیحیت کا موجودہ رُجحان لاگس اصول کے لئے چندان مفید نہین معلوم ہوتا، اور بعض مسیحی اب حضرت عیسیٰؑ کو اسی قدر سمجھنا چاہتے ہین جتنا اولین مسلمان رسول اللہ صلعم کو سمجھتے تھے، تاہم یہ صداقت قائم رہتی ہے کہ مسلمانون کی ایک بڑی جماعت مسیحیون کے اس اصول کو تسلیم کرتی ہے کہ خدا اور انسان کے بیچ مین ایک واسطہ ضروری ہے اور وہ ایسا ہونا چاہئے جس مین الوہیت بھی ہو اور انسانیت بھی، اور اصول کے سوالات کو برطرف کرکے ہر غیر متعصب مسیحی کو اون اخلاقی ور وحانی خیالات کی پاکی و شرافت کا اقرار کرنا چاہئے جو صوفیہ رسول اللہ کی ذات سے منسوب کرتے ہین اور جو ہم کو اکثر حضرت عیسیٰؑ کے تعلیمات کو جو انھون نے وعظ کوہ زیتون مین پیش کیا تھا یاد دلاتے ہین، مزید برآن تصوف کے مقدس اصول مسیحیت کی طرح قانونی شکل مین محدود نہین کردئے گئے ہین کہ ناقابل ترقی و اضافہ ہون؛ مذہب سخت گیر اور ناقابل تغیر ہوسکتا ہے، لیکن جس مذہب مین تصوف زندہ ہے، اس مین سے ترقی و آزادی معدوم نہین ہوسکتی،

مجھے اس مین کچھ بھی شک نہین کہ **اسلام** ترقی و حرّیت کی طرف بڑھ رہا ہے، اور مجھے نظر آتا ہے کہ اسلامی تصوف، مغرب و مشرق، درمیانی خلیج کے ہمدردی و مفاہمت کے پل کا ایک اہم ترین پتھر ہے، اور یہ پل ایک دن یقیناً طیار ہو کر رہیگا،

علم الکلام

مولانا شبلی مرحوم کی وہ مشہور تصنیف جس مین علم الکلام کی تاریخ اور اس کے عہد بہ عہد کی ترقیان اور تدریجی رفتار، اور ہر دور کے اکابر متکلمین کے مسائل و مجتہدات پر تبصرہ ہی، مدت ہوئی کہ ناپید ہوگئی تھی اب مطبع معارف نے نہایت عمدہ کاغذ پر اہتمام کے ساتھ چھاپا ہے، قیمت عہ،

"منیجر"

دیوان حافظ اور سلاطین مغلیہ

از

سید نجیب اشرف صاحب ندوی، ایم آر، اے، ایس

خدا بخش خان مرحوم کی اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ مین دیوان حافظ کا ایک چھوٹا سا خوشخط نسخہ ہے اوس مین بظاہر کوئی ایسی شے نہین کہ انسان کو اپنی طرف متوجہ کرے، کیونکہ اِس سے قدیم تر، زیادہ خوشخط، اور مذہب و مطلاً نسخے بھی موجود ہین، لیکن باطنی حیثیت سے دیکھا جائے تو یہ انمول نسخہ ہی، اور اس کی وجہ صرف یہ ہی کہ ہمایون، جہانگیر، شاہجہان، اور نورجہان جیسے سلاطین روزگار کے لیئے یہ اطمینان، سکون، اور ہدایت کا باعث ثابت ہوا ہی، جب کبھی کوئی مصیبت، کوئی مشکل، یا کوئی وہم پیدا ہوا، تو لسان الغیب نے فوراً اپنی خاموش زبان سے اون کی تسلی کردی یا حل کردیا،

حافظ کے متعلق مختلف گروہون کا جو خیال بھی ہو، لیکن اس مین شک نہین کہ اون کی بزرگی، ولایت اور خدارسی کا ایک زمانہ اون کی زندگی ہی مین معترف ہو چکا تھا، مشہور ہی کہ جب لوگون نے اون کی وفات کے بعد اون کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کیا تو اون کے معتقدون نے اپنے اعتقاد کی بناپر، یہ فیصلہ پیش کیا کہ خود اون کے دیوان سے فال نکالی جائے، چنانچہ جیسا کہ تمام تذکرون مین متفقہ طور پر درج ہی، یہ شعر نکلا

قدم دریغ مدار از جنازۂ **حافظ** | کہ گرچہ غرق گناہست می رود بہشت

اگر یہ واقعہ بازاری افسانہ نہو تو شائد دیوان **حافظ** سے فال نکالنے کی یہی ابتدا ہے، کہ اس سے پہلے کے کسی واقعہ کا کسی اور تذکرہ مین ذکر نہین،

فال کی رسم عہد لامعلوم سے چلی آتی ہی، مختلف اوقات مختلف حالات مین، مختلف ممالک مین، مختلف اشیاء سے فال نکالی جاتی تھی، پرندون، جانورون، پھلون، یا کسی اہم غیر متوقع واقعہ سے بھی فال نکالی جاتی تھی، جب کتابین عالم وجود مین آئین، تو الیڈ، اڈیسی و ورجل (Sarton Verg[illegible]) قرآن، انجیل و تورات سے فال نکالی جانے لگین، بعد ازآن لوگون نے مختلف اعتقادات کی بناپر مختلف کتابون کو مقرر کرلیا، لیکن عالم اسلامی مین قرآن کے بعد جس کتاب کو یہ عزت ملی وہ دیوان حافظ ہے[1]، اسی بناپر شائد ان کو لسان الغیب، اور ترجمان الاسرار کے خطاب بھی ملے ہین،

دیوان حافظ سے فال نکالنے کے مختلف طریقے ہین، ایک طریقہ یہ ہی کہ ایک بہت بڑا مربع بنایا جاتا ہی اور اس مربع کو (۲۲۵=۱۵×۱۵) چھوٹے مربعون مین تقسیم کیا جاتا ہی، اس کے بعد ۹ ایسے اشعار، جن کا ہر مصرعہ ۲۵ حروف کا ہو چنے جاتے ہین، اور پھر ہر مصرعہ کے ایک ایک حرف کو ان خانون مین رکھا جاتا ہی، تا آنکہ ان سے (۲۲۵=۹×۲۵) خانے پُر ہوجاتے ہین، فال نکالنے والا بلاتعیین ان حلقون مین سے ایک پر ہاتھ رکھدیتا ہی، اور پھر اس مصرعہ کو پورا کرکے، اس مکمل شعر سے فال لیتا ہے،

مثلاً ایک شخص ایک شہر سے ہجرت کرکے دوسرے شہر مین جانا چاہتا ہے، وہ پہلے نو مصرعے ۲۵ حروف کے جمع کرتا ہی،

(۱) ما آزمودہ ایم درین شہر بخت خویش،

(۲) مرحبا طائر فرخ پے وفرخندہ پیام،

(۳) گر ازین منزلِ غربت بسوئے خانہ روم،

(۴) طالع اگر مدد کند دامنش آورم بکف،

(۵) روئے بنما ؤ وجود خودم از یاد ببر،

1- Persian Literature under Tatar Dominion p.p 312, 313

(۶) گفتم غمِ تو دارم گفتا غمت سر آید،

(۷) یارب آن نوگلِ خندان کہ سپردی بمنش،

(۸) بر نیامد از تمنائے لبت کامم ہنوز،

(۹) خیز تا از درِ میخانہ کشادی طلبیم،

اب اگر اوس نقشہ کے مطابق ایک مصرعہ نکلا تو مکمل شعر اس کے سوال کا جواب ہوگا،

مکمل اشعار یہ ہین،

(۱) ما آزمودہ ایم درین شہر بختِ خویش — بیرون کشید بائد ازین ورطہ رختِ خویش

(۲) مرحبا طائرِ فرخ پئے فرخندہ پیام — خیر مقدم چہ خبر یار کجا راہ کدام

(۳) گر ازین منزلِ غربت بسوئے خانہ روم — دگر آنجا کہ روم، عاقل و فرزانہ روم

(۴) طالع اگر مدد کند دامنش آورم بکف — گر بکشم زہے طرب ور بکشد زہے شرف

(۵) روے بنما و وجودِ خودم از یاد ببر — خرمنِ سوختگان را ہمہ گو باد ببر

(۶) گفتم غمِ تو دارم، گفتا غمت سر آئد — گفتم کہ ماہِ من شو، گفتا اگر بر آید

(۷) یارب آن نوگلِ خندان کہ سپردے بمنش — من سپارم بتو از چشم حسودِ چمنش

(۸) بر نیامد از تمنائے لبت کامم ہنوز — بر امیدِ جامِ لعلت دُردی آشامم ہنوز

(۹) خیز تا از درِ میخانہ کشادی طلبیم — در رہِ دوست نشینیم و مرادی طلبیم

لیکن یہ طریقہ بہت طویل ہے اور اشعار کی تعداد بھی محدود ہو جاتی ہے، اسلئے اس سے آسان تر صورتین بھی نکالی گئی ہین، یعنی حافظ پر فاتحہ پڑھنے کے بعد دیوان حافظ کھولا جائے، اور اس صفحہ کا پہلا شعر، یا آخری شعر، یا ساتوان شعر، یا اس غزل کا ساتوان شعر فال کے طور پر لیا جائے،

لطائف الغرائب مصنفہ محمد بن شیخ محمد دارابی مطبوعہ طہران ۱۳۰۴ھ ہجری، کے صفحات ۱۲۲-۲۷ا

ادن فانون کا تذکرہ ہی، جو لوگون نے نکالین اور ریبج ہوئین، اسی قسم کی ایک اور کتاب کا مصطفی حاجی خلیفہ[1]
المتوفی ۱۶۵۸ء نے تذکرہ کیا ہے جو کفوی مولا حسین المتوفی ۱۵۰۱ء نے اسی موضوع پر ترکی مین
لکھی ہی[2]،

ڈاکٹر براؤن Dr. Brown نے مذکورہ کتاب کا کچھ حصہ اپنی کتاب مین نقل کیا ہے، ان
چھ واقعات کے لیئے وہی ہمارے ماخذ ہین، لیکن وہ مصنف کا نام محمد بن محمد دارابی لکھتے ہین اور حاجی
خلیفہ، محمد بن الشیخ الہروی لکھتا ہے[3]،

(۱) دولت صفویہ کا بانی، شاہ اسمٰعیل اعظم سخت متعصب شیعہ تھا، اوسی وقت سے حکومت کا بھی
یہی مذہب ہوا، اس نے تمام مشہور سنی علماء وفضلا کی قبردن کو کھدوا کر پھکوا دیا، اور آج اونکا
کہین نشان وپتہ بھی نہین، ایک دن ملا مگس نام ایک متعصب ملا کے ساتھ حافظ کی قبر پر گیا،
ملا نے کہا کہ یہ شخص بالکل غیر مذہبی زندگی بسر کرتا تھا، اسلئے اس کے مقبرہ کو بھی برباد کر دیا جائے،
شاہ نے تامل کیا، دیوان حافظ سے تفاؤل ہوا تو یہ شعر نکلا،

جوز اسحر نہاد حمائل برابرم   یعنی غلام شاہم وسوگند میخورم

بادشاہ نے اِس شعر کو حافظ کی اطاعت سمجھا، اور اس خیال کو دل سے نکال دیا، لیکن ملا مگس مصر رہا،
مجبوراً شاہ نے دوبارہ فال نکالی تو یہ شعر نکلا،

اے مگس: حضرت سیمرغ نہ جولانگہ تست   عرض خود میبری وزحمت ما میداری

مگس بہت خفیف ہوا،

(۲) شاہ طہماسپ صفوی[4] ایک دن اپنی انگوٹھی سے کھیل رہا تھا، اتفاقاً گر کر ایسی اوجھل ہوئی

1- Clement Huart Arabic Literature, p.p 382-83.
[2] کشف الظنون، جلد ا صفحہ ۵۰۰، [3] کشف الظنون، جلد ا صفحہ ۵۰۰، [4] میرا خیال ہو کہ یہ شاہ طہماسپ اول (۱۵۲۴-۷۶ء)
کیونکہ دوسرا شاہ طہماسپ (۱۷۳۲-۱۷۲۲ء) مصنف لطائف غیبیہ سے صدیون بعد پیدا ہوا تھا،

کہ تلاش کے بعد بھی نہ ملی، شاہ نے فال نکالی تو یہ شعر نکلا

دلے کہ غیب نمائست و جام جم دارد ‌ ‌ ‌ ‌ ز خاتمے کہ دمے گم شود چہ غم دارد

تھوڑی دیر بعد انگوٹھی مل گئی،

(۳) شاہ عباس ثانی (۱۶۴۲-۱۶۶۶ء) نے جب آذربائجان پر فوج کشی کرنی چاہی تو فال نکالی، یہ شعر تھا

عراق و فارس گرفتی بشعر خود حافظ ‌ ‌ ‌ ‌ بیا کہ نوبت بغداد و وقت تبریز است

شاہ نے اِس کو نیک فال سمجھ کر حملہ کیا اور کامیاب ہوا،

[مہدی علی خان مصنف تاریخ نادری نے ۱۱۲۹ھ (۱۷۴۲ء) کے حال مین لکھا ہے کہ نادر شاہ نے جب فال نکالی تھی اوس وقت بھی یہ دو شعر نکلے تھے، ایک یہ

اگرچہ بادہ فرح بخش و باد گل بیز است ‌ ‌ ‌ ‌ بہ بانگ چنگ مخور مے کہ محتسب تیز است

اور دوسرا غزل کا ساتوان شعر اوپر لکھا جا چکا ہے[1]]

(۴) یہ واقعہ بھی شاہ عباس ہی کے متعلق ہے، اس کے پاس سیاوش نام ایک غلام تھا، دوسرے نوکر حسد سے اس کا خاتمہ کر دینا چاہتے تھے، اور بادشاہ سے اوس کے قتل کے لئے مصر تھے، بادشاہ نے فال نکالی، حافظ کا فتویٰ تھا،

شاہ ترکان سخنِ مدعیان می شنود ‌ ‌ ‌ ‌ شرمے از مظلمہ خونِ سیاوشش باد[2]

(۵) یہ حکایت خود مصنف کا ذاتی مشاہدہ ہے، وہ ۱۰۵۰ھ ہجری مطابق ۱۶۴۰ء مین احمد آباد دار السلطنت گجرات گیا، وہان کے ایک امیر کنعان بیگ سے مراسم دوستانہ پیدا ہو گئے، اس امیر کے ایک بھائی یوسف بیگ کے متعلق مشہور تھا کہ وہ احمد آباد کے قریب ایک جنگ مین کام آیا ہے، کیونکہ

---

[1] فہرست کتبخانۂ خدا بخش خان مرحوم جلد اول (شعراء ایران) [2] سیاوش، کیکاؤس کا بیٹا، کیخسرو کا باپ اور افراسیاب کا داماد تھا، دیکھو شاہ نامہ فردوسی،

جنگ کے بعد سے اس کی کوئی خبر نہ تھی، امیر بھائی کے خیال شہادت سے ملول تھا، بالآخر حافظ کی طرف رجوع کیا گیا اور اونھون نے اِن الفاظ مین تسلی دی،

یوسفِ گم گشتہ باز آید بکنعان، غم مخور　　　کلبہ احزان شود روزے گلستان غم مخور

چنانچہ کچھ دنون کے بعد یوسف بیگ صحیح و مع الخیر احمد آباد آگیا،

(۶) چھٹا قصہ فتح علی سلطان بن امام قلی خان کے متعلق ہی، یہ ایک وجیہ و حسین نوجوان تھا، رجب کے آخری ہفتہ مین جبکہ حافظ کے مزار پر ہر سال عرس ہوتا ہی، یہ نوجوان بھی متوالا سبز قبا پہنے وہان پہونچا، جب فال نکالی تو یہ شعر نکلا،

سرمست با قبائے زرافشان چو بگذری　　　یک بوسہ نذرِ حافظِ پشمینہ پوش کن

فتح علی نے کہا کہ ایک بوسہ کیا ہی، مین دو کا وعدہ کرتا ہون، ایک ہفتہ بعد پھر مزار پر گیا اور فال نکالی،

گفتہ بودی کہ شوم مست و دو بوست بدہم　　　وعدہ از حد بشد و ما نہ دو دیدیم و نہ یک

فتح علی نے کہا کہ دو بوسے کیا، مین تین کے لیئے تیار ہون، اور پھر بغیر ایفائے وعدہ چلا گیا، ایک ہفتہ کے بعد آکر پھر فال نکالی تو یہ شعر تھا،

سہ بوسہ کز دولبت کردۂ حوالتِ من　　　اگر ادا نکنی قرضدارِ من باشی

اس پر فتح علی، حافظ کی قبر سے لپٹ گیا، اور پے در پے سیکڑون بوسے دئیے،

مجھے صرف شاہان مغلیہ کا حافظ سے شغف دکھلانا تھا لیکن بات مین بات پیدا ہوگئی،

لطیف بود حکایت دراز تر گفتم

جہانگیر کی بہترین تاریخ خود اوس کی اپنی لکھی ہوئی تزک ہی، اور بہت سے ایسے واقعات جو دوسری عام تاریخون مین نہین ملتے اِس مین موجود ہین، سر سید مرحوم نے علی گڈھ سے اس کا ایک نہایت

1- Brown persian Literary History PP 315-319

صحیح اڈیشن ۱۸۶۴ء مین شایع کیا تھا میجر ڈوڈ پرائس[1] (Major David price) نے ۱۸۲۹ء

مین لندن سے اس کا ترجمہ شایع کیا اور سید احمد علی صاحب رامپوری نے ۱۲۹۱ء مین نظامی پریس کانپور

مین اس کا اُردو ترجمہ طبع کرایا، اسلئے ہم کو جہانگیر کے خانگی معاملات مین اس کی طرف متوجہ ہونا چاہئیے

دیوان حافظ سے فال نکالنے کے متعلق لکھتا ہے،

"در بسیاری از مطالب بدیوان خواجہ رجوع نمودہ ام، وحسب اتفاق آنچہ برآمدہ،

نتیجہ مطابق ہمان بخشیدہ، وکم است کہ تخلف نمودہ[2]"۔

ہمایون کی عمر ایسی پریشانی مین گذری کہ اوس کو خود کبھی لکھنے کا موقع نہ ملا اور اگر اوس کی بہن

گلبدن بیگم، اور اوس کا آفتابچی جوہر، ہمایون نامہ اور تذکرۃ الواقعات نہ لکھتے تو اوس کے عہد کے

یہ واقعات بھی نہ معلوم ہوتے، تاہم اس دیوان کے علاوہ دوسری تاریخون سے بھی اس بات کا پتہ

چلتا ہے کہ وہ فال نکالتا تھا، چنانچہ جب ہندوستان پر دوبارہ حملہ کرنے کا ارادہ ہوا تو اوس نے

فال نکالی، مآثر رحیمی لکھتا ہے

"درین حال حضرت جہانبانی (ہمایون) وخانخانان (بیرم خان) بتاریخ سنہ نہصد

وشصت ویک (۹۶۱) از کابل متوجہ ہندوستان شدند، ...... درین باب بدیوان لسان الغیب

خواجہ حافظ شیرازی تفأل نمودند، این بیت برآمد،

"ہمت از مرغ ہمایون طلب وسایۂ او

زانکہ باز اغ وزغن شہپر ہمت بنود[3]"

اب ہم اس خاص دیوان کی طرف متوجہ ہوتے ہین، اس مین دو آدمیون کے خط ہین،

1- Buckland - Dictionary of Indian Biography P 343.

[2] تزک جہانگیری صفحہ ۱۰۹، [3] مآثر رحیمی، مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال صفحہ ۶۰۴،

ان مین بعض پر نام ہین، اور بعض پر نام نہین، جہانگیر نے جہان جہان فال نکالی ہے، اوس کا سبب نتیجہ اور اپنا نام لکھدیا ہے، جہانگیر نستعلیق مین لکھتا ہے، کتاب کی دوسری قلمی عبارتین خط نسخ مین ہین، اس سے ہم فورًا معلوم کرسکتے ہین کہ وہ اُس کی نہین، بلکہ ہمایون کی ہین، اس مضمون مین واقعات تاریخی حیثیت سے مرتب کرکے دکھائے نہین گئے ہین، بلکہ دیوان کے صفحات کے لحاظ سے اون یادداشتون کو پیش کیا گیا ہے،

کسی ناقدر جلد بند کے تغافل سے بعض الفاظ کٹ گئے ہین، خان بہادر مولوی عبد المقتدر صاحب نے اون عبارتون کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے، اور ہم جو مکمل عبارت لکھین گے وہ انھین کے مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہوگی،

(۱) ورق الف ۲۴ یا صفحہ ۲۸

"...... لے نور چشمی شاہ ...... شادیم امید کہ از تفرقہ امان آید"

مکمل عبارت یہ ہوسکتی ہے،

"برائے نور چشمی شاہ خرم کشادیم امید کہ از تفرقہ امان آید"

اب ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ یہ عبارت کس وقت اور کس حالت کی ہوسکتی ہے، شہزادۂ خرم کے نام کے پہلے "شاہ" کا لفظ ہم کو یہ بتاتا ہے کہ یہ تحریر شوال ۱۰۲۵ھ (۱۶۱۶ء) کے بعد کی ہے، کیونکہ معتمد خان، اقبالنامہ جہانگیری مین لکھتا ہے،

"چون ہم دکن از شاہزادۂ پرویز متمشی نشد .... ناگزیر شاہزادہ جوان بخت جہان کشاے سلطان خرم را کہ مجددًا فتح رانا (امیر سنگھ والی اودے پور) نمودہ آنچنان سبع دیو خصلت را بدام اقبال درآوردہ بودند بفتح دکن نامزد فرمودند بخطاب والا شاہی کہ در زمان حضرت صاحبقران گیتی ستان (تیمور) تاحال ہیچ

شاہزادہ تجویز نشدہ، لطف فرمودند و بشاہ خرم ممتاز ساختند .... روز دوشنبہ نوزدہم شوال ....

بصوب دکن شرف ارزانی داشتند[۱]"

شہزادہ خرم سے اکبر و جہانگیر دونون کو غائت محبت تھی، خافی خان لکھتا ہے،

"شاہزادہ عالی نژاد بلند اقبال محمد خرم کلان بود، نظر برعنایات و توجہات جد بزرگوار و پدر نامدار کہ نسبت بخسرو در حق آن غرۂ جاہ و جلال زیادہ بند ول می گردید[۲]"

جہانگیر کی محبت کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہو کہ جب کبھی خرم کو کہین روانہ کرتا ہو تو خاص اہتمام سے بھیجتا ہو، اور اوس کی واپسی پر اس جوش محبت سے ملتا ہو کہ آپے سے باہر ہو جاتا ہے، اوس کو گلے لگاتا ہے، پاس بٹھاتا ہو، انعام و اکرام دیتا ہو، خطابات کی بارش کرتا ہے، اور کیا کچھ نہین کرتا،

شاہجہان اسی اثنا مین جہانگیر سے دور رہا، اور ایک سال ۳ ماہ بعد ۱۱ شوال ۱۰۲۶ھ کو فتح دکن کے بعد واپس آیا، ایک سال کا عرصہ عاشق باپ کے لیئے ایک مدت طویل تھی، چنانچہ جس بے خودانہ طریقہ سے اوس نے خرم سے ملاقات کی اوس کو معتمد خان یون لکھتا ہو،

"بتاریخ روز مبارک شنبہ ہشتم مہر ماہ الٰہی سنہ دوازدہ جلوس مطابق یازدہم شہر شوال ۱۰۲۶ھ، در قلعہ شاہ آباد ماندو در وموکب مسعود اتفاق افتادہ و ادراک سعادت ملازمت پدر عالیقدر مبارکی و فیروزی نصیب در وزی شد، بعد از ادائے مراسم کورنش و آداب زمین بوس بالائے جھروکہ طلبیدہ از غائت محبت و افراط شوق بے اختیار از جائے

[۱] اقبالنامہ جہانگیر مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال حالات ۱۱ سنہ جلوس مطابق ۱۰۲۵ہجری صفحہ ۹۱-۹۰

[۲] خافی خان منتخب اللباب، جلد اول صفحہ ۲۲۷،

خود برخاستہ دو سہ قدم پیش نہادہ در آغوش عاطفت گرفتند، چندانکہ ازینجانب در آداب

و فروتنی مبالغہ شد، ازان طرف در اعزاز و احترام افزودہ نزدیک بخود حکم نشستن فرمودند

.... اکنون بجلدوی این خدمتِ شائستہ منصب سی ہزاری

ذات و بست ہزار سوار و خطاب شاہجہانی عنایت شد، و مقرر فرمودند کہ بعد ازین در مجلس

بہشت آئین بجہت نشستن آن شاہ والا قدر صندلی متصل تخت می نہادہ باشند، و این

عنائتے است مخصوص شاہ فلک شکوہ کہ از زمان امیر صاحبقران تا حال درین سلسلہ

علیہ رسم نبودہ............ و خود از جھروکہ پایان آمدہ خوانچہ از جواہر

خوانے از زر برفرقِ قدان سائے آن درۃ التاج خلافت و جہانگیری نثار فرمودہ، فزونی

عمر و جاہ آن برگزیدہ دین و دولت از درگاہ حضرت رب العزت مسالت نمودند[1]،،

جس وقت **نورجہان** سے فتح دکن کا مژدہ سنتا ہی، بے اختیار ہوجاتا ہی، فوراً جواب

خط لکھتا ہی، اور اوس کے ساتھ یہ بات طے کردیتا ہی کہ آیندہ سے شاہجہان کے نام کے ساتھ تمام کاغذات پر

"فرزندی" کا لفظ بھی لکھا جایا کرے اور شاہجہان کے خطاب پر فی البدیہ یہ شعر موضوع کرکے لکھتا ہی،

شدے از التماسِ شاہ خرم　　　بفرزندی ما مشہور عالم[2]

پس ہم اِن واقعات سے جہانگیر کی تحریر پہ یہ رائے قایم کرسکتے ہین کہ یہ اسی زمانہ کی ہی،

جبکہ خرم مہم دکن پر اس سے دور تھا، وہ ایک ایک دن اس کی غیبت کا گنتا، چنانچہ خرم واپس آکر

اس سے ملاہے تو اس واقعہ کو تزک مین خود یون لکھتا ہی،

"و بتاریخ روز مبارک شنبہ ہشتم مہر ماہ الٰہی ۱۲ سنہ جلوس موافق یازدہم شہر شوال

۱۰۲۶ سنہ ھ بعد از گذشتن سہ پہر و یک گھڑی در قلعہ ماند و بمبارکی و فرخی سعادت ملازمت دریافتہ

[1] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۹۴-۱۰۳، [2] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۱۰۱،

مدت مفارقت پانزده ماه و یازده روز کشیده، بعد از تقدیم کورنش و زمین بوسی بالائے جھروکہ طلبیدم، و از غایت محبت و شوق بے اختیار از جائے خود برخاستہ، در آغوش عاطفت گرفتم، چندانکہ او در آداب و فروتنی مبالغہ نمود من در عنایت و شفقت افزودم، و نزدیک خود حکم نشستن فرمودم[1]......"

وہ شعر یہ ہے،

چشم بد دور کز آن خوش باز آورد طالع نامور و دولت مادر زاد ث

اسی سلسلہ میں یہ معلوم کرنا بھی دلچسپ ہوگا کہ فتح دکن کی خبر سننے سے پہلے جہانگیر نے فال نکالی تو تو یہ شعر نکلا،

روز ہجران و شب فرقت یار آخر شد زدم این فال گذشت اختر و کار آخر شد

اوس کو حافظ پر اس قدر یقین ہو گیا اس فال کے نکلنے کے بعد ہی لکھتا ہو کہ

"چون لسان الغیب حافظ چنین املا نمود، مرا امید واری تمام دست داد (تزک صفحہ ۱۰۹)

(۲) ورق ۸۳ صفحہ ۷۶

"این غزل، خاصہ این بیت تفاؑل ہمایون شد چند بار"

غزل مذکور کا مطلع یہ ہے،

بیا کہ رایت منصور پادشاہ رسید زقعر چاہ بر آمد باوجِ ماہ رسید

اور خاص شعر یہ ہے،

عزیز مصر برغم برادران غیور زقعر چاہ بر آمد، اوج ماہ رسید

یہ عبارت نسخ میں ہے، اسلئے ہمایون کی ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ شعر کس موقع پر نکلا تھا،

---

[1] تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۹۵،

عام قاعدہ ہے کہ جب ایک اہم واقعہ کے متعلق کوئی بات کسی بڑے آدمی کی زبان سے نکل جاتی ہے تو فوراً مشہور ہو جاتی ہے، چنانچہ اس شعر کے متعلق صراحتًا فال نکالنے کا حال تو اگرچہ کسی تاریخ مین نہین لکھا ہے، لیکن فرشتہ اس شعر کا ایک خاص موقع پر زبان زد عام ہونا بتایا ہے،

"زمانہ بدین ترانہ مترنم گردید" بیت

"عزیز مصر برغم برادران غیور ز قعر چاہ برآمد باوج ماہ رسید"[۲]

ہمایون، شیر شاہ سے شکست کھا کر ۹۴۷ھ ہجری (۱۵۴۳ء) مین بھاگتا ہے، اوس وقت اس کے تین بھائی مرزا عسکری، مرزا کامران، مرزا ہندال، کچھ نہ کچھ طاقت وحکومت رکھتے ہین، لیکن اون مین سے کوئی بھی اوس کی مدد نہین کرتا، بھائیون کی بد اخلاقی وبے مروتی بلکہ خفیہ سازشون کو دیکھ کر ایران جاتا ہے، وہان برسون رہنے اور شاہ ایران سے فوجی امداد کے بعد ساتوین محرم ۹۵۲ھ ۱۵۴۹ء کو قندھار کی طرف روانہ ہوتا ہے، مرزا عسکری، آمادۂ جنگ ہو جاتا ہے، اکبر کو کامران کے پاس روانہ کر کے خود قلعہ بند ہو جاتا ہے اور ہمایون کو تقریبًا چھ مہینے اس کی تسخیر مین لگ جاتے ہین، عسکری عاجز ہو کر مطیع ہوتا ہے، لیکن موقع پاکر نکل بھاگتا ہے، اور پھر عداوت شروع ہو جاتی ہے، کابل مین مرزا کامران مخالفت پر آمادہ نظر آتا ہے، ہمایون اس طرف روانہ ہوتا ہے، کامران تاب مقابلہ نہ لاکر بھاگ جاتا ہے، اور دسوین رمضان ۹۵۲ھ کو قلعہ پر ہمایون کا قبضہ ہو جاتا ہے، فتح کابل کی یہ تاریخ ہے،

"بے جنگ گرفت ملک کابل از وے"

اس کے بعد بھی بھائیون نے چین نہ لینے دیا، اور اسی خانہ جنگی کی بدولت ۹۶۲ھ ۱۵۵۴ء تک ہندوستان فتح نہ کر سکا،

ہمارا خیال ہے کہ ہمایون نے یہ فال ایران سے رخصت ہوتے وقت، یا قلعۂ کابل کی مہم پر

---

[۱] معارف ماہ نومبر ۱۹۲۲ء، [۲] تاریخ فرشتہ جلد اول مقالہ دوم صفحہ ۲۴۸،

روانہ ہونے کے خیال سے نکالی تھی،

(۳) ورق ۶۷ ب صفحہ ۱۳۵

"از فال مصحف کہ ایک بر آمد از دیوان، این شاہ بیت آمد وچندین بار ابیات مناسب آمدہ کہ اگر شرح آنہا شود کتابے شود، انشاء اللہ تعالیٰ چون فتح ولایت شرقی ومہا رزان آن دیار بامر کردگار شود نذر خوبی بخواجہ لسان الغیب فرستادہ شود وجمع ان تفائلات نیز رقم کردہ شود، بمنہ وتوفیقہ، شب دوشنبہ بیجدہم ذی حجہ ۹۶۲ھ ہجری در شہر ذینیناہ تحریر یافت، والسلام"

یہ عبارت بھی نسخ مین ہے، اور ہمایون کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے،

ہمایون اپنے بھائیون سے اطمینان حاصل کرکے ذی الحجہ ۹۶۱ھ ہجری (۱۵۵۳ء) کو کابل سے روانہ ہوا، اس کے متعلق بھی فرشتہ نے عجیب قصہ لکھا ہے، اور چونکہ وہ بھی فال کے متعلق ہے، اس لئے شائد دلچسپی سے خالی نہ ہو، جب ہندوستان کے لوگون نے ہمایون سے دوبارہ حملۂ ہند کی درخواست کی تو اوس نے کہا کہ مین حملۂ ہندوستان کے متعلق فال نکالتا ہون، تین آدمیون سے اون کے نام دریافت کرون گا، اور اگر اون کے نام سے فال نکلی تو مین حملہ کرون گا، چنانچہ سب سے پہلے جو شخص ملا، اوس کا نام دریافت کیا گیا، اوس نے جواب دیا، دولت خواجہ، آگے بڑھ کر دوسرا آدمی ملا، اوس کا نام مراد خواجہ تھا، ہمایون نے دل مین کہا کیا ہی اچھا ہوتا کہ تیسرے شخص کا نام سعادت خواجہ ہوتا، حسن اتفاق سے تیسرے آدمی کا یہی نام تھا، ہمایون نے اس کو شگون نیک سمجھ کر حملۂ ہند کا ارادہ کر لیا،[1]

ہمایون کابل سے روانہ ہو کر محرم ۹۶۲ھ مین بکرام وہان سے نیلاب، ۲ ربیع الثانی کو لاہور،

[1] تاریخ فرشتہ جلد اول مقالہ دوم صفحہ ۲۔ ۱۴۱،

۲ رجب کو سرہند اور ۲ شعبان کو سکندر شاہ کو شکست دیکر ابتدار رمضان مین دہلی مین داخل ہوا

محض دہلی کی فتح اور آگرہ کے قبضہ سے ہمایون کو کوئی اطمینان و قوت نصیب نہین ہوئی تھی،

شکست خوردہ دشمن کے سینہ مین آتش انتقام بھڑک رہی تھی، عادلیون نے بہار و جونپور پر قبضہ

کر لیا تھا، سلطان محمد خان سور اون کے مقابلہ کے لئے بنگال سے بڑہا، لیکن عادلیون نے ہیمون

کی مدد سے اوسے شکست دی،

شاید انھین حالات کے سلجھانے مین ہمایون مصروف تھا کہ اوس نے یہ فال نکالی تھی، لیکن

افسوس کہ اس فال کے تین ہی ماہ بعد اسکا انتقال ہوگیا اور اپنی منت پوری نہ کرسکا، ہمایون نے جس

شاہ بیت کی طرف اشارہ کیا ہی وہ یہ ہی،

بدہ کام دلِ حافظ کہ فالِ بختیاران زد نظر بر قرعۂ توفیق و یمن دولت شاہ است

(۴) ورق ۶۷ ب صفحہ ۱۳۵

اوسی صفحہ پر جہانگیر کے ہاتھ کی یہ عبارت ہی، ظالم جلد بند نے اِس عبارت کے بہت سے حصے

کاٹ دیئے ہین، اس عبارت کو بھی مولوی عبد المقتدر صاحب نے مکمل کیا ہے،

"........ عمر بسر را مار سہ بودم در سکار

.... مد الماس را سید ہ ارسہ مس افتاد

.... سکون اس را حوب مد السہ نعال

.... دیواں حواحہ نمودم ایں عرل بر آمد رو دیگر نعو بد مد اسد

حررہ نور الدس جہانگیر ابن اکبر بادشاہ غازی فی ماہ محرم سنہ ۱۰۲۴"

مکمل عبارت یہ ہوگی،

۱؎ فہرست کتبخانہ متعلق شعرار ایران، جلد ۱، 2- O.P. Library Catalogue vol I

"در اجمیر بر سر رانا رفته بودم، در شکار تعویذ الماس تراشیده از سر من افتاده و من شگون این را خوب ندانسته تفاؤل به دیوان خواجه نمودم، این غزل بر آمد، روز دیگر تعویذ پیدا شد، حرره نورالدین جہانگیر ابن اکبر بادشاه غازی فی محرم ۱۰۲۴ھ ہجری"

اکبر نے تمام راجپوتون کو کسی نہ کسی صورت سے اپنا بنا لیا تھا لیکن اودے پور کا غیور راجہ اس کے ہاتھ نہ آتا تھا، اوس کے لیئے اوس نے مہمین بھیجین، خود گیا، لیکن بے سود، جہانگیر نے بھی تخت نشینی کے بعد اِس طرف توجہ کی لیکن ۸ سال جلوس مطابق ۱۰۲۲ھ تک کوئی نتیجہ خاطر خواہ نہ نکلا، خود اِس طرف روانہ ہوا، اور اجمیر مین قیام کرکے شاہجہان کو اس مہم کے سر کرنے کو بھیجا، اقبالنامہ لکھتا ہے،

"چون ہمواره عساکر فیروزی آثر .... انتظام شائسته ونسق پسندیده پذیرفت رائے جہان کشائے چنان اقتضا فرمود که خود بسعادت و اقبال متوجه استیصال آن سیاه بخت وخیم العاقبت شده روزے چند اجمیر را مسکر اقبال بادساخت[1]"

چنانچہ دوسری شعبان ۱۰۲۲ھ کو اجمیر کی طرف روانہ ہوا، ۵ شوال کو اجمیر مین داخل ہوا، اور

"درساعت فیض اشاعت ششم دی ماه[2] مختار انجم شناسان یونانی و ہندی بود، نواب قدسی القاب جہانبانی و کشورستانی بادشاہزاده عالم و عالمیان سلطان خرم را بالشکر آراسته ہمعنان فتح وفیروزی بدان صوب دستوری فرمودند[3]"

۱۸ سال کی سخت کوششون کے بعد رانا امر سنگھ نے اطاعت قبول کی، اور شاہجہان ۲۰ محرم ۱۰۲۴ہجری[4] کو اجمیر پہونچا، بادشاہ کو فتح کی خبر پہلے ہی معلوم ہو گئی تھی، اور شاید اسی مژدۂ جانفزا کے جوش مین وہ اوس دن خوب شکار کھیلتا رہا، اور اسی بے خبری مین الماس کا تعویذ ٹوٹ کر گر پڑا،

[1] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۷۱، [2] شاہجہان نامہ صفحہ ۹۶ مطابق چہاردہم ذی قعدہ ۱۰۲۲ھ،

[3] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۷۰، [4] تزک جہانگیری مین ورود اجمیر کی تاریخ ۱۲ محرم ہے،

شعر یہ ہے،

ستارہ بدرخشید و ماہ مجلس شد — دل رمیدۂ ما را رفیق و مونس شد

اس شعر کے بائین طرف حاشیہ پر جہانگیر کے ہاتھ کی یہ عبارت لکھی ہے،

"فال کہ بجہت الماس گشودہ بودم"

(۵) ورق الف ۱۴۳ صفحہ ۱۴۶

یہ عبارت بھی جلد بندی کی دست درازی سے نہ بچ سکی،

"فرزند خرم را بر سر رانا تعین........ خود در اجمیر نزول اجلال داشتم........ کار بر تنگ شد اختیار........ مدگی....... ہنوز خبر دیدن او نرسیدہ بود........ بہ لسان الغیب حافظ نمودم ا........ غزل بر آمد و بعد از د..... روز خبر رسید کہ رانا خرم...... ملازمت کرد، در محرم ۱۰۲۴ھ حررہ نور الدین جہا......."

مکمل عبارت یہ ہی،

"فرزند خرم را بر سر رانا تعین نمودہ خود در اجمیر نزول اجلال داشتم چون کار بر تنگ شد، اختیار بندگی نمود، ہنوز خبر دیدن او نرسیدہ بود کہ تفال بہ لسان الغیب حافظ نمودم، این غزل بر آمد و بعد از دو روز خبر رسید کہ رانا خرم را ملازمت کرد،

در محرم ۱۰۲۴ھ، حررہ نور الدین جہانگیر"

ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ شہنشاہ جہانگیر نے خرم کو امر سنگھ رانائے اودے پور کی تنبیہ و تادیب اور اوس کی ریاست کے تسخیر کے لئے روانہ کیا تھا، امر سنگھ اگرچہ مشہور رانا پرتاب کا بیٹا تھا لیکن اوتنی ہمت و جرأت اور ضبط و نفس کشی نہ رکھتا تھا، پہلے تو باپ کی طرح اودے پور چھوڑ کر پہاڑیون مین

جا بجا اور مقابلہ پر آمادہ ہوگیا، لیکن جب ابتدا ۱۰۲۳ھ ہجری مین شاہجہان نے اودے پور پہونچکر اپنی فوجین تمام علاقہ مین پھیلا دین اور جب

"رفتہ رفتہ کار برا و تنگ شد، و روزگار بعسرت و دشوار کشید و ہمراہان جدائی گزیدند و معدودے کہ ماندند، از شدت بیمار مئی و ضعف قدرت بر نقل و حرکت نداشتند"[1]

تو مجبوراً اوس نے،

"سوبھ کرن نام خالوے خود را باہر داس جھالہ کہ نوکر عمدۂ او بود بخدمت شاہزادہ بلند اقبال فرستاد و عجز و انکسار را شفیع ساختہ بندگی و فرمان پذیری اختیار نمود"[2]

شاہجہان نے فوراً قاصد روانہ کیئے، وہ ابتدا محرم ۱۰۲۴ھ ہجری مین اجمیر پہونچے، اور حافظ کی پیشین گوئی کی تصدیق کی، چنانچہ جہانگیر خود اپنی تزک مین لکھتا ہے،

"اواخر این ماہ کہ در بیرونہاے اجمیر بشکار مشغول بودم، محمد بیگ ملازم فرزند بلند اقبال سلطان خرم رسید و عرضداشت آن فرزند گذرانیدہ معروض داشت کہ رانا با پسران، شاہزادہ را ملازمت نمود"[3]

میرا خیال ہے کہ یہ دونون تحریرین ایک ہی دن لکھی گئی ہین، کیونکہ دونون واقعے محرم کے لکھے ہوئے ہین، اس تحریر سے تعویذ کے متعلق میرا جو خیال ہے وہ بھی صحیح ہے[4]، غزل کا مطلع یہ ہے،

"کنونکہ در چمن آمد گل از عدم وجود ... بنفشہ در قدم او نہاد سر بسجود"

اور دوسرا شعر یہ ہے،

"بنوش جام صبوحی بنالۂ دف و چنگ ... ببوس غبغب ساقی بنغمۂ نے و عود"

---

[1] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۷۶، [2] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۷۷، [3] تزک جہانگیری، [4] مفصل حالات کے لئے شاہجہان نامہ صفحہ ۲۹ و ۳۰ دیکھو،

(۶) ورق ب۸۱ صفحہ ۱۶۲

"..... سب لس حال عالم لہ حافظ

...... نام داسب لساوہ بودم

.... ل عالم لس دارای

.... د بالحی کری ترساده بودیم"

مکمل عبارت یہ ہے:

"بجہت کس خان عالم کہ حافظ حسن نام داشت کشادہ بودیم، خان عالم را پیش

دارائے ایران بالچی گری فرستادہ بودیم"

یہ عبارت نستعلیق میں ہے، اور یقیناً جہانگیر کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نشہ کی حالت میں اوس وقت لکھی گئی ہے، جبکہ قلم ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑا نہ جاسکتا تھا، اور ہاتھ کانپ رہا تھا، جہانگیر اپنی تزک میں خود اپنی اِس حالت کا ان الفاظ میں اقرار کرتا ہے،

"کار بجائے کشید کہ در خمارہا از بسیاری رعشہ ولرزیدن دست پیالہ خود نمی توانستم خورد، بلکہ دیگران میخورانندند[۱]"

"دیوان حافظ والی تحریر میں "کس خانعالم" میں کس کے معنی نوکر کے ہیں،

"جہانگیری عہد میں حافظ کے نام سے بہت کم لوگ یاد کیے جاتے ہیں، البتہ تزک میں ایک جگہ آیا ہے،

"درین تاریخ حافظ حسن ملازم خانعالم بالمکتوب مرغوب گرامی برادرم شاہ عباس وعرضداشت آن رکن السلطنت بدرگاہ پیوست، وخنجر قبضہ دندان ماہی جوہردار سیاہ ابلق"

[۱] تزک جہانگیری صفحہ ۱۵۲،

کہ برادرم، بخانعالم لطف نمودہ بودند، چون نفاست تمام داشت، بدرگاہ فرستادہ بود از نظر گذشت[1]،،

یہ حافظ حسن ۱۰۲۶ھ ہجری مین خانعالم تقریبًا کچھ دنون پہلے آیا تھا اوس سے خانعالم کے آنے کا ارادہ معلوم ہوا ہوگا اور اپنے دوست قدیم کی یاد تازہ ہوگئی ہوگی، اور اسی پر اوس نے فال نکالی ہوگی، دونون کے دوستانہ تعلقات کے متعلق جہانگیر کا خاص مورخ معتمد خان لکھتا ہے،

"از التفاتے کہ شاہ بخانعالم داشت، اگر بشرح وبسط رقمزدۂ کلک سوانح نویس گردد سواد خوانان صفحۂ ہستی حمل بر اغراق خواہند فرمود وہموارہ در محاورات خان جہان خطاب میفرمودند و زمانے از خدمت خود جدا نمید اشتند و بحسب اتفاق اگر روزے یا شبے بضرورت در کلبۂ خویش خواستی بسر برد، بے تکلفانہ بمنزل او تشریف آوردہ، عواطف ومہربانی را پایہ برتر می نہادند[2]"

فال مین یہ شعر نکلا اور اس کے چند دنون بعد ہی خانعالم جبکہ جہانگیر کشمیر جارہا تھا، ایران سے آکر سعادت قدمبوسی سے مشرف ہوا،

شعر یہ ہے،

"حافظ از بہر تو آمد سوئے اقلیم وجود　　قدمے نہ بوداعش کہ روان خواہد شد"

(۷) ورق الف ۱۱۱ صفحہ ۲۲۲

"بحہت حلاصی بیح الله بسر حکیم ابوالعبح بر امدکناہ اور الحسدم ۱۰۱۵"

اس عبارت پر کہین پر بھی کوئی نقطہ نہین ہے، اسلئے نقطہ کے بعد یہ عبارت یون پڑھی جاسکتی ہے،

"بجہت خلاصی فتح اللہ پسر حکیم ابوالفتح بر آمد گناہ او در گذشتیم ۱۰۱۵"

---

[1] فہرست اورنٹیل پبلک لائبریری پٹنہ جلد اول شعرا ایران مرتبہ مولوی مقتدر خان [2] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۲۱۱

حکیم فتح اللہ، حکیم مسیح الدین ابو الفتح بن مولانا عبدالرزاق گیلانی کا بیٹا تھا، ابو الفتح اپنے دو بھائیون حکیم ہمام اور حکیم نور الدین کے ساتھ ۲۰ سنہ جلوس اکبری آکر نوکر ہوا،

اکبر کی وفات کے بعد جب جہانگیر تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا، تو خسرو نے بغاوت کی اور خود بادشاہ بن بیٹھا شکست کے بعد گرفتار ہوکر آیا، اور اکبر آباد (آگرہ) مین قید کر دیا گیا، جہانگیر نے حکم دیا کہ ایک دن امیر الامراء کے سپاہی اور ایک دن آصفخان کے آدمی پہرا دیا کرین، آصفخان نے اپنے ابن عم نور الدین محمد کو اس کام کے لیئے مقرر کیا، وہ تنہا خسرو کے یہان آتا جاتا رہا تا آنکہ دونون نے باہم حلفیہ وعدہ کیا کہ جب موقع ملیگا علم بغاوت بلند کر دینگے، فتح اللہ اور نور الدین محمد سے دوستانہ تعلقات تھے، جب نور الدین نے اوس سے کہا تو وہ بھی راضی ہوگیا، اعتماد الدولہ کا لڑکا محمد شریف بھی اس سازش مین شریک تھا، اعتبار خان کا ایک ہندو نوکر بھی شریک ہوگیا، اور تقریبًا چار سو آدمیون نے خسرو کی حمایت مین اظہار رضا کیا، اور طے یہ ہوا کہ بادشاہ کو واپسی کابل کے وقت راہ ہی مین شہید کرکے خسرو کو تخت پر بٹھایا جائے، لیکن جہانگیر کی خوش قسمتی سے ان لوگون مین سے ایک شخص آزردہ خاطر ہوکر اون سے الگ ہوگیا، اور اوس نے جاکر خواجہ ویسی دیوان خرم سے سارا حال کہہ سنایا، اوس نے خرم سے کہا، خرم نے فورًا آکر جہانگیر کو اطلاع دی، واقعہ کی تحقیقات شروع ہوئی، اور

"بعد از ثبوت نور الدین محمد ولد آصفخان مرحوم و محمد شریف پسر اعتماد الدولہ و ہندوے اعتبار خان و بداغ خان ترکمان را بر دار کشیدند[1]"

حکیم فتح اللہ کے متعلق حکم ہوا

"کہ تشہیر کردہ بر خر واژگون سوار سازند و منزل بمنزل باین رسوائی می آوردہ باشند[2]"

یہ اقبالنامہ کے الفاظ ہین لیکن خود جہانگیر لکھتا ہے کہ

---

[1] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۲۹-۲۶، [2] اقبالنامہ صفحہ ۳۰،

"در فتح اقتدا مقید و محبوس ساختہ بمعتمدان سپردہ"

اور ہمارے خیال مین اس کے بعد لوگون نے اوس کے لئے سفارش کی ہوگی، جہانگیر نے حافظ سے تفأل کیا اور اوس کی بنا پر اوسے آزاد کر دیا،

شعر یہ ہین،

"آنکہ پامال جفا کرد چو خاک رہم | خاک می بوسم و عذرِ کرمش میخواہم
من نہ آنم کہ بجور از تو بنالم حاشا | چاکرِ معتقد و بندۂ دولت خواہم"

(۸) ورق الف ۱۱۵ صفحہ ۱۳۰

"وقتے کہ از الہ باس بعد .... حضرت والد بزرگوار ملا ...... اگرہ بودم، در اثنائے راہ .... رسید کہ تفأل بدیوان حا ...... بالا نمود، این غزل بر آمد وہم سعادت خدمت در رضا جوی و حاضر لو .... در واقعہ ناگزیر دست د.... .... وہم دولت مورو .... روزے کشت کہ بعینہ مضمون ..... غزل بود، در جمید الثانی کشودہ شد راقمہ نور الدین جہا .... ابن اکبر"

مکمل عبارت یہ ہوگی،

"وقتے کہ از الہ باس بعقد ملازمت حضرت والد بزرگوار خواہشمند آگرہ بودم، در اثنائے راہ بخاطر رسید کہ تفأل بدیوان حافظ بالا نمود، این غزل بر آمد وہم سعادت خدمت در رضا جوئی و حاضر بودن واقعہ ناگزیر دست داد وہم دولت موروثی روزی گشت کہ بعینہ مضمون این بود، در جمادالثانی کشودہ، راقمہ نور الدین جہانگیر ابن اکبر"

سنہ ہجری مین اکبر مہم دکن پر تھا، اور جہانگیر مہم چیتور پر، بد اندیشون نے سمجھایا کہ یہ اچھا موقع ہے، اکبر دار السلطنت سے کئی صوبے پرے ہے، آپ چلکر آگرہ مین جلوہ آرائے سریر حکومت ہوجیئے،

نشہ مین مست، جوانی کے خمار سے متوالا جہانگیر آگرہ کی طرف روانہ ہوا، جب آگرہ پہونچا تو قلیج خان قلعہ دار نے ظاہرا اطاعت کی، لیکن جہانگیر نے قلعہ کو اوسی کے حوالہ کر دیا، اکبر کی ماں مریم مکانی نے جو جہانگیر کو

"زیادہ از فرزند ارجمند خود دوست می داشتند"

جب یہ سنا تو قلعہ سے باہر نکل آئی کہ جہانگیر کو سمجھائے، جہانگیر کو اس کی خبر ہوگئی اور قبل اس کے کہ دادی سے ملے کشتی پر سوار ہو الہ آباد کی طرف بھاگ گیا، پھر اکبر نے خود جاکر اوس کو راضی کیا، جہانگیر کی طبیعت رو بہ اصلاح ہوئی، لیکن ۱۰۱۲ھ مین پھر اس کا خیال بدلا، شراب مین مست رہتا، اور شاہانہ زندگی بسر کرتا، بادشاہ نے بلا بھیجا لیکن وہ نہ آیا، اس پر بادشاہ خود روانہ ہوا، لیکن اوسکی کشتی بیچ دریا مین ایک ریت کے ٹیلے مین پھنس گئی اور ملاحون کی کوشش کے باوجود نہ نکل سکی، لوگون نے اس کو شگون بد سمجھا اور اکبر کو اس ارادہ سے باز رکھا، اسی اثنا مین مریم مکانی کے مرض الموت کی خبر پہونچی اور اکبر آگرہ چلا آیا، مریم مکانی نے جہانگیر کو خط لکھا یا کہ اس وقت اگر مجھ سے ملنا ہی تو آؤ، لیکن اسی اثنا مین مریم مکانی کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد جہانگیر نے آگرہ آکر معافی چاہی پھر باپ کے پاس گیا، اکبر کا دل بھر آیا، اور اُسے دیکھ کر بہت رویا، پھر پدرانہ شفقت سے ان الفاظ مین نصیحت کی

"از افراط بادہ پیمائی و اثر رہنمونی ہمراہان بد عاقبت خلل در دماغ و مزاج شمارہ یافتہ

بہتر آنست کہ چندگاہ در خلوت خانہ بآرام بسر برند تا حکما بعلاج مزاج برہم خوردہ آن

فرزند پردازند[1]"

چنانچہ جہانگیر نے شراب چھوڑ دی، اور نہایت سنجیدہ ہوگیا، اور باپ کی وفات تک آگرہ ہی مین رہا، وہ غزل یہ ہے،

چرا نہ در پئے عزم دیار خود باشم	چرا نہ خاک کف پائے یار خود باشم

[1] خافی خان منتخب اللباب جلد ا صفحہ ۲۴۴،

غم غریبی و محنت چو بر نمی تابم — بشہر خود روم و شہریار خود باشم"

یہ عبارت جہان تک کہ ہمارا خیال ہے، جہانگیر کے بادشاہ بننے کے بعد کی ہے، کیونکہ وہ "واقعۂ ناگزیر" اکبر کی وفات اور "دولت موروثی روزی گشت" سے اپنے بادشاہ بننے کی طرف اشارہ کرتا ہے، اسلئے یہ عبارت جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ سنہ ہجری کی ہوگی،

(۹) ورق الف ۱۲۱ صفحہ ۲۴۲

"بجہت لسہ سدں عماں ا...... لعال نمودم اں ٮٮ...... دو
ددرٮعداراں...... ٯٮل المعهور رسد حرره ٮورالدٮں جهانگمرٮں اکٮرشاه"

مکمل عبارت یہ ہوگی،

"بجہت کشتہ شدن عثمان از حافظ تفاؤل نمودم، این بیت برآمد، و دو روز بعد ازان خبر قتل آن مقہور رسید، حررہ نور الدین جہانگیر ابن اکبر شاہ"

عثمان افغان بنگال کا سرکش سردار تھا، جہانگیر کے جلوس کے ساتوین سال ۱۰۲۱ھ (۱۶۱۲ء) جہانگیر قلی خان کی موت پر اسمٰعیل خان بنگال کا گورنر مقرر ہوا، اس نے ڈھاکہ سے شجاعت خان کو اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا، ۹ محرم ۱۰۲۲ھ سنہ ہجری کو لڑائی ہوئی اور عثمان افغان مارا گیا،

فال کا شعر یہ ہے،

خوردہ ام تیر نظر بادہ بدہ تا سر مست — عقد در بند کمر ترکش جوزا شکنم

اقبالنامہ لکھتا ہی،

"درین جشن خسرو اوزبک کہ در ادز بکیہ بخسرو فرنجی اشتہار داد واز عمدہا سے آن دولت بود بقدسی آستان آمدہ سعادت زمین بوس دریافت ومقارن اینحال عرضہ داشت

1 - O.P. Library Catalogue vol I

"اسلامخان مشتمل بر قتل عثمان و پاک شد آن مرز و بوم از لوث افغان رسید"[1]

جس دن اِس کو یہ خبر معلوم ہوئی وہ اس کے ساتوین سال حکومت کا دن تھا، یعنی سہ شنبہ ۱۶ محرم ۱۰۲۱ سنہ ہجری اسلئے اِس حساب سے اِس نے یک شنبہ ۱۴ محرم ۱۰۲۱ سنہ ہجری کو یہ فال نکالی تھی، اور شاید، ایا ۱۸ محرم کو یہ عبارت لکھی ہوگی،

(۱۰) ورق الف ۱۷۸ صفحہ ۳۵۶

"روز سہ شنبہ دولت ۱۳ محرم انتخاب برین بیت کرد تا جہان باشد بہ نیکی در جہانت بادکام" صورت (ت) یافت والسلام در موضع منگہ (منگیر)

یہ عبارت نسخ مین ہی، اور ہمایون کے حرف سے ملتا ہوا حرف ہی، ہمایون آخر مین "والسلام" لکھتا ہے،

تخت نشینی کے بعد شیر شاہ کے مقابلہ کے لیئے بہار ہوتا ہوا بنگال تک بڑھ گیا تھا، اور یہ عبارت منگیر کی لکھی ہوئی ہی، اسلئے اوسی زمانہ کی ہی، یہ ۹۴۴-۴۵ سنہ ہجری (۱۵۳۷-۳۸ سنہ ء) کے واقعات ہین،

شعر یہ ہی،

"تا جہان باشد بہ نیکی در جہانت بادکام   این دعا برانس و جانست از دل و جان

اِس دیوان مین یہی دس عبارتین ہین، جن پر مین نے تاریخی حیثیت سے نظر ڈالی ہی، پس اگر کوئی اِس سے بہتر اور صحیح تر واقعہ معلوم ہو تو ناظرین ضرور اطلاع دین،



[1] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۶،

فلسفۂ ترغیب

خود ترغیبی یا ترغیبات ذاتی

کی

ابلہ فریبیان

(۳)

از مولوی وہاج الدین احمد صاحب بی اے دار المعلمین حیدرآباد دکن

گذشتہ مثالون پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ ہمارے تخیلات متعلق بہ دیگر افراد، بھی اپنی ذات سے متعلق تخیلات کی طرح نفس کے علم سے باہر ہوتے ہین اور اونکی اصلیت اس وقت معلوم ہوتی ہے جب حقیقت اور واقعات کا سامنا ہوتا ہے، یہ سچ ہے لیکن یاد رکھو کہ متخیلہ مین حقیقت اور اصلیت کے مقابلہ کی بھی اچھی خاصی صلاحیت ہوتی ہی۔ ایک مرتبہ، دو مرتبہ، تین مرتبہ، بلکہ دس مرتبہ بھی اگر تمھاری ترغیبات کی لغویت تم پر منکشف ہو جائے، تب بھی تم اونھین خیالات باطل کی طرف رجوع کروگے، اور اپنے آپ کو مثل سابق ترغیب دوگے، ہمارے قوائے عقلیہ مین سب سے زیادہ متخیلہ کے قائم کردہ نقوش دیرپا ہوتے ہین اور مٹ کر دوبارہ قائم ہو جاتے ہین۔ ہر شخص جانتا ہے کہ شکی مزاج آدمیون کی اصلاح کرنا، اور بدگمان، لوگون کی بدگمانی دور کرنا کتنا دشوار ہے جن لوگون نے اتالیق بیوی (مسز کاڈل کے کرٹین لکچرز کا اردو مین ترجمہ) کا مطالعہ کیا ہے، وہ اس کی کافی شہادت دے سکتے ہین، بیوی کی شوہر کی طرف سے بدگمانیان ہر موقع پر غلط

ثابت ہوتی ہین، جب کبھی واقعات کا انکشاف ہوتا ہے تو اُن کے شبہات کو مہمل اور بے سروپا ثابت کرتا ہے، لیکن شوہر کی طرف سے اونکی بدگمانی کسی طرح کم نہین ہوتی۔ یہ تو خیر ایک مثال تھی، ورنہ زندگی مین تخیلات کے یہی کرشمے روزانہ نظر آتے ہین، جو خود فریبی کا ایک زبردست آلہ ثابت ہوتے ہین، کسی جذبہ یا مخفی خواہش سے مغلوب ہوکر، شک وشبہہ، خوف، نفرت، محبت یا اسی قسم کے دوسرے جذبی اثرات کے زیر نگین ہوکر ہم خفیف ترین وحقیر ترین واقعات کی غلط تعبیرین کرتے ہین، اُن مین مبالغہ سے کام لیتے ہین، کبھی کبھی تصرف، اور رد وبدل بھی کر ڈالتے ہین اور ان نتائج کی بنا پر عجیب وغریب نظریے اور اصول قائم کرتے ہین جو مضحکہ خیزی مین زعفران زار کشمیر سے کم نہین ہوتے،

تخیل جس طرح خود فریبی کا ایک دوامی چشمہ ہے، اسی طرح اس کا استعمال دوسرون کو دھوکہ دینے مین بھی کیا جاتا ہے، اس قسم کے واقعات عدالتون کے سامنے برابر پیش ہوتے رہتے ہین۔ پرانے فریبئے اور جعلساز، بے وقوف لوگون کے تخیل اور اس ذریعہ سے اون کے مال پر قبضہ کرکے چل دیتے ہین، مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم کی خیالی "اکبری" اور پر فطرت "حجن" محض خیالی نہین ہین، اکبری کی طرح بے وقوف مرد وزن، اور حجن کی طرح عیاری سے ترغیب دینے والے، دنیا مین آج بھی موجود ہین تخیل پر قبضہ کرکے، دھوکہ دینے کی مثالین اکثر اخبار مین نظر آتی ہین، دغاباز لوگ بڑی بڑی دکانون مین جاتے ہین اور اپنے آپ کو رئیس ظاہر کرکے قرض مال وصول کرتے ہین، قصبات کے مُلّا اور سیانے' دیہات کی کم سمجھ عورتون کے سامنے مستقبل کی دہشتناک تصویرین کھینچتے ہین، اور صدقہ کے طور پر ان کا زیور اور روپیہ لیکر چل دیتے ہین،

تحریری اور تقریری ترغیبات مین بھی قوت متخیلہ کی فریب دہی سے کام لیا جاتا ہے، ایسے مواقع پر غلط تشبیہات، ناقص تمثیلات اور بے بنیاد موازنون سے کام لیا جاتا ہے، اشتہاری دوا فروشون اور طباع مشتریون سے قطع نظر بعض متین اور سنجیدہ تحریرون اور تقریرون مین بھی اسکی جھلک نظر آتی رہتی ہے

کسی صاحب ثروت کو مطعون قرار دینے کے لئے اوسے شداد- یا فرعون، سے تشبیہ دینا، کسی شاعر کی ہجو کرنے کے لئے، اُسے قصیدہ خوان کہنا، کسی طریق عمل کو بدنام کرنے کے لئے اوسے، مائل بہ استبدادیت یا غلامی کے نام سے یاد کرنا، یہ سب اسی کی مثالین ہین، عمل ترغیب مین غلط تشبیہات و نظائر کا استعمال ہر ملک کے سیاسی مقررون اور مصنفون مین پایا جاتا ہے، اس قسم کی ترغیبات کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ سطحی یا لفظی مشابہت کو حقیقی اور معنوی بنا کر پیش کیا جاتا ہے، مثالین جو پیش کیجاتی ہین، ایسی ہوتی ہین جن مین جذبات کو برانگیختہ کرنے، یا تخیلہ پر قابو پالینے کی صلاحیت تو ضرور ہوتی ہے، لیکن اگر چاہو کہ مثل اور مثل لہٗ کے درمیان کوئی علاقہ پایا جائے، یا ایک دوسرے پر صحیح انطباق کیا جاسکے، تو یہ نہین ملتا- ان ہی بنیادون پر استنتاج کیا جاتا ہے، جو ظاہر ہے کہ بعید از صداقت ہوگا، لسّان وکلا، بازاری زعما، اشتہاری دوا فروش، ان کی تقریرین ایسی ہی ہوتی ہین، جن مین استدلال کے خشک ٹکڑون کے بجائے، مبالغہ آمیز تخیلات کی چاشنی ہوتی ہے، ناسمجھ افراد اس دھوکہ مین آجاتے ہین اور ترغیب دہندہ کی حسب خواہش فعل کرنے لگتے ہین،

فریب آمیز ترغیبات کی جو مثالین ہم نے اس باب مین بیان کی ہین، اون سے اس امر کی توضیح ہوجاتی ہے کہ اکثر اوقات ہماری ترغیبات پر خواہ ذاتی ہون یا صفاتی، متضاد جذبات، غلط استدلالات اور بے سروپا تخیلات کا کتنا گہرا اثر ہوتا ہے- یہ تینون مؤثرات، ایک دوسرے مین ضم ہوکر اور ایک دوسرے کی مدد سے ہماری ترغیبون کو غلط رُخ پر لیجاتے ہین جس کا انجام خود فریبی یا فریب دہی ہوتا ہے،

ہماری توضیحات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ باطل ترغیبات، خفیہ طریقہ پر، بغیر ہمارے وقوف کے عمل کرتی رہتی ہین، اکثر اوقات تو ہم ان اندرونی محرکات سے بالکل ہی واقف نہین ہوتے، جو اندر ہی اندر ہم کو تحریک دیتے رہتے ہین، لیکن اکثر جب اون کا تھوڑا بہت علم ہمارے نفس کو ہوجاتا ہے

اور ہم دیکھتے ہین کہ ان کا اظہار دنیا کے سامنے ہمارے تمسخر کا باعث ہوگا، یا خود ان کا خیال تک کرنا ہمارے ضمیر کے منافی ہی، تو اس وقت استدلال، اور متخیلہ کی ریشہ دوانیان شروع ہو جاتی ہین ان دونون کی مدد سے ہم اپنے ناگوار محرکات اور خیالات کی ہیئت کذائی کو تبدیل کرکے، اون کو اپنے یا دوسرون کے ضمیر کے لئے قابل قبول بنا دیتے ہین، کسی انسان مین اتنی جرأت نہین کہ وہ برملا، اون خود غرضانہ اور متضاد جذبات، بے سروپا تخیلات اور غلط دلائل کو برہنگی کے ساتھ دنیا کے روبرو پیش کرے، جو بیداری یا خواب کی حالت مین اوس کے نفس کے سامنے آتے ہین، اور اسکی ترغیبات کے لئے فریب آموز ثابت ہوتے ہین،

چونکہ ترغیب کا عمل اس طرح پردۂ خفا مین رہتا ہے، اس وجہ سے جو افعال اوسکی بدولت سرزد ہوتے ہین، اون پر بھی پردہ ڈالنے کی کوشش کیجاتی ہے اور یہ ایک بدیہی بات ہی اس لئے کہ جب تم ایسے محرکات کے زیر اثر ہو جن کا برملا اظہار تم نہین کرسکتے، حتی کہ خود اپنے نفس کے سامنے اون کا اقبال کرتے ہوئے تم نادم ہوتے ہو، تو ظاہر ہے کہ تمھارے افعال بھی (خصوصاً جب اون سے دوسرے بھی متاثر ہوتے ہین) ضرور پردۂ راز مین رکھے جائین گے، اکثر اوقات یہی مخفی عمل ترغیب بڑھتے بڑھتے ایک سازش کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ مثال کے طور پر فرض کرو کہ کسی لڑکی کی شادی ایک کم استطاعت شخص کے ساتھ ہوئی ہے۔ اب یہ لڑکی جذبۂ حسد کی تحریک سے اپنی چھوٹی بہن کے خلاف سازش کرتی ہی، کیونکہ اس کا آئندہ شوہر ایک ذی ثروت شخص ہی۔ جذبہ تو حسد کی شکل مین نمودار ہوا، اب اس بڑی بہن کا متخیلہ چار سال بعد کا منظر اس کے سامنے پیش کرتا ہی، اس خیالی دنیا مین وہ اپنی چھوٹی بہن کو عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے ہوئے دیکھتی ہے اور خود اپنے آپ کو قلت آمدنی کی مصیبتون مین گرفتار پاتی ہے، جذبہ کی اس تحریک، اور متخیلہ کی فریب دہی سے متاثر ہوکر وہ اپنی بہن کے خلاف سازش شروع کرتی ہی۔ چھوٹی بہن کی موجودگی مین اس کی آئندہ جدائی کے خیال سے مغموم

نظر آتی ہو، والدین کے سامنے اپنی حیثیت سے بڑھکر رشتہ کرنے کے نقصانات بتاتی ہے، خفیہ طریقہ سے اپنی چھوٹی بہن کی برائیان فریق ثانی تک پہنچاتی ہے، اور اُن کو ترغیب دیتی ہے کہ اُس کے ساتھ رشتہ کا خیال ترک کر دین"

تم شاید یہ اعتراض کرو کہ مذکورہ بالا امثال مین استدلال کا ترغیب پر کوئی اثر نہین پایا جاتا، اور اور یہ کہ کوئی عقلمند بہن اپنی چھوٹی ہمشیرہ کے ساتھ ایسا سلوک روا نہین رکھ سکتی۔ یہ اعتراض بالکل بجا ہے، بڑی بہن قوت استدلال سے عاجز نہین ہے، لیکن وہ استدلال بجائے اس کے کہ اُسکی خواہشات کی مخالفت کرے اُس کے جذبات کا ہم آہنگ بن گیا ہو، اور اوسکی حرکات کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، "میرے کرنے سے کیا ہوگا؟" "اگر چھوٹی بہن کی قسمت اچھی ہو، تو میری تدبیر کارگر ہی نہ ہوگی" "اگر میری تدبیر کارگر ہوگئی، تو یہ سمجھنا چاہئے کہ شادی اوسکی قسمت مین نہ تھی، بہر حال میرا کیا قصور" اس طرح کی خود فریبیون یا یون کہو کہ تشفی ضمیر کے لئے وہ استدلال استعمال کیا جارہا ہے، ہم یہ دعویٰ نہین کرتے کہ مذکورہ بالا امثال صحیح ہے، ممکن ہے کہ یہ راقم کے پر فریب متخیلہ کا نتیجہ ہو، اور کسی خواہش سے مجبور ہوکر یعنی دوسرون کو مسئلۂ ترغیب کے متعلق اپنا ہمخیال بنانے کے لئے، وہ استدلال کر رہا ہو، بہر حال کوئی صورت کیون نہ ہو، اتنی بات مسلمہ ہو کہ حضرت انسان کے گوناگون جذبات کو دیکھتے ہوئے، ایک بہن کا دوسری بہن کے خلاف اس طرح سازش کرنا ناممکن نہین ہے۔

مختصر یہ کہ جس طرح عمل ترغیب کے عناصر ترکیبی نہین ہوتے ہین، یعنی جذبہ متخیلہ، استدلال اوسی طرح سے خود ترغیبی، خود فریبی، اور باطل ترغیبات مین بھی یہی تینون علٰحدہ علٰحدہ عامل رہتے ہین۔ ہمارے جذبات وجدانات، اور جبلی خواہشات ہماری ترغیبون پر حاوی رہتی ہین، اونکی تشفی کے لئے، کبھی ہم غلط استدلال کرتے ہین، اور کبھی فضول اور مبالغہ آمیز تخیلات سے کام لیتے ہین، اب تک ہماری بحث باطل ترغیبات اور اُن کے مضر نتائج، سے اُسی حد تک رہی جہان تک افراد کا تعلق ہے، لیکن افراد کی طرح جماعات کو

بھی باطل ترغیبات دیجاسکتی ہین، یا جماعات خود اپنے آپ کو اس قسم کی ترغیب دے سکتی ہین، جب باطل ترغیبات کا اثر کسی ذی اقتدار ہیئت اجتماعیہ مین ہوتا ہے جس کے افراد وحدت مساعی اور مقاصد کے رشتہ مین منسلک ہوتے ہین، تو اس صورت مین ان کے مضر اثرات تعداد افراد کی مناسبت سے اور زیادہ ہوجاتے ہین، اور انکا دائرہ بھی وسیع ہوجاتا ہے، اُن کی وساطت سے طاقتور جماعتین اپنے افراد اور دوسری کمزور جماعتون کو اپنے قابو مین رکھنے کی کوشش کرتی ہین، تہدید، عدمیت (Nihilism) فوضویت (Anarchy) انتفاع ناجائز، اور بہت سے دوسرے مضر اثرات رونما ہوتے ہین اور حیات اجتماعیہ کے ہر شعبہ پر اپنا مضر اثر ڈالدیتے ہین، پس اس قسم کی ترغیبات کا تجزیہ قومی اور جماعتی اعتبار سے نہایت مفید ہوسکتا ہے، اور آئندہ باب مین اسی سے بحث کیجائیگی،

تلخیص وتبصرہ

اسلامی تعلیم وتمدن"

سرعبدالرحیم نے حال ہی مین مدرسہ عالیہ کلکتہ کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر ایک مبسوط صدارتی خطبہ اسلامی تعلیمات، تمدن اور توقعات پر دیا، اس خطبہ کے بعض حصص قابل مطالعہ ہین،

"میرا اعتقاد کامل ہو کہ اسلام کو ابھی دنیا مین بہت کچھ کرنا ہو، اسلام کی صداقت کے لیے نہ تو ہم کو تصوف کے عالم خیال کی سیر کرنیکی ضرورت ہو، نہ یہ زیب دہ بلیغ جلوون مین مستور ہو، اور نہ شاعرانہ بلند پردازی اور خیالی عینک کے پردے مین اس کو چھپانے کی حاجت۔ اس کو ہر شخص اس کے اصول اس کے ارکان اور اس کے پیرودن کی تاریخ مین تلاش کرسکتا ہو، ہروہ شخص جسکا دماغ ذرا بھی قوت فہم کا مالک اور تعصب سے خالی ہو، اس کو پاسکتا ہو، جہان ایک مرتبہ تم نے اس صداقت کو جان لیا پھر تم کو اس بات کی ضرورت نہین رہتی، مشرق ومغرب کے اصول پر جس کا آجکل اس قدر چرچا ہے غور کرو،

اسلام کا اصل الاصول توحید ہے، اس کے معنی اس بڑے رحیم، قوی، رب العلمین، دمالک الکل کی برتری ویکتائی کے اقرار کے ہین۔ اسلام کا یہ دعوی نہین ہو کہ اسی نے یہ اصول دنیا کے سامنے پہلی مرتبہ پیش کیا ہے، مسلمان فقہا وحکما اس کو ضمیر انسانی کی آواز بتاتے ہین، ہمارے ایمان کا یہ اولین رکن ہو، اسلام اس پر تمام مذاہب سے بہت زیادہ زور دیتا ہے اور اپنے احکام کے ذریعہ اس صداقت کو ہروقت زندہ وقائم رکھنا چاہتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا رکن نماز ہے، اس کے معنی یہ ہین کہ ہم دن بھر مین پانچ مرتبہ اگرچہ چند لمحون ہی کے لیے اُس قادر مطلق کے سامنے

عجز وانکسار کے ساتھ حاضر ہوکر اپنے معاشرتی و دنیاوی فرائض کے لیے توفیق عمل کی دعا کرین،

یہ قرآن کریم کی تمام تعلیمات کی روح ہی، اور یہی چیز اس کے عالمگیر برادری کی مظہر ہی یہ دعوت و تبلیغ کا مذہب ہی، وہ ہر رکن انسانی کو خواہ وہ سفید ہو، سیاہ ہو، یا گندمی، خواہ وہ سامی ہو، آریہ، ہو، تورانی ہو، یا حبشی، اپنے حلقہ مین شرکت کی دعوت دیتا ہی اور اس طرح ایک روحانی، مضبوط، اور منتظم زندگی، کی تعلیم دیتا ہی، مجھے اس بات کے بتانے کی ضرورت محسوس نہین ہوتی کہ یہ خیال کہ اسلام نے بزور تبدیلِ مذہب کو جائز رکھا ہی ایک بالکل ہی غلط خیال ہی، ہم کو صرف ظالمون کے مقابلہ مین استعمالِ قوت کی اجازت ہے، اسلامی قوانین غیر مسلم اقوام کو جو اسلامی ممالک مین رہتی ہون ہر قسم کے شہری حقوق دیتے ہین، اتناہی نہین ہی بلکہ ذمیون کو عام اجازت ہی کہ وہ نہایت آزادی سے اپنے رسوم، عبادات، مذاہب اور تمدن کی پیروی کرین، حقیقۃً اسلام کا یہ ایک اہم اصول ہی کہ تمام انسان (صرف مسلمان یا کسی خاص مذہب و ملک کے آدمی نہین) اشرف المخلوقات ہین، اور ان کو اختیار ہی کہ وہ خداوند تعالیٰ کی عطا کردہ قوتون سے جس طرح بھی چاہین، اس دنیا مین متمتع ہوسکتے ہین، اسلام مین شریف ورذیل، اور چھوت اچھوت کی کوئی تفریق نہین ہے،

اسلام اپنی تعلیمات کی روح ہی کے ذریعہ نہین، بلکہ اپنے قوانین، و ارکان کے ذریعہ ایک عام انسانی اخوت و جمہوریت کے قیام کی کوشش کرتا ہی، اور حصول مقصد کے لیے ہر شخص کو وہ تمام حقوق و مواقع دیتا ہی جس سے وہ مستفید ہوسکے، اس مین ذہین و غبی، جاہل و عالم اور امیر و غریب کا امتیاز نہین اسلام کا پہلا قانون یہ ہے کہ ہر شخص جو کچھ کماتا ہی وہ اس کا مالک اور اپنی کمزوریون کا ذمہ دار ہے اسلام مین بالشوزم کا کوئی عنصر نہین ہی، ذاتی و شخصی حقوق و ملکیت تسلیم ہی نہین کیجاتی، بلکہ ان مین کوئی خلل انداز نہین ہوسکتا، دوسرے مذاہب کے مقابلہ مین اسلام ہی ایسا دین ہے جو انفرادی و جماعتی ارتقاء و ارتفاع کا حامی اور ان کے لئے ساعی ہے، اسلام مین سرمایہ دارون اور مزدورون

مین کوئی اختلاف پیدا نہین ہوسکتا، اس لیے کہ دونون آزاد ہین، رنگ، ملک وملت کی کوئی خلیج اونکو ایک دوسرے سے الگ نہین کرتی، اسلام کی اقتصادی عمارت کا یہ سنگ بنیاد ہی اور تاریخ کا کوئی واقعہ اس کی کمزوری کو ظاہر نہین کرتا، لیکن جہان اسلام، سرمایہ دارون اور مزدورون کو کامل آزادی دیتا ہی وہان معاشرتی تخریب، وابتری کو بھی نہین دیکھ سکتا اور اس مین بھی کسی قسم کا امتیاز قائم نہین۔

یہی وہ حالات تھے جنھون نے صدیون تک مسلمانون کو تمدن کا علمبردار اور علوم وفنون کا مالک رکھا، اور اگرچہ زمانہ کے ہاتھون اونکا زوال شروع ہوگیا، تاہم اون کے لگائے ہوئے درخت اب تک بار آور ہین، انیسوین صدی کی ابتدا تک وہ تمام اقوام سے قوی تر تھے، اور اسلامی تاریخ، رجال عظام فضلار اور اونکی حیرت انگیز کامیابیون سے اس قدر مملو ہے کہ بہادران اسلام پر متعدد ضخیم سبق آموز وولولہ انگیز جلدین لکھی جاسکتی ہین، عربی علوم مین مجھے صرف قانون (فقہ) کے متعلق کچھ جاننے کی عزت حاصل ہی، اور مین کہہ سکتا ہون، کہ قسم وتعداد دونون حیثیتون سے وہ بہترین ہی عالم تاریخ مین صحت بیان، طریقہ ادا، اور انداز نقد کا مقابلہ بہت کم قومین کرسکتی ہین، ان کے لغات، دائرۃ المعارف، اور نحوی کتابین علمی نقطۂ نظر سے بالکل صحیح، واضح اور مرتب ہین، اُنھون نے کیمیا، ریاضیات، اور فلکیات کے علوم کو بہت بڑھادیا، عربون، ایرانیون اور دوسرے اسلامی اقوام کا شاعری اور دوسرے فکری علوم مین بڑا حصہ ہے، اس علمی وتمدنی محبت نے شاہان اسلام کے دلون مین ایک خاص ولولہ پیدا کردیا تھا، اونھون نے کتابون، تحریرون اور عالمون کی تلاش مین دنیا کا گوشہ گوشہ چھان ڈالا، اور جہان کہین جو گوہر مل گیا اوسے حاصل کیا، علمار، فضلار، فلاسفہ اور صناعون پر جواہرات کی بارش ہوتی تھی، یہی چیز تھی جس نے تمام علوم وفنون اور صنعتون کو عام کردیا، عروج اسلام کے وقت لاتعداد جامعے (یونیورسٹیان کلیے (کالج) مدرسے اور مکاتب قائم ہوگئے تھے، اور لڑکے اساتذہ علوم کے پاس آکر مستفید ہوتے تھے، اسی ذوق علم نے صدیون ایشیا، یورپ اور افریقہ مین وہ زندگی پیدا کردی تھی جس کا موجودہ یورپ

کی حیات علمی سے مقابلہ کیا جاسکتا ہی، مسلمانون کا علمی سرمایہ اتنا بڑا تھا کہ ہر کتبخانہ کی فہرست متعدد جلدون پر مشتمل ہوتی تھی، اسلام اس حیثیت سے کسی حق حفاظت کا قائل نہین بلکہ ہر شخص اس آب حیات سے مستفید ہو سکتا ہی تمام علمی مذہبی موضوع پر آزادی سے بحث کیجاسکتی تھی، چنانچہ خود اس حلقہ مین ۲۰ مختلف عقاید کی جماعتین شریک تھین۔ فن عمارت، نقاشی، اور خطاطی مین ان کے ذوق سلیم، جدت پسندی اور حسن پسندی کا کوئی مقابلہ نہین کرسکتا، یہ بھی ایک قابل ذکر واقعہ ہو کہ مسلمانون نے جن سے جو کچھ سیکھا ان کے ہمیشہ ممنون منت رہے۔ اونھون نے ریاضیات کی تعلیم ہندؤن سے پائی، اور اُسکا نام ہندسہ[1] رکھا، اونھون نے لاکھون قلوب مین یونانی فیلسوفون، عالمون اور صناعون کی عزت پیدا کردی، حتیٰ کہ ایک معمولی لڑکا بھی ارسطو و فلاطون کا نام جانتا ہے، اور اسی وجہ سے ان پر فقدان جدت کا الزام لگایا جاتا ہے،

اس جملہ مین بڑی صداقت ہو کہ آسمان کے نیچے کوئی چیز نئی نہین ہو" ارتقائے انسانی قدم بقدم اس درجہ تک پہنچی ہے، عربون، علیریون اور مغلون نے اپنے زمانہ کے تمام علوم کو از سر نو زندہ کرکے بڑھایا، ان مین اضافہ کیا اور نئے مباحث پیدا کئے، یہ ایک نہایت ہی افسوسناک حقیقت ہو کہ اسلام کے علمی و تمدنی خدمات کا اعتراف نہین کیا جاتا، لیکن کیا اگر مسلمان یورپ کے تاریک خطون مین اپنی روشن مشعل علمی نہ لیجاتے تو کیا اس کے علمی ظلمکدہ کا چراغ جل سکتا تھا، لیکی کا بیان اس کا شاہد ہے۔ وہ کہتا ہے جب تک کہ علوم معابد سے، جوامع مین منتقل نہ ہوئے اور جب تک اسلامی علوم و فنون کی آزاد تعلیم نے مسیحی مذہبی کڑیون کو نہ توڑدیا۔ یورپ مین علمی بیداری نہ پیدا ہوسکی،

ہندوستان بھی اپنی گوناگون ترقیون کے لئے اپنے مسلمان حکمرانون کا احسان مند ہو، اسلامی کارنامون کی نشانیان صرف تاج اور دوسری وہ تمام عمارات ہی نہین ہین جو سارے ملک مین پھیلی

---

[1] معارف: یہ فیلالوجی یعنی تشریح لغوی غلط ہے، "ہندسہ" فارسی لفظ اندازہ کی تعریب ہو جس کے معنی انجینرنگ کے ہین، اوس کو ہند سے تعلق نہین،

ہین، بلکہ وہ قالین، غالیچے، شال، ململ، چکن، زردوزیدہ کپڑے، لکڑی ہاتھی کے دانتون اور آبنوس کے منقش سامان بھی ہین جو یورپ وامریکہ کے بعض گھرون کی رونق بڑھارہے ہین مغلون کی علمی نخل بندیون کا ایک بہترین ثمرہ اردو ہی اور اگر بعض متعصب مدبرین اس کی راہ ترقی مین رکاوٹ پیدا نہ کرین تو اس مین ہندوستان کی لنگوفرانکا دعام زبان بننے کی پوری صلاحیت موجود ہے؛

جرمنی اور لسانیات ہند

ماڈرن ریویو کی ایک قریب کی اشاعت مین جرمن مضمون نگار ہر جے، نوبل نے ایک مضمون مین یہ دکھانے کی کوشش کی ہی کہ جرمن ہندوستان کے علم الالسنہ سے کس قدر دلچسپی واعتنا کا اظہار کرتے ہین فاضل مضمون نگار لکھتا ہے:۔

"دنیا کے کسی خطہ مین ہندوستان کی لسانیات، اثریات، تاریخ، اور مذاہب کا اس وسعت و دلچسپی سے مطالعہ نہین کیا جاتا، جتنا کہ جرمنی مین، لسانیات کے پروفیسرون مین اکثر سنسکرت کے استاذ کامل ہین اور کوئی بھی ایسا جامعہ نہین ہی جس مین طالب علم سنسکرت کی تعلیم نہ حاصل کرسکتا ہو، لسانیات ہند کے طلبار کو صرف سنسکرت ہی پر اکتفا نہین کرنا پڑتا بلکہ اوستا، اور تبتی اور چینی کی سنسکرت تصانیف کی کافی تعداد کا مطالعہ بھی لازمی ہی، برلن نے اے، دبرالیف، بپ، آر، پشیل، اور پروفیسر لیوڈرس جیسے ماہرین باکمال پیدا کئے ہین، بپ لسانیات کا بانی تھا، ویبر کی تاریخ ادبیات ہند (History of Indian Literature) اب تک اسی طرح وقیع ہے اور پشیل کی ویدی مطالعہ (Vedische Studien) اور ہرا کرت گرامر اس کے تبحر کو ظاہر کرتی ہین، گوٹنگن، اپنے پروفیسر ایچ، اولڈن برگ پر نازان ہے، پروفیسر موصوف نے ویدی اور پالی زبانون کا وسیع مطالعہ کیا ہے، اس کی مشہور ترین تصنیف (Buddha Sein Leben, Sein lehre, Sein gemeinde) ہے اولڈن برگ کے پیشرو، کیل ہارن نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ ہندوستان مین کتبات اور قواعد نحو کے پڑھنے

مین بسر کیا تھا۔ ہن دو کو پیش کرتا ہے، ان مین سے ایک اٰفرخت، رگ وید اشاعت اور اپنے مشہور (Cata logus cata Catal-ogorum) کے لئے شہرت حاصل کر چکا ہی، اور دوسرا پروفیسر ایچ جیکوبی جینی مذہب کے متعلق سنڈہی لیپسک نے پروفیسر برڈک ہاس اور پروفیسر ونڈس پیدا کئے ہین، اوّل الذکر نے کتھا سرت ساگر گوا ڈٹ کرکے ترجمہ کے ساتھ شایع کیا ہے، اور موخر الذکر بدھ مذہب ویدا اور ہندوستانی تمثیلات کا استاد ہی، ہر سلو سے سنٹر لرنے کالی داس کی تصانیف شایع کین، اور پروفیسر ہلبرنید وہان تعلیم دیتا ہے، وہ ویدی ادبیات اور ہندی صنمیات کا ماہر کامل ہی، کے۔ الیف۔ گلڈنیز، جو ویدی ادبیات کے بہترین ماہرین مین ہے، ماربرگ مین درس دیتا ہے، پروفیسر ہلنرش، اڈیٹر کتبات جنوبی ہند (The south Indian inscriptions) جو کچھ ہندوستان مین بھی گذار چکا ہی، اشوک کے کتبات شایع کرنے کی کوشش کر رہا ہی، پروفیسر الیف ہی، شیرڈر کیل مین ہین یہین پروفیسر الیف، ڈیوسن بھی تھا، جو اپنشد اور ویدانت کا بڑا مداح رہا ہے، درزبرگ مین، پروفیسر جالی ہندی ادویہ وفقہ کا بڑا ماہر موجود ہی، اور ریولشن کا پروفیسر جیگر، پالی اور ایرانی السنہ کا مستند عالم ہی، ٹوبنجن کا پروفیسر گاربے، سنکھیا اور یوگ کے مذاہب فلسفہ مین مہارت تامہ رکھتا ہے،

اُن اشخاص کا جو عملاً ہندی السنہ و تاریخ کے مطالعہ مین مشغول ہین، حلقہ، جوامع کے اساتذہ و کارکنون سے کہین وسیع تر ہے،

جمعیتہ نسائیہ مصر

گذشتہ مہینہ مین یہ خبر آچکی ہی کہ رومہ مین تمام دنیا کی جنس نسوانی کا جلسہ منعقد ہونیوالا ہی اور اسکی شرکت کے لیے مصر و ہندوستان کی خواتین بھی جانیوالی ہین، مصری خواتین اس سلسلہ مین زیادہ سرگرم عمل نظر آتی ہین، چنانچہ الاخبار مصر سے یہ معلوم ہوا کہ وہان قاہرہ مین جمعیتہ نسائیہ مصریہ کے نام سے مصری خواتین کی ایک انجمن قائم کیگئی ہے۔ ابھی حال مین وفد رومہ کے تعلق سے اس جمعیتہ نے ایک بیان وہان کے اخبارات

مین شائع کیا ہی جو خود اس جمعیۃ کے اغراض و مقاصد کی تفصیل و تشریح پر بھی مشتمل ہے، چنانچہ اس بیان مین لکھا گیا ہی کہ

روما مین منعقد ہونیوالی مجلس نسوان کے لیے جو دعوت نامہ مصر کے تمام اخبارات مین شایع ہو چکا ہے اس کے ذریعہ سے تمام لوگ ایک حد تک اس کے اغراض و مقاصد سے واقف ہو چکے ہین، یہ دعوت نامہ ان تمام اہم مسائل پر مشتمل ہے جو وہان مجلس مین زیر بحث آنیوالے ہین،

روما کی مجلس مین پیش ہونیوالے مسائل کی جو تفصیلی فہرست شائع ہو چکی ہی وہ نہایت کثیر و متنوع مسائل پر مشتمل ہی اور اُن مین کا بڑا حصہ ایسا ہی جو مصر کے عالم نسوانی کی ضروریات و مقتضیات سے کوئی تعلق نہین رکھتا اس بنا پر جمعیہ نسائیہ مصریہ مرتب کیگئی ہی جو وفد روما کے ساتھ بھیجی جائیگی، لیکن اس جمعیۃ کے اغراض و مقاصد صرف ذیل کے مسئلون تک محدود رہینگے اور اوسکی ساری کوششین انھی پر صرف ہونگی،

(۱) عورتون کی عقلی و ادبی ترقیون کی تحصیل کیلئے کوشش کرنا۔ تاکہ وہ اجتماعی و سیاسی زندگی مین مردون کے برابر اپنا حصہ کر سکین،

(۲) اس حق کا مطالبہ کرنا کہ جو عورتین چاہین مردون کے برابر اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکین،

(۳) منگنی کے لیے ایسے طریقے اختیار کیے جائین جن کے ذریعہ سے ہونیوالے زن و شو قبل از عقد ایک دوسرے سے اچھی طرح واقف ہو سکین،

(۴) تعلقات زوجیت کے عملی قوانین کی اصلاح اور ان قوانین کو دینی و شرعی تعلیمات کی روح پر منطبق کرنیکی کوشش کرنا۔ مصری خواتین کو ان مظالم سے جو اُن پر بغیر حسن معاملت کے تعدد زوجات اور بغیر کسی صحیح سبب کے جلد جلد طلاق دیکر کیے جاتے ہین بچانا،

(۵) ایسا قانون بنائے جانے کا مطالبہ کرنا جس کے ذریعہ سے قبل از سن بلوغ یعنی ۱۶ برس سے کم عمر مین لڑکیون کی شادی ممنوع قرار پائے،

(۶) مختلف وسائل سے ترقی و تحسین صحت کی کوشش کرنا،

(۷) بدعات، خرافات اور اوہام کے خلاف جو علم صحیح کی راہ مین سدراہ ہین جنگ کرنا،

(۸) محاسن و فضایل اخلاق کی ترقی و توسیع کی کوشش اور رذائل و سیئات کے خلاف جنگ کرنا،

(۹) جائز اور صحیح وسائل سے ان اغراض و مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے موثر طرز عمل کی تنظیم کرنا،

مجلس کی اعضا و ارکان خواتین جو ان مقاصد کو عملی طور پر حاصل کرنے کے لیے رہنمایانہ جد وجہد کرینگی ان کی حسب مدارج و مراتب تفصیل یہ ہے،

عہدہ دار خواتین۔ (۱) محترمہ ہدی شعراوی رئیسۂ مجلس (۲) شریفہ ریاض وکیلہ۔ (۳) عطیہ فواد خزانچی (۱) احسان احمد ناظمہ (سکرٹری)

ارکان مجلس عاملہ خواتین، محترمہ وجیدہ خلوصی، فردوس شستا۔ ناجیہ راشد عزیزہ فوزی۔ جمیلہ عطیہ

ارکان اعزازی خواتین۔ محترمہ خدیجہ عبد السلام، فردوس عقیقی۔ احسان ہیکل۔ رجینا خیاط۔ فاطمہ رجب وجیدہ ثابت۔ نعیمہ الواصبع۔ استر فہمی ویصا۔ نبویہ موسی۔ فکریہ حسنی۔ لبیبہ احمد۔ فاطمہ سامی۔ جلیلۃ الحرادی

مجلس رومہ مین اس جمعیۃ کی نمایندگی وہ وفد کریگا جس کے ارکان محترمہ ہدی شعراوی رئیسۂ مجلس، اور محترمہ نبویہ موسیٰ اور زین النبراوی ارکان مجلس ہین،

سب سے بڑا اور اہم مقصد اس وفد کا یہ ہے کہ وہ مصری خواتین کے متعلق یورپ مین ان پھیلے ہوئے اور عام خیالات کی تردید کرے کہ مصری عورتین زاویۂ خمول مین پڑی ہین، اور وہ عملی زندگی سے بہت دور ہین، ان کے لئے اپنے گھر کی چار دیواری کے باہر کوئی جولانگاہ عمل نہین ہے، اور قوم و ملک کے عام شئون و معالات مین ان کا کسی طرح پر بھی اثر نہین ہے،

رومہ کی مجلس نسوان مین شریک ہونا، اور ان مسائل پر جنکا تعلق عورتون کی ترقی سے ہے وہان بحث مباحثہ اور تبادلۂ خیالات کرنا یقیناً اس وقت قومی ارتقا و ترقی

کی خدمت کا مناسب ترین اور بہترین ذریعہ ہے،

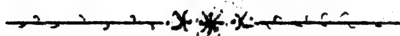
یہ جمعیۃ اپنے اہل وطن مرد و عورت سے ان افکار و خیالات کی صورت مین معاونت چاہتی ہے جو اس کے اغراض و مقاصد کو عمل مین لانے اور عورتون کو ان کے اس مناسب درجہ تک پہنچانے کا بہترین ذریعہ ثابت ہون جس کے بعد وہ اپنے کنبہ و وطن کے فرائض و واجبات کو اچھی طرح ادا کر سکین،

اور یہ جمعیۃ ہر وقت آمادہ ہے کہ جو خواتین اس سے وابستگی اور اسکی شرکت قبول کرین انکو اپنے حلقہ رکنیت مین داخل کرے۔ اس سلسلہ مین ضروری خط و کتابت کے لئے پتہ یہ ہے،

حرم شعراوی پاشا ، شارع قصر نیل نمبر (۲) مصر

ان مقاصد بالا پر ایک نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہو سکتا ہی کہ خواتین مصر نے اپنے مطالبات کی فہرست تیار کرنے مین یورپ کی انجمن خواتین کی کورانہ تقلید نہین کی ہی ، بلکہ اپنے مشرقی تمدن اور شرع اسلامی کو ملحوظ رکھا ہے، البتہ جو بنیادی غلطی اس تعمیر مین ہے وہ یہ ہی کہ بجائے اس کے کہ اوس کو **مذہب** کی چٹان پر قایم کیا جائے، تمدن جدید کے ریگ پر اِس کو کھڑا کیا گیا ہی، اِن مطالبات مین کوئی شئے ایسی نہین جس کو شریعت غرّا کامل طور سے پورا نہ کر سکتی ہو، اگر اصلاح مذہبی کے رنگ مین اِس کو جلوہ نما کیا جاتا تو بآسانی یہ مطالب انجام پاتے، اور دیگر ممالک کی خواتین کے لئے اِس مین شریک ہونا ممکن ہوتا، ورنہ

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کین رہ کہ تو میروی بہ ترکستانست



اخبار علمیہ

دنیا موجودہ سائنس کے عجائبات کے سننے کی عادی ہوگئی ہے، مشہور فرانسیسی سائنس دان اڈورڈ بیلین نے دعویٰ کیا ہو کہ وہ گھر بیٹھے بہت جلد سمندرون اور دنیا کے بعید ترین خطون کو دیکھ سکے گا،

اگر یہ دعویٰ صحیح ثابت ہوا، تو یہ ایجاد عمومی اور قومی حیثیت سے بہت ہی دلچسپ واہم ثابت ہو گی، اُس وقت ہم اپنے کمرہ مین ایک لاسلکی ریسیور کان کے پاس اور ایک آئینہ کو سامنے رکھکر نہایت اطمینان سے سپاہیون کا ہنگامۂ رستخیز سن اور دیکھ سکین گے خواہ یہ معرکے قسطنطنیہ مین ہون، ہندوستان مین یا چین مین، ہمارے سامنے غیر سلکی محرک تصویرین ہونگی، لیکن یہ وہ تصاویر نہ ہونگی جو ہفتون پہلے کردن کے ذریعہ معکوس ہوئی ہین، بلکہ زندہ اور اصلی تصاویر ہونگی جو ہم کو یہ بتا سکین گی کہ اس وقت دور دراز ممالک مین کیا ہو رہا ہے، کیا "جام جم" اور "آئینۂ جہان نما" کی حکایت درست تھی؟

ہم اب تک قوت ذائقہ ہی کو ہر قسم کی اکل وشرب کی لذتون کا موجب سمجھتے تھے، لیکن اب پتہ چلا ہو کہ اس قوت سے ہم صرف چار قسم کے مزے دریافت کر سکتے ہین۔ شیرین، ترش، تلخ اور نمکین، دوسرے نازک ذائقے صرف قوت شامہ کی مدد سے معلوم ہو سکتے ہین، جام کھاتے وقت اپنی ناک بند کرکے آپ اسکا ثبوت پا سکتے ہین۔ ان حالات مین پھلون کی مخصوص خوشبو کے ذائقہ سے آپ محروم رہینگے،

اس سے زیادہ عجیب تر یہ ہے کہ قوت ذائقہ اپنے حصول مقصد کے لئے ایک بڑی حد تک قوت باصرہ کی مرہون منت ہی، سے نوشون مین بہت ہی کم لوگ ایسے ملین گے جو آنکھین بند کرکے بیر اور سٹوٹ کے ذائقون مین فرق معلوم کر سکتے ہون، خود ہم لوگون مین بعض ایسے آدمی ہین، جو بلا دیکھے کافی اور چار کے ذائقہ مین تمیز نہین کر سکتے ،

جنگ کے نابینا سپاہیون مین سے اکثر اس بات کے شاکی ہین کہ اب وہ ذائقہ تنبا کو سے محروم ہین، اور اس لذت کے حصول کے لیے بہت سخت قسم کا تنبا کو استعمال کرتے ہین جو اس کمی کو ایک حد تک پورا کرتا ہے؛ ایک امریکن سائنس دان، اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے یہ آسان صورت پیش کرتا ہی کہ جب آپ سگرٹ یا تنبا کو پینے لگین تو آنکھین بند کرلین، اور اس سے آپ کو وہ فرق معلوم ہو جائیگا، جو آپ کو دود پیچان کو دیکھکر ہوتا ہے،

ان تمام باتون سے پتہ چلتا ہی کہ قوت شامہ اور باصرہ ہماری قوت ذائقہ کے لئے بیحد ضروری ہین،



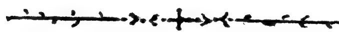
حال ہی مین دنیا کی قدیم ترین عورت کا پتہ چلا ہی یعنی اوسکا کاسۂ سر اور کچھ ہڈیان عجیب طریقہ سے فرانس مین ملی ہین،

ماہرین اثریات کا خیال ہی کہ وہ ..... ۳۰ سال قبل فرانس کے شہر بورڈو سے چند میل کے فاصلہ پر رہتی تھی اسکے قیام کے قریب ہی ایک چھوٹا سا نالہ ہے جو اوسکی آبی ضروریات کو پورا کرتا تھا، ایک دن وہ اس مین کود ی یا گر گئی، اور ماہرین جو وہان پر ایک ایسی قوم کے آثار تلاش کر رہے تھے جو ..... ۵ سال پہلے وہان آباد تھی، غیر متوقع طریقہ پر اس قدیم ترین عورت کی ہڈیون کے پانے مین کامیاب ہوے،

اب تک موٹروں کے مالکون کے پاس یہ معلوم کرنیکا کوئی طریقہ نہ تھا کہ ڈرائیور نے کتنا وقت بیکار ضایع کیا، یا کتنی دیر تک خود متمتع ہوتا رہا، لیکن اب ایک ایسا آلہ ایجاد ہوا ہے جس سے مالک صحیح حالات دریافت کرسکتا ہے، کیونکہ یہ ایک ایک منٹ کی موٹر کی حرکت کو ظاہر کرتا ہے، عام موٹر میٹر کی خصوصیات کے علاوہ یہ آلہ ہر سفر کی ابتدا اور انتہا، مسافت، موٹر کی رفتار، اثنائے راہ مین قیام، اور عرصۂ قیام کے متعلق معلومات مہیا کرتا ہے؛ اسی طرح اگر موٹر بلا کسی مسافر کے چلی ہے تو اوسکا بھی مکمل حال اس سے معلوم ہوتا ہے، غرض یہ موٹر کے لئے کراماً کاتبین ایجاد ہوا ہی ،



بورن ول کا مشہور کارخانہ کڈبری برادرس اندنون ایک میل میٹر (ٹکٹ کا آلہ) اپنے دفتر مین استعمال کر رہا ہی جو عنقریب تمام صوبون مین رائج کیا جائیگا۔ یہ آلہ ایک منٹ کے اندر ۲۰۰ خطوط پیکٹ یا کارڈ دن پر ٹکٹ اور مہر لگاتا ہی، بورن ول اور دوسرے علاقون مین اوس کا استعمال اُمید کہ ٹکٹون کی قیمت کی کمی کا سبب ہوگا کیونکہ اس سے ڈاکخانہ والے بڑی محنت سے جو اون کو خطوط کو سیدھا کرنے اور ٹکٹون پر مہر لگانے مین کرنی پڑتی ہی بچ رہینگے،



یہ بات عام طور سے معلوم نہین ہے کہ اگر لیمون کو نچوڑنے سے پہلے گرم کرلیا جائے تو اس سے دوگنا عرق نکلے گا، جو لیمون فوری ضرورت کے لئے نہ ہون، اُن کو ٹھنڈے پانی مین سرد مقام پر رکھنا چاہئے تاکہ وہ اپنی تازگی قائم رکھ سکین،

حلق کی بعض بیماریون مین، ایک چمچہ شہد اور ایک چمچہ عرق لیمون کو ملا کر استعمال کرنا بہت مفید ہے، ایک انڈے مین تھوڑی سی شکر اور ایک چمچہ عرق ملا کر کھانا، مقررکے حلق کے لیے بہت سودمند ہے،

بعض اشخاص کا تجربہ ہے کہ شدت درد سر کے وقت تیز چائے میں اس عرق کو ملا کر پینے سے فوری سکون حاصل ہوتا ہے، اگر گرم کیا ہوا دودھ استعمال کرنا ہو اور وہ ذائقہ کام و دہن کے لائق نہ ہو تو جوش دیتے وقت اس میں اوسکی ایک قاش ڈال دی جائے، لیکن پینے سے پہلے اسے نکال دینا چاہئے۔

خانگی ضروریات کے لیے بھی یہ بہت مفید ہے، میز پوش پر سے سیاہی کے داغ اس کے ذریعہ آسانی سے دور ہو سکتے ہیں، پہلے اون دھبون پر نمک چھڑک دیجئے اور پھر اس کے عرق سے رگڑ کر صاف کر لیجئے؛ رومال، بنیائن یا دوسرے سفید کپڑون میں دھونے کے لیے گرم کرتے وقت اگر اوسکی چند قاشین ڈالدی جائین تو کپڑے بہت صاف ہونگے،

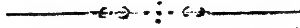
منھ دھونے میں بھی یہ کارآمد ہے، نصف لیمون، جسکا عرق تقریباً نچوڑا جا چکا ہو، چہرے پر اسپنج کی طرح رگڑنے سے اون کو صاف، و نرم کرتا اور جھریون کو مٹاتا ہے،



تقریباً ۵۰ سالون سے ایک پہیہ کی سائیکل کی طرف اہل ایجاد کا خیال رجوع تھا۔ ہم کو یاد آتا ہے کہ ہم نے عرصہ ہوا اس قسم کی ایک سائیکل کا حال سنا تھا، لیکن اس وقت ہم اس کے فوائد پر نظر نہ ڈال سکے کیونکہ اوسی زمانہ میں بائسکل اپنی موجودہ شکل اختیار کر رہی تھی، گذشتہ چند سالون سے یہ خیال ازسرنو پیدا ہو گیا تھا اور اب اس میں ایک بڑی حد تک کامیابی نظر آتی ہے۔ اس موجودہ سائیکل کا موجد ایک امریکن پروفیسر اے، جے کرسٹی ہے۔ یہ سائیکل موٹر کی خصوصیات رکھتی اور ۲۵۰ میل فی گھنٹہ چلتی ہے

انگور کے شکری اجزا پر موسم کا بڑا اثر ہوتا ہے، گرم دن اور سرد راتین سب سے زیادہ شکر پیدا کرتی ہیں،

ڈاکٹر میکائل ڈیوڈ کا بیان ہی کہ جرمنی کے اعداد شمار ظاہر کرتے ہین کہ نوزائیدہ بچون کی جسامت نہایت سرعت سے گھٹ رہی ہی، جنگ کے آخری تین سالون مین یہ کمی اور بڑھ گئی اور اُسکا اثر سب سے زیادہ لڑکون پر پڑا ہے،



ایک ڈاکٹر، ڈیلی میل مین عورتون کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ دستانون، اور زمین زیرین پوشاک استعمال نہ کرین کیونکہ اون سے مختلف جلدی امراض پیدا ہوتے ہین،



السکا مین ۱۸۹۱ء مین صرف ۱۰ بارہ سنگھے تھے ۱۹۰۲ء مین ۱۲۸۰ ہوئے اور اب اونکی تعداد ۳۰۰۰۰۰ سے ۲۵۰۰۰۰۰ تک بتائی جاتی ہی، ان کے علاوہ ۱۰۰۰۰۰ جانور گوشت و چمڑے کے لیے ذبح کیے گئے ہین،



جرمنی مین ایک ۱۲ سالہ فوق الفطرۃ ذہانت کی ایک لڑکی ہی اس نے اپنے دماغ پر کامل قبضہ کی مشق پیدا کر لی ہی، وہ بیک وقت ایک جرمن گانا گاتی، داہنے ہاتھ سے ایک انگریزی جملہ اور بائین سے فرانسیسی لکھتی ہی،

ایک ہی وقت مین وہ ایک زبان کا ایک جملہ الٹا اور دوسری زبان کا سیدھا لکھتی ہے وہ ایک ہاتھ سے گنتی اور دوسرے ہاتھ سے اولٹا املا لکھتی ہے،



ٹیوڑا (ہنگری) مین دنیا کی سب سے بڑی المونیم کی کان دریافت ہوئی ہے،



پر ٹگو مین ایک عجائب خانہ ہی جس مین ہر عہد کے ہر قسم کے بند ہائے لباس جمع کئے گئے ہین

جنوبی ناروے، مین ایک مقبرہ کا پتہ چلا ہے، جس کے متعلق ماہرین اثریات کا خیال ہی کہ ملکہ ولنگ کا ہی، اس مقبرہ مین وہ تمام چیزین ہین، جن کو کہ اس زمانہ کا اعتقاد، آئندہ زندگی کے لیے ضروری سمجھتا تھا، مثلاً باورچی خانہ، پلنگ، بسترے، چرخے وغیرہ،

بلجیم کے افریقی علاقہ کانگو مین، پرسونائٹ نامی ایک دھات کا پتہ ہے، جس سے ریڈیم حاصل کیا جاسکتا ہے،

حال مین ایک ایسا تصویر کشی کا آلہ (کمرہ) ایجاد ہوا ہے، جو ذرات کی تصویر کھینچ سکیگا،

بہتر و تیز روشنی سے کوئلون کی کانون مین زیادہ کام ہوسکتا ہی، حال کی تحقیقات نے یہ بات ثابت کی ہے کہ بڑے لیمپون کا استعمال تقریباً ۱۰ فی صدی کوئلون کا اضافہ کرتا اور کانون کو زیادہ صاف بناتا ہے،

امریکہ مین ایک موٹرنما نئے قسم کا ٹنک بنایا گیا ہے، جو زمین پر اور پانی مین یکسان ایک رفتار سے چلتا ہے، اس کے ذریعہ توپین، ذخائر جنگ، اور دوسری جنگی اشیا، نہایت آسانی سے منتقل کیجاسکتی ہین،

جیرم فن (سویڈن) مین ایک کپڑا ملا ہے، جس کے متعلق خیال ہو کہ یورپ کی قدیم ترین پوشاک ہے،

انگلستان کے آخری عدالتی اعداد ظاہر کرتے ہین کہ وہان مے نوشی اور قمار بازی کی وارداتون مین کمی ہوئی ہے، ذیل کے اعداد اس کی تصدیق کرینگے،

	سنہ ۱۹۲۱ء	سنہ ۱۹۲۰ء	سنہ ۱۹۱۳ء
شراب نوشی	۸۱۳۸۳	۹۸۶۰۶	۲۰۴۰۳۸
قمار بازی	۱۴۴۷۴	۲۴۳۲۳	۲۹۳۸۴

سنہ ۱۹۲۱ء مین ۸۲۷۴۴ آدمی پیش ہوئے، اُن مین سے ۱۴۷۵۲۵ پر جرمانہ ہوا اور ۲۹،۱۷ کو کوڑون کی سزا دیگئی،

بورڈو کے ڈاکٹر ایم، ایولرڈ نے مقامی طبی مجلس کو اطلاع دی ہے کہ اس کے شہر مین توام لڑکے پیدا ہوئے ہین، جن مین سے ایک کے سب دانت نکلے ہین، اور دوسرے کو ۱۲ دنون کے بعد نکلنے شروع ہوئے، اس قسم کا واقعہ بہت کم ہوتا ہی، چنانچہ طب کی کتابون مین اس قسم کے صرف ۵۰ واقعات درج ہین، اس کے متعلق خیال تھا کہ ایسا لڑکا جسمانی یا دماغی حیثیت سے بہتر ہوتا ہے، رچرڈ سوم، لوئس چہاردہم مشہور فلسفی بیکاٹ اور ممتاز شاعر بائلڈ بھی دانت کے ساتھ پیدا ہوئے تھے،

اطالیہ کا مشہور مغنی کروسو اپنی حیرت انگیز دولت کے لئے مشہور ہے، وہ ۲ اگست سنہ ۱۹۲۱ء کو نیپلس مین مرا، اس نے گرامون کے ریکارڈس کے گانون کے سلسلہ مین جو معاوضے

پائے صرف اونکی تعداد ۴۴۵۰۰۰ پونڈ ہے،

انگلستان کا محکمہ جنگ اعلان کرتا ہو کہ گذشتہ جنگ سے اس وقت تک تقریباً

۳۶۰۰۰ ۱۹۱۴ء کے ستارے،

۱۴۵۰۰۰ ۱۹۱۴ء کے ستارون کی پٹیان،

۱۷۰۰۰۰ ۱۹۱۴-۱۵ء کے ستارے،

۴۷۰۰۰۰ برطانوی جنگی تمغے،

اور ۴۵۵۰۰۰ وکٹری تمغے، تقسیم کئے گئے ہین، ان کے علاوہ

۲۲۰۰۰ ۱۹۱۴-۱۵ء کے ستارے،

۶۰۰۰۰ برطانوی فوجی تمغے،

اور ۴۵۰۰۰ وکٹری تمغے،

نوآبادیات کو بھیجے گئے ۱۱۰۰۰۰ معمولی تمغے دیسی مزدورون مین منقسم ہوئے،

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا بھی دلچسپ ہوگا کہ ذیل کے تمغے نمایان خدمات وشجاعت کے لئے عطا کیے گئے،

۴۲۰۰۰ فوجی صلیبین (میلیٹری کراس) ۳۰۰۰ بہترین اخلاق کے تمغے،

۱۲۹۰۰۰ فوجی تمغے، ۲۹۰۰۰ نمایان خدمات کے تمغے، ۱۲۷۰۰۰ تمغے ان لوگون کو دئے گئے جن کا فوجی مراسلات مین تذکرہ تھا، اور ۱۵۰۰۰ چاندی کے تمغے زخمیون کو ملے،

ادبیات

مردانِ خدا، قدس اسرارہم

مثنوی ہمائے ہمایون خواجوئے کرمانیؒ

مکرمی ______ السّلام علیکم

مثنوی ہمائے ہمایون کے مطالعہ مین چند اشعار خاص طور پر پسند آئے دل چاہا کہ آپ کو بھی سنادون ملفوف ہین، مناسب ہون تو معارف کے ادبیات مین چھاپ دیجئے،

۱۳ رجب ۱۳۴۱ھ — نیازمند حلیب الرحمٰن

خوشا سرفرازانِ کوتاہ دست — بزرگانِ خُرد و بلندانِ پست
مقیمانِ سیّاح و مردانِ راہ — گدایانِ عامی و خاصانِ شاہ
سلاطین نشانانِ خلوت نشین — اقالیم گیرانِ عزلت نشین
کواکب شناسانِ برجِ اَمل — جواہر فروشانِ دُرجِ ازل
صبوحی کشانِ شرابِ اَلست — امیرانِ مامور وہُشیارِ مست
ہمہ نامداران گُم کردہ نام — ہمہ کامگارانِ نادیدہ کام
ہمہ بخت یاران بے بخت و رخت — ہمہ تاجدارانِ بے تاج و تخت
نخوردہ مئے و سرگران از شراب — درون کردہ معمور بیرون خراب
جگر تشنۂ و غرق آب آمدہ — زبان بستۂ و در خطاب آمدہ

چو سوسن زبان آور، امّا خموش | چو بہ خوش نفس ایک پشمینہ پوش
منزّہ ز حشمت - ولے محتشم | مبرّا ز حرمت ولے محترم
ہمہ دور نزدیک و نزدیکِ دُور | شدہ ایمن از نار و آئین ز نور
ہمہ شاہ خود را گدا ساختہ | ز خود رفتہ و با خدا ساختہ
خراب از شرابِ اَلَست آمدہ | برون رفتہ ہشیار و مست آمدہ
گدایان و فارغ ز سلطان و شاہ | امیران و ایمن ز خیل و سپاہ
منازل شناسان راہِ عدم | ترنّم نوازانِ بزم قدم
چو یوسف بزندان ولیکن عزیز | نہ در دست چیزے نہ محتاج نیز
سرافگندہ چون شمع در زندگی | سرافراختہ در سرافگندگی
زدہ ناوک و تیر در شست نہ | نگندہ سر و تیغ در دست نہ
بہ شام آمدہ چاشت از نیم روز | بہ چین رفتہ از شام در نیم روز
خدایا چو مستم برین در غلام | در ودم بریشان رسان والسّلام

صدائے حسرت

نوشتہ ۱۰ مارچ سنہ ۲۳ء

ترے درد سے جس کو نسبت نہین ہی | وہ راحت مصیبت ہی، راحت نہین ہی
جنونِ محبّت کا دیوانہ ہون مین | مرے سر مین سودائے حکمت نہین ہی
ترے غم کی دنیا مین اے جانِ عالم | کوئی روح محرومِ راحت نہین ہی
مجھے گرم نظارہ دیکھا تو ہنس کر | وہ بولے کہ اسکی اجازت نہین ہی
جھکی ہے ترے بارِ عرفان سے گردن | ہمین سر اٹھانے کی فرصت نہین ہی

یہ سہے اُن کے اک روئے رنگین کا پرتو — بہار طلسم لطافت نہین ہے

ترے سرفروشون مین ہے کون ایسا — جسے دل سے شوق شہادت نہین ہے

تغافل کا شکوہ کرون اُن سے کیونکر — وہ کہدینگے "تو بیرداشت نہین ہے"

وہ کہتے ہین شوخی سے ہم دلربا ہین — ہمین دلنوازی کی عادت نہین ہے

شہیدانِ غم ہین سبکدوش کیا کیا — کہ اُس دل پہ بار ندامت نہین ہے

نمونہ ہے تکمیلِ حسن سخن کا

گہرباریٔ طبع حسرت نہین ہے

کلام شاد

حضرت شاد عظیم آبادی

ہمین کیا ہوا جو بدل گئی بڑی حیرتون کا مقام ہے — کہ وہی فلک ہے وہی زمین وہی صبح ہے وہی شام ہے

ہین نشاء اپنے خیال پر، کہ بغیر مے کے ہین مستیان — نہ تو خم ہے پیش نظر کوئی، نہ سبو ہے پاس نہ جام ہے

بڑی مشکلون سے ہوا ہے حل یہ کتاب عمر کا مسئلہ — انھین وصلِ غیر حلال ہے، ہمین شب کی نیند حرام ہے

کسی خود پسند کے ہاتھ مین نہ پڑے کوئی یہ دعا کرو — شب عمر اپنی بسر ہوئی وہان صبح کی ابھی شام ہے

وہ کرے ذلیل کرے خجل، ہون بلا سے اُس کے خرابیان — کہو شوق کو نہ کلام بد، دلِ عاشق اوسکا مقام ہے

کوئی مرگیا تو یہ کہتے ہین کہ فلان نے نقل مکان کیا — یہی قول مان لین ہم اگر تو وجودِ جسم دوام ہے

اسی سوچ مین ہے دل حزین کہ قیامت انکو آئی ہی — ہوئے اُن سے طالب دید ہم وہ کہین گے مجمع عام ہے

کہین بے دہن ہے ترا لقب کہین کم سخن کا خطاب ہے — غرض اصل بات یہ کھل گئی کہ سکوت ہی مین کلام ہے

مین کہون اے ساقی مہ لقا یہی میکشی کا ہے مسئلہ — وہی حکم دے تو حلال ہے، وہی روک دے تو حرام ہے

سنون مین نصیحتِ بے محل کرون شاد ترک شراب کو — نہ خدا ہے واعظ ہرزہ گو نہ رسول ہے نہ امام ہے

؎ (کہ ہمارے تغافل کی شکایت کرتا ہے)

اوراقِ پارینہ

جامع الاخلاق

پر

نظر ثانی

نوشتہ مولوی سید مقبول احمد صاحب ایم اراے ایس ایف ار ایس اے

یہ ہیچ میرز عرصہ سے خاموش اور عزلت گزین تھا لیکن ماہ رجب کے رسالہ مین عنوان بالا (جس کو رعایت وزن سے **پارینہ اوراق** لکھنا بہتر ہوگا) سے **جامع الاخلاق** کا تذکرہ (یا زیادہ دسیع المعنی لفظ مین رپورٹ) دیکھ کر سطور ذیل تحریر کرنے پر مجبور ہوا،

مولوی قاضی عبد الودود صاحب کا یہ خیال بالکل صحیح ہے کہ اون کا نسخہ جامع الاخلاق کا پہلا اوڈیشن ہے جو اردو ٹائپ مین مطبع احمدی کلکتہ سے ۱۸۴۹ء مین مولوی غلام حیدر ساکن ہوگلی کے اہتمام سے شایع ہوا تھا جس کے صفحات کی تعداد ۳۶۰ ہے اور ہر صفحہ مین ، اسطرین ہین،

مولنا حکیم سید منظور احمد صاحب طاب ثراہ کا کتب خانہ واقع قصبہ نمدن ضلع فرخ آباد جو بیشمار علمی و ادبی دفائن[1] و خزائن کو اپنے دامن وسعت اور آغوش عنایت مین لیے ہوئے ہے بجا فخر کر سکتا ہے،

[1] دفائن وہ نادر کتابین جن کے اوراق باہم دگر پیوست و چسپیدہ یا کرم خوردہ و بوسیدہ ہو رہے ہین۔ خزائن جو اب تک محفوظ اور اچھی حالت مین ہین کیا کوئی صاحب براہ کرم بتا کر مجھے شکر گذار فرمائین گے کہ (۱) پرانی قلمی کتابون کے حفظ و بقا کے لئے عام تدابیر کیا عمل مین لانا چاہیے (۲) چکدار سیاہی یا کیڑون کی غارتگری سے جن کتابون کے ورق چپٹ کر ایک ہوگئے ہین اون کو علحدہ

کہ اس مین بھی یہی جواہر ریزہ مگر ایک دوسری قطعہ و تراش کا موجود ہی یہ اسی جامع الاخلاق یعنی اخلاق جلالی کے ترجمہ کا دوسرا اڈیشن ہے۔ اصل کتاب لوامع الاخلاق فی مکارم الاخلاق سے موسوم تھی اسی مناسبت سے ترجمہ کا نام جامع الاخلاق رکھا گیا۔ دوسرے اڈیشن کے سرورق پر جلی قلم سے یہ لکھا ہوا ہے۔

هوالاول

نام اس کتاب سعادت انتساب کا جامع الاخلاق ہی، اور یہ ترجمہ ہی لوامع الاشراق فی مکارم الاخلاق عرف اخلاق جلالی کا اردو زبان مین ۱۲۲۱ھ بارہ سو بیس ہجری قدسی مین مطابق ۱۸۰۵ء اٹھارہ سو پانچ عیسوی[1] کے مولوی امانت اللہ مرحوم نے جو فورٹ ولیم کالج کے درمیان منشی تفریق ہندی تھے اُسکو ترجمہ کیا تھا، اب ۱۸۴۵ء مین حسب ارشاد فیض بنیاد صاحب والامناقب عالیمناصب قدردان علم و ہنر ابرجود و سخا گستر جناب معلی القاب مسٹر ٹیلر صاحب بہادر پرنسپل مدرسہ آگرہ کے سید اشرف علی واسطی مہتمم مطبع العلوم متعلقہ مدرسہ دہلی نے اسکو مطبع العلوم مین باہتمام اپنے چھپوایا

اسی سرورق کو جو جدول و گل کاری سے تمامتر معرا ہے لوح کتاب بھی سمجھ لیجئے۔ کیونکہ ورق اولٹنے پر پہلا صفحہ اور دیباچہ مترجم شروع ہو جاتا ہی۔

یہ نسخہ لیتھو یعنی پتھر پر طبع ہوا ہے تقطیع بارہ انگشت لمبی اور سات انگشت چوڑی۔ تعداد صفحات ۲۶۱ ہے ہر صفحہ مین بیس سطرین ہین، چارون طرف اکہری جدول۔ کاغذ سفید گندہ جس کی سفیدی باوجود مرور ایام

(بقیہ حاشیہ) کرنے اور کارآمد بنانے کا کیا محفوظ طریقہ ہے (۳) آہنی حروف سے پرانے قسم کے کاغذ پر چھپی ہوئی کتابین قطعاً بے کار اور روز بروز زردی ہوتی جاتی ہین ان کا کاغذ خودبخود گلتا اور چھونے سے الگ ہوتا جاتا ہی۔ ان کی اصلاح و نگہداشت کس طرح کیجائے دورحاضر کی ضرورت ہی کہ اس موضوع پر ایک مستقل مقالہ بلکہ رسالہ لکھا جائے۔

[1] ختم ترجمہ کی تاریخ ۲۰ جولائی ۱۸۰۵ء روز دوشنبہ ہی۔

ودست گردانی مزاولت سے اب تک قائم ہے۔ قلم متوسط خط صاف نستعلیق جیسا آج کل علیگڈہ یونیورسٹی پریس کی مطبوعات کا ہوتا ہے۔ اغلاط میں بھی کمی نہیں۔ کاتبوں کا طریق عمل خود وہیں کی گرفت سے یوں ہی کم محفوظ رہتا ہے لیکن توقعات کو میدان تخیل پو یہاں فراخ تر ملے گا۔ اٹھارہ سو پانچ (۱۸۰۵ء) کو ہر جگہ "۱۸۵۰ء" (دیباچہ صفحہ) لکھا ہے۔ یہ غلطی یا تو اس زمانہ میں علم حساب سے عام بے شعوری وکمی واقفیت کی بنا پر ہوئی ہے یا اسی فرد فرید (خوشنویس) کی علم ہندسہ سے ناآگاہی وعدم مہارت سے۔ طابع نے صحت کا اسی قدر التزام فرمایا ہے کہ جو سطریں کہیں کہیں چھوٹ گئی تھیں ان کو حاشیہ پر طول میں لکھا دیا ہے، اکثر فقروں کے ختم پر نقاط سے چلیپا بنایا ہے اس خطاط کے قلم نے علیہ السلام کا املائے مخفف "عم" اختیار کیا تھا یہ بھی یاد رکھنے کی چیز ہے۔ فی زمانا صرف "ع" یا "عم" لکھتے ہیں،

فرہنگ اصلاحات جس کے آخر کتاب میں الحاق کا ارادہ بلکہ وعدہ مترجم نے فرمایا تھا طبع ثانی میں بھی مفقود ہے۔ غالباً کسی وجہ اتفاقی سے وہ یا کمال اس کا تکملہ نہ کرسکا ورنہ قرین قیاس نہیں ہے کہ طبع کرانیوالے مطلوبہ اضافہ کو اعتبار و اعتنار کی نگاہ سے نہ دیکھتے اور ترقی پذیر زبان کے شیدائی ایسے گنجینہ معلومات سے اردو کو محروم رکھنا گوارا فرماتے۔

مترجم نے کتاب کے ترجمے اور مصنف کے احوال کا بیان، تو ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے مگر اس میں مصنف (یعنی مترجم) نے اپنے نسبت اس سے زیادہ ایک حرف نہیں لکھا کہ "یہ دولت خواہ سرکار فیض آثار کمپنی بہادر دوام اقبالہ کا شیخ امانت اللہ مترجم تفریق ہندی مدرسے کا ہے"۔ واقعہ یہ ہے اور اوسکی تصدیق گذشتہ صدی کے شروع کی تصانیف وتراجم سے ہوتی ہے کہ انگریزی عملداری کے ابتدائی دور میں رسمی (سرکاری) طور پر اردو اور ہندی بھاشا میں کوئی فرق یا امتیاز نہیں مانا گیا تھا ملک کی عام زبان کا نام ہندوستانی بھی اس وقت تک وضع وتجویز نہیں ہوا تھا۔ مروجہ زبان عموماً ہندی کہلاتی تھی جو بعد کو دفتری اور عدالتی زبان قرار دئے جانے پر اصلی نام یعنی اردو سے شہرت پاگئی۔ "تفریق" کو بجائے سیکشن یا ڈیپارٹمنٹ کے

سمجھنا چاہئے: "صاحب مدرس تفریق ہندی مدرسہ عالیہ دام اقبالہ کے"، خدایگانی کپتان جمیس مونٹ تھے، غالباً یہ صاحب فورٹ ولیم کالج کلکتہ مین اس صیغہ کے افسر اعلی یا کوئی بڑے استاد تھے اور شیخ صاحب ان کے ماتحت، جو بروایت خود زبان ریختہ مین ترجمہ کرتے تھے۔ اس وقت تک اس تعلیم گاہ کا شعبۂ السنۂ مشرقیہ صرف مدرسہ، یا مدرسہ عالیہ لکھا جاتا تھا، فورٹ ولیم کالج کے پرشوکت نام سے شرف اندوز نہین ہوا تھا شیخ صاحب غایت تواضع و انکسار سے اپنے کو "بندہ" یا "بندے" لکھتے ہین۔ لیکن سادہ دل کاتب نے ہائے ہوز اور یائے معروف و مجہول کی تمیز ملحوظ نہ رکھنے سے بیچارے کو ہر جگہ "بندی" لکھا ہے، سنجیدہ سے سنجیدہ پڑھنے والا جب روانی اور تیزی سے مطالعہ کرتا ہوا ان مقامات پر گذرتا ہے تو کاتب کی ستم ظرفی اور شوخ مزاجی پر بے اختیار متبسم ہو جاتا ہے۔ انھون نے اپنے مولد و موطن یا آبا و اجداد کا ذکر نہین کیا نہ اپنی سرگذشت لکھی ہے۔ ترجمہ کی زبان بتاتی ہے کہ بالائے ہند کے باشندے تھے، نعت شریف کے انداز نگارش سے پایا جاتا ہے کہ مذہب شیعہ امامیہ رکھتے تھے لیکن کمال خوبی و قابلیت یہ ہے کہ ترجمہ مین معتقدات کا اظہار کسی پیرایہ سے نہین ہونے پاتا، اکابر دین و سلف کرام کے نام نامی اور ذکر گرامی وہی شان ادب اور پرواز عظمت سے لکھے ہین۔ جیسے محقق علامہ کے قلم سے نکلے تھے۔ اس ترجمہ سے پہلے ہدایت الاسلام کی پہلی جلد سے فارغ ہو چکے تھے خدا معلوم دوسری جلد لکھنے کی نوبت بھی پہنچی یا نہین۔ مثنوی کے خاتمہ مین اپنا تخلص شید اورج کیا ہے،

محقق دوانی کے "دیباچہ" اور "دعائے دولت حضرت خاقانی" اور "ذکر القاب ہمایون بادشاہزادہ اسلام" وغیرہ کا ترجمہ فضول یا خلاف رضائے خدایگانی سمجھکر چھوڑ دیا گیا ہے لیکن آگے چل کر جہان جہان (تقریباً چھ سات مقام پر) مصنف نے اپنے بادشاہ اور اسکی معدلت پیرائی و نصفت پژوہی کی تحسین و آفرین کی ہے مترجم نے بےکم وکاست تمام اس کا ترجمہ کرڈالا ہے، یعنی عدم توجہ و التفات سے اوسکو خیرباد نہیں کہا وہ اوراق جو دعا و القاب کے قلم انداز کرنے سے سادہ رہتے تھے "مدح بڑے صاحب دام اقبالہ"۔۔ "مارکوئیس ولزلی گورنر جنرل بہادر، دام ظلہٗ ابداً ابداً" و "صاحب مدرس تفریق ہندی مدرسہ

عالیہ وام اقبالہ کی دعا" سے مالامال نظر آتے ہیں، آیات قرآنی یا احادیث و اقوال و امثال عرب کو بھی نقل نہیں فرمایا ہی معمولاً ان کے ترجمہ پر اکتفا و قناعت کی ہی، البتہ ادعیہ ماثورہ اس کلیہ سے مستثنیٰ رہے۔ فارسی والا خاتمہ جو چار صفحے لیتا ترجمہ سے معاف رہا۔

شیخ صاحب نظم و نثر ریختہ دونوں پر قدرت بلیغ رکھتے تھے۔ انکی شاعری محض سادہ، علمی، اخلاقی اور پند آموز تھی اس لیے ان میں وہ شوخی اور مقبولیت نہیں پائی جاتی ہو جو اُن کے معاصر شعراء کے حصے اور اونکی داستانہائے عشق افزا کے صلے میں آئی تھی، اُن کے کلام پر نگاہ ڈالتے وقت یہ بھی ذہن نشین رہنا چاہئے کہ وہ ایک سرکاری کالج کے ذمہ دار استاد اور مترجم تھے۔ پیشہ ور نغز گو، نکتہ سنج، سخن طراز نہیں۔ اسی کتاب میں مشہور اشعار فارسی یا مقولوں کے ترجمے میں انھوں نے بلاکد و کاوش اظہار کمال کیا اور جہاں گنجائش پائی ہو رنگینی و گل افشانی سے بھی کام لیا ہی چند مثالیں ملاحظہ ہوں،

اصل	ترجمہ
بندۂ بندۂ خود تا نشوی خیر باش	(۱) غلام اپنے غلاموں کا تو نہ ہو زنہار
زانکہ دنیاست ترا بندہ و تو سلطانی	جہاں تیرا غلام اور تو ہی شاہِ جہاں
اَلنَّارُ وَلَا الْعَارُ	(۲) ع آبرو جگ میں ہی تو جان جانا تیم ہے
یھون علینا فی المعالی نفوسنا	(۳) ہم پر آسان ہی کہ کر بیٹھیں بڑائی کا جو فخر
ومن خطب الحسناء لم یغلھا المھر	جو کہ چاہے دُلہنوں کو اسے بھاری کب ہو مہر
بلائے عشق کہن سال کہ ہر روز نوی	(۴) بلا ہے، ای عشق کہن سال: تو ہر دم نو ہے
زیر فرمان تو ہم بالہ ضعیف است قوی	تیری فرمان کے تابع ہی ہر اک پیر و جوان
بر مال و جمال خویشتن غرہ مشو	(۵) مغرور مت ہو ہرگز، مال و جمال سے ہاں
کانرا بشبے برند واین را بہ تبے	اک شب میں اسکو لے لیں، اور اسکو ایک تپ میں

(۶) مین بیٹا ہون اپنا، میری ہی کنیت | انا ابن نفسی وکنیتی ادبی

ادب، مین عجم کا ہون یا مین عرب کا | من عجم کنت او من العرب

جوان ہے وہی، جو کہے ہان کہ مین ہون | ان الفتی من یقول ہا انا ذا

نہ وہ ہی جو بولے کہ تھا باپ میرا | لیس الفتی من یقول کان ابی

(۷) سکنجبین نے قضا را بڑھایا صفرا کو | از قضا سرکنگبین صفرا فزود

عجب کہ روغن بادام سے ہو خشک دماغ | روغن بادام خشکی می نمود

(۸) مرتا ہی کب وہ جو کہ ہوا زندہ عشق سے | ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثابت ہے جاودانی ہماری کتاب مین | ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

(۹) خوب دن وہ ہے کہ اس منزل ویران سے چلون | خرم آن روز کزین منزل ویران بروم

ساتھ جانان کے چلون، راحت جانی پاؤن | راحت جان طلبم وز پئے جانان بروم

قدہ سا رقص کنان راہ طلب گاری مین | بہوائے رخ او ذرہ صفت رقص کنان

پہنچون مطلب کو گر اس چشمۂ خور تک پہنچون | تا لب چشمۂ خورشید درخشان بروم

(۱۰) ع- اس سے بہتر اور کیا ارشاد ہے، | ازین خوشتر چہ باشد حسن ارشاد

(۱۱) کون ایسی جا ہے، وان نہین اسکے جمال سے | جائے نتوان یافت کاز عکس جمالش

پرتو، چمک جھلک، جو کہو کائنات مین | بالا شجرے، دل حجرے، لب شکرے نیست

(۱۲) عشق کے خم سے دیا، اسکے ازل مین اک جام | در ازل از خم عشقش قدحے در دادند

چرخ کھاتے ہین فلک در زمین مست گر | زان فلک چرخ زنان گشت و زمین مست افتاد

(۱۳) تری چاہ سب کے دلون مین بھری | قد دب حبک فی الاشیاء اجمعہا

نہین کوئی تیرے ہی غم سے بری | ما فی الوجود سوی من شفہ الشجن

(۱۴) سچ، کیا جانے ہر ہر کوئی آئینہ بنانے کو   ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

(۱۵) غبار تن کا مرے، ہے حجاب چہرۂ جان   حجاب چہرۂ جان می شود غبار تنم

خدا کرے کہ مین اس چہرہ سے نقاب اٹھاؤن   خوشا دمے کہ ازان چہرہ پردہ برفگنم

نہ یہ قفس ہے سزاوار مجھ خوش الحان کا   چنین قفس نہ سزای من خوش الحان است

ارم کا طائر قدسی ہون، اس چمن مین جاؤن   روم بگلشن رضوان کہ مرغ آن چمنم

(۱۶) جو کچھ کہ ہے، سو ہے عشق، کہتا ہون اور کہا ہے   عشق است ہر چہ ہست بگفتیم و گفتہ اند

دکھلاوے عشق تجھکو باغ وصال جانان   عشقت بوصل دوست رساند بقرب ہست

(۱۷) وہ یار جو تھا پردۂ اسرار مین نہان   آن یار کہ در پردۂ اسرار نہان بود

اب سو کشش عشق سے آغوش مین آیا   از علم بعین آمد و از گوش بہ آغوش

(۱۸) جو اس میخانے مین لاوے تو خم بھر کے دیوے تجھکو   درین میخانہ گر آری خمی پر سازی از بخشش

اگر جام ایک ہی لاوے سوا اس کے نہین پاوے   وگر پیمانہ آری، بہ تو پیمانہ پیماید

۱۹ زندہ کرتی جان و دل کو اسکی خوبی کی ہوا   بہار عالم حسنش دل و جان تازہ می دارد

رنگ سے ظاہر مین کو اور بو سے دل آگاہ کو   برنگ اصحاب صورت را بہ بو ارباب معنی را

(۲۰) اے دوست اگر گذر ہو عدو کے جنازے پر   ای دوست بر جنازۂ دشمن چو بگذری

شادان نہ ہو کہ تجھ پہ بھی گذرے یہ ماجرا   شادی مکن کہ بر تو ہمین ماجرا رود

مجھے اعتراف ہے کہ مین نے ان ابیات و قطعات کے نقل کرنے مین مطبوعہ جامع الاخلاق کے املا کی پیروی نہین کی اور رفع التباس کے لئے ک، گ، ے، ی، ن، ت، س اور ص کا فرق کر دیا ہے۔ کاتب کے بے راہ روئ قلم کے بدولت بعض بعض جگہ مفہوم کی غلطی سے بال بال بچا ہون۔

زن اور زنان کا ترجمہ ہندی بہو، رنڈیان فرمایا ہے اور شوہر کا خصم ممکن ہے کہ یہ الفاظ اس دور مین ثقیل

ومعیوب نہ سمجھے جاتے ہون اور بقول مہدی مرحوم آج بھی پنجاب مین یہ لفظ (رنڈی) بیوی یا عورت کے معنون مین استعمال ہوتا ہی لیکن مین کہہ سکتا ہون کہ ثقاۃ کے نزدیک کبھی مقبول نہین ہوا اور سراپردگیان عصمت وعفاف کی شان ایسے فصیح وشایستہ کلمات سے ہمیشہ بلند و برتر رہی ہے،

زبان کی سلاست، بیان کی روانی، اور کلام کا زور دکھانے لئے ترجمہ سے ایک حکایت نقل کرونگا،

اس مقام کے مناسب ایک نقل ہی کہ منصور بن نوح کو جو والی خراسان کا تھا وجع مفاصل عارض ہوا اور اس زمانہ کے بڑے بڑے طبیب دوا کرنے سے عاجز ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم سے اسکی تدبیر نہین ہوسکتی۔ تب ارکان دولت کی رائے اس پر ٹھری کہ محمد ذکریا رازی سے جو راز دان قوانین طب کا ہی مشورت کیجئے اور کسی کو اسکے لانے کے واسطے بھیجا جس وقت دریائے شور کے کنارے پر آیا۔ ناؤ کی سواری سے ڈرنے لگا، آدمیون نے اس کے ہاتہ پاؤن باندہ کر کشتی مین ڈال دیا۔ ہر صورت دریا سے پار ہو کر حضور تک لائے۔ اگرچہ ہر طرح کی تدبیر کرتے مین کچہ قصور نہ کرتا تھا لیکن نتیجہ مراد کا حاصل نہ ہوتا۔ فرد سکنجبین نے قضا را بڑھایا صفرا کو۔ عجب کہ روغن بادام سے ہو خشک دماغ بعد اس کے بادشاہ سے عرض کی کہ ہر چند مین نے معالجہ جسمانی کئے پر کچہ فائدہ نہ ہوا۔ اب تدبیر نفسانی باقی رہی ہے، اگر اس سے آرام ہوا تو بہتر نہین تو کچہ بھروسا نہین دیکھتا ہون۔ یہ کہکر بادشاہ کو تنہا حمام کے درمیان لے گیا اور کہدیا کہ یہان کوئی نہ آوے، آخر جب حمام کی گرمی نے بادشاہ کے بدن مین تاثیر کی تب ایک چھری لیکر سامنے آیا۔ اور دشنام مغلظ دینے لگا اور کہا تو نے حکم دیا تھا کہ میرے ہاتہ پانون باندہ کر پانی مین ڈال دین اور بے حرمت کرکے کوسون کی راہ سے لا دین۔ اب مین اس چھری سے انتقام اوس کا تجہ سے لونگا، یہ بات سنتے ہی سلطان کی آتش غضب بھڑکی اور بے اختیار وہان سے اچھلا۔ محمد ذکریا نے جلد باہر آکر ایک پرزے کاغذ مین لکھ کر بادشاہ کے کسی خواص کو دیا اور کہا کہ شاہ کو باہر لاؤ جو اس مین لکھا ہے اسی تدبیر سے

عمل کرو۔ اور وہین تیز قدم گھوڑے پر سوار ہو کر خراسان سے باہر نکلا۔ آخر الامر بادشاہ اسی طریق سے تدبیر کرنے لگے کہ شفائے کلی حاصل ہوئی، سبب اس کا یہ ہے کہ مواد بلغمی کو جو موجب مرض کا تھا حرارت غضبی نے گرمی حمام کی مدد سے تحلیل کردیا۔ پھر بادشاہ نے ہر چند اُسے بلوایا۔ پر اُس نے ملاقات نہ کی اور عذر کر بھیجا کہ بندے نے خدمت سلطانی مین جو بے ادبی کی ہے وہ مصلحت علاج کے لئے تھی۔ شاید بادشاہ کبھی اسکو یاد فرمادے اور خاطر مبارک مین گرانی آئے تو بادشاہون کے قہر سے کسی طرح جان بر ہونا متصور نہین۔

اخلاق جلالی، مین علاج افراط شہوت کے ذیل اشراق مین علم الاعداد کی ایک اصطلاح آگئی یعنی

اسی واسطے اعداد متحابہ مین کہ وہ عبارت ہیں ان دو عددون سے جنہین ہر ایک کے کسور مل کر دوسرے کے عین ہوتے ہین جیسے دو سو بیس اور دو سو چوراسی حکیمون نے کہا ہے کہ اگر دو شخصون کو کسی امر مین اتفاق ہو ان دونون عددون پر کھانے کی چیزون مین سے یا ان کے غیر مین سے یا ہر ایک ان مین سے، ان دونون عددون سے کسی کے وفق عدد کو تختی مین لکھ دا کر اپنے پاس رکھے تو البتہ ان کے درمیان محبت اور دوستی پیدا ہو۔ چھوٹے عدد کو عاشق کے لئے اور بڑے کو معشوق کے واسطے مقرر کیا ہے،

اس مسئلہ کے سمجھانے اور ذہن نشین کرانے کے لیے کہ کسور سے یہان مراد کسر صحیح ہے بارہ سطرون کا نوٹ اور اس کے ساتھ یہ تحریر ہے:۔

اخلاق جلالی، اور ترجمے مین اس کے اعداد متحابہ کا حساب نہ تھا اور اکثر طالب علم یہان گھبراتے تھے اسلیے خادم الطلبہ غلام حیدر نے اس حساب کو بیان وضاحت کے ساتھ لکھ کر لاحق کردیا تاکہ شایقون کو نفع پہنچے اور اس گنہگار کو ثواب،

بجائے حاشیہ یا آخر صفحہ پر لکھے جانے کے یہ اضافہ عین کتاب مین داخل و شامل ہوگیا ہے۔ یہ بزرگ

غالباً وہی مولوی غلام حیدر باشندہ ہوگلی تھے جن کے اہتمام سے مطبع احمدی مین طبع اول کی نوبت پہنچی تھی اور اسی وقت اس نکتہ رسی اور عقدہ کشائی کی احتیاج ہوئی تھی۔

ترجمہ کتاب کو صفحہ ۲۵۸ پر دائرہ کے بعد ہی ختم کردیا ہے۔ باقی صفحات ۲۵۹ و ۲۶۰ و ۲۶۱ کی تزئین خاتمہ[۱] و مثنوی[۲] و قطعہ تاریخ[۳] اتمام (منجانب مترجم غلام) سے کیگئی ہے۔ شیخ صاحب فرماتے ہین کہ جولائی کی بیسوین دوشنبہ کے دن ۱۸۵۵ء اٹھارہ سے پانچ عیسوی مطابق ۱۲۲۰ بارہ سے بیس ہجری کے بہت محنت و جانفشانی اور فضل یزدانی کی مدد اور صاحبان عالی شان کے اقبال کی برکت سے اس ہیچدان نے ×× ×× × ترجمے سے فراغت کی" یا للعجب! کیا آج سے سوا سو برس پیشتر بھی یہی کیفیت تھی کہ شرفا صرف انگریزی تاریخ و ماہ کو جانتے اور لکھتے تھے۔ ایک مسلمان اہل علم کو سال ہجری کے سوا دن اور مہینہ سے آگاہی و خبر نہ تھی،

خاتمہ کے ان اشعار مین روئے سخن اپنے ممدوحین و اولیائے نعم کی طرف ہے:-

ہوا ہے دور مین اب ان کے اعتبار سخن — اور اُن کے عصر مین ہے رُشد اقتدار سخن
نہ ہووین کیون نہ وہ اہل سخن کے قدر شناس — ہے جنکا باب کرم دھر مین مدار سخن
دُرِ کلام نہ لے جاؤن کیون نہ اُن کے در — کہ جن سے پاوے جلا، دُرِّ آب دار سخن
ہمیشہ اہل سخن کیون وہان نہ ہون سرسبز — ہو جس مکان مین نسیم سے وقار سخن
جو مست بادۂ شیرین کلام ہے، لیوے — ہے میرے ہاتھ مین یہ جام خوشگوار سخن
زبان طعن لگائے جو مدعی اس پر — ہے اُسکے واسطے کافی یہ ذوالفقار سخن

مولوی سید منظور احمد صاحب مرحوم جنکی ژرف نگاہی مہمات امور اور جزئیات مین یکسان کام کرتی تھی پہلے ورق پر اپنے دستخط کرنے اور آخر کے سادہ صفحہ پر قلمبند فرماتے ہین کہ "بندہ سید منظور احمد در شہر دہلی ۱۳ اکتوبر ۱۸۸۱ء عصر خریدم" اس قیمت پر ایسی اچھی، اور اچھی چھپی ہوئی

کتاب کو کون گران کہہ سکتا ہی ۔کیا اجناس وغلات اور تمام لوازم حیات انسانی کے ساتھ اسباب تمدن و تعلم اور سامان طباعت و تہذیب بھی ارزان اور سہل الحصول تھا۔

اسی مجلد مین (جس مین شکست جلد سے اجزائے متفرق و اوراق منتشر کی شان پیدا ہو گئی ہے) اصل کتاب یعنی اخلاق جلالی کا فارسی نسخہ بھی شامل تھا جس کے بلا شمار و بے ترتیب اوراق اب بھی موجود ہین۔ یہ بھی اسی تقطیع اسی کاغذ پر، اسی مطبع کا چھپا ہوا ہے مگر لکھائی گنجان ہے صفحات پر جو شمار ڈالا گیا ہی اوس کا عدد صفحہ آخر پر ۱۰۰ الکھا ہی لیکن صورت حال یہ ہے کہ ختم کتاب یعنی دائرۂ تک شمار ۱۹۲ تک پہنچکر صحیح قلمبند ہو چکا تھا۔ پچھلے چار صفحات پر بجائے ۱۹۳ لغایتہ ۱۹۶ کے سہو پسند کاتب ۱۰۵ لغایتہ ۱۰۸ الکھ گیا۔ اسی طرح ایک جگہ اور بھی مسامحہ ہوا ہے ص ۲۷ پر ۵۷ لکھ ڈالا ہے' اس مین بھی ہر صفحہ مین بیس سطرین ہین اور بلا جدول کے اُس طرز پر لکھا گیا ہی جیسے اگلے زمانہ مین قلمی کتابین تحریر کی جاتی تھین حاشیہ پر کج سطرون مین لغات غریبہ کو حل کر دیا ہے اور آیات و اقوال و اشعار عربیہ کے معنے لکھ دئے ہین عربی کے ترجمون کا حواشی پر حوالہ دینے مین کوئی پابندی یا ترتیب ملحوظ نہین رکھی ہے نہ کوئی تسلسل پایا جاتا ہے۔ نمبر سلسلہ جو صرف آیات پر ڈالا گیا ہے کہین تو متعدد صفحات تک علی الاتصال چلا جاتا ہے حتی کہ ۲۴ و ۲۵ تک کہین نیا سلسلہ ہے یا، نمبر سے چھیڑ دیا جاتا ہی اور ایک لغایتہ پانچ حساب سے خارج رہتے ہین۔ اقوال و امثال کے ترجمہ پر نمبر جس سلسلہ یا لحاظ سے ڈالے گئے ہین کم از کم وہ میرے فہم و ادراک سے باہر ہے لغات چونکہ معانی سے پہلے بلفظہا درج کر دئے گئے ہین اس لئے وہ حوالہ و شمار کی قرعہ اندازی سے معاف و سلامت رہے۔ متن کتاب سے اگر کوئی سطر کتابت مین چھوٹ گئی تھی تو اُسکو حاشیہ پر طولانی جگہ دیدی گئی ہی

افسوس ہے کہ اس کے چند اوراق (صفحہ، لغایتہ ۲۴) گم ہین۔ سرورق یا تو سرے سے تھا ہی نہین یا کسی مستغرق فی الذات پڑھنے والے کی ادائے استغنار و سعادت پر نثار یا بزرگان جاوید دولت یعنی کتب خانہ کے نگران اعزہ کی شان بے نیازی و سوء التفات پر تصدق ہو گیا،

خاتمہ مین فارسی مین تحریر ہے کہ فقیر نثار علی کے اہتمام سے ۲۰ ماہ ربیع الاول ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۳ جنوری ۱۸۵۲ء کو مطبع العلوم مدرسہ دہلی مین چھاپی گئی۔ ان بزرگ کے روبرو چار پانچ صحیح نسخے موجود تھے مگر ایک دوسرے سے متفاوت و مختلف۔ ناچار خود تصحیح کی اور جہان ضرورت پیش آئی باخبر حضرات یا بقول اون کے "اہل بلاغت" سے مشورہ و تحقیق کرکے درست کرلیا۔ چنانچہ حاشیہ پر ایک موقع پر حوالہ دیے ہین کہ "افصح الفصحا مولوی امام بخش صاحب صہبائی سے یہ تقریر خاکسار نثار علی نے سنی تھی" بظاہر یہ نسخہ فارسی بہتر اور جامع الاخلاق اردو کے نسخے سے زیادہ مکمل اور صحیح ہے،

اس کتاب کی تاریخ طبع بھی بتا چکا ہون لیکن یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مولوی سید منظور احمد صاحب نے اس نسخہ کو دہلی مین بماہ دسمبر ۱۸۵۱ء مطابق ربیع الاول ۱۲۶۸ھ دو روپیہ قیمت پر خریدا تھا۔ میرے بھائیون کو حیرت ہے کہ جب ۱۳ جنوری کو ختم طبع کی نوبت پہنچی تھی تو دسمبر ما قبل مین حضرت مرحوم کی خریداری کیا معنی رکھتی ہے۔ میرا قیاس یہ ہے کہ یا تو اجزا جیسے ہی مطبع سے نکلتے گئے حضرت علیہ الرحمۃ اون کو لیتے اور بہ ترتیب رکھتے گئے ہین یا کسی دستور و معاہدہ کے بنا پر پیشگی قیمت مطبع کو ادا کردی تھی جسکی یہ یادداشت ہے

تمہیدات و ستایش و نیایش چھوڑ کر ترجمہ کے صفحات ۲۵۱ اور اصل کے ۱۸۹ ہوتے ہین، دونون کی ضخامت کا مقابلہ کرنے سے واضح ہوگا کہ باوصف ایجاز و اختصار ترجمہ کا حجم اصل سے بہت بڑھ گیا ہے اور باین ہمہ اردو کتاب کی قیمت فارسی سے نصف رکھی گئی ہے۔ اس گران ارزی و محبوبیت کی وجہ کچھ تو عوام الناس اور جماعت شرفا کا ذوق فارسی و شغف تعلم تھا مگر زیادہ تر طبقۂ فرمانروا اور اہل حل و عقد کا رجحان اور ایسی کتابون کو داخل درس و نصاب امتحان کرنا۔

یہ ۱۲×۷ انگشت کی متوسط تقطیع خوشنما اور یسیر الحفظ معلوم ہوتی ہے اسی پیمانہ پر چند کتابون کا چھاپا جانا شاہد ہے کہ پون صدی پیشتر بھی سرکاری کالجون اور تعلیم گاہون کی درسی کتابون کے لئے ایک مناسب تقطیع قرار دیدی گئی تھی۔

سمدن کے اس عجائب زار علم و ادب مین اخلاق جلالی کے متعدد نسخے موجود ہین، قلمی بھی پرانے مطبوعہ بھی اور جدید الطبع بھی۔ لیکن میرے تفحص و موازنہ مین سب سے صحیح اور قابل قدر نسخہ، آہنی چھاپا خانہ دار الامارۃ کلکتہ کا مطبوعہ ۱۱ شوال ۱۲۲۵ھ مطابق ۱۰ نومبر ۱۸۱۰ع کا ہے۔ مطبع یا مہتمم کا نام مندرج نہین۔ ختم پر ایک پھول کے اندر انگریزی حروف مین FINIS لکھا ہوا ہے۔ اس کے صفحات کی تعداد ۲۷۰ ہی اور ہر صفحہ مین ۱۹ سطرین ہین۔ تقطیع کلان پندرہ انگشت لمبی گیارہ انگشت چوڑی۔ اس کے بہت سے درمیانی اوراق جابجا سے غائب تھے۔ اونکو دیرپا کاغذ اور دلکش خط سے لکھا کر نسخہ کو مولوی صاحب مرحوم نے مکمل و مجلد کرالیا تھا۔ لیکن مطبوعہ اوراق اب گل گئے اور سریع الفنا ہوتے جاتے ہین یعنی برگ خزان دیدہ کی طرح انگلیون کے ادنیٰ حرکت سے پارہ پارہ ہوجاتے اور بکھر جاتے ہین۔

مطبع العلوم کس مدرسہ کے متعلق تھا؟ مدرسہ دہلی مین کہان واقع تھا؟ اور دیگر قدیم مطابع کے بارہ مین بعد کو گزارش کرون گا اور ان کمیاب مطبوعات و نوادر قلمی کی نسبت بھی جو سمدن کے سرچشمۂ علوم و فنون مین مخزون و محفوظ ہین۔

مطبوعاتِ جدیدہ

نیرنگ خیال، شمس العلما مولانا محمد حسین آزاد کو حقائق کی طلسم بندی کا جو ملکہ تھا، اوسکی بہترین مثال اونکی نیرنگ خیال ہی جس مین مولانا نے چند اخلاقی نصائح اور حکیمانہ مواعظ کو خیالی انسانون کا لباس پہنا کر نمایان کیا ہے، نیرنگ خیال لفظون کا ایک عالم مثال ہی جس مین ہمارے اعمال کی جیتی جاگتی تصویرین چلتی پھرتی دکھائی دیتی ہین، اگرچہ یہ طرز بیان، مغربی لٹریچر سے اخذ کیا گیا ہی مگر مولانا کی جدت طرازی کا کمال یہ ہے کہ اوتھون نے اس رنگ کو ہر حیثیت سے مشرقی مذاق کے مطابق بنا لیا ہے،

نیرنگ خیال کا پہلا حصہ مصنف کی حیات ہی مین شایع ہو چکا تھا، حال مین آغا محمد طاہر نے اس کا دوسرا حصہ شایع کیا ہے، اس حصہ مین مولنا کے پانچ مضمون ہین، جنت الحمقا، خوش طبعی، نکتہ چینی، مرقع خوش بیانی، سیر عدم، آخر مین بقائے دوام کے عنوان سے آغا صاحب نے ایک مضمون اپنا بھی شامل کر دیا ہے۔ اس مین آپ نے اردو کے ہر ادیب کا رتبہ اور درجہ، استعارات کی زبان مین بتایا ہے، بقائے دوام کے دربار مین، کرسی صدارت پر مولانا آزاد کو بٹھایا ہے، تو یہ اُن کا حق تھا۔ مگر کیا" استاد علیہ الرحمۃ" کی بلند نظری سے اس کی امید ہو سکتی ہے، کہ

"مولانا شبلی نے کچھ ایسی چشمک سے نظر لڑائی کہ مولانا مسکرا دئے"

اس مضمون کو دیکھکر آغا صاحب کے متعلق امید ہوتی ہے کہ آپ اپنے مرحوم دادا کی نقل اتارنے مین کامیاب ہو سکتے ہین، قیمت کتاب ۱۲ ؍ پتہ:۔ آزاد بک ڈپو، اکبری منڈی لاہور،

لغات اردو جلد اول، خواجہ محمد عبدالرؤف صاحب عشرت لکھنوی ایک مدت سے لغات اردو کی تدوین مین مصروف ہین، آپ کی محنتون کا ثمرہ ۱۹۱۵ء کے طوفان لکھنؤ مین غرقاب ہوگیا، لیکن ان کی محنت برابر جاری رہی، اور اب وہ نحوی ترتیب پر پھر سے لغات اردو مرتب کر رہے ہین، جسکا پہلا حصہ حال مین شائع ہوا ہے، اس حصہ مین صرف مفرد مصادر جمع کیے گئے ہین، دوسری جلد مین مرکب مصادر کا بیان ہوگا، اردو مصادر مین ایک خاص خوبی یہ ہے کہ بعض الفاظ کے ساتھ ان کے معانی کچھ سے کچھ ہو جاتے ہین، عام بول چال مین جو معنی مراد لیے جاتے ہین وہ کچھ اور ہی ہوتے ہین، اس لیے مصدر کا بیان اردو مین بہت نازک ہوتا ہے، خواجہ صاحب نے اختصار کے باوجود نہایت آسانی سے اس دشواری کو حل کیا ہے ابتدا مین چند صفحون مین ضروری قواعد بھی بتائے ہین، فارسی آمدنامہ کی تقلید مین آپنے تصریفات دکھانے کے لئے (آنا) کو ترجیح دی ہے، آمدنامہ پر بھی اعتراض ہے کہ سب سے پہلے شدن۔ بودن، استن وغیرہ ان افعال کی تصریفات دکھانا چاہئے تھین، جو اکثر صیغون کی ساخت مین کام آتے ہین، اسی طرح لغات اردو مین ضروری تھا کہ "آنا" سے پہلے "جانا"، اور "ہونا" کی تصریفات دکھائی جاتین، جو زبان مین کثیرالاستعمال ہین دوسرے قواعد نویسون کی طرح خواجہ صاحب نے بھی قواعد کے بیان مین عربی صرف و نحو کی تقلید کی ہے، مثلاً مفعول بہ کے علاوہ اردو مین چار قسم کے مفعول اور قرار دئے ہین، مفعول معہ، مفعول لہٗ، مفعول مطلق، مفعول فیہ، ان چارون کو متعلقات فعل کے نام سے موسوم کیا ہے، بہتر ہوتا کہ "متعلق فعل" کی اصطلاح مین صرف وہ فقرے داخل ہوتے جو، حروف ربط اور کسی اسم سے مل کر بنے ہون۔ اردو مین مفعول معہ کی کوئی علحدہ قسم قرار دینے کی ضرورت نہین۔ مفعول لہٗ کی مثال مین مصنف نے ایک جملہ پیش کیا ہے "مین زید کے سبب سے آیا"، اس جملہ مین زید کو مفعول لہٗ قرار دیا ہے۔ حالانکہ پورے فقرہ "زید کے سبب سے" کو متعلق فعل قرار دینا زیادہ بہتر ہے، مفعول لہٗ اردو مین انھین الفاظ کو بتانا چاہیے، جنکے آخر مین (اً) ہو وہ سبب فعل ظاہر کرتے ہون جیسے مین اد با

چپ رہا" یا مین "تعظیماً کھڑا ہوگیا"

اس کتاب مین صرف ان مصادر کو جمع کیا گیا ہے، جو فصحائے حال کی زبانون پر مستعمل ہین، متروک اور عامیانہ مصادر کو ترک کر دیا گیا ہے، ہندوستان کے دوسرے صوبون اور عام طلبہ کے لیے یہ کتاب مفید ہے، قیمت ۱۲ر پتہ:- خواجہ محمد عبد الرؤف صاحب عشرت، احاطۂ خانساماں لکھنؤ

مکتوبات فرنگ، نانا صاحب پیشوا خاندان کے آخری فرمانروائے متبنی تھا، جسے انگریزون نے ولیعہدی سے محروم کر دیا تھا، ۵۷ء کے غدر مین جب کانپور پر باغیون نے حملہ کیا تھا تو نانا صاحب ان کے ساتھ مل گیا مگر شکست کھا کر کہین مفقود الخبر ہوگیا، نانا صاحب کو انگلستان کی ایک سیاسی خاتون نے اپنی محبت مین مبتلا کر لیا تھا، ایام بغاوت مین ایک انگریز افسر کو نانا صاحب کے چند اسباب مین وہ خطوط بھی مل گئے، جو اس انگریز خاتون نے بھیجے تھے، ان خطوط کو "مکتوبات محبت" کے نام سے ایک انگریزی خاتون مسٹرشان ٹون نے لندن مین شایع کرایا، "مکتوبات فرنگ"، انھین خطوط کا اردو ترجمہ ہے جسے ڈاکٹر عبد الغفور صاحب بسمل نے بریلی سے شائع کیا ہے۔ قیمت لکھی نہین،

معیار، اسلام کے اسمٰعیلی مذہب کے پیرو جو ہندوستان مین پائے جاتے ہین اور جو زیادہ تر سندھ، ممالک متوسطہ، گجرات، اور بمبئی مین آباد ہین، وہ عموماً دو فرقون پر منقسم ہوئے ہین، سلیمانیہ اور داؤدیہ، ان کے درمیان بعض اُمور مین اختلافات ہین، ابھی حال مین داؤدیہ فرقہ کے بعض ارباب دولت اور علمبرداران مذہب کے درمیان بھی کچھ نزاعین پیدا ہوگئی تھین، مولوی قمر الحسن صاحب بجنوری نے معیار کے نام سے فرقہ داؤدیہ کے حالات اور جدید مناقشات کی روداد لکھی ہے، اس مناقشہ کی جہان تک ہماری تحقیق ہے صرف اس قدر اصلیت ہے کہ پہلے فرقہ کے سیاہ وسپید کے مالک تمامتر داعی یا نائب امام ہوتے تھے، اب جدید روشنخیال واہل دولت اس کورانہ پیروی کے لئے تیار نہین، رسالہ کی لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ ہے، قیمت ۱۰ر پتہ۔ اے، آر، احمد علی اینڈ سنس، کوتوالی، بازار۔ جبلپور

دیوان حمید، مولٰنا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲ ر

خرد نامہ منظوم، خاص فارسی زبان مین امثال سلیمان کا ترجمہ ۸ ر

مولٰنا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن مین سے مدین اصحاب الایکہ قوم ایوب، بنو اسمعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ عہ

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری عہ ۲ ر

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲ ر

دوسری ریڈر طبع دوم ۴ ر

رسالہ اہل سنت والجماعت، فرقہ اہل السنۃ والجماعۃ کے اصولی عقائد کی تحقیق ۸ ر

حیات مالک، امام مالک کی سوانح عمری اور موطائے مالک پر تبصرہ عمر

خلافت اور ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد تک مسلمانان ہند اور خلفائے اسلام کے تعلقات اور سلاطین ہند کے سکون اور کتبون سے انکا ثبوت ۸ ر

بہادر خواتین اسلام، مسلمان عورتون کے جنگی اور اخلاقی بہادری کے کارنامے ۴ ر

مولٰنا عبد السلام ندوی

اسوۂ صحابہ، صحابہ کرام کے عقائد، عبادات، اخلاق اور معاشرت کی صحیح تصویر اور قرن اول کے اسلام کا علمی خاکہ۔ اسکا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے، صفحات ۴۵۰ قیمت ہے

اسوۂ صحابہ جلد دوم، صحابہ کے سیاسی، انتظامی، اور علمی کارنامون کی تفصیل، صفحات ۵۰۰ قیمت للعہ ر

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اسکا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اس کے فلسفہ کی تشریح مجلد عسا غیر مجلد عہ

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید مین برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فہمیدہ اور سنجیدہ ترجمہ جسمین حواس انسانی پر بحث کر کے مادیت کا ابطال کیا ہے مجلد عار

مذہب و عقلیات، اس مین پر زور دلائل اور مستند یورپین فلاسفر کے بیانات سے ثابت کیا گیا ہے کہ مذہب و عقل مین تصادم کا امکان ہی نہین، ۲ ر

مولوی عبد الماجد بی اے

فلسفۂ اجتماع، جماعات انسانی کا علم النفس عہ

فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح، عہ ر

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی مارل ہسٹری آف یورپ کا ترجمہ جس مین فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کے تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے قیمت جلد اول سے ر جلد دوم عہ ر

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ جس مین مکالمہ کی صورت مین برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہے، قیمت باختلاف کاغذ عہ و عہ ر

مولوی سعید صاحب انصاری

تفسیر ابو مسلم اصفہانی، (عربی) معتزلہ کی مفقود اور نادر الوجود عقلی تفسیر قرآن کے اجزا جو نہایت دیدہ ریزی

سے امام رازی کی تفسیر کبیر سے جمع کیے گئے ہین، مصر مین چھپی ہے۔ قیمت عمار

سیر الصحابیات، ازواج مطہرات، بنات طاہرات اور عام صحابیات کی سوانح عمریان اور ان کے علمی واخلاقی کارنامے، قیمت عہ

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف اور فلسفۂ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ عہ

تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی جمع وترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات دربارۂ جمع قرآن کا جواب قسم اول ہے ر دوم سے ر

شمع سخن، پروفیسر نواب علی کی اخلاقی، قومی اور فلسفیانہ نظمون کا مجموعہ ۱۰ر

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیو لیبان کی کتاب جماعتہائے انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ جسمین انسانی جماعت کے اخلاق، پبلک رہنماؤن کے خصوصیات، اور جماعتون کے بننے اور بگڑنے کے قوانین نفسی بیان کیے گئے ہین صفحہ ۲۲۲، ۵ر

مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح عہ

تذکرۂ حبیب، یعنی رسول اللہ صلعم کے اخلاق کا مفصل بیان ہمر

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال،

انسان، علم خواص الاعضا کے ابتدائی مسائل سلیس عام فہم زبان مین، ۸ر

رموز فطرت، طبیعیات طبقات ارض ہیئت اور جغرافیہ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت مین عہ

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال، مصور ومجلد سے ر

گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی، مذہبی ۸ر

نعت پیمبر، عربی، فارسی واردو کی چند نعتیہ نظمون کا مجموعہ ۸ر

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال، اسمین علم منطق کے اصول نہایت خوبی وعمدگی کیساتھ سلیس زبان اور سہل طریقہ سے بیان کیے گئے ہین، صفحے ۲۰۱، عمر

الانسان، اسمین انسان کے تمام قوائے نفسانی وجسمانی اور خصوصیات طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۲۱۳، قیمت عہ

تسہیل البلاغت، اردو زبان مین فن فصاحت وبلاغت اور بدیع پر دلکش اور سہل وآسان کتاب سے

حکمت عملی، فن اخلاق پر جدید وقدیم علوم کی جامع کتاب قیمت سعہ

متفرق کتابین

یاد ایام، مولانا عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلماء نے اس کتاب میں گجرات کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلوؤن کا تذکرہ وہان کے امراء، وزراء، علماء ومشائخ کے حالات اور علوم وفنون کی ترقی نہایت تحقیق وتفصیل کیساتھ لکھی ہے عہ

سیاحت قسطنطنیہ، مولانا شبلی مرحوم کی فرمائش سے خواجہ سید رشید الدین صاحب نے مشہور پروفیسر ممبکس مولر کے سفرنامہ قسطنطنیہ کا اردو مین ترجمہ کیا ہے عہ

بدیہہ گوئی، جناب ہوش بلگرامی نے اس کتاب مین عربی، فارسی اور اردو کے شعرا، وادیبون کی بدیہہ گوئی کے دلچسپ واقعات یکجا کیے ہین، قیمت عہ